

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_232803

UNIVERSAL
LIBRARY

سلسلہ آصفیہ

جلد سوم
تناخ و کن
حصہ اول

954547

10-10

جس میں ابتدا سے عمدہ بنو سے لیکر تمام حالات سلاطین ہندو گورکھ و سلاطین عادل فیما بین چار نظاموں
احمد گورکھ شاہ کو لکھنؤ و برید شاہید و عمار شاہید و راجہ و خاندان فاروقیہ پر انہوں نے سلاطین ہندو کی حکومت
دکن پر ہی ہے و نیز آمد پٹکایان تا اختتام حکومت راجہ ہاں بیجا گورکھ کہ مسلمانوں نے ہندو دکن کو دکن سے
بالکل بیفصل کر دیا تھا منہ بوجہ میں

اور جو

بہار مبارک

حضرت خاتون ابن خاقان سکندر شوکت دارا اور بان میر محبوب علی خان بہار فتح جنگ نظام الدولہ
نظام الملک نظیر الممالک آصف خیاہ سادوس والی دکن خندہ اسد علی

و بہ دہایت و نگرانی

شمس العلماء مولوی سید علی صاحب بلکای بی ای بی ایل ایف جی ایس۔

ایریشیٹ رائل اسکول آف مائنس لندن

ممبر آف ایشریاٹک سوسائٹی آف گریٹ برین اینڈ ایر لینڈ

ممبر آف وی نارتم آف انگلینڈ انسٹی ٹیوشن آف مائننگ انجینیرس

ممبر ایشریاٹک سوسائٹی بنگال و بیسٹی

بے۔ ایل گولڈ میڈل کلکتہ یونیورسٹی

ممتحن شکر تدریس یونیورسٹی وغیرہ وغیرہ

مستحق تعمیرات ویلوے و معدنیات و صفائی وغیرہ ممالک محروسہ سرکار نظام

سررشتہ علوم و فنون میں مرتب ہوئی

اور طبع و تصنیف اگر زمین بہ تمام محمد قادر علی خان فی پٹی

۱۸۹۰ء

سلسلہ آصفیہ

جلد سوم
تلخی دکن
حصہ اول

۱۰۰

جس میں ابتدا سے عمدہ بندہ سے لیکر تمام حالات سلاطین بہمنیہ بکر و مید و سلاطین عادل شاہیہ بجا پور نظام شاہیہ احمد نگر و قطب شاہیہ کو لکھنؤ و برید شاہیہ مید و عماد شاہیہ برار و قانان فاروقیہ برانپور و سلاطین بہمنیہ کی حکومت دکن پر ہی ہے و نیز آمد پر کالیان تا اختتام حکومت راجہ ہاے بجا نگر جب کہ مسلمانوں نے ہندوؤں کو دکن سے باطل میں غل کر دیا تھا مندرجہ ذیل

اور جو

بہمنیہ مبارک

حضرت خاقان ابن خاقان سکندر شوکت دارا دربان میر محبوب علی خان بہادر فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک مظفر الممالک آصف شاہ سادس والی دکن خسلد اسد ملکہ و بہدایت و نگرانی

شمس النعام مولوی سید علی صاحب بکراچی بی اے بی۔ ایل ایف جی۔ ایس۔

ایوشیٹ رائل اسکول آف انسٹنٹن

ممبر آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف گریٹ بریٹین اینڈ ایرلینڈ

ممبر آف دی نارتھ آف انگلینڈ انسٹی ٹیوشن آف میننگ انجینیرس

ممبر ایشیاٹک سوسائٹی بنگال و بھوسٹی

بے۔ ایل گولڈ میڈلسٹ کلکتہ یونیورسٹی

ممتحن سنکرت مدراس یونیورسٹی وغیرہ وغیرہ

متممہ تعمیرات دیلوئے و معذنیات و صفائی وغیرہ ممالک محروسہ سرکار نظام

سر رشته علوم و فنون میں مرتب ہوئی

اور مطبع معینہ آگرہ میں بہ تمام محمد قادر علی خان فیضی

۱۹۷۷ء



جس وقت سپردان دین اسلام نے عرب کے یگستان سے قدم باہر نکالا اور اعلانے
 کلمۃ اللہ سے فارغ ہوئے تو ان کی ترقی تمدنی کا پہلا کام یہ ہوا کہ شرق و مغرب کے علوم و فنون
 کو انہوں نے زبان عربی کی فصاحت و بلاغت کا زیور پہنایا۔ اور جو بے بہا قدیم تصنیفات یونان
 و روم کی اُجڑی ہوئی خانقاہوں اور ہندوستان و ایران کے افسانہ آمیز روز و کئیوں میں چپی ہوئی
 تھیں ان کو نہ فقط تلف ہونے سے بچایا بلکہ ترجموں کے ذریعہ سے ان کو ایسے زمانوں میں
 زندہ و سلامت رکھا جب یورپ جہالت کی تاریکی میں گھرا ہوا تھا اور انہی تراجم کی بدولت یورپ نے
 وہ جدید نشوونما پائی جس کا نام تاریخ میں نشۃ الثانیہ رکھا گیا ہے۔

دوسری صدی ہجری کا آغاز تھا کہ سلسلہ ہجری میں ہشام عبد الملک کے حکم سے فارس کی
 سب سے مفصل تاریخ کا عربی میں ترجمہ کیا گیا۔ پھر رفتہ رفتہ اس صیغہ ترجمہ نے وہ وسعت حاصل کی

کہ دنیا کی تمام قوموں کا علمی ذخیرہ عربی زبان میں اگلیا۔

اسلام کی حکومت اندلس میں بھی پہلے ہی طریقہ جاری رہا اور اس کے بعد وہ علمی اور علمی تحقیقات
نہیں جن سے آج تک مسلمانوں کا نام روشن ہو۔

تمدن اسلامی کی وہ فطرت جس کا بہت بڑا جز ترقی علوم و فنون ہے ہندوستان کے سلاطین مغلیہ
میں بھی اعلیٰ درجہ پر رہی۔ البیرونی۔ اور ابوالفضل و فیضی کے سے نامور علماء و محققین نے ہندوستان
ہی کے سلاطین اسلامیہ کے دربار میں نام و عزت حاصل کی۔

دکن کے سلاطین بھی مذہبی علم و ادب کے کم قدردان نہ تھے۔ انھیں کے سائے عاطفت میں
القاسم فرشتہ نے وہ بے نظیر تاریخ ہندوستان و دکن کی لکھی جو اس وقت تک بھی ایک بہت معتبر
ذخیرہ تاریخی ہے۔

دولت آصفیہ خلد اللہ تعالیٰ نے بھی جو وقتاً فوقتاً ترقی علوم میں کوششیں کی ہیں وہ محتاج
بیان نہیں ہیں لیکن اس دولت ابرقار میں اس وقت تک کوئی مستقل شہر تراجہ تصنیفات
کا جس کے ذریعہ سے علوم مغربیہ کی اشاعت زبان اردو میں ہو سکے نہ تھا۔ الحمد للہ کہ ملالہما
وقت وزیر باتدبیر عالیجناب معالی القاب جناب نواب محمد فضل الدین خان سکندر جنگ۔
اقبال الدولہ اقتدار الملک سر وقار الامر اہبادر۔ کے۔ سی۔ آئی۔ امی۔ وزیر اعظم ریاست دکن
نے ایک حیدر علوم و فنون قائم فرمایا ہے جس سے غرض یہ ہے کہ مفید اور بکار آمد کتابیں
مختلف السنہ یورپ سے اردو زبان میں ترجمہ ہوں اور نیز جدید تصنیفات و تحقیقات علمیہ اسی
زبان میں شائع کرائی جائیں جس سے اردو زبان میں نہ فقط مضامین مختلفہ کے بیان سے
وسعت تامہ پیدا ہو بلکہ علوم و فنون و تاریخ کے زبان ملکی میں ہو جانے سے تعلیم قومی میں ترقی ہو۔
اس سرشتہ کی نگرانی جناب شمس العلماء مولوی سید علی صاحب بلگرامی بالقاب

کے سپرد کی گئی ہے جس سے پورا اطمینان ہو سکتا ہے کہ حسب امید یہ صیفہ علوم و فنون ترقی کرے گی اور عامۂ خلایق کو معتد بہ فوائد حاصل ہونگے۔ جو کتابیں اس صیفہ کی نگارانی میں مرتب ہونگی۔ وہ سلسلہ تصفیہ کے نام سے مشہور کی جائیں گی۔

اس سلسلہ کی پہلی کتاب سفرنامہ موسیو ٹیورنیر کا ترجمہ ہے جس کو ایک خاص مناسبت سلسلہ تصفیہ کے ساتھ ہے کیونکہ موسیو ٹیورنیر نے سترہویں صدی کے وسط میں ممالک بحر و سرحد کا رمال کے ایک بہت بڑے حصہ کا سفر کیا ہے جس کی سرگذشت اس کتاب میں لکھی گئی ہے۔

اس سلسلہ کی دوسری جلد موسیو پتھیون کے سفرنامہ کا ترجمہ ہے۔ اس کے تیسری جلد بھی ہے۔ جس میں دکن کی تاریخ ابتداء سے بھاجانکر کی حکومت کے زوال تک ہے۔

اس کی چوتھی جلد تاریخ دکن کی دوسری جلد ہے جس میں اس زمانہ تک کا بیان ہے جب تک کہ دکن میں ہندوؤں کا دخل نہیں رہا۔ اور پانچویں جلد نظام اکبری ہے۔ جس میں ذکر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی حکومت کا بیان فلسفیانہ طرز پر کیا گیا ہے۔ یہ دونوں جلدیں زیر طبع ہیں فقط۔



فہرست مضامین تاریخ دکن

جلد اول

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۳۴	چیرہ کاراج	۸	۳	اعلان
۳۴	کرالا یعنی مالابار اور کنارہ کاراج	۹	۴	فہرست ہذا
۳۵	چلو کیا قوم کاراج	۱۰	۲۵	تہب
۳۶	کالاہوریا بنس اور لنگ کی پہچان	۱۱	۲۵	زمانہ قدیم - عمدہ ہنود
۳۶	قدیم مرہٹوں کاراج	۱۲	۲۵	۱- جغرافیہ
۳۶	ورنگل کاراج	۱۳	۲۷	۱ ہندوستان کے قدرتی حصہ
۳۷	اوڑیسہ کاراج	۱۴	۲۸	۲ شمالی ہند کے قدرتی حصہ
۳۷	دکن کے قدیمی مذاہب	۲۹	۲۹	۳ دکن کی قدرتی صورت
۳۸	آریا قوم اور ادن کا مسکن اور زمانہ	۱۵	۳۰	۴ ملک دکن کے قدیم زمانہ کے حصے
۳۸	ہندوؤں کا ابتدائی مذہب اور وید	۱۶	۳۱	۵ دکن کی قدیمی قومیں اور انکی بوجہ
۳۹	بڑہنوں کی نمود اور انکا عروج ..	۱۷	۳۱	۶ کا زمانہ
۴۰	ویدوں میں فلسفہ	۱۸	۳۲	۷ دکن کے قدیمی راج
۴۰	منوکے قوانین اور ہندوؤں کی	۱۹	۳۲	۸ پانڈیوں کاراج
۴۰	چار ذاتیں	۳۳	۳۳	۹ چولا کاراج

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۲۰	۲۔ ہندوستان پر مسلمانوں کا قبضہ	۲۱	رام چند جی کا دکن میں آنا اور مہارٹ	۲۱
۲۱	تہانہ اور سندھ پر مسلمانوں کا قبضہ ۵۱	۲۲	کی لڑائی	۲۲
۲۲	مسلمانوں کا سندھ پر قبضہ کرنا اور	۲۳	بدھ کی پیدائش اور اس کا مذہب	۲۳
۲۳	چوڑ کر چلا جانا ۵۲	۲۴	بدھ مذہب کی اشاعت اور تنزل	۲۴
۲۴	اسلام کا اسلام کے مخالفوں	۲۵	ہندوستان کا نیا مذہب اور اسلام	۲۵
۲۵	سے برتاؤ ۵۳	۲۶	کا اوسپر اثر	۲۶
۲۶	اتلک تک مسلمانوں کا قبضہ .. ۵۴	۲۷	جین مذہب	۲۷
۲۷	گجرات کی فتح "	۲۸	زمانہ وسطی عہد اسلام	۲۸
۲۸	اسلام کا ہندوستان پر متقل قبضہ "	۲۹	۱۔ مسلمانوں کی ابتدا	۲۹
۲۹	قطب الدین ہندوستان کا	۳۰	صحیح تاریخ	۳۰
۳۰	اول مسلمانوں پادشاہ ۵۵	۳۱	عرب کا ملک اور باشندوں کے	۳۱
۳۱	غلاموں سے سلطنت کا خلیفہ	۳۲	اخلاقی حالت	۳۲
۳۲	کے خاندان میں منتقل ہونا .. "	۳۳	حضرت محمد صلعم	۳۳
۳۳	علاء الدین خلجی کی نمود "	۳۴	حضرت کی نبوت	۳۴
۳۴	۳۔ دکن کا دہلی کی سلطنت	۳۵	مکہ والوں کا مسلمانوں کا ایذا دینا	۳۵
۳۵	میں شامل ہونا۔	۳۶	حضرت کی ہجرت مدینہ کو	۳۶
۳۶	شاہزادہ علاء الدین کا دکن پر حملہ ۵۶	۳۷	اسلام کے فتوحات عرب میں ..	۳۷
۳۷		۳۸	مصر و شام و ایران پر اسلام کا قبضہ	۳۸

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۴۳	رام دیو کا اطاعت کرنا اور	۵۵	بہاؤ الدین جاگیر دار ساغر کی بغاوت	
۴۴	علاء الدین کا بادشاہ ہونا -	۵۸	اور دولت آباد کا دار السلطنت	
۴۵	ملک کافور کی دکن میں فتوحات	ایضاً	مقرر ہونا - - - -	۷۱
۴۶	ملک کافور کا وزنگل پر حملہ -	۶۱	محمد تغلق کے ظلم اور بغاوتیں	۷۲
۴۷	فتح کرناٹک - - - -	۶۲	بیجا نگر کی آبادی اور کرناٹک میں	
۴۸	علاء الدین کی وفات -	۶۳	ایک نئی ہندو حکومت کا قیام	۷۳
۴۹	علاء الدین کے صفات اور اوسکا	۵۵	محمد تغلق کا خلیفہ عباسی سے	
۵۰	انتظام - - - -	ایضاً	سلطنت کی اجازت لینا - -	۷۵
۵۱	قطب الدین خلجی کا دکن میں آنا اور	۵۹	نصرت خان اور علی شاہ کی بغاوت	۷۶
۵۲	خسرو خان کا عروج - -	۶۵	۴- سلطنت خاندان بہمنی	
۵۳	قطب الدین مبارک شاہ کا قتل	۶۶	دکن کا انقلاب	
۵۴	خسرو خان کا قتل اور غازی خان	۶۰	امیران صده کی محمد تغلق سے بغاوت	۷۷
۵۵	کا بادشاہ ہونا - - - -	۶۱	محمد تغلق کا امر اسے دکن کو طلب	
۵۶	شاہزادہ جوننا خان کی وزنگل پر چڑھائی		کرنا اور اون کی بغاوت - -	۷۹
۵۷	اورنا کامیابی - - - -	۶۸	دکن کا بلوہ اور اسمیں کا بادشاہ ہونا	
۵۸	جوننا خان کا وزنگل اور جاجنگر کو		اور دکن کا وہلی کی حکومت سے نکل جانا	۸۰
۵۹	فتح کرنا - - - -	۶۹	محمد تغلق کا دولت آباد میں آکر بیٹھنا	
۶۰	محمد تغلق کا بادشاہ ہونا اور اسکے وصفا	۷۰	کو شکست دینا اور پھر گجرات کی	

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۹۲	کالمات سے آنا - - -	۸۲	بغاوت کے فرو کرنے کو چلا جانا -
۹۳	اسمعیل مخ کا بادشاہ کے برخلاف	۸۳	عماد الملک سبزیہ کا قتل اور
۹۴	سازش کرنا - اور اس کا قتل ..	۸۴	محمد تغلق کی دکن سے یہ غلی
۹۵	علاء الدین کا ملک گیری کا ارادہ اور لشکر	۸۵	سلطان علاء الدین حسن
۹۶	اور کرنا لنگے راجاوں کا مطیع ہونا	۸۶	کا نکلوی بہمنی
۹۷	سلطان علاء الدین کی گجرات پر لشکر	۸۷	امراے دکن کا ملکہ حسن کو دکن کا
۹۸	کشی اور بیمار ہو کر واپس ہونا اور	۸۸	بادشاہ کرنا - - -
۹۹	ملک کو چار صوبوں میں تقسیم کرنا	۸۹	حسن کی ہلیت اور اس کی ایمانداری
۱۰۰	سلطان علاء الدین حسن کے	۹۰	گنگوہر بہمن کے غروب اور حضرت
۱۰۱	اوصاف اور اس کی وفات -	۹۱	نظام الدین کی بشارت کے باعث
۱۰۲	سلطان محمد شاہ	۹۲	حسن کا دکن کی سلطنت کی جستجو میں
۱۰۳	محمد شاہ کا کروڑ اور اس کا چال چلن	۹۳	یہاں آنا - - -
۱۰۴	راجا یان تلنگ دیجا لنگ کا حملہ شکست	۹۴	نجوم وغیرہ پر مسلمانوں کا غلط اعتقاد
۱۰۵	تلنگ کا نہ چڑھائی اور لگی پور	۹۵	علاء الدین حسن کا اپنے نقاسے
۱۰۶	راجا سے تانکا نہ کا قتل ..	۹۶	مروت اور وفاداری کرنا اور گلہ گیری
۱۰۷	گوٹنڈہ لی فتح - - -	۹۷	مسجد اور قلعہ کی تعمیر - - -
۱۰۸	راے بیجا لنگ کا حملہ اور اس کی شکست	۹۸	محمد تغلق کی موت - - -
۱۰۹	بہرام خان کی بغاوت اور اس کا فرو ہونا	۹۹	شہنشاہ محمد کی شادی اور اس کی خالہ

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
	سلطان فیروز شاہ		شیخ زین الدین دولت آبادی کی
۱۲۶	فیروز شاہ کا بادشاہ ہونا - - -	۱۱۳	نصیحت بادشاہ کو اور بادشاہ کی وفات
	فیروز شاہ کا مذہب امامیہ کے		سلطان مجاہد شاہ
	بموجب متعدد کی حلت پر عمل اور اس		مجاہد شاہ کا تخت نشین ہو کر بیجا نگر
۱۲۹	کے عادات و اطوار - - -	۱۱۴	فوج کشی کرنا - - -
۱۳۲	بیجا نگر پر فوج کشی - - -	۹۳	بیجا نگر والوں سے سخت لڑائی کے
۱۳۴	ننگہ راجہ گوندوان کی سرکشی	۱۱۶	بعد مجاہد شاہ کی داپسی
	فیروز شاہ کا امیر تہور کی خدمت میں	۱۲۰	مجاہد شاہ کا قتل - - -
۱۳۶	ایلیچی بھیجنا - - -		سلطان داؤد شاہ
	ایک سارن کے واسطے دیورائے	۹۶	داؤد شاہ کا بادشاہ ہو کر قتل ہونا
۱۳۷	کی چڑھائی - - -		سلطان محمود شاہ
۱۳۸	فیروز شاہ کی دیورائے پر چڑھائی -	۱۲۲	محمود شاہ کی تخت نشینی - -
ایضاً	دیورائے کا صلح کرنا - -	۱۲۳	محمود شاہ کی سلطنت اور وفات
۱۴۰	سید محمد گیسو دراز بندہ نواز - -	۹۹	سلطان غیاث الدین
	دیورائے کا حملہ اور فیروز شاہ کی	۱۰۰	غیاث الدین کی تخت نشینی -
۱۴۱	سخت شکست - - -		شمس الدین بہمنی
۱۴۲	احمد خان کا بیدار سے ہنگامت -	۱۰۱	تغابین کا غیاث الدین کو تخت سے
۱۴۳	احمد خان کا ہشیار و بیدار کو شکست دینا	۱۰۲	اقتدار کرمس الدین کو تخت پر بٹھانا -

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۱۶۴	محمد خان کی بغاوت - - -	۱۴۴	احمد شاہ کا بادشاہ ہونا - - -
۱۶۵	دلاور خان کی کوکن پر چڑھائی	۱۴۵	سلطان احمد شاہ
۱۶۶	نصیر خان کا برابر پر حملہ - - - ایضاً	۱۴۶	احمد شاہ کا سید محمد گیسو دراز پر اعتقاد
۱۶۷	ملک حسن بھری کی خاندیس میں تخت	۱۴۷	احمد شاہ کی دیورا سے پرچڑھائی اور
۱۶۸	غریبوں اور دکنیوں میں عداوت	۱۴۸	مصیبت میں ہنسکر بہر فتح پانا - -
۱۶۹	پیدا ہونا - - -	۱۴۹	دکن کا قحط اور احمد شاہ کا ولی
۱۷۰	دیورا سے کا سلطنت بہمنیہ پر حملہ	۱۵۰	مشہور ہونا - - -
۱۷۱	اور شکست - - -	۱۵۱	تلنگانہ و ماہور کی فتح - - - ایضاً
۱۷۲	علاء الدین کے عادات و اطوار	۱۵۲	ہوشنگ شاہ کا حملہ و شکست
۱۷۳	سرکہ کا خلف حسن بھری کو دغا	۱۵۳	احمد آباد بیدری کی آبادی و بہمن نامہ
۱۷۴	سے قتل کرنا - - -	۱۵۴	شاہزادوں میں ملک کی تقسیم
۱۷۵	دکنیوں اور غریبوں کا فساد	۱۵۵	ملک راجہ حاکم خاندیس - -
۱۷۶	سکنہ رخاں کی بغاوت - -	۱۵۶	نصیر خان حاکم خاندیس - -
۱۷۷	محمود خلجی کا حملہ اور واپسی اور	۱۵۷	احمد شاہ گجراتی سے جھگڑا - -
۱۷۸	سکنہ رخاں کی اطاعت - -	۱۵۸	ہوشنگ شاہ والی مالوہ سے جھگڑا
۱۷۹	علاء الدین کا مرنا - - -	۱۵۹	سادات اور احمد شاہ اور اسکی موت
۱۸۰	سلطان ہمایوں شاہ ظالم	۱۶۰	سلطان علاء الدین
۱۸۱	ہمایوں شاہ کا بادشاہ ہونا - -	۱۶۱	علاء الدین کی تخت نشینی اور

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۱۲۹	سکندر خان کی بغاوت اور اس کا	۱۸۱	خاتمہ - - - -	۱۳۰
۱۳۰	دیور کندہ پر خواجہ جہان کی شکست	۱۸۲	شاہزادہ حسن خان کی بغاوت	۱۳۱
۱۳۱	ہمایون شاہ کا قتل - -	۱۸۳	ظلم اور انصاف کے معنی	۱۳۲
۱۳۲	یوسف عادل خان کا سر لشکری	۱۸۴	انظام شاہ	۱۳۳
۱۳۳	دولت آباد پر تقرر اور اتنور دیر لکیر	۱۸۵	نظام شاہ کی تخت نشینی اور لیان	۱۳۴
۱۳۴	اور لپانچی کی فتح - - -	۱۸۶	اوریا و اوڑیسہ کی چڑائی -	۱۳۵
۱۳۵	بلگوین کی فتح اور محمد مہمان کا	۱۸۷	محمود شاہ غلجی والی مالوہ کی دکن پر	۱۳۶
۱۳۶	انتقال - - - -	۱۸۸	لشکر کشی - - -	۱۳۷
۱۳۷	دکن کا قحط - - -	۱۸۹	محمود شاہ غلجی کی مراجعت - -	۱۳۸
۱۳۸	اوریا و اوڑیسہ کی فتح - -	۱۹۰	سلطان محمد شاہ	۱۳۹
۱۳۹	مملکت بہمنیہ میں محمود کا دان کی	۱۹۱	نظام شاہ کی موت اور محمد شاہ کی	۱۴۰
۱۴۰	اصلاحین اور امر کی اوس سے	۱۹۲	تخت نشینی اور خواجہ جہان کا قتل	۱۴۱
۱۴۱	عداوت - - -	۱۹۳	قلعہ کٹر لہ کا جنگڑا اور صلح - -	۱۴۲
۱۴۲	کوئٹہ پور پٹی سے کبھی اور چھپلی	۱۹۴	یوسف عادل خان کی اصلیت	۱۴۳
۱۴۳	پٹن تک کی فتح - - -	۱۹۵	گوکن کی فتح - - -	۱۴۴
۱۴۴	قتل محمود کا دان - -	۱۹۶		
۱۴۵	خواجہ کی اصلیت اور اوصاف	۱۹۷		

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
	قتل کی سازش کرنا اور پھر خود اوٹین	۲۱۶	۱۵۰ خواجہ کی بے جرمی کا ثبوت ..
۲۳۳	۱۵۱ قتل ہونا	۲۱۸	۱۵۲ امر کی سرکشی اور محمد شاہ کی موت
۲۳۵	۱۹۱ سلطان قلی کی اصلیت ..		۵- دکن کی طوائف الملوکی
	۱۹۲ ملک احمد نظام الملک کی فتح		واقعات کثیر الاختلال
۲۴۰	چاکتہ مین اور شیخ مودی عرب پر		عہد محمود شاہ ثانی
	۱۹۳ جہانگیر خان پر احمد نظام الملک		۱۵۳ محمود شاہ ثانی کی تخت نشینی
۲۴۱	۲۲۱ کی فستج		اور درباری فریق
	۲۲۳ ۶- سلاطین ہمنہ دکن		۱۵۴ قاسم بریدی کی اصلیت ..
	کے غلاموں کی سلطنتیں		۱۵۵ امرائے ترک منل اور حبشی دکنیوں
	سلاطین نظام شاہیہ	۲۲۴	کامیل اور مناصب کی تقسیم
	احمد نگر - عادل شاہیہ	۲۲۷	۱۵۶ دکنیوں اور ترکوں کی لڑائی ..
	بیجاپور - عماد شاہیہ		۱۵۷ دلاور خان حبشی اور ملک حسن کا
	برار - برید شاہیہ	۲۲۹	جھگڑا اور ملک احمد کا جنیر پر تقرر
	بیدر - قطب شاہیہ		۱۵۸ ملک حسن نظام الملک کی بغاوت
	گو لکنڈہ		اور دل پسند خان کے ہاتھ سے
	احمد نظام الملک یوسف عادل	۲۳۱	۱۵۹ اوس کا قتل
	شاہ و فتح السعد عماد الملک کا	۲۳۳	۱۶۰ ملک احمد کی مستقل حکومت ..
۲۴۳	خطبہ و چتر		دکنی اور حبشیوں کا محمود شاہ کے

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۲۶۵	یوسف عادل شاہ کا گم ہونے کی	۲۳۵ ۱۴۵	ملک قاسم برید کا خود مختار ہونا
۲۶۰	تدابیر اور ادب پر حملے	۲۳۶ ۱۴۶	راے بیجا نگر اور بہادر گیلانی حاکم
۲۶۱	احمد نظام الملک کے دولت آباد	۲۳۷ ۱۴۷	گوا کا حملہ علاقہ بیجا پور پر ..
۲۶۱	پر حملے اور احمد نگر کی بنا ..	۲۳۸ ۱۴۸	احمد نظام الملک کی ملک اشرف
۲۶۱	احمد نظام الملک کا میران عینا	۲۳۹ ۱۴۹	پر حملہ کی تیاری
۲۶۱	کی مدد کے لیے سلطان محمود شاہ	۲۴۰ ۱۵۰	یوسف عادل شاہ کا حملہ قاسم برید
۲۶۱	گجراتی سے مقابلہ	۲۴۱ ۱۵۱	یوسف عادل شاہ کا بیجا نگر والوں
۲۶۱	احمد نظام الملک کا سلطان	۲۴۲ ۱۵۲	سے مغل راہ بھڑکا دیا پس لینا
۲۶۱	محمود شاہ گجراتی کو دہوکے سے	۲۴۳ ۱۵۳	محمود شاہ والی گجرات کا محمود شاہ
۲۶۱	زک دینا	۲۴۴ ۱۵۴	بہمنی کو بہادر گیلانی کی شکایت نکلنا
۲۶۱	کنکاش یوسف عادل شاہ و احمد	۲۴۵ ۱۵۵	محمود شاہ کا بہادر گیلانی حاکم کو اپر
۲۶۱	نظام الملک نسبت ملک گیری ..	۲۴۶ ۱۵۶	فوج کشی کر کے اسے قتل کرنا ..
۲۶۱	میان محمد جاگیر دار گوا کا یوسف عاب	۲۴۷ ۱۵۷	محمود شاہ کی بیدار کو براہ بیجا پور مرا
۲۶۱	شاہ کا مطیع ہونا	۲۴۸ ۱۵۸	اور گجراتی ایلمپیون کی رخصت ..
۲۶۱	سلطان محمود شاہ گجراتی کا حملہ	۲۴۹ ۱۵۹	دستور دینار کی محمود شاہ سے کرشی
۲۶۱	دولت آباد پر اور احمد نظام الملک کا	۲۵۰ ۱۶۰	اور اسکا انجام
۲۶۱	دولت آباد وغیرہ پر قبضہ	۲۵۱ ۱۶۱	قاسم برید کے قبضہ سے محمود شاہ
۲۶۱	قاسم برید کی موت اور یوسف عادل	۲۵۲ ۱۶۲	کی آزادی مگر بیفائدہ

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۱۸۳	کاگلبرگہ اسٹیکو وغیرہ کو فتح کرنا ..	۲۶۸	پرتگالیوں کی سلطان محمود شاہ
۱۸۴	یوسف عادل شاہ کا علی الاعلان	۲۶۹	گجراتی وقاصو روٹے مسرور اجہ
۱۸۵	اپنے شیعہ مذہب کو جاری کرنا ..	۲۷۱	کلی کوٹ سے لڑائیاں ..
۱۸۶	امیر برید کی یوسف عادل شاہ پر	۲۷۲	پرتگالیوں کا بندرگاہ کو لینا۔ اور
۱۸۷	نشر کشی اور اوسکا انجام ..	۲۷۳	پہر شکست کما کر چلا جانا ..
۱۸۸	احمد نظام الملک کی میران داؤد خان	۲۷۴	انتقال یوسف عادل شاہ ..
۱۸۹	حاکم خاندیس پر نشر کشی ..	۲۷۵	اسمعیل عادل شاہ کی تخت نشینی اور
۱۹۰	محمود شاہ گجراتی کا عادل خان کو	۲۷۶	گوا کا پرتگالیوں کے قبضہ میں جانا۔
۱۹۱	خاندیس کی حکومت دلانا ..	۲۷۷	علاء الدین عماد شاہ کا حملہ احمد نگر پر
۱۹۲	عادل خان اعظم ہمایوں کا امراے	۲۷۸	اور شکست ..
۱۹۳	باغی کو قتل کرنا ..	۲۷۹	امیر برید اور کمال خان کے باؤشا
۱۹۴	احمد نظام الملک کی وفات اور ایک	۲۸۰	ہونے کی تجویزین ..
۱۹۵	سے ایک کے لڑنے کی رسم ..	۲۸۱	کمال خان کا قتل ..
۱۹۶	ہندوستان کے ساحل غری پر سلاوٹکی	۲۸۲	بیجا پور میں شیعہ مذہب کا ازسرنو
۱۹۷	آبادی ..	۲۸۳	اجب اپانا ..
۱۹۸	پرتگیزیوں کا کلی کوٹ میں آنا ..	۲۸۴	سلطان قلی۔ گوکنڈہ کی آبادی
۱۹۹	پرتگیزیوں کے راجہ ہاے کو چین و	۲۸۵	اور اوس کی تاریخ ..
۲۰۰	کلی کوٹ سے جملہ گڑے ..	۲۸۶	سلطان قلی کارا جکنڈہ دیور کنڈہ

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۳۱۰	اور سخت شکست کھا کر ٹوٹنا ۔ ۔	۲۹۹ ۲۱۱	پانچل کنہورہ کو ٹکٹنڈہ کا فتح کرنا اور اپنے نام کا خط پڑھوانا ۔
۳۱۱	کو بہاگنا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۳۰۱ ۲۱۲	۲۰۲ امیر برید کا اسمعیل عادل شاہ پر حملہ اور شکست ۔ ۔ ۔ ۔
۳۱۳	شاہ طاہر کا احمد نگر میں آنا ۔ ۔	۳۰۳ ۲۱۳	۲۰۳ سلاطین ہجیا پور کا سلاطین صوبہ ایران سے تعلق ۔ ۔ ۔ ۔
۳۱۴	امیر برید کا علاء الدین ابن احمد شاہ کو قتل کرنا ۔ ۔ ۔ ۔	۳۰۴ ۲۱۴	۲۰۴ محمود شاہ کا براہ کو بہاگنا اور علاء الدین کا امیر برید پر حملہ اور شکست ۔ ۔ ۔
۳۱۵	استرداد شولا پور کے لیے برہان نظام شاہ کا اسمعیل عادل شاہ پر حملہ اور شکست ۔ ۔ ۔ ۔	۳۰۵ ۲۱۵	۳۰۵ مہور کا علاء الدین کے ماتحت ہونا سلطان قلی کا ایلگنڈل اور ملنگو توام الملک سے لینا ۔ ۔
۳۱۶	سلطان قلی کا شتاب خان راجہ کھمٹھ پر فتح ۔ ۔ ۔ ۔	۳۰۶ ۲۱۶	۳۰۶ محمود شاہ اور اوس کے بیٹے احمد شاہ کی موت ۔ ۔ ۔ ۔
۳۱۷	علاء الدین اور برہان نظام شاہ کا پاتری پر جنگ اور محمد شاہ والی خاندان کی علاء الدین کو مدد ۔ ۔ ۔	۳۰۷ ۲۱۷	۳۰۷ سلطان قلی کی علاء الدین عماد الملک پر فتح ۔ ۔ ۔ ۔
۳۱۸	بھینوں کے نام کے بادشاہ کا خاتمہ	۳۰۸ ۲۱۸	۳۰۸ برہان شاہ کا پاتری کو فتح کرنا اور آمنہ رنڈی سے نکاح کرنا ۔ ۔
۳۱۹	سلطان قلی کا کندہ پلی دایلو کو فتح کرنا	۳۰۹ ۲۱۹	۳۰۹ اسمعیل شاہ کا راجہ پور کی تسخیر کو جانا

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۲۲۰	اسمعیل کی برہان پر فتح اور خدیجہ سلطانہ	۲۲۹	امیر بریدی کی گرفتاری - -
۲۲۱	کا علاء الدین عماد الملک سے نکاح	۲۳۰	پیدر کے قلعہ پر اسمعیل کا قبضہ اور
۲۲۱	سلطان قلی کا کوئٹہ پر حملہ اور کٹھ پلی	۲۳۱	واپسی اور راجپوت مدد کی فتح - -
۲۲۲	کی بغاوت - - - -	۲۳۱	برہان نظام الملک کا شاہ طاہر کو
۲۲۲	سلطان قلی کا کوئٹہ پر حملہ اور لون کو مطیع	۲۳۲	گجرات بھیجا۔ اور وہاں اوسکی
۲۲۳	کرنا۔ اور کٹھ پلی کی بغاوت فرد ہونا	۲۳۲	فضیلت کی قدر - - - -
۲۲۳	سلطان بہادر شاہ گجراتی کا دکن پر حملہ	۲۳۳	برہان نظام شاہ کا سلطان بہادر شاہ
۲۲۳	اور والیان دکن کی اوسکے مقابلہ	۲۳۴	کی ملاقات کے لیے برہان پور کو جانا۔
۲۲۳	کے لیے تیاری -	۲۳۵	برہان اور اسمعیل کی لڑائی - اور
۲۲۳	سلطان بہادر شاہ گجراتی کا احمد نگر	۲۳۶	ملک گیری کی نسبت دونوں کا تصفیہ
۲۲۴	میں آنا - - - -	۲۳۷	اسمعیل کا تلنگانہ پر حملہ - اور اوس کی
۲۲۵	سلطان بہادر شاہ کا ایک ہیپ خواب	۲۳۷	وفات - - - -
۲۲۵	دیکھنے کے باعث احمد نگر کو چھوڑنا اور	۲۳۸	بیجا پور میں ملو خان کی تخت نشینی کے
۲۲۶	دولت آباد کو جانا - - - -	۲۳۸	بعد ابراہیم عادل شاہ کا تخت پر بیٹھنا
۲۲۶	گجراتیوں اور دکنیوں کی دولت آباد	۲۳۹	سلطان قلی کا حملہ امیر بریدی پر - اور
۲۲۶	کے قریب لڑائیاں - - - -	۲۴۰	گجیل وایلو کو بھیج کی فتح - -
۲۲۶	سلطان بہادر شاہ کی گجرات کو واپسی	۲۴۱	سلطان قلی کا تلنگانہ کو دغا بازی
۲۲۸	اسمعیل کا حملہ پیدر پر - - - -	۲۴۲	سے لینا - - - -

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۲۳۸	ابراہیم کا ایرانیوں کو نکال کر دکن کی اور ہندوؤں کو عروج دینا۔ اور فارسی کے بجائے ہندی میں دفتر کرنا۔	۲۳۶	۳۴۹
۲۳۹	بیجانگر کا راج شیور سے کے گہرانے سے نکل جانا۔	۲۳۷	۳۴۹
۲۴۰	راج کا بیجانگر میں راجہ ہونا۔	۳۵۱	
۲۴۱	ادھونی پر اسد خان لاری کا حملہ اور واپسی۔	۲۴۸	۳۵۲
۲۴۲	ہمایوں کی بہادر شاہ گجراتی پر بڑھائی اور پر تگر یزدن کا بہادر شاہ کو دغا سے قتل کرنا۔ اور میران محمد شاہ کی موت۔	۲۵۳	
۲۴۳	خوجی آدمیوں کے محزونوں کے اختلاف سے دکن مالوہ گجرات وغیرہ ملکوں کی طاقتوں کا اختلاف۔	۲۵۲	۳۵۵
۲۴۴	دکن میں شیعہ مذہب پسینے کے اسباب۔	۲۵۳	۳۵۴
۲۴۵	برہان شاہ کے بیٹے کی بیماری اور	۲۵۴	
۳۵۹	شاہ طاہر کا برہان شاہ سے شیعہ ہونے کی منت سنونا۔	۳۶۱	
۳۶۲	برہان شاہ اور اوس کے اہل و عیال کا شیعہ ہونا۔	۳۶۲	
۳۶۳	برہان کا شیعہ بنی علماء سے باہم بحث کرنا۔ اور علی الاعلان شیعہ مذہب کا پھیلانا۔	۳۶۳	
۳۶۴	سفیون کا ملا پیر محمد کی سمداری میں شور مچانا۔	۳۶۵	
۳۶۶	احمد نگر میں شیعوں کا مجمع۔	۳۶۶	
۳۶۷	سبارک خان کا برہان پور میں اور محمود کا گجرات میں بادشاہ ہونا۔	۳۶۷	
۳۶۸	برہان پر شاہان گرد و نواح کی لشکر کشی کی تجویز۔	۳۶۸	
۳۶۹	سلطان قلی کا کوئٹہ کو تسخیر کرنا	۳۶۹	
۳۷۰	برہان کی قوت اور ابراہیم کی کمزوری	۳۷۰	
۳۷۱	ابراہیم عادل شاہ اور اوس کے ایک سہارا اسد خان کا رنج۔	۳۷۱	

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۳۷۸	برہان شاد جمشید شاہ درامراج کا	۲۹۲	۲۵۵ شاہ طاہر کا سلطان قلی کے پاس
۳۷۸	ابراہیم عادل شاہ پر حملہ - - -	۳۷۸	قلعہ میدک کی گنجی لانا - اور سلطان
۲۹۵	برہان کے پاس شاہ طہماسپ کے	۳۷۸	۲۵۶ قلی کا برہان کی مدد کرنا - - -
۳۸۰	ایلچی کا آنا - - - -	۲۹۵	۲۵۷ برہان کا اسدخان کی بغاوت
۳۸۱	اسدخان کا جمشید پر حملہ اور اہل نجوم	۳۷۸	۲۵۸ کی بنا پر ابراہیم پر حملہ - - -
۳۸۱	وغیرہ کا فائدہ - - - -	۳۷۸	۲۵۹ ابراہیم کا دریا عمار شاہ کی مدد اور
۲۹۶	برہان پر ابراہیم کی اور علی برید پر	۳۷۸	اسدخان کی واپسی سے ہربانپور
۳۸۲	جمشید کی فتح - - - -	۳۷۸	۲۶۰ پر فتح پانا - - - -
۲۹۷	جمشید کا علی برید پر حملہ اور قلعہ	۳۷۸	۲۶۱ امیر برید کی وفات - - -
۳۸۳	کو لاس کو بنانا - - - -	۳۷۸	۲۶۲ جمشید خان کا اپنے باپ سلطان
۳۸۴	شاہ طاہر کی علی برید کے یہاں ناقہ	۳۷۸	۲۶۳ قلی کو قتل کرنا - - - -
۲۹۹	علی برید اور ابراہیم کی برہان جمشید	۳۷۸	۲۶۴ شاہ طاہر کا گوگ لکٹہ کو آنا - - -
۳۸۵	اور دریا عمار شاہ سے شکستین	۳۷۸	۲۶۵ علی برید کا شاہزادہ ابراہیم قلی کی مدد
۲۷۰	شیعوں کا سنی نیکر ابراہیم کو دھوکے	۳۷۸	۲۶۶ کے لیے جمشید کے گوگ لکٹہ میں محصور
۲۷۰	وینا - - - -	۳۷۸	۲۶۷ کرنا - - - -
۲۷۱	ابراہیم کا بدخواہوں کو قتل کرنا اور	۳۷۸	۲۶۸ برہان کے حملہ کے باعث علی برید کا
۲۷۱	شاہزادہ عبد اللہ کا ہماگ کر بندر گوا	۳۷۸	۲۶۹ بیجا پور کو ہماگ - - - -
۳۸۶	مین پناہ لینا - - - -	۳۷۸	۲۷۰ شاہزادہ ابراہیم قلی کا بیجا نگر کو جاننا

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۲۴۲	امرا سے بیجا پور و برہان و جمشید کا	۲۸۲	ابراہیم پر سیف خان عین الملک کا
۲۴۳	عبدالسد کو ابراہیم کے بجائے تخت نشین کرنے کا ارادہ مگر ناکامی پڑنا	۲۸۳	چھاپہ مارنا اور ابراہیم عادل شاہ کا ہاگنا ۳۹۹
۲۴۴	اسد خان کی موت - - -	۳۸۴	برہان کا قلعہ کلیان کو فتح کرنا - اور
۲۴۵	شاہ طاہر کا انتقال پر ملاں - - -	۳۸۵	پریندہ کو واپس لینا - - -
۲۴۶	جمشید کی وفات - - -	۳۸۶	رامراج کا قلعہ راجپور و مگل کو اور برہان کا
۲۴۷	سبحان قلی کا گوگٹھ میں سیف خان کی مدد سے تخت نشین ہونا اور	۳۸۷	قلعہ شولا پور کو فتح کرنا - - -
۲۴۸	دولت قلی اور جگد یو را د کا ہنگامہ	۳۸۸	برہان نظام شاہ کا بیجا پور پر حملہ اور
۲۴۹	شاہزادہ ابراہیم قلی کا بیجا نگر کا زمانہ ۲۹۲	۳۸۹	اوس کی موت - - -
۲۵۰	ابراہیم قلی کا بیجا نگر سے آکر گوگٹھ پہنچنا	۳۹۰	حسین نظام شاہ کا بدائیوں کے فرار کے بعد احمد نگر میں بادشاہ ہونا اور
۲۵۱	قابض ہونا - - -	۳۹۱	ابراہیم عادل شاہ سے صلح کرنا -
۲۵۲	جگد یو را کی خلاصی اور سیف خان کے فرار کے بعد ابراہیم قلی کا گوگٹھ میں	۳۹۲	خواجہ جہان کے بھاگنے پر حسین شاہ کا پریندہ پر قبضہ - - -
۲۵۳	بادشاہ ہونا - - -	۳۹۳	ابراہیم عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کا شولا پور میں مقیم ہونا - - -
۲۵۴	برہان کا قلعہ کلیان پر محاصرہ اور	۳۹۴	ابراہیم عادل شاہ کا سیف خان کی بیوفائی پر شبہ کر کے میدان سے ہٹانا
۲۵۵	ابراہیم عادل شاہ کا استخلاف کو بیانا	۳۹۵	ابراہیم عادل شاہ کا سیف خان کی لفظ برک کی اصلیت - - -

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
	جگدیوراوکا براغاندیس کے جنگڑے	۳۰۰	۲۰۹	سو قوف کرنا ۔ ۔ ۔ ۔
۲۲۱	کے بعد ہر قطب شاہی ملک میں آنا			۲۹۱ حسین شاہ اور ابراہیم قلی قطب شاہ
۲۲۱	جگدیوراوکا شکست کما کر بیجا نگر کو ہانگنا	۳۰۱	۲۱۰	کا حملہ گلبرگر ۔ ۔ ۔ ۔
۲۲۲	ابراہیم عادل شاہ کی وفات ۔	۳۰۲		۲۹۲ سیف خان کا ابراہیم عادل شاہ کو
	شیعون کا حنفی بنکر ابراہیم عادل شاہ	۳۰۳	۲۱۲	متواتر تین مرتبہ شکستیں دینا ۔
۲۲۴	کے بیٹوں کو شیعہ بنانا ۔			۲۹۳ دینکٹا دربی سے شکست کما کر
۲۲۵	تقیہ کے بڑے نتائج شیعہ مذہب کیلئے	۳۰۴	۲۱۳	سیف خان کا ہانگنا ۔ ۔ ۔
۲۲۶	علی عادل شاہ کی تخت نشینی ۔	۳۰۵		۲۹۴ حسین شاہ کا سیف خان اور
	علی عادل شاہ کا شیعہ مذہب جاری کرنا	۳۰۶	۲۱۴	صلابت خان کو دغا سے قتل کرنا
۲۲۸	اور کوئی فتنہ نہ ہونا ۔ ۔ ۔			۲۹۵ قبول خان کا سیف خان کے اہل و
۲۲۹	ابراہیم قلی اور حسین شاہ کا گلبرگر چلہ	۳۰۷	۲۱۶	عیال کے ساتھ کو کلفٹہ ہانگنا ۔
	علی عادل شاہ کا حسین شاہ کی عداوت	۳۰۸	۲۱۷	سیف خان عین الملک ۔
	کے باعث راجہ سے ارتباط			۲۹۷ ابراہیم قطب شاہ کا راجہ کو مدد
۲۳۰	پیدا کرنا ۔ ۔ ۔ ۔		۲۱۸	دینا ۔ ۔ ۔ ۔
	علی عادل شاہ کا راجہ کے پاس	۳۰۹		۲۹۸ ابراہیم قلی قطب شاہ کے سردار
	بیجا نگر کو جانا ۔ اور حسین شاہ کا دریا		۲۱۹	جگدیوراوکا کی بغاوت ۔ ۔ ۔
۲۳۱	سنا دشاہ کی دختر سے شادی کرنا ۔			۲۹۹ میران مبارک خان والی خاندیس اور
	علی عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کی	۳۱۰	۲۲۰	سلطان محمود شاہ گجراتی کا جگڑا ۔

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۴۴۰	کی اپنے اپنے ملکوں کو واپسی -	۳۱۷	شولاپور اور کلیان کی نسبت	
۴۴۱	افواج متفقہ میں ہندو مسلمانوں	۳۱۸	سوال و جواب - - -	
۴۴۲	کی تا اتفاقی - - -	۳۱۹	۳۱۱ علی عادل شاہ رامج اور ابراہیم قطب شاہ کا احمد نگر پر حملہ - -	
۴۴۳	سے واپسی - - -	۳۲۰	۳۱۲ ابراہیم قطب شاہ کا احمد نگر کو چھوڑ کر	
۴۴۴	مرقضی خان انجو اور شاہ نفعی نظام	۳۲۱	۳۱۳ گو لکنڈہ چلا جانا - - -	
۴۴۵	شاہی کی گرفتاری اور خلاصی - -	۳۲۲	۳۱۴ حسین شاہ کا بڑی ذلت کے ساتھ	
۴۴۶	رامج کا ابراہیم شاہ اور علی شاہ سے	۳۲۳	۳۱۵ رامج اور علی عادل شاہ سے	
۴۴۷	بعض پرگنات کا لینا - - -	۳۲۴	۳۱۶ صلح کرنا - - -	
۴۴۸	تلنگانہ کے نایکوارٹیوں کی بغاوت	۳۲۵	۳۱۷ دریا عماد شاہ اور میران مبارک خان	
۴۴۹	اور اوس کا فرد ہونا - - -	۳۲۶	۳۱۸ کا باز نہاد کی مدد کرنا اور دریا عماد شاہ	
۴۵۰	ابراہیم قطب شاہ کا دیلور دیلی سر	۳۲۷	۳۱۹ کی موت - - -	
۴۵۱	کا فتح کرنا - - -	۳۲۸	۳۲۰ حسین نظام شاہ اور ابراہیم قطب شاہ	
۴۵۲	رامج کا عروج اور مسلمانوں کو	۳۲۹	۳۲۱ کا قلعہ کلیان پر حملہ - اور علی عادل شاہ	
۴۵۳	اوس سے نفرت - - -	۳۳۰	۳۲۲ رامج اور علی برید شاہ کا ملکر واقعہ	
۴۵۴	علی عادل شاہ حسین نظام شاہ	۳۳۱	۳۲۳ کے لیے جانا - - -	
۴۵۵	ابراہیم قطب شاہ علی برید شاہ کا	۳۳۲	۳۲۴ حسین شاہ کا توپخانہ چس جانا اور	
۴۵۶	رامج کے مقابلہ کے لیے اتفاق کرنا	۳۳۳	۳۲۵ ابراہیم قطب شاہ کی بزدلی اور دونوں	

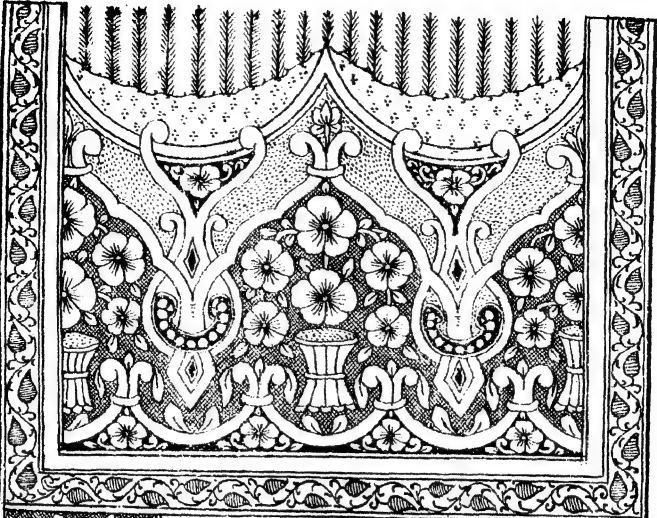
صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۳۲۵	شاہان اسلام کا راجہ پر حملہ ..	۳۲۶	مسلمانوں کا دیر سے کشن سے عبور کرنا
۳۲۶	تالی کوٹہ کے مقام پر سلاطین اسلام	۳۲۷	اور راجہ کا مقابلہ ..
۳۲۸	اہل اسلام کی عظیم الشان فتح اور	۳۲۹	راجہ کا قتل ..
۳۲۹	بیجا نگر کا غارت اور برباد ہونا ..	۳۳۰	بیجا نگر کے گرد و نواح کے غارت ..
۳۳۱	حسین شاہ و ابراہیم شاہ ولی برید شاہ	۳۳۲	کی بیجا نگر سے واپسی ..
۳۳۲	پاکہ راستہ اور ہری ہر کا دیوارن کی خرابی	۳۳۳	اعداد سے بیجا نگر کو بسنا اور بیجا نگر کی
۳۳۴	ساختہ کی بنیاد ..	۳۳۵	بیجا نگر کے راجہ کی قوت اور اس کا سبب
۳۳۶	بیجا نگر کا موقع اور دشمن سے حفاظت	۳۳۷	کے لیے اس کی دیواریں ..
۳۳۸	بیجا نگر کے راجہ کا ورثہ اور	۳۳۹	وہان کے راجہ کا شجرہ ..

فہرست مضامین جلد اول تمام ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

مذہبی ہادیوں کی بالمشافہ سحرانگیز تقریروں کے بعد جو کسی قوم کے مراد دلون میں جوش پیدا کرنے اور ہمت جڑ ہانے کا سب سے عمدہ ذریعہ ہے وہ تاریخ ہے اور تاریخ بھی کو کسی انکے آیا و اجلاؤ کی اس واسطے پہنچا اہل دکن کے لیے دکن کی تاریخ لکھنا شروع کی ہے۔ اصلی مقصد تو ہمارا اس تاریخ سے سلاطین آصفیہ کی تاریخ لکھنا ہے۔ مگر ہر شے کے لیے سر و پا ہوتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ ہم اس مبارک خاندان کے پہلے زمانہ کا ہی حال لکھیں۔ یہ حصہ اول ہے جس میں ابتدا سے سلاطین کی اس فتح تک کا ذکر ہے۔ کہ جب اونہوں نے ہندوؤں کو دکن سے بالکل سیدخل کر دیا۔ اور بیجا نگر کی سلطنت کا استیصال ہو گیا اسکے بعد دوسرا حصہ وہ ہے کہ جس میں اورنگ زیب عالمگیر کے آخر عہد تک کا ذکر ہے۔ یہ دونوں حصے اصلی تاریخ کی تمہید کے طور پر ہیں۔ بعد میں ہم اس مبارک خاندان سلاطین آصفیہ کی ایسی تاریخ لکھیں گے کہ جس کے بعد اور کسی تاریخ دکن کی ضرورت نہ رہے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

زمانہ قدیم عہد ہندو

۱۔ ہندوستان کے تمدنی حصے کوہ ہند ہیماچل سے جو گجرات کے شمال مغرب سے مشرق کو لنگکا تک چلا گیا ہے براعظم ہندوستان کے شمالاً جنوباً دو حصے ہو جاتے ہیں۔ ایک شمالی ہند دوسرا جنوبی ہند۔ اس کے شمالی ملک کو ہندوستان خاص اور جنوبی کو دکن کہتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ اس ملک کا نام جو دکن ہوا ہے وہ لفظ دند کا سے مشتق ہے جس کے معنی جنگل کے ہیں اور جس میں راجد رام چندر نے بن باس لیا تھا۔ مگر یہ خیال نہایت بعید ہے۔ یہ دکن کا لفظ سنسکرت کے لفظ دکھشن کا بگڑا ہوا ہے جو جنوب کے معنی میں ہے اور بالکل صحیح ہے بغرض کہ مسلمانوں کے زمانہ میں ہندوستان خاص اور دکن کی مصنوعی حد فاصل دریا سے زیادہ تھا۔ مگر چونکہ قوموں کی قدرتی

تفریق پہاڑوں سے ہو کر کرتی ہے اسلئے ہم نے بندر ہیا چل کو یہی حد فاصل مانا ہے۔ بنگالہ جو بندر ہیا چل کے مشرق کو ہے اور گجرات جو اس کے مغرب میں ہے نہ شمالی ہند میں داخل سمجھے جاتے ہیں اور نہ جنوبی ہند میں۔ یہ دونوں حصے جدا ہی ہیں۔

۲۔ شمالی ہند کے قدرتی حصے ہندوستان خاص اور اضلاع کا نام ہے جن میں دریائے گنگا

اور سندھ بہتے ہیں اور اسی میں دریائے سندھ کے قریب کارگیستان اور وسط ہند کا بلند حصہ بھی داخل ہے۔ دریائے سندھ کے قریب کا حصہ پنجاب دریائے جہلم کے مشرق تک نہایت زرخیز اور دلکش ہے۔ اور جہلم کے مغرب میں ناہوار ہے۔ اور جہاں پانچون دریائے ملے ہیں اور ان کی دہا ایک ہو کر پہاڑوں اور بیابان کے بیچ کے میدان میں بہتی ہے۔ اور اس پانی سے جس قدر زمین سیراب ہوتی ہے اس قدر حصہ اس میدان کا سرسبز ہے۔ اور جب یہ دہا دریائے سندھ کی بہرہ مند رکے قریب پہنچتی ہے تو اس کی کئی دہا رین ہو جاتی ہیں اور ان سے ایک وسیع قطعہ زمین کا ایک مثلث کی صورت بن جاتا ہے جو نہایت زرخیز ہے۔ وہ تمام میدان جہلم گنگا بہتی ہے باوجود اسکے کہ جن ندیوں سے وہ ملک سیراب ہوتا ہے ان کا خروج اکثر کوہستان ہمالیہ میں ہی ہے اور ان کے درمیان کی زمین برسی بھی دونوں طرح کی جو نہایت وسیع اور زرخیز اور بار آور ہے۔ یہی سرزمین ان لوگوں کی بود و باش کا مقام ہے جو ہندوستان کی تاریخ میں اول درجہ رکھتے ہیں اور اب بھی ہندوستان کے اور حصوں سے یہاں کے باشندے تعلیم و تربیت میں بڑے ہوئے ہیں اور اس ملک کے موقع و طئی اور آب و ہوا کے لحاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ ہنرمندی میں بڑھ کر رہی، پیشگی۔ اردلی پہاڑ کا سلسلہ مغربی ریگستان اور وسط ہند کے بیچ میں حد فاصل ہے۔ اور بندر ہیا چل کے مغربی سرے سے گجرات کی حد پر ملتا ہے اور اجمیر سے آگے دہلی کی جانب پھیلتا چلا گیا ہے۔ یہ مغربی ریگستان ایک نشیبی ملک ہے۔ اس کے جنوب و مشرق جو دہپور کا

زرخیز قطعہ ہے۔ باقی اُس کا تمام حصہ ریت ہی ریت ہے اور کوہ اردلی اور دریائے سندھ کی پٹی میں شمال کو تیج تک اور جنوب میں سمندر تک پھیلا ہوا ہے۔ اس میں کین کین زرخیز قطعات بھی ہیں جن میں سے بڑا قطعہ جیلہ کا ملک ہے۔ اور ایک چھوٹا حصہ کچھہ گیستان اور کچھہ سمندر کے درمیان ہے جو ملک سندھ اور گجرات کے لیے ایک قسم کا پل اور گنڈر ہے۔ وسط ہند ان چاروں قدرتی تقسیم کے حصوں سے چھوٹا ہے۔ اور زمین اوسکی ناہموار ۱۵۰۰ فیٹ سے ۲۵۰۰ فیٹ تک سطح سمندر سے بلند ہے۔ اسکے مغرب میں کوہستان اردلی اور جنوب میں بندہیا چل اور شرق میں بندہلیکنڈ کی پہاڑیوں کا سلسلہ ہے۔ شمال مشرق کو اس حصہ کی زمین ڈھلوان پہاڑوں قطعات کی زمین سے جا کر ہموار ہو جاتی ہے جس میں گنگا بہتی ہے۔ یہ زمین بھی زرخیز ہے۔

۳۔ دکن کی قدرتی صورت جنوبی ہند میں بندہیا چل کا جنوبی ملک نشیب میں اکرا واقع ہوا ہے اور اوسکے بعد انجادی یا ست پڑا پہاڑ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ دریائے تاجی کے میدان کی زمین جو غالباً قدیم زمانہ میں شرقی اور جنوبی سمندر کے ملنے کا راستہ ہوگی نہایت ہی نیچی ہے وہاں اسی پہاڑ پر پہو کر جاتے ہیں۔ باقی جنوبی ہند وسط ہند کی طرح بلند اور مثلث کی صورت پر ہے اور ب طرف پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے جن میں سے پہاڑوں کے دو بڑے بڑے سلسلے جنوب کو چلے گئے ہیں جن سے یہ ملک جزیرہ نما کی صورت بن جاتا ہے۔ ان دونوں سلسلوں کو گھاٹ کہتے ہیں مغربی گھاٹ بڑا اور بلند ہے۔ اور اوسکے دامن میں سمندر کی طرف جو خطہ زمین کا ہے وہ نہایت ہی پتلا اور ناہموار ہے۔ دکن کی بلند زمین ہموار ہے۔ اور بار آوری میں حد سے زیادہ مختلف ہے۔ جو ملک ست پڑا پہاڑ کے مشرق میں ہے اور اسکے شرقاً غار یا دریائے وادھا سے دو حصے ہو جاتے ہیں یہ دریا ست پڑا پہاڑ اور ناگپور کے شمال و مغرب سے نکلتا ہے اور گوداوری میں جا کر مل جاتا ہے۔ اسکے شمال و مشرق میں جبل ہے جس میں آبادی اور زراعت کم ہے۔ مگر اسکے جنوب و مغرب میں جو ملک

ہے اوسین اگرچہ مختلف قسم کی زمین ہے مگر کثرت سے بار آور اور زیر کاشت ہے۔ اور سیہ کا ملک دکن میں گنا جاتا ہے اور تلنگانہ کے شمال مشرق کو بنگالہ تک سمندر کے کنارے چلا گیا ہے اور برار سے ملا ہوا ہے۔

۴۔ ملک دکن کے قدیم زمانے کے حصے سنکرت زبان کے مخلوط ہونے سے پیشتر دکن میں پانچ زبانیں بولی جاتی تھیں۔ در اور دیس میں تامل۔ کرناٹا یا کنارا میں کنارٹی۔ تلنگانہ میں تیلنگی۔ مرہٹ میں مرہٹی۔ اوڑیا یا اوریسہ میں اوڑیا۔ علاوہ اسکے گوند واندھ میں گونڈی زبان بھی تھی جو جنگلی بولی سمجھی جاتی تھی۔ اسی لیے ہندوؤں کے نزدیک دکن کے پانچ بڑے بڑے حصے ہیں۔ در اور دیس کا ملک یا کرناٹا۔ تلنگانہ یا اندور۔ مرہٹ یا مہاراشٹر۔ اوڑیا یا اوریسہ ان خطوں کے حدود میں بڑا اختلاف ہے۔ اس لیے ان کی حدیں علمائے وہ ٹھہرائی ہیں جہاں تک ہر ایک ملک کی زبان بولی جاتی ہے۔ در اور دیس جنوب میں سمندر سے شروع ہوتا ہے اور شمال میں اوس مفروضہ خط تک چلا گیا ہے جو در اس کے شمال میں پولیکٹ سے بنگلور تک کھینچا جائے یہ خط گھاٹ کے خدار حصے سے گذرنا ہوا مغرب کی جانب مالابار اور کنارہ کی حد فاصل تک اور کنارے کے پاس پاس سمندر تک اس طرح پر گذرے کہ اوس سے مالابار اسی ملک میں شامل ہو جائے در اور دیس کی شمالی حد کا ایک حصہ کرناٹا کی جنوبی حد کا ایک جزو ہے۔ یہ ملک مغرب میں مقام گواتک سمندر سے اور کولاپور کے قریب تک مغربی گھاٹ سے محدود ہے۔ شمالی حد اوس کی نہایت طیر ہے بڑے خط سے قائم ہوتی ہے جو کولاپور سے بید تک کھینچا جاوے۔ مشرقی حد اوس مفروضہ خط سے بنتی ہے جو بید سے شروع ہو کر ادھونی اور اندپور اور تندرک میں گذرے گھاٹ کے اوس مقام تک جو پولیکٹ اور بنگلور کے درمیان میں ہے یہو نچے۔ تلنگانہ کی مغربی حد اور کرناٹا یا کنارہ کی مشرقی حد باہم مشترک ہے۔ مگر اس کی یہ مغربی حد طیر ہی طیری مقام چاند تک جو دریائے وادی

پرواقع ہے بڑا ہنی چاہیے۔ اس مقام سے شمالی حد اس سے بھی زیادہ اوٹ چٹانگ مشرق کی جانب سوہن پور تک ہے جو مادی پرواقع ہے اور شرقی حد سوہن پور سے سیدکا کول تک اور سیدکا کول سے سمندر کے قریب قریب پولیکٹ تک بھی جاے جہاں وہ اوس ملک سے ملتی ہے جس میں ٹامل زبان بولی جاتی ہے۔ مرہٹ کی جنوبی حد کرناٹا اور تلنگانہ ہے جو گوا سے شروع ہو کر کولابور اور بیدرین گذر کر چاندھین ختم ہوتی ہے۔ اور شرقی حد اوس کی دریا سے واردہ کے ساتھ ساتھ ست پڑا پڑا تک ہے شمالی حد کوہ ست پڑی سی سندو تک جو زبدائے قریب ہے سمجھنا چاہیے۔ اور مغربی حد اوس کی اوس خطا مفروضہ سے قائم ہوتی ہے جو نندو سے دامن تک اور دامن سے سمندر کے قریب قریب ہوتا ہوا گواتک کہنیاں چاہے۔ مہاراشٹر کے اوس حصہ کو کانکن کہتے ہیں جو مغربی گھاٹ اور سمندر کے درمیان سدا شیو گڑھ سے تپتی ندی تک چلا گیا ہے اور ایسے کی جنوبی حد تلنگانہ ہے اور شرق میں سمندر ہے اور سوہن پور و مذہا پور واقع بنگال تک ایک خطا مفروضہ سے مغرب اور شمال کی حدین قائم ہوتی ہیں۔

مہاراشٹر اور اڈولیس کے درمیان کی میدان کی میدان کا بڑا حصہ بگل جہڑ میں جا بجا گونڈ قوم کے لوگ آباد ہیں۔ اگرچہ ان کی زبان باقی اور حصہ کی زبان سے علیحدہ ہے مگر اوسکو پہاڑوں کی وحشیانہ بولی کہتے ہیں اور وہ دکن کی پانچون زبانوں میں نہیں شمار کی جاتی ہے۔

۵۔ دکن کی قدیمی قومین
اور ان کی بودو باش کا نامہ

دکن کے اصلی باشندوں کا تو کچھ حال ہی معلوم نہیں کہ وہ کون تھے اور کب تھے نہ تو ان کی کوئی لکھی ہوئی تاریخ باقی ہے اور نہ ان کے کسی قسم کے آثار دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن اتنا ضرور خیال ہوتا ہے کہ وہ ایک زمانہ میں موجود تھے اور ان کے بعد اور دوسری لوگ آئے اور انہوں نے یہاں غلبہ پایا۔ ان نو واردوں کی بھی کوئی تحریری تاریخ نہیں ہے جو کچھ ملتا ہے اوس سے اصلی حالت کا پتا نہیں چلتا۔ اور یہ قیاس ہے

کام لینا پڑتا ہے۔ سو اسے اسکے یہ لوگ ایک ہی مرتبہ نہیں آئے بلکہ یکے بعد دیگرے صدیوں کے بعد آکر ایک دوسرے کی جانشینی کرتے رہے ہیں اور اپنے سابقین کو دکن کے کوڑی کی طرف نکال نکال کر باہر کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ جو سب سے پہلے آئے تھے وہ دکن کے انتہائی گوشہ میں پہنچ گئے۔

اسوجہ سے قیاس ہوتا ہے کہ سب سے پہلے وہ قوم آئی تھی جو ٹامل زبان بولتی تھی۔ بعد ازاں کنٹری یا کارناٹکی بولنے والی چیرنگلی بولنے والی اور ان کے بعد مڑھی اور گوڈ زبان الی سب لوگ شمالی روس اور غلستان کے رہنے والے تھے اور تووان مین ہو کر اول اول ہندوستان شمالی مین آکر بسے تھے پھر رفتہ رفتہ اپنے پھلون کے دباؤ سے یا اپنی فتوحات کی غرض سے آگے بڑھتے چلے آئے۔ اور بندہ پیاہل یا دکن مین آگئے۔ ان سب زبانوں میں ٹامل زبان زیادہ شایستہ ہے جسکی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ اسی قوم کے لوگ یہاں سب سے پہلے آئے ہیں اور مدت دراز تک ایک جگہ مستقل رہتے کے بعد انکی زبان شایستہ ہو گئی ہے۔ ہندوؤں کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اوڑڑ سے دکن مین علم و ہنر حکمت و فلسفہ حکیم آگتیا کی بدولت پہنچا۔ قیاساً یہ حکیم چہ سات سو برس پیشتر حضرت مسیح سے ہوا ہے۔ مشہور ہے کہ ٹامل زبان کی صرف و نحو کی تصنیف اور اس زبان میں علم طب کی تدوین اسی نے کی ہے۔ اگر رامائن اور مہا بارت کی تحریرات سے قطع نظر بھی کریں تب بھی دوسرے ذرائع سے اس زبان کی شایستگی کا زمانہ سن مسیح سے ایک ہزار برس قبل ثابت ہوتا ہے۔ اور جس سے یقین ہوتا ہے کہ دکن مین اس سے بہت پیشتر یہ لوگ آئے ہونگے اور ہندوستان شمالی مین اس سے بھی بہت پہلے پہنچے ہونگے۔ کیونکہ انہیں دکن تک آنے کے لیے تعجب نہیں کہ صدیاں لگ گئی ہوں۔

۲۔ دکن کے قدیمی راج

سنہ مسیح سے تقریباً پانچ سو برس پہلے ایک راج انتہا سے جنوب میں

۶۔ پانڈیوں کا راج

سنہ مسیح سے

قائم ہوا تاجس کا دار الحکومت مدور تھا۔ اس راج کی پہلی تو دوہی ضلع جسے مدور اور دیتھنولی مگر اس میں
 کی پیشی بھی ہوتی رہتی تھی۔ اس راج کا بانی ایک کاشتکار پانڈی نامی تھاجو اور دیتھ سے اگر تاج ہو گیا
 تھا۔ اس واسطے اس راج کو پانڈیوں کا راج کہتے ہیں۔ اس راج سے اور چولا خاندان کے ہمسایہ راجاؤں
 سے لڑائی ہو کر تے تے۔ اگرچہ سنی سنی کے ابتدائیں ان میں اتفاق ہو گیا تھا۔ مگر پھر
 تنازعات ہو گئی۔ سنہ ۱۰۰۰ء کے قریب اس راج کو کمال عروج ہو گیا۔ اور اس کی حدیں بھی بڑھ گئیں۔ مگر
 اس سے بعد یہ حکومت کبھی کبھی باجلا اور کبھی کبھی خود مختار رہی آخری راجہ اس میں کاکن تھاجو
 گیا بارہویں صدی عیسوی تک زندہ رہا۔ ان راجاؤں میں بعض کی تصانیف شامل زبان میں
 بڑے ترے کی ہیں اور اب تک موجود ہیں۔ ان میں راجاؤں میں سے ایک فی اپنا لپی غٹس قصیر
 کے دربار میں بھیجا تھا۔

۷۔ چولا کا راج [دکن میں دوسری سلطنت اسی شامل زبان والوں کی چولا کی تھی جب کا دار السلطنت

کونجی ورم میں تھا۔ اس سلطنت کا بانی من نال بھی خاص ہندوستان سے آیا تھا چولا اور پانڈیوں
 میں ہمیشہ جنگ و جدال کا بازار گرم رہا کرتا تھا مگر ۳۵۰ برس قبل سنہ عیسوی سے ۲۱۲ عیسوی تک
 ان میں ملاپ رہا۔ اس کے بعد پھر علیحدگی ہو گئی۔ اس راج کی اصلی حدیں تو وہ ہیں جن میں شامل

ہوئی جاتی تھی مگر ان میں صدی عیسوی میں کنارا اور ملنگانہ کے بڑے حصوں پر انہوں نے قبضہ کر لیا۔

تھا۔ اور گوداوری تک اس تمام ملک پر قابض رہے تھے جو نلدر کے پہاڑوں کے مشرق میں واقع

ہے۔ اس وقت دار السلطنت بھی تانجو میں منتقل ہو گیا تھا لیکن بارہویں صدی میں ان کی اولوالعزمی

کا انہوں کو لگایا۔ آخر کار وہ اپنے قیدی ملک پر قناعت کرنے کو مجبور ہوئے۔ اور اس حالت میں تیرہویں

صدی کے اخیر تک خود مختار اور کبھی بجا انگریز کے تابع رہا ہے۔ اور اسی زمانہ میں شیواجی کا بھائی چوہی پو

کے سلمان بادشاہ کے افسروں میں تھا اور جب کو بادشاہ نے چولا کے اخیر راجہ کی کمک کو بھیجا تھا چولا کے

۵۔ چولا کا راج ۱۱۲۰ء میں سنہ عیسوی

۶۸۰۰

۱۶۰۰

راج پر قبضہ کر بیٹھا اور یوں یہ راج ختم ہو گیا۔

۸۔ چیرہ کا راج۔ چیرہ کا ایک چوٹا سا راج پانڈیوں کے راج اور مغربی سمندر کے درمیان تھا۔ اس میں ٹراونکو اور ایک حصہ مالابار کا اور کابینور جو بیسور کا مغربی حصہ ہے شامل تھا۔ غالباً سنہ عیسوی کے شروع میں یہ راج ہو گا۔ ایک زمانہ میں وہ کنارہ کے بہت بڑے حصہ پر پھیل گیا تھا لیکن دسویں صدی عیسوی میں بالکل برباد ہو گیا۔ اور اس کا ملک پاس پڑوس کے حاکموں نے تقسیم کر لیا۔

۹۔ کرالائی یا مالابار۔ کرالائین جسے ہندوؤں کی تحریر کے بموجب پرہوام چترپون کے قائل نے خرق عادت کے ذریعہ سے کانگن سمیت سمندر سے نکالا تھا پہلی بادوسری

صدی عیسوی میں کنارا کے کسی راجہ نے ہندوستان سے برہمنوں کو بلا کر بلایا۔ یہ برہمن ایک عرصہ تک یہاں قابض رہے۔ ان کی حکومت پنچایت کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ سرینچ تین سال کے بعد بدل جاتا تھا۔ باقی چار بیچ اس کی املا دیکھا کرتے تھے انہوں نے اس ملک کو ۹۹ ضلعوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ کتر وجہ کے گوگون کو اراضی جو تھے بونے کو دیا کرتے تھے۔ بعد میں وہاں ایک چہتری راجہ قمر ہو گیا۔ پہر اس ملک کے شمالاً جنوباً کنارہ اور مالابار دو حصے ہو گئے جنوبی حصہ یعنی مالابار کا راجہ نویں صدی کے اخیر میں سلطان ہو گیا۔ جس سے اس کی رعایا نے کشری کر کے وہاں چھوٹے چھوٹے اور راج قائم کر لیے۔ ان میں سے بڑی ریاست سامری کی تھی جسے انگریزی تاریخوں میں

زمیزون لکھا ہے۔ اور جسے واسکو ڈیگاما نے ۱۴۹۷ء میں کالیکٹ پر قابض پایا تھا۔ یہ لوگ ٹیپو سلطان کے حملہ تک وہاں راج کرتے رہے۔ کنارا کا ملک بھی چولا اور پانڈیوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ پہر ادیبی جو ٹیپو کی ریاستوں میں ۱۷۸۲ء تک منقسم رہا۔ بعد ازاں وہاں ایک بڑا خاندان راجپوتوں کا بلال بنس قائم ہوا وہ اپنے تین جادوئیں بتلاتے تھے۔ اونکی دارالریاست دوا سمندر مغربی بیسور میں تھی انکا غلبہ ایک زمانہ میں تمام کرناٹا مالابار اور اس ملک پر حسین ٹال زبان بولی جاتی ہے اور

۱۲۹۷ء

سنہ ۱۷۸۲ء

کسی قدر تلنگانہ پر ہو گیا تھا۔ پہلے یہاں کے راجہ جین بہت رکتے تھے ۳۳۳ء میں راجہ نے
یہاں کے راجہ وشنو بونو دین کو ویش بنالیا۔ یہ برہمن بھی اپنے وقت کا علامہ گذرا ہے آخر ۱۹۱۹ء میں
یہ بنس مسلمانوں کے ہاتھ سے خاتمہ کو پہونچا۔ کانکن کا علاقہ کرا لا کے راج سے پہلے سے ہی جاتا تھا۔

۱۰۔ چلو کیا قوم کالاج پانڈون کی نسل سے ایک راجپوت خاندان چلو کیا قوم کا کلیان میں مد سے

راج کرتا تھا۔ یہ بید کے مغرب میں کرناٹا اور مرہٹ کے حدود پر واقع ہے۔ ان لوگوں نے اودہ سے آکر

۲۵۰ء میں یہاں اپنی سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی جسکی رونق چوتھی پانچویں صدی عیسوی میں زیادہ
ہو گئی تھی کتیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے قبضہ میں جنوب و مغرب کی طرف ملک پانڈیون اور

چولا کی راج تک اور شمال میں تمام ہمارا شطر دریا سے زیادہ تک تھا۔ اور تلنگانہ کا راجہ اون کا مطیع تھا جنہیں
سے ایک نے چولا کے راجہ کو بھی شکست دی تھی اس خاندان کے ایک راجہ نے ایک عورت سے

جو گجرات کی وارث تھی شادی بھی کر لی تھی۔ جس سے گجرات بھی ایک مرتبہ ان کے قبضہ میں آ گیا تھا
ان لوگوں کا مذہب بودہ تھا۔ اس خاندان کے اخیر راجہ کو اوسکے وزیر نے تخت سے اوتا دیا۔

اور اوس وزیر کو شب کے ایک متعقد فقیر نے قتل کر ڈالا۔ بعد ازاں ۸۲۲ء میں یہ راج کالابھوریان
کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

۱۱۔ کالابھوریان بنس اکالابھوریان بنس بہت جلد مٹ گیا مگر اس تھوڑے عرصہ کا راج اس بات میں مشہور
اور لنگ کی پوجا سے کہ اس میں ایک فرقہ ہندون کا ایسا پیدا ہوا جو شیو کے لنگ کی پوجا

کرنے لگا۔ لنگ ایک نشانی یا آؤر شے کی خیال کی گئی ہے۔ یہ پوجا ایک پندت بسا صاحب نے
ایجاد کی تھی۔ اور اوس سے برہمن اور جین مت والوں و دونوں کو نفرت قلبی تھی۔ ہر چند بسا نے

کالابھوریان بنس کے آخری راجہ واصل کی قوت کو کمزور کر دیا۔ مگر وہ خود بھی اپنی قوت کو سنبھال نہ سکا۔

لنگ کی پوجا ایک اس ملک میں مروج ہے۔

۱۲۔ قدیم مرہٹوں کا لہجہ مرہٹ کے موقع سے خیال ہوتا ہے کہ یہاں کی تاریخ دکن کی تاریخ میں اول

درجہ کی ہوگی۔ لیکن یہ کو یہاں کا حال بہت ہی کم معلوم ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک حکمران شالیانہ نے بغاوت کر کے اس ملک کا لہجہ چھین لیا تھا اور پٹن میں گوداوری کے کنارہ پر اپنا پایہ تخت بنایا تھا۔

مشہور ہے کہ یہ راجہ بڑا زبردست ہوا ہے۔ بکراجیت اور چین کے راجہ پر جو غالباً بکراجیت اول کی اولاد میں ہوگا اس نے فتح حاصل کی تھی۔ اس کا سن جو سن سبھی سے ۷۷ برس بعد شروع ہوتا

ہے اب ملک دکن میں مشہور ہے۔ اسکے بعد اس ملک کا حال اس قدر معلوم ہوا ہے کہ کلنگا یعنی کلنگانہ کے شہر قیصر میں نوین صدی عیسوی کے آخر جادوئیس راجپوت سلطنت کرتے تھے

اور ان کا دار الخلافہ دیوگڑھ تھا۔ اور اب وہاں دولت آباد آباد ہے انہوں نے سلطنت وسیع کا لاجپور یا جس کو راجہ دھل کے مرنے پر بالکل فتح کر لیا تھا۔ جب سلطان علاؤ الدین خلجی نے ۱۲۹۹ء

۶۱۲۹۸

میں حملہ کیا تو دیوگری میں اسی خاندان کا راجہ حکومت کرتا تھا۔ ایلو راکی بدھ مت کو منہ نہ دیکھتے تھے نہایت

ہوتا ہے کہ مرہٹے کسی زمانے میں بڑے ہنرمند ہونگے۔ مگر حال کے زمانہ میں جو کچھ لیاقت اور کم

حاصل ہوئی تھی وہ صرف مسلمانوں کی صحبت کے اثر سے انہوں نے حاصل کی تھی۔

۱۳۔ ونگل کالج۔ ونگل میں اندر جس کے راجہ حکومت کرتے تھے غالباً یہ لوگ گدہ دیس کے

اندر جس والوں کے رشتہ دار تھے جنہوں نے یہاں اگر حکومت قائم کی تھی۔ اور اپنے خاندان کے نام پر اپنے ملک مفتوحہ کا نام اندر ہر کہا تھا جو کلنگانہ کا وسط ہے۔ ان کی تاریخوں سے پایا جاتا

ہے کہ بکراجیت اور شالیانہ نہایت قدیم راجاؤں میں سے ہیں۔ ان کے بعد چولا کے راجہ ہوئے اور ان سے پیچھے قریب ۱۵۵۰ء کے ایک یون خاندان ہوا جس میں نولہجہ ہوئے۔ اور

۶۵۱۵

۱۵۵۳ء تک حکومت کرتے رہے۔ بعد اسکے اندر جس کے گنپتی راجاؤں کا آغاز ہوا۔ مگر ان کی نمود

۶۵۵۳

گیا۔ ہویں صدی میں کانتی راجہ کے عہد میں ہوئی۔ اس راجہ کے وقت سے اونکی صحیح تاریخ شروع ہوتی ہے۔ کہ یہ راجہ چل گیا راجاؤن کا مطیع تھا۔ اور چولا کے راجاؤن پر اسے فتح حاصل کی تھی۔ بڑی قوت اس خاندان کو تیرہویں صدی عیسوی کے اخیر میں ہوئی۔ اس وقت گوداوری کا تمام جنوبی ملک اس کے قبضہ و تصرف میں تھا۔ اور غالباً اوڑیسہ کا ملک بھی اکثر وجہ رکھا اور اس کا وہ تمام ملک حسین ملنگ کی بولی جاتی ہے اس راج کے قبضہ میں رہا ہے۔ مسلمانوں کی فوج نے دہاوا کر کے اونکی دارالسلطنت کو فتح کیا اس کے بعد اونکی عزت میں فرق آگیا۔ پھر وہ اوڑیسہ کے باغداد ہو گئے۔ بعد میں یہ راج گولکنڈہ کی سلطنت میں داخل ہو گیا۔ ان ہندو راجاؤن کے زمانہ کے بعض بعض تالابوں کے بقیہ آثار کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ زراعت کی طرف ہی بہت توجہ کرتے تھے اور قحط کے وقت پانی جمع کرنے کا اُگموڑا خیال تھا۔

۱۴- اوڑیسہ کا راجہ اوڑیسہ کے راجاؤن کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ براجیت اور شالابھرت نے باری باری سے اوپر قبضہ کیا ایران اور دہلی کشمیر اور سندھ سے یون لوگوں نے چٹی اور چوٹی صدی قبل مسیح کے درمیان بار بار حملے کیے۔ اخیر حملہ سندھ کی راہ سے ہوا۔ اور اوس میں یون لوگ کامیاب ہوئے اور اوڑیسہ پر ۱۴۶ برس قابض رہے غالباً یہ یون اوس یونانی خاندان کے لوگ ہونگے جنہوں نے سکندر اعظم کے بعد باختر یعنی بلوچین سلطنت قائم کی تھی اور ہندوستان کے مختلف حصوں پر یون کی اولاد نے مدت ہاے دلاز تک حکومت کی ہے۔ یون لوگوں کو باجی کیسری نے ۳۵۰ عہد میں اوڑیسہ سے خارج کیا۔ یہاں سے صحیح تاریخ شروع ہوتی ہے کیسری خاندان کے پینش راجہ ۶۵۰ برس کے عرصہ میں ۲۳۵ عہد تک ہوئے ہیں۔ اسکے بعد گنگا وانا خاندان کے ایک راجہ نے ان کا دار الحکومت لے لیا۔ جس کا خاندان مسلمانوں کے عہد تک وہاں راج کرتا رہا۔

۳۔ دکن کے قدیمی مذاہب

۱۵۔ آریا قوم اور ان کا مسکن اور زمانہ۔
 ان لوگوں کی حکومت کا اگرچہ بالکل پتہ لگایا گیا ہے۔ مگر ان کے مذہب کا صحیح پتہ انہیں معلوم ہوتا ہے۔ اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ ان میں گوبھن لوگ

شاڈو ناو موحد بھی گذرے ہوں۔ مگر عموماً ان کا مذہب کچھ بے ڈھنگا سب پرستی کا تھا البتہ ان سے پیچھے ایک اور قوم ہندوستان میں آئی۔ اس قوم نے یہاں اپنا مذہب بھی جاری کیا اور ایسی غالب ہوئی کہ تمام بچہلی قومیں اور سینہ حلال کر گئیں۔ اور انہیں کے مذہب اور طرز معاشرت کا اکثر رواج ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ پہلے آئے ہوؤں کو اب بجز مبصرین کے اور کوئی تیسرے نہیں کر سکتا۔ یہ آریا قوم کے لوگ تھے۔ اور ابتدائیں دریائے جیون کے منبع کے پاس کمین وسط ایشیا میں رہتے

تھے۔ اور ہندوستان میں اول اول کچھ کم دو ہزار برس پیشتر سنہ عیسوی سے آکر دیارے آتک کے کنارے آباد ہوئے تھے۔ اس دریا کا نام اُس زمانہ میں آتک (اور شاید آتک یا ہندک) تھا جس کو یونانیوں نے انڈس لکھا ہے۔ اس سب سے ان لوگوں کو اہل ایران ہندو کہنے لگے۔ ان لوگوں کی زبان اس زمانہ میں سنسکرت تھی۔ جسکی نسبت اہل یورپ کی راے ہے کہ یونانی زبان سے زیادہ کامل اور رومی سے زیادہ وسیع اور دونوں سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے۔ اور اسکی صرف و نحو ایسی کامل ہے کہ انسان کے کلام کے اصول تمام دنیا میں جو اب تک قائم ہوئے ہیں وہ ان سے بڑھ کر نہیں ہیں چونکہ یہ متحقق نہیں ہوا ہے کہ دکن کا ملک ان ہندوؤں نے بڑا فرمشیہ لیا ہو بلکہ بظاہر اپنی شائستگی اور مذہب کے ذریعہ سے انہوں نے دکن کو تسخیر کیا اسلئے ان کے مذہب کا ذکر کرنا یہاں ضرور معلوم ہوتا ہے۔

۱۶۔ ہندوؤں کا ابتدائی مذہب اور دید ابتدائیں ان ہندوؤں کا مذہب وہ ہی تھا جو دید میں لکھا ہوا ہے

یہ کتاب سنسکرت زبان میں مختلف دھانوں میں لکھی گئی ہے۔ اور چار حصوں پر منقسم ہے۔ رگ وید
یجر وید۔ شانت وید۔ اتھرو وید۔ اسکے مضامین تین قسم کے ہیں۔ منتر۔ اوپنشد۔ برہمن۔ منتر و
کی تصنیف سنہ عیسوی سے قبل پندرہ سو اور بارہ سو برس کے درمیان ہوئی ہے۔ اور اوپنشد کے
اٹھ سو اور پانچ سو برس قبل کے درمیان کی معلوم ہوتی ہے۔ اور برہمن چھ سو برس قبل سنہ عیسوی
سے تحریر ہوئی ہیں۔ منتر ایک قسم کی مناجاتیں یا زبور بن ہیں جنہیں منتریں دیتا ہوں سے خطاب کیا گیا
ہے۔ ان میں سب سے بڑا بادل کا دیوتا اندر مانا گیا ہے۔ اوس کے بعد اگنی کا دیوتا اور پھر سوج
ہے۔ ان تینوں میں سے گیارہ سرگ یا بھوت کے دیوتا ہیں۔ اور گیارہ ہوا کے اور گیارہ زمین
کے۔ یا یون سمجھو کہ کل تین دیوتا ہیں جو گیارہ گیارہ شکل سے مانے جاتے ہیں۔ ان منتر وین میں نہ
تو تاسخ کا ذکر ہے اور نہ ذات پات کا تذکرہ اور بت پرستی کا بیان ہے۔

۱۶۔ برہمنوں کی نمود اور کے ابتدائی زمانہ میں کسی خاندان یا قبیلہ کا سردار اور مذہبی باؤی اور ان کا
اور ان کا عروج بڑا بڑا ہوا کرتا تھا۔ مگر جب اہل و عیال کی کثرت کے سبب جدید ممالک پر قبضہ
کرنا ضرور ہوا جس کے لیے اتفاق کا ہونا ایک لازمی کام تھا تو کئی کئی خاندان اور قبیلہ یکجا متفق ہوئے
اور ان میں سے بڑے گروہ کا سردار سب کا سردار بنایا گیا۔ اور رفتہ رفتہ راجہ مانا گیا۔ جب یہ لوگ
جنگ و جدل کے سبب عرصہ تک باہر رہنے لگے تو یہ بھی ضرور ہوا کہ مذہبی کاروبار کے انتظام اور
تعلیم کر شیکے واسطے کچھ لوگ جدا مقرر کیے جائیں۔ ابتدا میں تو یہ لوگ جنگ اور ان سے غالباً کتر
وجہ کے ہونگے۔ مگر چونکہ اس عرصہ میں کئی سو برس گزر گئے تھے۔ اور مذہب میں بہت سی تبدیلیاں
ہو گئی تھیں۔ اور فریانیوں کا کثرت سے رواج ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ آدمی کی سبھی قربانی ہونے لگی
تھی گوا اسکو برہمنوں نے دور کر کے آخر کار یہل بھیڑ بکری کی قربانی جایز نہ کی تھی۔ اس وجہ سے مذہبی
بادیوں کی ضرورت پڑنے پڑنے ان کا ایک جدا فرقہ قائم ہو گیا تھا۔ اگرچہ انکو اون جنگ اور ان

نے جنکو اب چتر سڑی کتنے لگے تھے بہت دوایا۔ لیکن یہ تدبیر ایسے بڑے تھے کہ اپنے آپ کو برہمن (مولوی یا خدا والے) کہلانے لگے۔ اور یہ دعویٰ کرنے لگے کہ تمام دنیا کو انہیں کے واسطے پیدا کیا گیا ہے اور اپنی عظمت و بزرگی کی ایسی برہمن ایجاد کیں کہ جن سے تمام لوگ انکے غلام بن گئے۔

۱۸- ویدوں میں فلسفہ جب برہمنوں نے خدا اور مخلوق خدا کے درمیان واسطہ بنکر اپنی کو مخدوم اور سارے جہان کو خدا کا شکر ادا کیا۔ اور لوگ انکے قوانین سے نہایت دُوب و دُوب کرنے لگے۔ تو اپنی دولت اور برہمنوں کی بلاوجہ عزت و تکرار کے خیالات نے پلٹا دیا۔ اور ہر ایک کے دل میں یہ وہیمان پیدا ہوا کہ آدمی کیا چیز ہے۔ کمان سے آیا ہے اور مرنے کے بعد کمان جاے گا۔ ان خیالات کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی زمانہ میں اپنشد بنائے گئے جنہیں مذہبی معاملات کے ساتھ بہت دقیق فلسفہ ملا ہوا ہے۔ اور یہ ویدوں کا تیسرا حصہ ہے۔ اسی دور میں حکیموں کے چہ بڑے بڑے فرقے بھی پیدا ہو گئے۔ اور ایک شخص کو تماسا کیا منی جسکو بدہ بھی کہتے ہیں ایک ایسے مذہب کا بانی ہوا۔ جس نے یہاں بارہ سو برس تک برہمنوں کے مذہب کی پیروی نہ چلنے دی اور خوب دھوم دھام سے اشاعت پاتا رہا اور اب دنیا کی دوسری آبا دی میں پھیلا ہوا ہے۔

۱۹- منو کے قوانین اور وید کے بعد منو کے قوانین تالیف ہوئے۔ یہ کتاب وید کے بعد ہندوؤں ہندوؤں کی چار دین کی تمام کتابوں سے بڑھی ہوئی ہے۔ اور غالباً پانچ سو برس قبل مسیح میں لکھی گئی ہے۔ اگرچہ اس کی تصنیف منو کے طرف منسوب ہے۔ مگر اصل مصنف کا صحیح طور پر پتہ نہیں لگتا۔ سوائے اسکے یہ بھی قیاس کرتے ہیں کہ اس کے بعض حصے ایک زمانہ میں لکھے گئے ہیں۔ اور بعض حصے دوسرے زمانے میں چونکہ یہ کتاب برہمنوں کے عہد میں تحریر ہوئی ہے اس لیے اس سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ برہمنوں نے کیسی عزت حاصل کی تھی۔ اور چار دین قائم کر کے سب کو اپنا خادم بنایا تھا۔ اسوقت تمام مخلوق کو چار درجوں (ذاتوں) میں تقسیم کیا گیا تھا۔

برہمن (ہادیان مذہب) چٹھری (جنگ آور) ورتیس (کاشتکار) شہود (خادم) - برہمن
 چونکہ برہما کے منہ سے پیدا ہوئے تھے اور دیدون کا پڑھنا پڑھانا انہیں کے متعلق تھا اسلئے
 وہ سب سے افضل مانے جاتے تھے کہ اگرچہ خدا انہیں تو خدا سے کیسے قدر ہی کمتر گئے تھے۔
 چتر یون کی بھی بڑی عزت تھی۔ مگر اجاؤن کے ساتھ برہمن وزیر ہوتے اور اون کو برہمنوں کے
 صلاح و مشورہ پر چلنا پڑتا تھا جس سے ہمیشہ آپس میں رنج و فساد ہوتے اور لڑائی جھگڑے ہو کر رہتے
 تھے۔ ویش فرقہ کے بھی کچھ نہ کچھ حقوق تھے مگر اون کے بھی خاگی اور مذہبی مراسم میں برہمنوں
 ہی کی ہدایت کا کام چلنا تھا۔ اب شہود کے چوتھے فرقے میں اکثر وہی پہلے آئے ہوئے تو رانی
 لوگ تھے جو دکن کی طرف بہاگ کر رہیں چلے آئے تھے۔ اگرچہ یہ لوگ بالکل غلام نہ تھے۔
 تاہم نہایت ہی ذلیل سمجھے جاتے تھے۔ اور اون کا حق بجز خدمتگاری کر کے پیٹ بھر لینے کے
 اور کچھ نہ تھا۔ تاہم اون لوگوں میں سے بڑے بڑے راجا مہاراجا اسی زمانہ میں گذرے ہیں
 ۲۰۔ رام چند جی کا دکن میں جب یہ آریا لوگ ہندوستان شمالی میں خوب پھیل گئے اور تمام ملک
 آنا اور مہابھارت کی لڑائی اون کے قبضے میں آگیا تو اونہوں نے دکن کا رخ کیا۔ ان لوگوں
 میں جبکا دکن میں آنا بیان کیا گیا ہے سب سے پہلا نام راجہ رام چندر کا لیا جاتا ہے۔ ان کا حال
 ایک شخص والیک گڈریہ نے رامین میں لکھا ہے جو سنسکرت زبان میں ایک بے نظیر
 نظم ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اوس زمانہ میں راون لشکا میں راکشسون کا راجہ تھا۔ اور اوس کی
 عبادت کے صلہ میں برہمانے اوس سے یہ اقرار کیا تھا کہ تجھے کوئی دیوتا یا دیوتہ قتل نہیں کر سکیگا
 اسوجہ سے اوس نے دنیا میں ستم برپا کر رکھا تھا۔ چونکہ اوس اقرار میں آدمی کا نام نہیں لیا گیا تھا
 اس سبب سے دشمنوں نے اوس کو قتل کر کے دنیا میں امن چین پھیلانے کے واسطے آدمی کا روپ
 لیا اور جس راجہ اوجو دھیا کی یہاں چار بیٹے پیدا ہوئے رام چند جی دشل کلا کے اور بہرست

پانچ نکلا کے۔ اور لچمن اور سترگن ڈھائی ڈھائی کلا کے اوتار ہوئے۔ رام چندرجی نے وسوامشری کے پاس تعلیم پائی۔ اور جوان ہونے پر تمل کے راجہ جنگ کی بیٹی سیتا جی سے شادی کی۔ جب ان کے باپ نے انمیں ولی عہد کرنا چاہا اور کیلی رانی کے کئے سُننے سے اونہیں چودہ برس بن میں رہنے کا حکم دیا۔ تو رام چندرجی مع اپنے بہائی لچمن اور بی بی سیتا جی کے جنگلوں میں بہرتے ہوئے گود آوری کی طرف آ نکلے۔ یہاں اتفاق سے راوَن کی بہن سوپ نکما اور رام چندرجی سے کچھ رنج ہو گیا۔ جسکے باعث اوس نے اپنے بہائی سے بدلا لینے کے لیے استدعا کی راوَن انکا سے اکر رام چندرجی کی بی بی سیتا کو پکڑ لیا گیا۔ جب رام چندرجی کو یہ معلوم ہوا۔ تو انہوں نے سگر یو بندروں کے راجہ اور اوس کی سینا پتی ہنومان اور سیدیش راوَن کے بہائی کی امداد سے جو اپنے بہائی سے باغی ہو کر رام چندرجی سے آملتا انکا کو فتح کیا۔ اور سیتا کو لیکر اچھوڑ چلے گئے ایک اور کتاب مہا بھارت کو روایا نڈو چندریشی راجاؤں کے حال میں لکھی ہے۔ اوس میں ہندوستان کے اکثر راجاؤں کا تذکرہ بہت حال لکھا گیا ہے۔ دکن کے راجہ بھی اس لڑائی میں شامل ہوئے ہیں اور انہیں راجاؤں سے دکن کے راجاؤں کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ اگرچہ ان دونوں واقعات کا زمانہ ٹھیک ٹھیک معین نہیں ہوا مگر کہہ سکتے ہیں کہ غالباً یہ دونوں معاً آٹھ سو او پانچ سو برس قبل مسیح ہندی کے درمیان واقع ہوئے ہیں۔ اس زمانہ میں دکن میں بھی آریا قوم کے لوگ پھیل گئے تھے۔ اور اودن کا مذہب اور اودن کے دستورات یہاں بھی مانے جاتے تھے۔ اور برہمنوں کا عروج ہندوستان میں کمال کو پہنچ چکا تھا یہاں تک کہ مخلوق اودن سے تنگ آ کر ان کے بیجا مظالم سے نجات کی خواہش کر رہی تھی۔

۲۱۔ بدھ کی پیدائش چنانچہ اوسکی صورت یہ نکلی کہ بدھ پیدا ہوا اور ہندوستان کی حالت نے ایک نیا پلٹا لکھا یا اس کا باپ سدھوون ساکیا قوم کے ہندوؤں کا راجہ تھا۔ اور

لکھنؤ
۲۱۔ بدھ کی پیدائش

کپل بستویا پٹلی تیرمین پٹنہ عظیم آباد کے پاس دریائے روہنی کے کنارے بنارس سے
 ۱۰۰ میل مشرق کی جانب راج کرنا تھا اوسکی مان مایا دیوی کو لیون کی قوم کی بیٹی تھی۔ چونکہ اس لڑکے
 کے مزاج سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ جوان ہوگا تو تارک الدنیا ہو جائے گا۔ اس لیے اوسکے باپ نے
 اوسکو عیش پرست بنانا چاہا۔ مگر اوس کا مزاج کچھ بھی نہ بدلا۔ ۲۸ برس کی عمر میں اوس نے ہندوئی
 چٹھا کاٹ پینکلی ایک مرتبہ ایک بوڑھے کو دیکھ کر جوانی کے جاتے رہنے کا اوسے بڑا افسوس
 ہوا دوسری مرتبہ ایک بیمار کو دیکھا۔ تیسری بار ایک مرد پر اوسکی نظر پڑی ان باتوں سے اوسکے
 دل میں خیال آیا کہ دنیا کدہ درد کی جگہ ہے۔ کوئی صورت ایسی کرنی چاہیے کہ جس سے مکرہات
 دنیوی سے نجات ملے اور سر دسری حاصل ہو۔ اس لیے گھر بار چوڑ کر راجگڑھ ہوتا ہوا گیا کہ
 پہاڑوں میں چلا گیا۔ طرح طرح کے علوم چڑھے تپشیا کی بیک مانگی مگر اون میں سے کسی سے
 بھی اس کا کامل اطمینان نہوا۔ ایک دن جنگل میں پیل کے درخت کے سایہ میں اوسے یقین
 ہو گیا کہ میں بدہ یعنی عاقل کامل اور گیانی ہو گیا ہوں۔ اور پھر بنارس میں آکر اپنے پہلے پانچ ساتھیوں
 کو بلار کر اپنے بڑے ہونے کا فخر دہنایا۔ پھر یہ وعظ کما کہ دھرم کرو اور دھرم کا سنگھ بنو۔
 پہلے راجگڑھ کا راجہ اوسکا چیلہ ہوا پھر کوسل کا راجہ اور بدھ کے گھرانے کے آدمی سب اوس کے
 مرید ہو گئے۔ پھر اور کتنی ہی جگہ وعظ کتا پھرا۔ آخر کار اسی برس کی عمر میں سال کے درخت کے
 نیچے ۴۷ برس قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوس نے وفات پائی۔ بدھ کے مذہب کا خلاصہ
 یہ ہے کہ اس دنیا میں سوائے دروہی کے اور کچھ نہیں۔ اور مرنے سے بھی چھٹکارا نہیں ہو سکتا
 کیونکہ آواگون کا عذاب لگا ہوا ہے۔ پس اس کا علاج یہ ہے کہ گیان حاصل کرے۔ یعنی اپنی ہستی
 کو نیت سمجھنے لگے۔ اور ہر ایک کو راحت و آرام پہنچانے کو یا فنا فی الفنا ہونا اور دوسروں
 کے ساتھ کمال حمد و کی کرنا اوس کا اصل مذہب ہے۔ خدا اور آخرت کو یہ لوگ نہیں مانتے۔

اگرچہ بدھ لوگ دعوے کرتے ہیں کہ سنسکرت زبان اون کی پہلی مذہبی زبان ہے۔ مگر ان کی مذہبی کتابیں پالی زبان میں ہیں جو سنسکرت سے بدل کر گندہ دس میں بدھ کے زمانہ میں بنی جاتی تھی۔

۶۲۔ بدھ مذہب کی یہ مذہب ہندوستان شمالی میں بہت جلد جا بجا پھیلنا رہا۔ مگر جب راجہ اشوک ۶۳ برس قبل سنہ عیسوی گلدیش میں تخت پر بیٹھا۔ اور سٹوٹر مشن برہمنوں اشاعت اور تنزیل

۶۳ برس قبل
سن عیسوی

کو مفت کا مال کھاتے اور ستاتے اور ایک بدھ مت کے فقیر کو نیچے نگاہ کیے غریبی اور کمپنی سے چلا جاتے دیکھ کر بدھ ہو گیا تو اوس وقت سے بدھ مت ہندوستان کا شاہی مذہب ٹھہرا۔ اس راجہ نے نہ صرف اپنے ہی راج میں اس مذہب کو پھیلایا۔ بلکہ واعظوں کو چولا کر الپانڈیا کے راج تک بھیجا۔ اور انہوں نے وکن میں بھی یہ مذہب جاری کیا۔ پھر یہاں سے یہ مذہب لنکان میں گیا وہاں بھی پھیلا۔ اور تقریباً بارہ سو برس تک ہندوستان میں جاری رہا۔ مگر ایسا روکھا ہیکہ مذہب تھا کہ اوسکو سنہ عیسوی کی پہلی ہی صدی کے اخیر سے تنزل شروع ہو گیا تھا اور برہمنوں کے متقلدین روز بروز بڑھنے اور زور پکڑنے لگے تھے۔ برہمن اپنی قوت بڑھانے کے لیے اس وقت اپنی عقل کو کام میں لائے۔ پاٹ شالے جاری کیے مخلوق کو علم سکھایا جس سے نوعمر اور نوجوان لوگ اون کے تابع ہو گئے سوائے اسکے برہمنوں نے پہلی مقدس کتابوں میں اپنی منشا کے موافق احاطات کر کے لوگوں میں اپنی عورت پر فہم کی۔ خاص کر رامین اور مہا بھارت میں تو بہت ہی مضامین تراش تراش کر اپنی طرف سے بڑھائے ایسی تدبیروں اور نیز اور طریقوں سے لوگ پہرہ کی طرف رجوع ہو گئے۔ اگرچہ یہ کام ایک عرصہ دراز میں ہوا ہو گا۔ مگر پورانوں میں اسکو ایک معجزے کے طور پر اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ کوہ آبو پریشی رہتے تھے۔ انہوں نے رہا سے فریاد کی کہ وید پیروں کے تلے روندے جاتے ہیں اور ساری زمین پر راکشسوں کی یعنی بدھ مت والوں کی

عملداری ہو گئی ہے۔ اسپر بہاجی نے حکم دیا کہ چترپون کو دوبارہ پیدا کر دو۔ جنمیں پہلے پرسمرام نے بالکل نیست و نابود کر دیا تھا اسلئے وہاں ایک اگن کنڈ بنا یا گیا۔ اور گنگا کے پانی سے پوتر کیا گیا۔ اوسمیں دیوتاؤں نے آکر چار مورتیں ڈال دیں۔ ان مورتوں سے چار اگن کل کے چترپری پرمر چوہان ہو گئی پرمار پیدا ہوئے۔ اونہوں نے تمام راکشسوں یعنی بدہ مت والوں کو مار کر نکال دیا۔ اور برہمنوں کے مذہب کو پہرہ پھیلایا۔ بڑے دشمن اس مذہب کے سوامی شنگر آچاری پرسمرام کے بالکل برخلاف دکن میں آٹھویں یا نویں صدی عیسوی کے اندر پیدا ہوئے۔ اون کی سعی اور کوشش نے بدہ مت والوں کو بالکل بیدم کر دیا۔ راجاؤں کی سہامین اونہوں نے بدہ مذہب والوں سے مباحثہ کیا اور قصاحت زبانی اور طلاقت لسانی سے اونہیں ہرا دیا۔ راجہ نے سوامی کا مذہب قبول کیا۔ پرتو الناس علی دین ملوکم رعایانے بھی وہی مذہب اختیار کر لیا۔ ان سوامی جی نے بدہ مت والوں کے مقابلہ میں ویدوں کا مذہب چلتا نہ دیکھ کر ایسی کتابیں بنائیں جو اوس وقت کے مطابق تھیں مگر افسوس کہ وہ بتیس ہی برس کی عمر میں مر گئے۔ اور اپنی آرزو میں پوری نہ کر سکے۔ اسکے بعد اکثر جگہ بدہ مت والے یا تو برہمنی مذہب میں آ گئے یا قتل کیے گئے۔ اونکے ستوپ یعنی بدہ مت والوں کے معابد ڈھائے گئے۔ اور بجائے اونکے شیو کے مندر بنائے گئے۔

۲۳۔ ہندوستان کا مذہب ہندوستان کا مذہب جب زندہ ہوا تو وہ نہیں رہا جو ویدوں کا تھا اور اسلام کا اوس پراثر بلکہ وہ ہو گیا جو پورانوں میں لکھا ہوا ہے۔ سب اٹھارہ پورانوں میں وید کو کلام ربانی مانا گیا ہے۔ اور اسوجہ سے ان کتابوں کو پوران کہتے ہیں کہ وہ ہندوؤں کے پورائے اعتقادات کو بتلاتی ہیں۔ مگر درحقیقت ویدوں کے مت سے اون میں بڑا فرق ہے۔ اگر کوئی آج کل کا ہندو وید کے طریق پر چلے تو وہ ہندو نہیں رہ سکتا۔ علاوہ برین ایک طرف بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی صحبت کے اثر سے کوئی سمجھ دار ہندو ایسا نہیں ہے جو ایک خداے مطلق

کافائل نمو۔ اور ویدون کے دیوتاؤں کو خدا کی صفات سے تعبیر نہ کرنا ہو اور پورانوں کی رسمیات اور بت پرستی کو لغو اور پوچ نہ سمجھنا ہو۔ حالانکہ وید میں جو ہستی بڑی مانی گئی ہے اور پسرمانوں کے خدا کی سی صفات صادق نہیں آتیں اور وہ اسلامی توحید جسے آج کل تمام روئے زمین کی عقل مند قومیں تسلیم کرتی ہیں نہ تو ویدون سے نکلتی ہے اور نہ کہیں اسکا پورا نون میں لکھا حقہ ذکر ہے لیکن اس سے تمام پڑ ہے لکھتے ہندو تسلیم کرتے ہیں۔

۶۶۰۰ ۷۴۔ جن مذہب مذہب کے بعد بدہ اور برہمنوں کے مذہب کے اختلاط سے ایک اور نیا مذہب جن پیدا ہوا۔ جن مت والے بدہ مت والوں کی طرح خدا کو نہیں مانتے۔ مادہ کو قدیمی جانتے ہیں۔ آگ کی پوجا نہیں کرتے ویدون اور پورانوں کو ردی سمجھتے ہیں۔ اور برہمنوں کے طور پر ذاتوں کی باندھنیں اونکے دیوتاؤں کی بھی کس قدر پرستش کرتے ہیں۔ سوائے اسکے اونکے اپنے بھی خاص دیوتا ہیں جنہیں وہ آتی منکر کہتے ہیں۔ جسمین سب سے افضل پارس واس اور مہاسیر ہیں اور غالباً اسکے بانی بھی ہیں۔ اس مذہب کی اشاعت دکن میں خوب ہوئی تھی۔

۶۱۰۰۰ میں اسکا بڑا عروج ہو گیا تھا۔ مگر سلاطین کمال سے زوال پراؤں آیا۔ اب بھی اون لوگوں کی بگرت اور کنا میں بڑی کثرت ہے۔ بڑے بڑے تاجر عالم فضل اون میں موجود ہیں۔ طائل زبان میں اون کی کتابیں فصاحت و بلاغت میں بلیغ عالی رکھتی ہیں۔ اور اسکی تہذیب و تدوین انہیں لوگوں کا حصہ ہے۔



زمانہ وسطی

عہد اسلام

۱۔ مسلمانوں کی ابتدا

۲۵۔ صبح تاریخ جو کچھ اوپر لکھا گیا وہ کچھ تو قدیمی کتابوں اور قدیمی آثار سے اخذ کیا گیا ہے اور کچھ مسلمانوں وغیرہ بیرونی اقوام کی تحریرات پر قرینہ اور قیاس سے پیدا کیا گیا ہے یوں تو ہندوؤں کے اس زمانہ کی بہت سی کتابیں مہین اور بہت سے قصص و حکایات اون مہین درج ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ لکھا ہے وہ سب لغو ہے اون کی تمام تحریرات جو بڑی کمائیوں اور باطل خیالات سے مملو ہیں۔ سچ یہ ہے کہ ہندوؤں نے جو کچھ کیا وہ بالکل نہ لکھا بلکہ جو کچھ سوچا وہ لکھ مارا مگر آئندہ مسلمانوں کے زمانہ کی تاریخ بالکل صاف صاف اور صحیح لکھی ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے زمانہ کی کوئی بات بغیر لکھے نہیں چھوڑی ہر ایک واقعہ کو کسی نہ کسی پیر یا مہین ضرور بیان کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ اپنی بڑائیاں بھی ویسی ہی لکھی ہیں جیسی کہ اپنی بے لائیاں بیان کی ہیں کج کل کے موفیقین کی طرح واقعات کو نہیں بدل دیا ہے سب سے پہلے یہ سلیقہ اہل اسلام کو ہی خدا نے دیا اور اگر اوسکے رجال اور اسانید کے وفات کو دیکھا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ جو آزاد می تاریخ نویسی مہین مسلمانوں کو ملی ہے وہ کسی قوم کو اس وقت تک بھی دنیا میں حاصل نہیں ہے

۲۶۔ عرب کا ملک اور دکن سے کوئی ڈیڑھ ہزار میل جانب مغرب عرب کا ملک ہے جس میں جا بجا پہاڑ باشندہ کی اخلاقی حالت اور اکثر بڑے بڑے ریگستان ہیں۔ ہوا گرم جسے بادِ سموم کہتے ہیں وہاں چلا کرتی ہے۔ دریا بہت کم ہیں کہیں کہیں کوئی کنواں یا پانی کا چشمہ ہوتا ہے۔ جہاں اس ملک کے باشندے اپنے مویشی کو چراتے اور زراعت کرتے ہیں۔ اسی سختی کے باعث سے وہاں کے رہنے والے نہایت جفاکش اور مخنفی ہوتے ہیں اور چونکہ سبز قطعات جا بجا متفرق ہیں اسیوجہ سے باشندے بھی جدا جدا قبیلوں میں منقسم ہیں۔ اون کا کوئی ایک بادشاہ نہیں ہوتا۔ اور نہ کوئی غیہ ملک کا بادشاہ ویرانے ملک پر چڑھ کر جاتا ہے۔ اس ملک عرب میں مغربی کنارہ پر سمندر سے تین منزل اندر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسمعیل علیہ السلام نے چار ہزار برس ہوئے کہ ایک عبادت خانہ بنایا تھا جسکو خانہ کعبہ کہتے ہیں۔ اسی جگہ اسمعیل علیہ السلام کا بسایا ہوا ایک شہر ہے جو مکہ کے نام سے مشہور ہے اگرچہ بتداین میان خدا کی پرستش ہوتی تھی۔ مگر رفتہ رفتہ تمام ملک عرب میں بت پرستی پھیل گئی اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے بعد اگرچہ مذہب یہود و نصاریٰ بھی وہاں شائع ہوا۔ مگر چونکہ انکی صورت بھی بہت جلد بگڑ گئی اسیلئے وہ بھی بت پرستی سے کچھ کم نہ تھے۔ عرب میں باشندوں کے اخلاق بگڑ گئے تھے کشت و خون شراب خواری قمار بازی زنا غارت گری و خمر کشی وغیرہ سخت جرائم اونکے روزمرہ کے کام تھے۔ اور جن گناہوں کو انسان سن کر کانپ جاتے ہیں وہ اون کا علانیہ کیل تھا۔

۲۷۔ حضرت محمد صلعم ایسے ملک کے مکہ شہر میں ۱۲ ربیع الاول روزِ دو شنبہ کو سنہ ہجری سے ۵۳ برس پہلے حضرت اسمعیل کی اولاد اور قبیلہ قریش میں حضرت محمد صلعم پیدا ہوئے۔ آپ کے باپ کا نام عبد اللہ اور ماں کا نام آمنہ تھا۔ تین چار مہینے پہلے آپ کی پیدائش سے

۵ برس قبل
ناجہری

آپ کے باپ کا اور چہ برس کی عمر میں آپ کی مان کا انتقال ہو گیا۔ اسکے بعد اون کی پرورش اون کے دادا عبد المطلب کرتے رہے۔ ابھی آپ سات برس کے نہ ہوئے تھے کہ آپ کے دادا عبد المطلب کی وفات ہو گئی اور آخر آپ اپنے چچا ابوطالب کی سرپرستی میں آئے۔ تیرہویں برس میں آپ ابوطالب کے ساتھ اور ۲۵ برس کی عمر میں بی بی خدیجہ کے نوکروں کے ہمراہ ملک شام میں تجارت کے واسطے تشریف فرما ہوئے تھے اور اسی سال میں انہیں بی بی سے آپ کا نکاح بھی ہو گیا تھا جس سے بی بی فاطمہ زوجہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیدا ہوئیں۔

۲۸۔ حضرت کی نبوت ایام طفولیت سے ہی حضرت کے اخلاق نیکو کاری کی طرف مائل تھے صداقت عبادت استقلال خلق و مروت غرض جو جو صفات حسنہ آدمی کے لیے ہونی چاہئیں وہ سب اون کی فطرت میں خالق کائنات نے اوس درجہ کمال پر ودیعت فرمائی تھیں کہ جس سے بڑا کہ کسی لشکر کو مہل نہیں ہو سکتیں۔ آپ عبادت کے واسطے مکہ میں تین میل کوہ حرا کے غار میں اکثر جایا کرتے تھے۔ اور کئی کئی روز وہاں تنہا خدائے واحد کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اکتالیسویں برس ۱۷۔ رمضان کو اول مرتبہ غار حرا میں وحی نازل ہوئی اور حضرت نے پہلے مرتبہ وضو کر کے نماز پڑھی اسی روز حضرت نے اپنی بی بی خدیجہ سے اپنی نبوت کا اظہار کیا۔ اور یہ علامہ لوگوں میں تبلیغ رسالت کرنے لگے۔ عورتوں میں بی بی خدیجہ (طہ) کون میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور جو انون میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔ اسلام کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا مسئلہ توحید ہے حضرت نے بت پرستی کو منع کرنا اور توحید کو پھیلانا شروع کیا۔ مگر مکہ کے باشندے جو اپنے عقیدہ پر جمے ہوئے تھے۔ اس سے تمارض ہوئے۔ اور اون کو وعظ و نصیحت اور مذہب کی اشاعت کرنے سے منع کرنے لگے۔

۲۹۔ مکہ والوں کا مسلمانوں کو ایمان دینا لیکن جب وہ اپنے ارادہ سے نہ پھرے۔ اور اشاعت اسلام میں

نہایت سرگرمی ظاہر کی۔ تو اہل مکہ آنحضرتؐ صلوات اللہ علیہ کو اور جو آپؐ پر ایمان لائے تھے بہت تنگ کرنے اور ستانے لگے۔ اس وجہ سے حضرت رسول مقبولؐ نے مکہ کے قرب و جوار کے دیہات میں آنا جانا شروع کیا۔ مگر وہاں بھی یہی صورت پیش آئی۔ اس عرصہ میں نبوت سے پانچویں سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو گئے۔ اور انہوں نے ارکان اسلام پر علی الاعلان عمل کرنے کا طریق نکالا جس سے مکہ والے اور بھی ناراض ہوئے۔ اور ان پر طرح طرح کی سختیاں توڑنے لگے اس وجہ سے کچھ مسلمان اپنے وطن کو چھوڑ کر نجاشی بادشاہ حبش کے پاس چلے گئے۔

۳۰۔ حضرتؐ کی ہجرت مدینہ کو جب نبوکے گیارہویں اور بارہویں سال حج کے زمانہ میں کچھ مدینہ کے لوگ آکر مسلمان ہو گئے۔ اور تیرہویں سال کامل امداد کا وعدہ کیا۔ تو تمام مسلمان مدینے چلے گئے اس پر کفار قریش نے حضرتؐ کے قتل کی تجویز کی۔ تاکہ وہ کہیں جا کر اور قوت پا کر ان سے انتقام نہ لیں تب حضرتؐ رسالت پناہ اور ابو بکرؓ کو گھر چھوڑ کر مکہ کو الوداع کیا۔ اور مدینہ کے ارادہ سے ایک غار ثور میں قیام پذیر ہوئے تین دن تک اسی غار میں رہے کیونکہ ابو بکرؓ نے حضرتؐ کے قتل یا تلاش کر دینے کے واسطے سوا ونٹ الفام میں دینے کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ چند تلاشیں اس غار تک بھی پہنچے۔ مگر وہاں کبوتر کے انڈے اور مکڑی کا جالا اور ٹیکڑا واپس چلے آئے۔ تب تیسرے دن اونٹوں پر سوار ہو کر وہاں سے اتون رات مدینہ روانہ ہوئے۔ اور ہجرۃ المصیبت ۱۲۔ ربیع الاول کو نبوکے تیرہویں سال مدینہ جا پہنچے۔ یہی دن ہجری کا پہلا دن ہے۔ مگر حساب کے لیے یکم محرم سے سال ہجری شمار کیا جاتا ہے۔

۳۱۔ اسلام کی فتوحات چونکہ اسلام کی اشاعت کی مزاحمت دفع کرنے اور اسکی عزت قائم کرنے کے لیے یہ ضرورت تھی کہ ایذا دہندوں کو سزا دیا جائے اپنی حفاظت کی جاسے۔ اس لیے مسلمانوں کے مدینہ میں آنے ہی جہاد کی ابتدا پڑی۔ اور حضرتؐ نے دشمنوں کی تلاش اور غارت کرنے کے لیے

آغاز سنہ ہجری

۱۲۔ ربیع الاول سنہ

مسلمانوں کو بھیجنا شروع کیا۔ اور جو بھی غزوات کیے مسلمانوں کے پہلے لشکر نے مقام غلہ میں فتح پائی۔ اور پھر حضرت نے جنگ بدر میں جہان وہ صف میں سپہ سالار آرمیوں سے ابوسفیان قافلہ سالار قبیلہ قریش کے تجار کے قافلہ کی تلاش میں گئے تھے۔ اور جن کے پچانے کے واسطے ابوجہل نے ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ کوچ کیا تھا ۱۴۔ رمضان ۳۳ ہجری کو ابوجہل کو قتل کر کے فتح حاصل کی۔ اس فتح سے مکہ والوں کے دل شکستہ ہو گئے۔ اور گرد و نواح کے قبائل جلد جلد مسلمان اور مطیع ہونے لگے۔ چونکہ اون میں کوئی رشتہ اتفاق ایسا نہ تھا کہ جس میں بایاداری ہوتی اور استقلال قائم رہتا۔ اس لیے اگرچہ اہل قریش کو جنگ احد (شوال ۳۳) میں مسلمانوں پر کینہ غلبہ رہا۔ مگر نئے اسلام کے جوش اور نکلنے کی برکت کے سامنے اون کی ہمتیں پست ہوتی چلی گئیں۔ اور رمضان ۳۴ ہجری میں مکہ بھی حضرت کے قبضہ میں آ گیا اور قریش مسلمان ہو گئے۔ جب حضرت نے تریسٹھ برس کی عمر میں ۱۲ بیع الاول ۳۵ھ کو عالم تقی کو رحلت فرمائی تو اس وقت قریب قریب تمام عرب مطیع یا مسلمان ہو چکا تھا۔

۳۲۔ مصد و شام اور ایران پر اسلام کا قبضہ

عرب کا فساد فرو کر کے عراق اور شام کی طرف لشکر بھیجا۔ چنانچہ ۱۱ جمادی الثانی ۳۲ھ تک جبکہ خلیفہ اول کی وفات ہوئی دمشق تک یہ ملک فتح ہو گیا تھا۔ پھر حضرت ۱۳ھ عمر خلیفہ ہوئے ان کے عہد میں اسلام کو جلد ترقی اور اس کی بنیاد کی مضبوطی ہوئی ایسی پھر کچھ نصیب نہیں ہوئی جب ان کی شہادت و یحییٰ ۳۳ھ میں ہوئی تو مسلمان تمام مصر شام ایران کے مالک ہو چکے تھے۔ اور اس وسیع سلطنت کی مشرقی حد ہرات تک پہنچ چکی تھی۔

(۲) ہندوستان پر مسلمانوں کا قبضہ

۳۳۔ تھانہ اور سندھ پر مسلمانوں کا حملہ

حضرت عمرؓ کے ہی عہد خلافت میں عثمان بن عیسیٰ نقضی حاکم

بحرین و عمان نے اون کی بلا اجازت کچھ جہازوں پر بھیجے اونہوں نے بمبئی کے قریب تہامین
 اگر لوٹ مار بچا دی۔ مگر چونکہ حضرت عمرؓ کو حاکم بحرین کا یہ عمل پسند نہ آیا۔ اس لیے وہ بہت ناراض
 ہوئے۔ اور جو ہاتھی لوٹ میں آگئے تھے اون کو حکم دیا چونکہ اس ملک میں یہ جانور کام نہیں آتا
 اس لیے انہیں فروخت کر کے روپیہ سپاہیوں کو تقسیم کر دو پھر شہر بصرہ کی بنیاد ڈالی تاکہ ہندوستان
 اور فارس کے راستہ پر قبضہ ہو جائے۔ اور حاکم فارس سے ہندوستان کی کیفیت دریافت کی
 اوس نے کچھ ایسا جواب بھیجا کہ خلیفہ کے پاس سے حملہ کی ممانعت آئی۔ پھر حضرت عثمانؓ اور
 حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے۔ چونکہ ان دونوں خلیفوں کے وقت
 میں مسلمانوں میں باہم نزاع پڑ گیا تھا۔ اس لیے فی الحال ترقی کی لین ڈوری نہیں کر رہی۔
 تاہم خلیفہ چہارم کے عہد میں حارس نے سندھ کو فتح کر کے بہت کچھ لوٹا اور بہت سے لوٹ ہی غلام
 بنا کر لے گئے۔ اور اس کے بعد مسلمانوں نے کئی مرتبہ چھوٹے چھوٹے حملے کیے۔ اور لوٹ مار کر
 واپس چلے چلے گئے۔

۴۴۔ مسلمانوں کا سندھ پر قبضہ اب خلیفہ ولید کا عہد آیا۔ اس خلیفہ نے حجاج کو اپنی وزارت سے
 معزول کر کے عراق کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کا زور و شور اقصا
 کرنا اور پھر چھوڑ کر چلا جانا۔

عالم میں پھیل گیا تھا۔ یہاں تک کہ ہر شخص اون کی اطاعت کو اپنا مایہ فخر سمجھتا تھا۔ سرانہ یکے
 راجہ نے بھی حجاج سے اپنا تعلق پیدا کرنے کے واسطے کچھ تحفے تحائف اور حبشی غلام آٹھ جہازوں میں
 بھر کر اوس کے پاس روانہ کیے۔ اور جن مسلمانوں کی عورت بچے اوس کے ملک میں تم رہ گئے تھے
 اونہیں بھی اون جہازوں میں سوار کر دیا تھا۔ راستہ میں یہ جہاز دیبل مندر کے پاس (جسے اب
 کرانچی بندر کہتے ہیں) ڈالکوں نے لوٹ لے لیا۔ اس وقت یہ ملک راجہ داہیر کی عملداری میں
 تھا۔ جس کا دار الخلافہ آگر (سکھر) تھا اور کشمیر کے قریب تک اوس کا ملک چلا گیا تھا۔

جب حجاج نے راجہ سے اپنے جہازوں کو طلب کیا تو اس نے کوئی معقول جواب نہ دیا۔ اس پر حجاج نے چھ ہزار سپاہی شیراز میں تیار کیے۔ اور اپنے بھتیجے محمد قاسم کے ساتھ جسکی عمر اس وقت سترہ برس سے زیادہ نہ تھی ۹۲ھ میں دیبل سندھ کے مندر پر بھیجے۔ اگرچہ اس جگہ ہندوؤں نے خوب مقابلہ کیا۔ مگر مندر جلد فتح ہو گیا۔ اور راجہ واسہی کا بیٹا برہمن آباد کو بھاگ گیا۔ لیکن مسلمانوں نے اسے مطیع کر کے نیرنوں پر بھی جسے اب حیدر آباد سندھ کہتے ہیں۔ قبضہ کر لیا۔ اور جب وردو ہزار آدمی ملک کو آگئے تو اودار السلطنت پر چڑھائی کی۔ جہاں خود راجہ مقابلہ کے لیے موجود تھا۔ ایک بڑی لڑائی کے بعد راجہ اور اس کی فوج ماری گئی اور مسلمانوں نے تمام مغربی ہندوستان کو ملتان اور جے پور تک فتح کر لیا۔ اور پھر قنوج پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ مگر یکا یک خلیفہ سلیمان نے جو خلیفہ ولیہ کا جانشین ہوا تھا محترم کو بنیل سال کی عمر میں سخت اذیتیں دیدیکر مار ڈالا۔ اور اس سے چھتیس برس خاندان بنی امیہ کی تباہی پر مسلمان خود اس ملک مقتومہ کو چھوڑ کر چلے گئے۔

۳۵۔ اسلام کا اسلام کے اس وقت تک مسلمانوں کی لڑائی کی وجہ وہ ہی ہوتی تھی جو ان کے مخالفوں سے برتاؤ۔ ابتدا میں خروج کے وقت تھی۔ جب کسی بستی پر حملہ کرتے تو پہلے پل اون سے یہ درخواست کرتے تھے۔ کہ مسلمان ہو جاؤ۔ یا جزیہ ادا کرو۔ اور انکار کی صورت میں بستی پر حملہ ہوتا تھا۔ ہتھیار بند آدمی قتل کیے جاتے تھے۔ مگر عورتوں بوڑھوں اور سترہ برس کے بچوں اور اہل پیشہ اور ارباشندوں کو کوئی تکلیف نہیں دی جاتی تھی۔ اور جب کوئی سردار وعدہ اطاعت کرتا اور جزیہ دیتا تو رعایا کے تمام حقوق اس کو دیے جاتے۔ مندر دن کی تعمیل اور مذہبی رسومات کے اجرا کی اجازت ہو جاتی۔ اور جو مذہبی اوقاف اور نذرانے سابق سے جاری ہوتے تھے وہ سب بحال رہتے تھے۔

۳۶۔ اٹک تک مسلمانوں کا قبضہ اسکے بعد افغانستان میں مسلمانوں کا مذہب پھیلتا رہا۔ اور وہاں

ان کی حکومت بھی جم گئی یہاں تک کہ ۳۵۷ھ میں الپتگین شاہان سامانی کا ایک ترک غلام

افغانستان میں بھاگ کر آیا۔ اور اس پر قابض ہو کر غزنو میں رہنے لگا۔ پھر ۳۶۳ھ میں سبکتگین

اوس کا غلام جانشین ہوا جس پر بے پال والی لاہور نے دو مرتبہ بڑی بڑی فوجوں سے چڑھائی کی۔

مگر دونوں مرتبہ شکست کھائی۔ اور دریائے اٹک تک مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

۳۷۔ گجرات کی فتح سبکتگین کے مرنے پر ۳۷۵ھ میں اوس کا بیٹا محمود تخت و تاج کا مالک ہوا اس نے

ہندوستان پر شرف حاصل کیا۔ اور قنوج تک خوب لوٹا اور پنجاب کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اس کا

بارہواں حملہ ۳۸۵ھ میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ اجمیر کی راہ سے پٹن ہونما پر ہوا جو

گجرات میں ہندو کے کنارے ہے۔ اگرچہ اس مندر کے پجانے کے واسطے بہت سے راجا کھڑے

ہوئے۔ اور بڑی بڑی سخت لڑائیاں لڑیں مگر مندر فتح ہوا محمود کو یہاں کی آب و ہوا بہت پسند

آئی اور چاہا کہ گجرات کو اپنا دارالسلطنت بنائے۔ اور یہاں سے سکندر کی طرح سرانڈی اور پلو وغیرہ پر

فتح کوشی کرے۔ مگر پھر صلاح و مشورہ کے بعد ایک پیرا نے خاندان کے عابد راجہ کو گجرات کی حکومت

دیکر چلا گیا۔

۳۸۔ اسلام کا ہندوستان محمود کے بعد پنجاب اوس کی اولاد کے قبضے میں رہا۔ مگر غور کے حاکم

میں متقل قبضہ ۳۹۵ھ۔ نے جب غزنی پر قبضہ کر لیا تو پنجاب بھی غور کی سلطنت کا ایک جزو

ہو گیا۔ اسے غور کے بادشاہ سلطان شہاب الدین نے جس کو سلطنت اسلامیہ ہند کا بانی مانی

کہنا چاہیے ۳۹۵ھ میں ہندوستان پر حملہ کر کے اوجھ واقعہ پیچند کو فتح کیا لیکن دو برس بعد

جب گجرات پر چڑھائی کی تو وہاں شکست کھائی۔ اور جب سندھ فتح کر کے دلی اجمیر کے راجہ پتھن پر

۳۹۸ھ میں حملہ کیا تو لاہور کی میدان میں جو تھا نیشرو اور کرناں کے بیچ میں ہے اور جہاں

۳۵۲ھ

۳۶۵ھ

۳۸۷ھ

۳۸۵ھ

۵۷۲ھ

۵۸۷ھ

ہندوستان کے بڑے بڑے قبضے فیصل ہو کر آئے ہیں اوس کو شکست ہوئی۔ مگر پھر دوسری بار
۵۸۹ء میں آیا اور راجہ پرتھی راج کو شکست دیکر قتل کر ڈالا۔ اور دلی اجمیر کا مالک ہو گیا۔

۳۵۔ قطب الدین ہندوستان جب شہاب الدین واپس گیا تو قطب الدین اپنے ترک غلام کو اپنے
کا اول سلطان بادشاہ - بجاسے ہندوستان میں چھوڑ گیا۔ اوس نے قرب وجوار کے

اضلاع بھی فتح کر لیے۔ دوسرے سال شہاب الدین پھر آیا۔ اور قنوج کو ۵۹۱ء میں فتح کر کے بنارس
سے آگے بہاڑ تک قبضہ کر لیا۔ اسکے پیچھے قطب الدین نے گجرات کو خوب تاخت و تاراج کیا۔

غرض کہ کچھ دنوں کی لڑائی بھڑائی کے بعد لکھنؤتی دارالسلطنت بنگالہ بھی فتح ہو گیا جب ۶۰۲ء
میں شہاب الدین کو لکھنؤ نے دھوکے سے مار ڈالا تو سحان اللہ خدا کی قدرت دیکھو کہ یہی

قطب الدین جو کبھی نیشاپور کے ایک سوداگر کا غلام تھا ہندوستان کا اول سلطان بادشاہ ہوا
۶۰۔ غلاموں سے سلطنت قطب الدین کے بادشاہ ہونے پر مالود کے سوا خاص ہندوستان

کا غلبہ کے خاندان میں منتقل ہوا اوس کے قبضہ و تصرف میں تھا۔ اور سندھ بنگال باطبع ہو چکے
تھے یا جلد جلد طبع ہوتے جاتے تھے۔ مگر گجرات میں پورا پورا قبضہ نہ ہوا تھا قطب الدین کے بعد

اوس کے خاندان میں ۹ بادشاہ اور ہوئے۔ اور ناشی برس تک غلاموں کی حکومت رہی۔ اس
عرصہ میں مسلمانوں کی بادشاہت یہاں چھی طرح جم گئی۔ مگر راجپوتانہ کے دشوار گزار کوہستان اور

مروج دریاؤں کی روک کے باعث دکن پر کسی نے حملہ نہیں کیا۔ اسکے بعد سلطنت غلبہ کے خاندان
میں گئی۔ اور جلال الدین خلجی ایک شہر برس کا بوڑھا شخص ۸۶۷ء میں دہلی کا بادشاہ ہوا۔

۶۱۔ علاؤ الدین خلجی کی نمود یہ بادشاہ نہایت رحم دل تھا جس سے بادشاہی کے کام تمام پڑے
رہتے تھے۔ مگر اوسکی تلافی کے لیے اوس کا بیٹا ارکلی خان اور دو بھتیجے علاؤ الدین اور الماس بیگ

نہایت لیاقت سے کام کر رہے تھے۔ ارکلی خان کو اوس نے لاہور اور ملتان کا حاکم کر دیا تھا۔

اور علاؤ الدین کٹرہ مانگیو میں مقرر تھا۔ علاؤ الدین کی دانشمندی اور حوصلہ کو دیکھ کر جلال الدین کی بی بی ملکہ جہان کو بڑا کھٹکا تھا۔ اور چونکہ بادشاہ کے سامنے اس سے بڑا اختیار تھا۔ اس لیے علاؤ الدین بھی دہلی میں رہنا پسند نہ کرتا تھا چنانچہ اس وجہ سے علاؤ الدین چندیری اور بنیکھنڈ کے فساد فرو کرنے کے حیلہ سے اجازت حاصل کر کے چلا گیا۔ وہاں اس نے ایسا انتظام کیا کہ جس سے بادشاہ نے خوش ہو کر اسے ملک اودھ کی حکومت اور عطا کر دی۔

۳۔ دکن کا دہلی کی سلطنت میں شامل ہونا

۴۲ھ - شاہزادہ علاؤ الدین اب علاؤ الدین نے بہت سی فوج جمع کی۔ اور اٹھ ساٹھ ہزار چیدہ سوار لیے۔ اور اپنے ارادہ سے سوائے اپنے خواصوں کے اور کسی کو اطلاع نہ کی اور ۶۹۲ھ میں دکن کو روانہ ہوا۔ راستہ میں کسی راجہ سے کچھ پرغاش نہ کی۔ جنگلوں میں شکار کھیلتا ہوا سیدھا چلا آیا جب دو مہینے کے سفر کے بعد ایلچوچر میں پہنچا تو یہ مشہور کر دیا کہ علاؤ الدین بادشاہ سے کچھ ناراض ہو کر چلا آیا ہے۔ اور راجہ مندری کے راجہ کی نوکری کرنے کو جاتا ہے اور دو روز وہاں ٹھہر کر یکایک رات کے وقت دیوگرھ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اوس زمانہ میں دیوگرھ کا راجہ ایک مرہٹہ رام دیو جادو تھا۔ رام دیو کا بڑا بیٹا کبیر کسی مند کو گیا ہوا تھا رام دیو بالکل غافل تھا۔ کہ یکایک علاؤ الدین کے آنے کی خبر بھوپچی۔ رام دیو نے دو تین ہزار آدمی جو اوس وقت موجود تھے علاؤ الدین کے مقابلہ کے لیے بھیجے مگر انہوں نے کبھی مسلمان بہادروں کی صورت بھی نہ دیکھی تھی۔ لڑائی سے بالکل ناواقف تھے۔ جب دیوگرھ سے دو کوس پر سامنا ہوا تو اول ہی وہ زمین گھبرا کر دیوگرھ میں جا گھسے۔ راجہ دو تین ہزار گونہمک کی جسے بنجارے کوکن کی طرف سے لائے تھے۔ غلہ کے دھوکے میں لیکر جلدی سے

۶۹۹
۶۱۲۹۳

قلعہ میں متحصن ہو گیا۔ علاؤ الدین نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ یہ قلعہ ایک مغربی پہاڑ پر بنا ہوا تھا۔ اور نہایت اچھی مضبوط دیوار اور برج اور کھائی کے سوا اس پہاڑ کا ڈھال غضب کا تھا کہ جس پر پڑھنا نہایت دشوار تھا۔ پھر اس قلعہ کے اندر ایک اور قلعہ تھا اور اس کے اندر ایک اور تھا اس طرح تین قلعے تھے۔ ہندوؤں کا ہمیشہ سے یہ دستور چلا آیا ہے کہ سونے چاندی اور جواہرات کو اکٹھا کر کے جمع رکھا کرتے ہیں اور زیور بناتے ہیں اور روپیہ کو جڑتے ہیں۔ یہاں بھی روپیہ بہت تھا علاؤ الدین نے شہر و علاقہ میں خوب لوٹ کھسوٹ مچائی۔ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ مسلمانوں نے رعایا کو لوٹا۔ راجہ کے چالیس ہاتھی اور ہزاروں گھوڑے بھی لے لیے۔ اور مشہور کردیا کہ میں ہزار فوج بھیجے اور آرہی ہے۔ اسے رام دیو نے سچ جانا۔ اور صلہ صلہ کرنا بہتر سمجھ کر ہمنوں کے ہاتھ علاؤ الدین سے کھلا بھیجا کہ تمہارا یہاں آنا خلاف دوراندیشی ہے۔ اس وقت شہر خالی ہے۔ تم کو یہاں غلبہ ہو گیا۔ لیکن جب لشکر آجائے گا تو تم میں سے ایک فرد بےش بھی جان بڑھ ہوگا۔ اور اگر بغرض محال یہاں سے بچ کر بھی نکل گئے تو راجہ ہمارے خاندیس و گونڈوانہ و مالوہ جن کے پاس ہزار ہا فوج ہے کب تمہیں جیتا چھوڑینگے۔ اس لیے بھڑی کہ جو تم نے لے لیا ہے وہ اور نیزا اور کچھ مجھے لیکر اپنے ملک کو چلے جاؤ۔ علاؤ الدین نے بھی دوراندیشی کر کے اسے منظور کر لیا۔ اور دو سے روز چوہندھروان دن تھا جانے کا ارادہ کیا مگر عین کوچ کے وقت رام دیو کا بیٹا بہت سی فوج لیکر دیوگرٹھ سے تین کوس پر آ موجود ہوا۔ اگرچہ رام دیو نے اسے منع کیا اور مسلمانوں کی بہادری بتائی۔ مگر اس نے اپنے لشکر کی کثرت اور راجاؤں کی امداد کو دیکھ کر نہ مانا۔ اور علاؤ الدین کے مقابل ہوا۔ علاؤ الدین نے ایک ہزار آدمی نصرت خان کے ساتھ قلعہ کے محاصرہ پر چھوڑے۔ اور خود فوج لیکر اس کے آگے کو بڑھا۔ چونکہ ہندوؤں کی فوج بہت تھی قریب تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے مگر نصرت خان

۴۹۴
۶۱۲۹۴

بلا اجازت محاصرہ کو چھوڑ کر علاؤ الدین کی مدد کو آ گیا۔ ہندوؤں نے جانا کہ مسلمانوں کی بیس ہزار فوج جو آئی تو تھی وہ ان کی جس سے اون کے لشکر میں ہل چل پڑ گئی۔ اور علاؤ الدین نے ان کو تہ و بالا کر دیا۔ جب وہ لوگ بھاگ گئے تو پھر اگر قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور بہت ہی سختی کی۔ اور راجہ کے جن رشتہ داروں کو اوس نے گرفتار کر لیا تھا اونہیں باندھ کر قلعہ کے سامنے کھڑا کر دیا۔

۴۳۔ رام دیو کا اطاعت کرنا
اور علاؤ الدین کا بادشاہ ہونا

رام دیو نے چاہا کہ گلبرگہ تلنگانہ و خاندیس مالوہ وغیرہ سے مدد منگائے۔ لیکن جب دیکھا کہ گونون میں غلامی کی بجائے نمک نکالتو ہوش و حواس باختہ ہو گئے۔ اور صلح کا بیغام بھجوا۔ علاؤ الدین اون کے اضطراب اور صلح کی جلدی سے تارگیا کہ قلعہ میں غلامین ہے۔ اور اسی سبب سے محاصرہ اڑھانے میں دیر کرنے لگا مگر جب راجہ نے ایچ پور مع پرگنات کو دناؤں کر اور بہت سارے پیہ اور مال ہاتھی گھوڑے دئے۔ کہ شاہان دہلی نے کبھی دیکھے بھی نہ تھے اور باجگزاروں کا وعدہ کیا۔ تو ۲۵ روز کے بعد کٹرہ کو واپس چلا۔ اور اپنے مبارک قدموں کا ایسا اثر چھوڑ گیا کہ اگرچہ ہندوستان کے بڑے حصہ سے مسلمانوں کی سلطنت معدوم ہو چکی ہے۔ مگر یہاں اب بھی بادشاہ اسلام کے سایہ عاطفت میں ڈیڑھ کر در کے قریب آدمی چین سے بسر کرتے ہیں۔ یہ عجیب اتفاق اور خیال کرنیکی بات ہے کہ اگرچہ ایسے بڑے بڑے راجہ راستہ میں تھے۔ اور علاؤ الدین کے پاس فوج بھی بہت ہی قلیل تھی اور لوٹتے وقت بے انتہا مال و دولت بھی موجود تھا مگر با من و دامن کٹرہ کو پہنچ گیا اور دھوکے سے اپنے چچا اور بری جلال الدین سے نیک بادشاہ کو ۱۷۔ رمضان ۶۹۵ھ مطابق ۲۹۔ جولائی ۱۲۹۵ء کو مار کر ہندوستان کا بادشاہ ہو گیا۔

۴۹۵
۶۱۲۹۵

۴۴۔ ملک کانور کی کچھ روز تک تو علاؤ الدین ہندوستان کی بغاوتوں کے فرو کرنے اور غلاموں و کنین فتوحات کے دفعہ کرنے میں لگا رہا۔ جب اودھ سے کچھ خدمت پائی اور اودھو نے

بھی تین سال سے خراج مقرر نہیں بھیجا۔ تو ملک کانور کو جو اوس کا بڑا پیارا تلام تھا بڑی شان و شوکت اور تجل شہانہ کے ساتھ خواجہ حاجی کو ہمراہ کر کے ستر ستر کے اوایل میں دکن کو روانہ کیا اور یسین الملک ملتان کے حاکم مالوہ اور الف خان حاکم گجرات کو حکم دیا کہ وہ بھی ملک کانور کی مدد کریں جب وہ غنائس کی راہ سے یہاں آیا تو اوس نے سب سے پہلے راجہ کرن والی گجرات پر جو اوس وقت بنگلانہ میں رہتا تھا حملہ کیا۔ اور وجہ اوس کی یہ ہے کہ گجرات کی مہم میں راجہ کرن کی رانی کلا دیوی گرفتار ہو کر علاوالدین کے حرم میں داخل ہو گئی تھی اور راجہ کرن گجرات سے بھاگ کر رام دیو کے پاس باسید اعانت آیا تھا۔ مگر رام دیو نے گو اوس سے دوستی کا اظہار کیا اور غالباً خفیہ اسکو مدد بھی دینا چاہا۔ مگر بظاہر کچھ نہ کیا۔ اس سے راجہ کرن بنگلانہ میں چلا گیا اور وہیں با غرض کہ کانور کے دکن آتے وقت کلا دیوی نے بادشاہ سے اپنے بیٹی دیول دیبی کے حسن و جمال کی تعریف کر کے اوس کے منگانی کے لیے درخواست کی تھی اس پر بادشاہ نے ملک کانور کو چلتے وقت کہا اور نیز الف خان کو جو اب حاکم گجرات تھا لکھا کہ جس طرح ہو سکے راجہ کرن سے اوسے لیکر بھیج دے مگر کرن راضی نہ ہوا۔ اور جب ملک کانور سے شکست کھائی تو دیول دیبی کو سنگل دیوارام دیو کے بیٹے کے پاس روانہ کر دیا کیونکہ سنگل دیو بھی اس لڑکی پر پیارا تھا اور بد سے درخواست کر رہا تھا کہ راجہ کرن اپنی لڑکی اوسے دیدے مگر راجہ کرن راجپوت تھا۔ اور سنگل دیو مرہٹہ تھا اس سے وہ اسے بیچ ذات سمجھ کر اپنی بیٹی نہیں دیتا تھا۔ اب جب وہ لڑکیوں سے تنگ ہوا۔ اور سنگل دیو نے کلا بھیجا کہ بیٹی مسلمان کو دینے سے مجھے دینا بہتر ہے تو دیول دیبی کو سنگل دیوارام دیو کے بیٹے کے پاس اوس کے بھائی بھیم دیو کے ساتھ جسے سنگل دیو نے اسی غرض سے بھیجا تھا روانہ کیا۔ اور خود بھی دیوارام کو بھاگا۔ الف خان راے کرن کے تعاقب میں چلا اور دیول دیبی کی تلاش میں جیل کی طرح چھپتا۔ مگر

مگر بطورہ کے غارون کے پاس آکر مایوس ہو گیا۔ اسی عالم یاس میں دو تین سو سپاہی الغ خان کی اجازت سے غارون کا تماشہ دیکھنے کو گئے تھے۔ کہ ریکایک کچھ سوار آئے۔ انہوں نے جاننا کہ رام دیو کی فوج ہے۔ جان بچانے کے واسطے اون سے مقابلہ ہوا۔ مگر وہ بھیم دیو کے آدمی تھے ایک ہی حملہ میں تتر بتر ہو گئے۔ دیول دیہی کے گھوڑے کے پاؤں میں تیر لگا۔ جب سپاہی اوس کے پاس لوٹنے کے لیے پہنچے تو اوسکی سہیلی بولی کہ یہ دیول دیہی ہے سپاہی سُننے ہی اوسے الغ خان کے پاس سکھپال میں سوار کر کر لے آئے اور وہ بادشاہ کے پاس آخر نشہ صہ میں بھی گئی۔ اور شاہزادہ خضر خان کے ساتھ اوس کی بڑی دھوم دھام شادی ہوئی۔ کتاب قرآن السعیدین میں حضرت امیر خسرو نے اسی کا بیان لکھا ہے غرض کہ جب ملک کا فورے رائے کرن سے فرصت پائی تو آگے مرہٹوں کے ملک میں بڑا خوب لوٹ ماریجادی جس سے رام دیو نے لڑنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اپنے بیٹے سنگل دیو کو دیو گڑھ میں چھوڑ کر خود مع عیال و اطفال کا فور کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ بعد اُس کے ملک کا فور اوسے دہلی لے گیا۔ بادشاہ نے اوس کی بادشاہوں کی سی خاطر داری کی کہ مخلق میں علاؤ الدین اور رام دیو کی عظمت میں کوئی فرق باقی نہ رہا۔ یورپین بادشاہوں کے زمانہ میں نہ پہلے کبھی ہوا اور نہ آئندہ ایسا کبھی ہوتا معلوم ہوتا ہے پھر علاؤ الدین نے اوسے سفید چہرہ دیا جو بادشاہان دہلی لکھا کرتے تھے اور اوسے رائے رایان کا خطاب اور دیو گڑھ کے قدیم زمانہ کے راج کا بڑا حصہ اور قصبہ نوساری اپنی طرف سے دیکر پھر اپنے ملک کا راجہ کر دیا۔ اور ایک لاکھ تنگہ نقد دیکر مع عیال و اطفال بڑے اعزاز و اکرام سے رخصت کر دیا۔ اور وہ تاجین حیات بادشاہ کا مطیع اور فرمان بردار رہا۔ اور راجہ کو اپنے لڑکے کا کامل اختیار کھولی زریڈنٹ وغیرہ اوس کی حکومت میں دخیل نہ تھا۔

۳۵۔ ملک کانور کا جنگل بچہ ۲۰۲۔ مطابق سن ۱۳۳۷ء کے وسط میں علاؤ الدین نے بنگالہ کی

طرف سے کچھ فوج ورنگل پہنچی تھی اور خود چتوہر پر گیا تھا اس پر مغلوں نے سمجھا کہ بادشاہ مالک دور دراز کی مہم میں مصروف ہے۔ ہندوستان پر لشکر کشی کا خوب موقع ہے۔ چنانچہ مرغی مغل نے ایک لاکھ بیس ہزار فوج لی اور دہلی کے دروازہ پر آہو بچا۔ اس لیے بادشاہ لوٹا اور گولنگانہ کی فوج نے اپنا پورا کام نہ کیا تھا اور سکوداپس بلا لیا۔ جب وہ اون سے فارغ ہو گیا تو اسی سن ۱۳۳۷ء مطابق سن ۱۳۰۷ء میں ملک کانور کو حکم دیا کہ دیو گڑھ سے ورنگل پر لشکر کشی کرے۔ اور جس قدر روپیہ وہاں سے مل سکے اس سے لیکر صلح کر لے اور اس سے زیادہ سختی نہ کرے۔ ملک کانور جب دیو گڑھ میں آیا۔ تو رام دیو نے استقبال کیا۔ اور لشکر میں اپنا نابار بھجوا کر حکم دیا کہ اجناس شاہی نرخ سے فروخت مہوں۔ یہاں سے ملک کانور پتہ اندوہر میں آیا۔ اور ساربار کے قلعہ کو چوڑنگل کے راجہ کا تھا حملہ کر کے لے لیا۔ اور قتل و غارت سے ملک میں ایک تملک ڈال دیا جس کے خوف سے تمام اطراف کے راجے لہر دیو والی ورنگل کے پاس قلعہ میں جا چکے۔ اس راجہ کا نام فارسی کتابوں میں لہر دیو لکھا ہے۔ مگر تملک نوشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام پر تاب رتو دیو تھا غالباً مسلمانوں نے پر تاب کو چوڑ کر رتو دیو کو لہر دیو کر لیا ہے۔ غرض لہر دیو اندوہر سنگین قلعہ میں اور باقی راجے بیرونی گلی قلعہ میں جن کا محیطہ لہر دیو کے قریب تھا متحصن ہوئے۔ پہلے مسلمانوں نے ہنگمڈہ پر قبضہ کر لیا جہاں سے ورنگل کا شہر و باغات نظر آتے تھے۔ پھر دختون کو کاٹ کر مورچے بنائے اور چوڑی ڈالی اور طرفین سے خوب خوب جوان وریان دکھائی گئیں۔ مگر چند روز میں جب بیرونی قلعہ فتح ہو گیا اور بہت سے زمیندار اور اون کے زن و فرزند اسیر ہو گئے تو راجہ لہر دیو نے تین ہزار ہاتھی اور سات ہزار گھوڑے بہت سامان و اسباب و دیگر خراج گذاری کے وعدہ پر صلح کر لی۔ اور ۱۳۰۹ء سن ۱۳۰۹ء

کو ملک کافور زنگل سے ایک ہزار اونٹ پر مال غنیمت لے کر روانہ ہوا۔ اور ۱۱ محرم کو دہلی پہنچا۔
اور ۲۴ کو بادشاہ کے حضور میں اسے پیش کیا۔

۴۶ - فتح کنڑاٹک دوسرے سال ۱۱۳۱ء میں ملک کافور اور خواجہ حاجی کو
کنڑاٹک کے فتح کرنے کے لیے بھیجا جب وہ دیو گڑھ میں آئے تو معلوم ہوا کہ رام دیو مر گیا ہے
اور اس کا بیٹا باپ کی طرح خالص مطیع نہیں ہے۔ اس لیے اونہون نے حفاظت کے لیے کچھ
آدمی جالانہ پور میں چھوڑے جو دریائے گنگا پر واقع ہے اور اہل کنھر کو قتل و غارت کرتے ہوئے
تین مہینے بعد منزل مقصود تک پہنچے اور کنڑاٹک کے راجہ بلال دیو سے سخت لڑائی ہوئی۔
اور مارتے دھارتے راجہ کی دارالسلطنت دوار سمندر تک چلے گئے۔ یہ مقام کمین سرنگا پٹن کے
پاس معلوم ہوتا ہے۔ اور شاید کسی بڑے تالاب کے نام سے جسے اکثر سمندر کے نام سے موسوم
کیا کرتے ہیں شیہر دوار سمندر کہلاتا تھا۔ اور اس کو بھی فتح کیا۔ راجہ قید ہوا اور اس کا خاندان
نیست و نابود ہو گیا۔ پھر سلمان ہیمن سے آگے مدرا کو بڑے۔ ہیمن ایک راجہ کا س دیو راج کہلاتا تھا
وہ بڑا دشمن راجہ تھا۔ اور اس کے خزانہ میں بارہ کروڑ اشرفی اور بے شمار ہیراموتی لعل و یاقوت
جمع تھے۔ اس راجہ کے راج میں نہ صرف مالابار ہی داخل تھا بلکہ علاقہ مدورا ترچنا پل تا بنجور
بھی شامل تھا۔ اور دارالسلطنت اس کا مدورا تھا۔ جب یہ راجہ ۱۱۳۹ء میں مر گیا تو اسکے دو بیٹے
اسے سند پانڈیہ اور اسے سیر پانڈیہ باقی رہے۔ سند پانڈیہ چھوٹا اور حرامی تھا۔ اس نے اپنے
بڑے بھائی کو جو جائز وارث تھا ملک سے نکال دیا تھا غالباً ملک کافور ہی کی تائید کر لیے وہاں گیا تھا
مسلمانوں کے پہنچنے پر سند پانڈیہ بھاگا۔ اور جگہ جگہ جنگل میں پناہ لے رہا تھا پھر آخر کار مسلمانوں نے
مدورا کو ۱۱۴۰ء ذیقعدہ ۱۱۳۱ء میں کو لے لیا۔ پانچ سو بارہ ہاتھی پانچ ہزار عربی اور شامی گھوڑے۔ اور
پانچ سو من جواہرات لوٹ میں ہاتھ آیا۔ پھر انہوں نے سبت بندہ رایشور میں ایک مسجد بنا کر

۴۱۰ھ
۱۳۱۰ء

۱۳۵۹ھ

ادس من علاؤ الدین کا خطبہ پڑھا۔ یہ مسجد جہانگیر کے عہد تک وہاں موجود تھی۔ اور مسجدِ علاؤ الدین کے نام سے مشہور تھی۔ بعد ازاں خزانے اور درفینے ملک کا فور کو جو بیان ہاتھ لگے تھے وہ ان سب کو لیکر دہلی واپس گیا۔ چونکہ سنگل دیو بادشاہ سے باغی ہو گیا تھا۔ اور بعد اس کے کرناٹک میں بھی کچھ فساد ہوا تھا اسلئے ملک کا فور ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۳۳۷ء میں پھرتا یا اور تمام مہاراشٹر اور کرناٹک پر چڑھائی کی دیوگرٹھ کے راجہ سنگل دیو کو گرفتار کر کے قتل کیا۔ گلبگہ راجپور مدگل وابل و دووار سمندر وغیرہ پر قبضہ کیا۔ بعد اس کے جن راجاؤں نے اطاعت کی اون کو اپنی حکومت پر بحال رکھا۔ بلال دیو راجہ کرناٹک اور راجہ معبر یعنی مدو باجگہ ادر ہے باقی سب ملک اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور دیوگرٹھ کو دکن کا دارالسلطنت بنایا اور ایسا رعب داب بٹھایا کہ پھر کسی کو یا اسے نہ کشتی نہ ہوا۔

۴۷۔ علاؤ الدین کی وفات اس وقت علاؤ الدین کی سلطنت شمال میں کوہستان ہمالیہ سے لیکر جنوب میں سند تک اور مغرب میں سندھ بلکہ قندھار اور ہراسے لیکر مشرق میں بنگالہ کی انتہا تک پہنچ گئی تھی اور ایسا امن چین تھا کہ باجوہ دریل اور تار برقی کی برکت نہ ہونے کے کمین رطالی جھگڑا نہ تھا۔ مگر بادشاہ کی تماش بینی اور عیاشی کے سبب اس کی صحت میں فرق آگیا اور ملک کا فور کو خیال سلطنت پیدا ہوا۔ اس نے بیماری کی حالت میں بادشاہ کو بہکا کر الغ خان کو بغاوت کے بہانہ سے قتل اور خضر خان کو قید کرایا۔ ان حرکتوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ گجرات چتور میں مفسد اوٹھ کھڑے ہوئے۔ اور دکن میں ہر پال دیو داماد رام دیو نے فساد برپا کیا جب یہ خبرین علاؤ الدین کو پہنچیں تو اور بھی صدمہ پہنچا اور ۶۔ شوال ۱۲۸۵ھ ہجری مطابق ۱۹۔ ستمبر ۱۲۸۶ء کو بمیل برس کی سلطنت کی بعد چنانہ عمر لبر ہو ا۔

۴۸۔ علاؤ الدین کی صفات اور اس کا اختتام امور سیاست میں یہ بادشاہ اس قدر سفاک تھا کہ

۵۶۱۲
۶۱۳۱۲

۵۶۱۲
۶۱۳۱۲

موزنون نے اسے ظالم لکھا ہے۔ مگر اوس کسی کا مقدر نہ تھا کہ کسی ن ظلم کر سکے اوس کے عہد میں عدالت اور کوتوالی کا انصاف وہ عہدہ حالت میں تھا۔ کہ کبھی کسی اچھی سی اچھی یورپین گورنمنٹ کو یہ پانصیب نہ ہوگا۔ چور اور اہزن اس کے عہد میں غنقا کی طرح معدوم ہو گئے تھے ایک بوڑھا ٹوکر دن سونا جنگلون میں لیجاتی اور کوئی نگاہ اوس پر نہ ڈالتا تھا ایک چپہ بھرنین بے کاشت نہ رہتی تھی۔ تجارت کا بازار گرم تھا ملک دولت سے مالا مال تھا۔ اہل ہنر جیسے اوس کے وقت میں ہوئے کسی مسلمان بادشاہ کے زمانہ میں نہ ہوئے۔ عمارت بھی اس کثرت سے اوس کے زمانہ میں تیار ہوئیں کہ کسی شوقین بادشاہ کو بھی اپنے عہد میں وہ کثرت نصیب نہ ہوئی۔ ہاتھیوں پر عماری رکھنا اسی کی ایجاد ہے۔ بادشاہ خود تو پڑھ لکھتا تھا اور نہ اوس سے کچھ مذہب کا چند خیال تھا۔ مگر اوس کے وقت میں علم اور اسلام کو وہ رونق ہوئی کہ کسی اچھے سے اچھے بادشاہ کے عہد میں بھی نہ ہوئی۔ درویش علما شعرا وغیرہ اہل کمال اوس کے وقت میں اس کثرت سے گذرے ہیں کہ کبھی دیکھنے سنتے میں نہیں آئے حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہ اور حضرت امیر خسرو شاعر اوس کے عہد کے نمونے ہیں۔ مسکرات کا اوس کے زمانہ میں کوئی نام تک نہ لیتا تھا۔ بازاری اجناس کے ارزان نرخ اپنے آپ مقرر کیے تھے۔ ملازموں کی تنخواہیں گھٹادی تھیں۔ امیرون سے بغاوت کے اندیشہ کے باعث دولت چھین لی تھی۔ بلا اجازت کوئی امیر باہم رشتہ نہ کر سکتے تھے۔ چند آدمیوں کی محفل اجازت سے منعقد ہوتی تھی۔ خود کو کوئی کام بغیر مشورت نہ کرتا تھا اپنے احکام کی تعمیل کرانے میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ اوس کے حکم کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہوتی تھی۔ اس کی پانچ لاکھ فوج تھی۔ ستر ہزار سوار سکاری ملازم تھے۔ بڑی سی بڑی عمارت ایک ہفتہ میں تعمیر کر سکتا تھا بغیر نگر نیادین جاری کرنا چاہتا تھا۔ پھر تمام جہان کی تسخیر کا ارادہ کیا تھا۔ مگر مشورہ اور تجربے نے اوسے تباہ کیا کہ یہ غیر ممکن ہے۔ سکندر ثانی

اوس نے اپنا لقب رکھا تھا حقیقت میں یہ بادشاہ بہت ہی بڑا زبردست گذرا ہے۔ مگر افسوس کہ اوس نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت نہ کی کہ جس سے اوس کے بعد سلطنت اوس کے گھرانے نکل گئی

۴۹۔ قطب الدین خلجی کا دکن میں آنا اور ملک کا فور کے ہنگامہ کے بعد علاؤ الدین کا بیٹا قطب الدین خسرو خان کا عروج۔

۱۷۱۷ء
۱۳۱۷ء

مبارک شاہ خلجی ۷ محرم ۷۸۷ھ مطابق ۲۲ مارچ ۱۳۸۷ء کو تخت نشین ہوا۔ یہ بادشاہ ایسا بے حیا تھا کہ اوس کی بے حیائی کا بیان کرنا بھی بے حیائی ہے وہ ایک نوعمر بزدل و بچہ پرور فقیہ تھا جو بیکرا کر مسلمان کہلانے لگا تھا۔ اوجس کو اوس نے خسرو خان

کا خطاب دیا تھا اوس نے اپنی سلطنت میں جو کسی قدر سلطنت کا کام کیا ہے وہ دکن کا حصہ ہے۔ ہر پال دیو رام دیو کے داماد نے علاؤ الدین کے مرنے پر با اتفاق راجھا سے گرو دوناج

دکن سے ملا زمان شاہی کو نکال کر ملک مرہٹ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور دیو گڑھ کو محاصرہ کیے پڑا تھا اس لیے بادشاہ خود اس کی تہنیت کے لیے شام ۷ میں آیا۔ باغی لوگ بادشاہ کی آمد سنستے ہی منتشر

۷۸۷ھ

ہو گئے۔ قطب الدین نے ہر پال دیو کے تعاقب میں فوج روانہ کی چنانچہ وہ گرفتار ہوا اور قتل کیا گیا۔ اور تمام ملک دوار سمند تک پھر قطب الدین کے قبضہ میں آگیا۔ اوس کی بنائی ہوئی

مسجد اب تک دیو گڑھ میں موجود ہے اس کے بعد بادشاہ ملک بیگ لکھی کو دکن کا سرسرا اور مرہٹ کو امر تقسیم کر کے دہلی چلا گیا۔ جب بادشاہ کچھ دنوں کے بعد حرکات خلاف انسانیت

و سلطنت کرنے لگا۔ تو اسی ملک بیگ لکھی نے بغاوت کی۔ مگر جب فوج شاہی آئی تو گرفتار ہو کر دہلی بھیجا گیا۔ اور وہاں جبری طرح سے قتل ہوا۔ اور عین الملک ملتان سے اوس کے بچے

سرسرا کو مقرر ہوا جب بادشاہ کو برسات کے سبب سے دکن میں توقف کا اتفاق ہوا تھا۔ تو اُسے خسرو خان کو معیر یعنی لیا فتح کرنے کے لئے بھیجا تھا یہ جب وہاں گیا تو وہاں کے حکام تاب نہ آئے

کی نہ لا کر بھاگ گئے۔ ایک شخص خواجہ تہقی سوداگر جڑا میر تھا وہ اس سبب سے نہ بھاگا کہ لشکر

اسلام اوس مسلمان کو نہ سنا بیگا۔ مگر خسر و خان نے اوس پر بڑا ظلم کیا اور اوس کا سب مال و اسباب لیکر اوسے قتل کر دیا۔ پھر تلنگانہ کے راجہ کو مجبور کر کے اوس سے سنا ہاتھی اور بت سا مال و متاع لیا اور کتلی کے راجہ سے ایک الماس چھ درم کے وزن کا لیکر پھر معبر کو واپس چلا گیا اور ایام برسات دہان بسر کیے ایک سال کے اندر ہی سارے ملک کو فتح کر لیا۔ اور سب لوگوں سے چھین لی۔ اسی جگہ اوس کا ارادہ تھا کہ بغاوت کر کے بادشاہ بن بیٹھے۔ مگر ملک تلغہ حاکم جزیرہ گوا و ملک تیورہ حاکم چندیری و ملک گل افغان جو اس کے ہمراہ تھے یہ بھیید سمجھ گئے اور اوس سے کہا کہ خبر داریہ خیال دل سے دور کر۔ جب اوس نے جانا کہ بغاوت سے نتیجہ برا ہوگا ملک کو اُمراء شاہی کے سپرد کر کے دہان سے دہلی کو روانہ ہوا۔ ان امیروں نے بھی بادشاہ کو عرضیاں بھیجیں لیکن قطب الدین اوس کے عشق میں ایسا غافل تھا کہ اوسے دیو گڑھ سے جہان وہ اب تک پہنچا تھا فوراً ڈاک پالکی میں طلب کیا اور وہ ایک ہفتہ میں دہلی پہنچ گیا۔ اور بادشاہ کا دل ٹھنڈا ہوا۔ اور اوس کی شکایت کرنے والے بجائے انعام و اکرام کے قتل و قید کیے گئے۔

۵۔ قطب الدین بابرک شاہ قتل جب خسر و خان کو قطب الدین پرایسا قابو ملا۔ تو اوس نے محل شاہی سا راہند و سب پامیون سے بھردیا۔ اور عام سلطنت میں اپنے آوردے اور رشتہ دار معزز و عہدوں پر مقرر کیے۔ اور بادشاہ کے قتل کو درپے ہوا۔ جاہر یا پرواری نے حسب قرار داد اول توق فی ضیا الدین کو جو محل شاہی کے چوکیداروں کی تحقیقات کو آیا تھا قتل کیا۔ خسر و خان بادشاہ کے پاس سنا تھا۔ بادشاہ نے جب اس شور و غل کا سبب پوچھا تو خسر و خان نے گھوڑوں کے چھوٹ جانے کا بہانہ کیا۔ آخر جب یہ قاتل قطب الدین کے سامنے جا پہنچے۔ تو وہ محل سر کے اندر کو بھاگا خسر و خان نے دوڑ کر مال بکڑ لیے۔ جس پر قطب الدین نے جان چھوڑا نیکے لیے

اوسے گرایا کہ قاتلون نے جا کر اوسے مار ڈالا پھر خسر و خان نے خاندان علاؤ الدین کے پس ماندوں کو قتل کر کے اس خاندان کو ملیا میٹ کر دیا۔ اور مبارک کو خاندان علانی کا نامبارک مقطع ثابت کر دکھایا۔

۵۱۔ خسر و خان کا قتل اور غازی خان کا بادشاہ ہونا

جب خسر و خان تخت و تاج کا مالک ہوا تو اوس نے اچھے اچھے عمدے دیکر امیرون کو راضی کیا۔ مگر جو ناخان غازی خان حاکم پنجاب کا بیٹا جو بادشاہ کے امیرون میں سے تھا بھاگ گیا اور غازی خان فوج لیکر دہلی کو خسر و خان کے مقابلہ کے واسطے آیا۔ اور ۲۳۔ رجب ۷۲۱ھ مطابق ۲۲۔ اگست ۱۳۲۱ء کو خسر و خان

۷۲۱ھ
۱۳۲۱ء

شکست کھاکر بھوک بھوک کر رہا ہوا پکڑ آیا۔ اوّل تو غازی خان نے اوسے کھانا کھلایا بعد میں اوسے جگہ قتل کر دیا جہاں اوس نے قطب الدین کو مارا تھا۔ اور اوسے مقبرہ میں دفن کر دیا جو اوس نے اپنے لیے بنوایا تھا۔ چونکہ علاؤ الدین کے خاندان میں کوئی شخص قابل سلطنت باقی نہ تھا۔ اس لیے لوگوں نے اسی غازی خان غیاث الدین تغلق کو غرہ شعبان ۷۲۱ھ

کو ہاتھ پکڑ کر تخت پر بٹھایا۔ اور اپنا بادشاہ بنایا۔ اس غازی خان کا باپ غیاث الدین بلبن بادشاہ ہند کا ترکی غلام اور مان کوئی ہندوستانی جاٹ کی عورت تھی بڑا حلیم و سلیم اور عاقل و کریم تھا۔ اسکی سلطنت ساری برائیموں سے میرا تھی۔ اس نے اپنے منہ بولے بھائی بہرام امیہ کو کشکو خان کا خطاب دیکر ملتان کا حاکم کیا۔ اور ملک اسد الدین اپنے برابر زادہ کو باریک اور ملک ضیا الدین اپنے خواہر زادہ کو عارض مملکت کر کے سمانہ اوس کی جاگیر میں دیا۔ اور ملک شادی اپنے بھائی کے داماد کو دیوان وزارت کی فہرست اور اپنے متبئی ناما رخاں کو نظیر آباد کا جاگیر دار کیا۔ اور ملک برہان الدین لہ جو ناتر کی زبان میں آفتاب کو کہتے ہیں۔

قلع خان کے باپ کو دیو گڑھ کی وزارت اور صدر الدین کو صدر جہانی اور قاضی سہاء الدین کو دہلی کی قضا کا عمدہ عنایت فرمایا۔ اور جرات کی نیابت عرض ممالک ملک تاج الدین جعفر کو عطا کی۔

۵۲۲ھ
۶۱۳ھ

۵۲ - شاہزادہ جو ناخان کی چونکہ سکتی تخت نشینی کو دوسرے سال لدریو حاکم کو قتل کرنے خراج نہ بھیجا تھا اور بغاوت اختیار کی تھی۔ اور دیو گڑھ میں بھی فطمی زکوٰۃ تھی۔ اسلئے اس نے اپنے

بیٹے اور ولیمہ جو ناخان کو لشکر خریدی و بلاون دمالو مع بعض اعوان قید کر دیا کہ میں پروردگار کیا یکتا کو نہ غارت

اخراج کرتا ہوا و قتل آیا اور اس پر مہر صرہ ڈالا۔ یہاں راجہ اوس سے بڑی مردانگی کے ساتھ ایسا

معرکہ آرا ہوا کہ پہلے نامہ زدی کا دھڑہ اوس سے مٹ گیا۔ مگر جب لڑائی سے تھک گیا۔ تو نڈر

بھیجنے کے وعدہ سے صلح کا خواستگار ہوا۔ لیکن جو ناخان نے قبول نہ کیا۔ اور لڑائی کو بار بار جاری

رکھا۔ برسات کے موسم آنے پر لشکر میں بیماری پھیلی۔ موت کا یازار گرم ہوا۔ اس پر متوحش ترین

اڑنے لگیں۔ ڈاک جو دہلی سے ہفتہ میں دوبار آتی تھی وہ بھی پانی کی شدت کے باعث ایک

مہینے تک رک گئی۔ اس سبب سے شیخ دادہ دمشقی اور عبید شاعر جو ناخان کے مصاحبوں نے

غیاث الدین قلعی کے مارے جانے اور دہلی میں دوسرے بادشاہ کی تخت نشین ہونے کی

خبر مشہور کر دی۔ اور ملک تیمور ملک گل افغان و ملک کافور معہ دار و ملک نگین امرائے علائی

سے جو شاہزادہ کے ساتھ تھے کمدیا کہ شاہزادہ تم کو شریک سلطنت سمجھ کر قتل کرنا چاہتا ہے

اسلئے یہ لوگ جو ناخان سے علیحدہ ہو گئے۔ اور سپاہ میں اضطراب پھیل گیا۔ مجبور ہو کر شاہزادہ

دیو گڑھ کو چلا۔ پیچھے سے دشمنوں نے ستایا۔ گرو دیو گڑھ میں پہنچنے پر بادشاہ کی خبر و عافیت

معلوم ہو گئی۔ اس لیے باغی امر سے اون کا لشکر باغی ہوا۔ اور ملک جو نا سے آلا۔ ملک تیمور

کو زینداران تلنگ نے مار دیا اور ملک نگین کو مرہٹوں نے مار کر اوس کی کھال ملک جو نا کے

پاس بھیج دی۔ اور باقی امیر بھی جنہوں نے رفاقت ترک کی تھی گرفتار ہو کر دہلی بھیجے گئے۔ اور

جُرمی طرح سے قتل کیے گئے۔ جو ناخان اس لشکر عظیم سے صرف دو تین ہزار آدمی لیکر دہلی پہنچا۔ اگرچہ صرف اس واقعہ سے جو ناخان کو ہمہ ازام نہیں دے سکتے ہیں مگر جب اس کے آئندہ کے حرکات کو دیکھتے ہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ اس تمام خرابی کی وجہ اس شاہزادہ کی خود رانی ہوگی۔

۵۳۔ جو ناخان کا درنگل چار مہینے کے بعد جو ناخان دوبارہ ایک لشکر عظیم لیکر دیوگرہ کے راستہ اور جگر کو فتح کرنا۔
 ۶۲۳ھ ۱۳۲۳ء

میں سید کو فتح کیا۔ یہ شہر بھی اوس وقت راجہ درنگل کے قبضہ میں اور اوس کا سرحدی مقام تھا۔ اور اور قلعے بھی جو راجہ درنگل کے تھے اُن کو فتح اور سخر کیا۔ اور پھر قلعہ درنگل کو توڑ کر فتح کیا اور پہلی نداشت کے رفع کرنے کے واسطے بہت سے ہندوؤں کو قتل کیا۔ راجہ کو مع زنا و فرزند اسیر کر کے ملک بیلار قدرخان کے اور خواجہ حاجی نایب عرض ممالک کے ساتھ دہلی بھیجایا اور جو ناخان نے درنگل میں اپنے معتبر سردار مقرر کیے۔ اور اوس کا نام سلطان پور رکھا۔ بعد ازاں جاجگر گیا۔ اور وہاں کے راجہ سے چالیں لیکر بادشاہ کو بھیجے۔ اور پھر درنگل ہوتا اور جب دل خواہ وہاں کا بند و بست کرتا ہوا دہلی چلا گیا۔ غیاث الدین تغلق نے لدر دیو کا قصور معاف کر دیا۔ اور پھر اوسے درنگل کا راجہ بنا دیا۔ پھر جب جو ناخان دہلی پہنچا تو غیاث الدین تغلق بنگالہ کے انتظام کے واسطے گیا۔ اور وہاں ناصر الدین سلطان غیاث الدین بلبن کے بیٹے کو جو ابھی تک وہاں کا حاکم تھا لکھنؤئی میں اپنی طرف سے حاکم کر دیا۔ جب انتظام سے فارغ ہوا تو بفتح و ظفر دہلی کو روانہ ہوا جو ناخان نے باپ کی دعوت کے واسطے ایک چوبی محل دہلی کے باہر بنوایا۔ اور بادشاہ کو اوس میں ٹھہرایا۔ کھانا کھا کر جو ناخان اور بہت سے امیر بغیر ہاتھ دھوئے نذرانہ وغیرہ کی تیاری کے لیے جلدی سے باہر نکل آئے۔ کہ اتنے میں

ہاتھیوں کی دوا و دوش کے صدر سے مکان گر پڑا۔ اور بادشاہ مع اپنے پانچ رفیقوں کے اوس کے نیچے دیکر مر گیا۔ یہ واقعہ ربیع الاول ۲۷۲ھ مطابق فروری ۱۲۷۶ء کا ہے۔

۶۲۵
۶۱۳۲۶

۵۴۔ محمد تغلق کا بادشاہ باب کے مرنے پر جو ناخان بہ لقب محمد تغلق بادشاہ ہوا۔ اور ملک فیروز ہونا اور اس کے اوصاف اپنے چچا کے بیٹے کو تائب باریک اور ناصر الدین کے مرجائیکے باعث سے ملک بیدار کو قورخان کا خطاب دیکر لکھنؤ کی جاگیر دار کیا۔ اور تغلق خان اپنے اوستاد کو دیکھار اور ملک مقبول کو عماد الملک کا خطاب دیکر وزیر ممالک کیا۔ اور احمد ایاز کو خواجہ جہان کا خطاب دیکر بکرات کا سپہ سالار اور ملک مقبول کو خان جہان کا خطاب دیکر وزیر بکرات مقرر کیا۔ اور محمد چنانچہ بستر تغلق خان کو بکرات میں جاگیر عنایت فرمائی۔ اور ملک شہاب الدین افشار کو نو ساری جاگیر میں دیا۔ یہ بادشاہ عجائبات روزگار سے ہے۔ اسکی ذات جامع الاضداد تھی۔ فیاضی میں بینظیر علم و فضل میں یکتا۔ خوشنویسی میں بے مثل۔ طبیب حاذق۔ متشرع متقی۔ شاعر بے مثال۔ علی فارسی کا بڑا منشی گفتگو میں منہ سے پھول جھڑتے۔ جوان مرد شجاع۔ فن سپاہگری سے خوب آشنا۔ خود راسی حد سے زیادہ الو العزم۔ کبھی پیغمبر بننا چاہتا۔ کبھی روئے زمین کی تسخیر کا ارادہ کرتا تھا۔ ایسا کہ مولوی مفتی کر قتل سزا سے افسوس نہوتا۔ بے صلاح شورہ بڑی سے بڑا کام کرنے لگتا جس سے رعایا اور برائیاں ہوجاتی۔ ملک بگڑ جاتا۔ فساد اٹھ کھڑی ہوتے اور ایسے نا معقول کام کرتا کہ جس سے اسے چنوں کا شبہ ہوتا غرض کہ ملا احمد سپاہی ہونے کی حیثیت سے بہت اچھا لڑاوشاہی کو اپنے سزا و وقف محض تہا ابتلا میں تو اسے تمام دوز نزدیک کے ملکوں میں ایسا اچھا انتظام کیا کہ کہین دنگہ و فساد باقی نہ رہا۔ روپیہ باوجود بے انتہا فیاضی کے خزانہ میں خوب جمع ہو گیا۔ لشکر نہایت عمدہ حالت میں تھا۔ مگر جب خراسان کی فتح کے واسطے لشکر بہت بڑھ گیا۔ تو خرچ کے باعث خزانہ خالی ہو گیا۔ اس لیے چین کی فتح کے لیے ایک لاکھ آدمی بھیجے۔ جہاں وہ سب برباد ہو گئے۔ جب روپیہ کی ضرورت ہوئی تو تاجیک

سکہ چلایا جسے کسی نے کوڑی کو نہ پوچھا۔ اور ابھی سلطنت کو نقصان پہونچا۔ پھر رعایا پر چند سو زیادہ
موصول بڑھایا جس سے کسان کھیت چھوڑ چھاگے۔ اور ملک میں قحط پڑ گیا۔ اودھر
ترشمری خان نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ اور دہلی تک چلا آیا۔ جس سے محمد تغلق کو اسے بہت سا
مال و دولت دیکر ڈالنا پڑا اور وہ گجرات سندھ ملتان کو لوٹنا ہوا چلا گیا۔

۵۵۔ بہاؤ الدین جاگیردار ساغر کی بغاوت اور دولت آباد کا دارالسلطنت مقرر ہونا۔

اس سبب سے جب امور سلطنت میں بیرونی ہونے لگی
تو بہاؤ الدین محمد تغلق کے چھوٹی زاد بھائی نے جو ساغر کا

جاگیردار تھا بغاوت اختیار کی اور قلعہ ساغر کو مضبوط کر کے بہت سے امیروں کو اپنے ساتھ متفق
کر لیا۔ اور بہتون کو مار ڈالا۔ بادشاہ نے یہ حال سنا کر خواجہ جہان کو تمام لشکر گجرات دیکر روانہ کیا۔

دیوگرٹھ کے پاس طرفین میں لڑائی ہوئی مگر خضر بہرام بہاؤ الدین کا ایک رفیق خواجہ جہان سے
اگر لگ گیا۔ اس لیے اس کے لشکر میں بڑی ہل چل پڑ گئی اور بہاؤ الدین ساغر کو بھاگتا مگر وہاں بھی

نہ ٹھہر سکا۔ اور راجاے کنبدہ کے پاس جو ایک مقام ملک کرناٹک میں تھا چلا گیا محمد تغلق بھی
اب دیوگرٹھ کو لگ گیا اور خواجہ جہان کو لشکر دیکر وہاں بھیجا تو دو مرتبہ اس سے شکست ہوئی۔ مگر جب

دیوگرٹھ سے اور مدد بھیجی گئی تو اسے کنبدہ گرفتار ہو گیا۔ اور بہاؤ الدین بلال دیو راجہ کرناٹک کے
پاس پناہ گیر ہوا۔ مگر بلال دیو نے اسے گرفتار کر کے خواجہ جہان کے پاس بھیج دیا۔ اور بادشاہ

نے اسے قتل کر دیا چونکہ ہندوستان کی سلطنت کا دائرہ بہت وسیع تھا اس لیے بادشاہ نے
تجویز کی کہ دارالسلطنت کہیں وسط میں ہونا چاہیے تاکہ دکن کے جدید مفتوحہ صوبوں پر کامل

رعب و داب رہے اور بغاوت نہ پیدا ہو۔ گواچین بکراجیت کے تختگاہ کو مرکز ہند ہونے کے
سبب سے دارالسلطنت بنانے کے لیے کہا گیا۔ مگر بادشاہ نے دیوگرٹھ کو دارالسلطنت بتانا چاہا

اور وہاں اگر سب طرح کے صاحب کمال آباد کیے۔ ایلورہ کے پاس باغات لگاے اور بڑے بڑے

حوض بنائے دیوگرھ کا نام دولت آباد رکھا۔ اسے خوب آرائش دی۔ یہ قلعہ جواب دہان ہو جو
ہے اسی بادشاہ نے پہاڑ کا ٹکڑا دے تعمیر کرایا تھا اگر معقول طور پر یہ کام کرتا تو بڑا نہ تھا۔ مگر دہلی ان
کو لیک ایک حکم دیا کہ دولت آباد کو چلے جائیں نہیں تو قتل کیے جائیں گے جس سے دہلی آج گر گئی
مگر دولت آباد حسب مراد آباد ہوا۔

۵۶۔ محمد تغلق کے ظلم اور بغاوتیں جس زمانہ میں دولت آباد کی آبادی کی طرف سے بادشاہ کو قتل
اطمینان ہو گیا۔ تو محمد تغلق نے کندہ ہاتھ کو فتح کرنا چاہا یہ قلعہ ایک نہایت بلند پہاڑ کی چوٹی پر جنیر
کے پاس تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کا راجہ بڑا زبردست تھا۔ محمد تغلق خود اس کی تخریب کر گیا
اور آٹھ مہینے برابر محاصرہ کیے پڑا۔ یہاں کے راجہ کا نام نانک تھا اور وہ کو لیون کا راجہ تھا۔
جب محمد تغلق نے سبابط بنائے اور مغربی گھر سے کیے اور سخت کوشش کی تو راجہ گھبرا یا اور
بادشاہ کی اطاعت اختیار کر لی اور شاہی امراء میں داخل ہو گیا۔ اسی زمانہ میں بہرام امیر حاکم ملتان
باغی ہوا۔ مگر بادشاہ نے اس کو جاکر غارت کر ڈالا۔ اور قوام الملک کو دہان کا حاکم کر دیا۔ پھر دہلی آیا
اور میان دواب کے ملک پر محصول ڈیڑھی سختی سے لگایا جس سے رعایا بھاگ نکلی۔ بادشاہ
نے قتل اور زندہ درگور کرنے کا حکم دیدیا پھر خود شکار کے طور پر نکلا۔ اور ہزار ہا مخلوق کو مار ڈالا
اور قلعہ میں قلعہ پر سرنگو اسے۔ اسی میں خبر آئی کہ قدرخان کو اس کے ایک ملازم ملک خیر الدین
نے بنگالہ میں مار کر لکھنؤی ستار کا نو وغیرہ پر قبضہ کر لیا ہے اور سید حسن پور سید ابراہیم قوطدار
حاکم معبر نے امر کو قتل کر کے معبرین بغاوت کی ہے۔ اس لیے بادشاہ سید حسن کی تنبیہ کے
لیے ۳۷۰۰ روپے مطابق ۱۳۰۰ روپے دیوگرھ کو آیا۔ اور خواجہ جہان کو دہلی روانہ کر کے یہاں جاگیر
سے ایسے مطالبہ کیے کہ بہت سے لوگ مر گئے۔ پھر معبر کے ارادہ سے تلنگانہ کو چلا۔ جب
وزلہ ہونچا تو دوا شروع ہوئی۔ خود بھی مرض میں مبتلا ہوا۔ ناچار ملک قبول عماد الملک کو

ملک تنگ کا کام سپرد کر کے دیو گڑھ واپس ہوا۔ لوٹتے وقت حوالی ٹیرمین اپنے دانت کا ایک
 بڑا مقبرہ بنوا کر اسے دفن کیا مین جاکر معالجہ کیا۔ مگر جب مرض سے تندرست نہوا تو ملک
 شہاب سلطان المناط ب نصرتِ زمان کو ایک لاکھ تنگے کے ٹھیکہ پر بیدار اور قلعہ خان
 اپنے استاد کو دولت آباد سپرد کر کے دہلی روانہ ہوا۔ اور دہلی والوں کو دیو گڑھ جائیگی اجازت
 دیدی۔ راستہ میں دیکھا کہ ملک ویران پڑا ہے۔ اس لیے زراعت کی سرسبزی کے لیے رعایا
 کو تعدادی دی۔ مگر مفید نہ ہوئی۔ ملتان وغیرہ میں بغاوت ہوئی اور فرو کی گئی۔ غنہک ہندوستان
 کی مخلوق تباہ اور ملک ویران اور اجاڑ اور ہندوستان کی اسلامی سلطنت اسلام کے لیے
 تنگ و عار کا باعث ہو گئی۔

۵۷۔ بیجا نگر کی آبادی۔ اور زنا ملک
 میں ایک نئی ہندو حکومت کا قیام
 دوسرا دار بلکھارے اور ہری ہر جو آپس میں بھائی بھائی تھے یہاں سے اس لیے چلے گئے تھے
 کہ کرنا ملک کے ملک میں جو مسلمانوں کی چڑھائی کے باعث لاوارث سا پڑا تھا کچھ قسمت آزمائی
 کریں۔ کشتا اور تنگ بھدر کے سنگم پر پہونچے جہاں قصبہ کرنول بستا ہے ان کے ساتھ
 ایک برہمن بھی تھا جس کا نام دو یارن تھا اس برہمن نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ یہ دونوں
 بھائی ایک دن راجہ ہو جائیں گے پھر جب ان لوگوں کے ساتھ اور بھی ادھر ادھر کے آدمی
 جمع ہو گئے اور مسلمانوں کی طرف سے غفلت ہوئی یا یوں کہو کہ وہ اپنی باہمی لڑائی جھگڑوں میں
 مصروف رہے تو ان کو اچھی ہمت مل گئی۔ بلکہ ہمارے نزدیک تو یہ ہے کہ دکن کے مسلمان
 کا پردازون نے محمد تغلق کے برخلاف سازشیں کرنے کے باعث ان کی قوت بڑھنا مناسب
 سمجھی اور ان کی ترقی سے نہ صرف چشم پوشی کی بلکہ ان کو طرح طرح کی ترقی کرنے اور سلطنت

جہان نے میں سہولت دی۔ بعد ازاں حکم سے ۵۰ میل اوپر کو یہ لوگ ایسی جگہ چلے گئے کہ جہان
 غنیمت کی چڑبائی کا اندیشہ کم تھا۔ چونکہ ان کی قوت اب جنوبی اور شرقی ممالک پر قبضہ کرنے کی وجہ
 سے ابھی ہو گئی تھی اور مسلمان اپنے قضیوں میں مصروف تھے انہوں نے ایک شہر اپنے
 برہمن کے نام پر دیا تاکہ مہسایا۔ اس کی آبادی کی تاریخ ۳۷۷ء مطابق ۳۲۳ء بیان کی جاتی
 ہے اور غالباً یہی قریب قریب صحیح کے بھی ہے۔ پھر یہ شہر رفتہ رفتہ جگہ جگہ مشہور ہو گیا۔ جس کے
 معنی فتح نگر کے ہیں۔ اس زمانہ میں بتیل سال تک مسلمانوں میں خوب جھگڑے ہوتے رہے
 جس سے یہ سلطنت بہت جلد قائم ہو گئی اور کشنا سے جنوب کو مسلمانوں کی غلدری کے آثار
 بہت جلد مٹ گئے۔ اور ہندوؤں کی ایک حکومت دریا سے پناہ کی وادی میں کنبی درم اور
 ارکاٹ تک اور بعد ازاں مدور تک پھیل گئی۔ اور دونوں برس سے زائد مسلمانوں کی جہنی حکومت
 کے مد مقابل بنی رہی۔ یہ بیان ہم نے اون حال کے انگریزی تحقیقاتوں سے لیا ہے جو
 مندر وں اور سکون کے کتبوں اور خاندانی کساوتوں سے نکالا گیا ہے۔ مگر تاریخ فرشتہ میں لکھا
 ہے کہ جس زمانہ میں محمد تغلق نے ہندوستان میں یہ ظلم و ستم برپا کر رکھے تھے اوس زمانہ میں
 کشنا تک پسرلہ دیو راجہ ورنگل نواحی ورنگل میں موجود تھا۔ اوس نے مسلمانوں کی اس
 بد نظمی کو دیکھ کر سوچا اور خود جریدہ بلال دیو کے پاس چلا گیا۔ جو اُس وقت کرناٹک میں عظیم الشان
 راجہ بن بیٹھا تھا اور کہا کہ مسلمان تلنگانہ اور کرناٹک سے ہمیں ہندوؤں کو غارت کرنا چاہتے ہیں
 اس میں کچھ تجویز کر کے اون کی رفع کا بندوبست کرنا چاہیے۔ اس لیے بلال دیو نے تمام اعیان
 مملکت کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ تو یہ صلاح ٹھہری کہ بلال دیو اپنی شمالی سرحد پر مسلمانوں کی روک
 کے واسطے اپنا تخت گاہ قائم کرے۔ اور معبر اور دوار سمندر اور کنپلہ کو تھنہ اسلام سے
 نکال لے۔ اور کشنا تک بھی اس موقع سے فائدہ اٹھائے اور ورنگل پر قبضہ کر لے۔

۶۳۷
۶۳۷

اس لیے کوہستان میں بلال دیو نے ایک دشوار گزار مقام پر ایک شہر بسا کر اوس کا نام اپنے بیٹے یحییٰ بن راسے کے نام پر یحییٰ بنکر رکھا۔ جو رفتہ رفتہ بجا نگر مشہور ہو گیا۔ اور پھر کشنا ناگ کو کچھ سوار اور پیادے دیے جن کی مدد سے اوس نے آکر ورنگل قبضہ کر لیا۔ اور ملک عماد الملک وزیر بھاگ کر دولت آباد چلا گیا۔ پھر بلال دیو اور کشنا ناگ نے رابیان منجہر و دوار سندھ کو مدد دی جو قدیم الایام سے راجہ کرناٹک کے باجگزار چلے آتے تھے۔ اور وہاں نے ان مقامات کو بھی مسلمانوں کے قبضہ سے نکل لیا۔ مکتبوں سے جیسا نگر کے راجاؤں کے جو نام ثابت ہوئے ہیں اوس میں اور فارسی تواریخ کے ناموں میں بہت بڑا اختلاف ہے جس کی مطابقت کرنا ہماری سمجھ میں نہیں آتا اس لیے اس کتاب میں ہم نے فارسی تواریخ کے بموجب بیان کیا ہے اور جو کتبوں اور آثار قدیم سے ثابت ہوا ہے اوس کو اس جلد کے اخیر میں لکھ دیا ہے تاکہ ناظرین خود مناسب فیصلہ کر لیں۔

۵۸۔ محمد تغلق کا خلیفہ عباسی اس احمد بادشاہ کو جو ان اور بمیدون ضبط تھے وہاں نظرت اور قواعد دینوی کے خلاف ایک یہ بھی ضبط تھا کہ بادشاہت بلا اجازت خلفائے عباسیہ کے کرنا کسی کو جائز نہیں ہے اور اسی فکر میں رہتا تھا کہ کیسے طرح اس کی اجازت حاصل کرے۔ اسی میں خبر لئی کہ مص کے حکام نے کسی مصلحت سے خاندان عباسیہ کے کسی شخص کو غلیفہ بنایا ہے۔ یہ سنتے ہی کمال الملک کے اتفاق سے غائبانہ اوس سے بیعت کی اور اپنے نام کے بجائے اوس کا نام سکین منقوش کر لیا۔ اور شہر میں جمعہ اور عیدین کی نماز موقوف کر دینا حکم دیدیا۔ اور تین مہینے تک محنت کر کے ایک عرضی غلیفہ کے نام لکھی۔ جس کے جواب میں حاجی سمیعہ حمزوی ۷۴۲ھ میں منشور حکومت اور غلہ خلاق غلیفہ کی طرف سے لایا۔ جب بادشاہ نے اس کی خبر سنی تو تمام علماء اور امرا کو لیکر اپنے پاس

۶۴۴
۶۳۳

تک اوس کے استقبال کو گیا۔ اور خلیفہ کے فرمان کو سر پر رکھا۔ اور حاجی سعید کے قدم چومے اور اوسکے جلو میں کچھ دوڑک پاپیادہ چلا۔ شہر کی آرائش کی اور فرمان پر سے زرد گوہر نثار کیے۔ پھر نماز جمعہ اور عیدین کی اجازت دیدی۔ اور خطبہ میں خلیفہ کا نام پڑھوایا۔ اور ادن بادشاہوں کے نام خطبہ سے نکلا اور اسے کہ جنہوں نے خلیفہ کی حکومت کی اجازت نہیں لی تھی یہاں تک کہ اپنے باپ کا نام بھی خطبہ سے ساقط کر دیا۔ اور زلفیت کے کپڑوں اور عمارتوں پر خلیفہ کا نام منقش کرایا۔ اور پھر اپنی قلم سے ایک نہایت متواضعانہ مطلق عرضی خلیفہ کو لکھ کر بھیجی۔ اور ایک موتی جو خزانہ میں سب سے اچھا تھا حاجی رجب کے ہاتھ خلیفہ کو بھیجا اور ملک کبیر سر جامہ لکھو ایک نہایت متوجہ متقی اور بڑے پایہ کا امیر تھا خلیفہ کے پیش کش میں شامل کر دیا۔ اور ملک قبول اور سلطان کا خطبہ لکھ کر خلیفہ کے ملک میں داخل کر دیا۔ اور اوس سے خط غلامی لکھو اور حاجی رجب کے ہاتھ خلیفہ کو بھیجا۔ یہ واقعات گو اس بادشاہ کے ضبط تھے مگر اس سے ہندوستان کی مذہبی اور اخلاقی حالت پر بڑا سخت اثر ہوا چونکہ قاعدہ ہمالیہ الناس علیٰ دین ملوکھ بادشاہ کی دیکھا دیکھی رعایا کو اس خاندان عباسی سے زیادہ عقیدت پڑ گئی اور بعد کو اور بادشاہوں پر اس کا اثر منتقل ہوتا گیا۔ دکن کی ہمنی سلطنت پر اس کا ایسا اثر پڑا کہ یہاں کا مذہب ہی کچھ عرصہ کے بعد بدل گیا جسکی مفصل کیفیت آئندہ آتی ہے۔

۵۹۔ نصرت خان اور چونکہ نصرت خان سے اپنے عہد کا انصرام نہ ہو سکا۔ اور ہزاروں نگہ علیشاہ کی بغاوت

نہن کر گیا اس لیے وہ بھی شمسۃ صر مطابق شمسۃ عین بادشاہ و علانیہ باغی ہو گیا قتل خان کے نام حکم شاہی صادر ہوا۔ کہ دیوگرٹھ سے جا کر اس بغاوت کا علاج کرے اور دہلی سے اور امیر اوس کی کمک کو بھیجے گئے چنانچہ حصار بید کامی صرہ ہوا۔ اور قول و قرار کے بعد نصرت خان گرفتار ہو کر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا گیا۔ اسی زمانہ میں علی شاہ

خضر خان غلامی کا بھائی جو امیر سہدہ یعنی وہ امیر تھا جو سہو سوار کا افسر ہو دولت آباد سے ظہیر مین
موصول سلطانی کی تحصیل کے واسطے گیا تھا۔ اوس نے وہاں سب ملک کو عمال دفونج
سے خالی دیکھ کر سب اپنے بھائیوں کو جسین حسن کا گلوئی کہنئی بھی تھا جمع کیا۔ اور کشتہ دم مطابق
۳۶ سالہ عزمین گلبرگہ کے صوبہ دار کو مار کر غدر مچا دیا اور اوتسا مارنا سید مین کا بچنچا وہاں بھی نائب
کو مار ڈالا۔ اور سارے ملک کو دبا بیٹھا۔ اس پر بادشاہ نے مالوہ کے لشکر کو بھی قلعہ خان
کی امداد کے واسطے متعین کیا جب قلعہ خان حوالی سید مین پہونچا۔ تو علی شاہ نے پہلے آپ ہی
زبطائی شروع کر دی مگر شکست کھا کر سید مین متحصن ہوا۔ اور قول و قرار کے بعد حصار سے
نکلا لا گیا اور بادشاہ کے پاس روانہ کیا گیا۔ بادشاہ نے اوسے اور اوسکے بھائیوں کو غزنین
کو جلا وطن کر دیا۔ لیکن یہ خون گرفتہ بلا اجازت غزنین سے لوٹ آئے۔ اور بادشاہ نے
ادھنہن نور امر داویا۔

۴۔ سلطنت خاندان بہمنی

دکن کا انقلاب

۶۰۔ امیر ابن صدہ کی اس زمانہ میں محمد تغلق سے لوگوں نے شکایت کی کہ قلعہ خان کے
محمد تغلق سے بغاوت عامل دکن میں بڑا ظلم و ستم کر رہے ہیں جس سے موصول سلطانی دسواں حصہ
برہکیا ہے۔ چونکہ بادشاہ کو اسکی عدالت اور حسن سلوک پر کمال یقین تھا اس لیے اسے حکم
بھیجا کہ وہ لانا نہ تھا مگر الدین عالم الملک اپنے بھائی کو اپنی جگہ مقرر کر کے دہلی چلے آئے قلعہ خان
اس وقت حوض قتلو کی تعمیر کر رہا تھا اس نے اپنے بھائی کو اس کے اتمام کی تاکید کی۔

اور ملک دکن اوس کے حوالہ کر کے بادشاہ کے پاس چلا گیا اب بادشاہ نے دکن کی چار شقیں کین
 اور اس سے شق دارون کو حوالہ کر دیا۔ اور عہد الملک کو جو عاقل اور شجاع شخص تھا دکن کا سپہ سالار
 کیا۔ اور سرور الملک اور یوسف بقر کو جو بڑے بڑے امیر تھے اوسکے ساتھ کیا۔ اور دکن کے
 خالصات کو سات کروڑ تکہ سفید پراون کو اجارہ میں دیا۔ اور حکم دیا کہ عالم الملک سے مشورہ کر کے
 دکن کا بندہ دست کرتے رہیں۔ اسی زمانہ میں ایک شخص نذیر غمار کو مالوہ کا حاکم کیا۔ اور اوس سے
 چلتے وقت کما کہ جو فتنہ ان ملکوں میں پیدا ہوا کرتا ہے اوس کے باعث امیر ان صده ہوا کرتے
 ہیں چاہے یہ کہ ان کے دفع میں کسی طرح تقصیر نہ کی جائے۔ اس نالایق نے مالوہ میں پہونچ کر
 امیر ان صده کو نہایت کے بہانہ سے بولایا۔ اور شر آدمیوں کو دھوکے سے قتل کر دیا۔
 اور بادشاہ کو اوس سے اطلاع کی جس پر بادشاہ نے اوس کی بڑی تعریف و تحسین کی اور
 خلعت و انعام بھیجا۔ جب یہ خبر اطراف و جوانب میں منتشر ہوئی تو محمد تغلق کی قہاری کو خیال
 کر کے تمام امیر ان صده موقع اور فرصت کے منتظر بیٹھے۔ اسی زمانہ میں ملک مقبل خان جہا
 وزیر گجرات کے کچھ خزانہ اور گھوڑے لیے گجرات سے دہلی کو جاتا تھا امیر ان صده نے اونہیں
 لوٹ لیا۔ بادشاہ نہایت جوش میں آکر اون کی تنبیہ کو چلا۔ راستہ میں معلوم ہوا کہ باغیوں نے
 عزیز خوار کو بڑی بڑی طرح سے مار ڈالا۔ جب سرحد گجرات میں پہونچا تو خان جہاں بادشاہ سے آ ملا۔
 اور باغیوں سے ایک سخت لڑائی ہوئی جس میں باغیوں کو شکست ہوئی۔ پھر بادشاہ نے
 ملک قبول اور عہد الملک وزیر ممالک کو باغیوں کے تعاقب میں بھیجا۔ اور اونہوں نے
 نبردہ کے کنارے پہونچ کر دکن کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور گجرات سے اون کا کھٹکا بالکل مٹ گیا
 اور یہ لوگ مالوہ دکن وغیرہ میں بھاگ کر جا چھپے۔ اور چونکہ دکن میں اس وقت قلعہ خان نہ تھا
 اس لیے یہاں کے امرانے عالم الملک سیدھے ساوھی آدمی کی کچھ پروا نہ کی۔ اور ان گجراتی

امرا کو اپنے پاس رکھ لیا۔

۶۱۔ محمد تغلق کا امرے دکن

کو طلب کرنا۔ اور او کی بغاوت

بادشاہ سے کٹ چکے تھے۔ پاسبانوں کو دیکھ کر بادشاہ نے

اس وقت محمد تغلق بہروچ میں تھا۔ اور جرات سے زور مار

وصول کر رہا تھا۔ اور جو لوگ کہ اس مفسد میں کچھ بھی شریک تھے انہیں قتل کر رہا تھا

اسی جگہ سے اوس نے زین الدین رندا المناط مجد الدین کو اور نیر رکن الدین تھانہ سے

کے بیٹے کو جو نہایت شریر آدمی تھے دولت آباد کو بھیجا کہ وہ ان کے امیران حصہ کو بھی گرفتار

کر کے قتل کر دیں۔ مگر پھر کچھ خیال کر کے چاہا کہ انہیں اپنے روبرو منگا کر قتل کرے اور دکن

میں ان کے بجائے اور امیر بھیج دے اس لیے احمد لاجپن اور ملک علی سہرا کو جو امیر

خسر کے رشتہ دار تھے عالم الملک کے پاس بھیج دیا۔ اور لکھا کہ وہ ان کے امیران حصہ کو جو

مشہور و معروف ہیں ان دونوں امیروں کے ہمراہ ڈیڑھ ہزار سوار کے ساتھ کر کے ہمارے

پاس بھیج دو۔ یہاں لشکر کی ضرورت ہے اوس میں وہ اگر شامل ہو جائیں۔ اس لیے عالم الملک

نے یاچور مدگل گلبرگہ بیجا پور کنجوتی راٹباغ کلہر سہکری۔ برار راکھنیر وغیرہ امیران

حصہ کو طلب کیا اور جب قہر سلطانی کو شکر پانچ چہ مہینے تک انہوں نے سفر کا تہیہ نہ کیا

اور جلد نہ آئے تو ملک علی جاہدار اور ملک احمد لاجپن کو تو اچوں کے طور پر ڈیڑھ ہزار سوار

دیکر نیر نکالنے کے لیے روانہ کیا۔ انہوں نے نصیر الدین تغلق قہر باش عاجب وحسام الدین

واسمعیل جج حسن کاکو نور الدین وغیرہ امیروں کو گلبرگہ میں جمع کیا۔ اور پھر دولت آباد میں

عالم الملک کے پاس ہو کر بادشاہ کے پاس لے چلے۔ احمد لاجپن طامع اور نا عاقبت اندیش

تھا۔ اوس نے ان لوگوں سے رشوت لینا چاہا۔ مگر جب اوسے کچھ وصول نہ ہوا تو اوسے

غائبانہ اپنی محفل میں بیٹھ بیٹھ کر ذکر کیا۔ کہ ان لوگوں نے دو قصور کیے ہیں جن سے ان کا

قتل لازمی ہے۔ ایک تو مجرموں اور گزرات کے باغیوں کو پتاہ دی ہے۔ اور دوسرے تعمیل حکم شاہی میں دیر کی ہے جب یہ نغمہ جان خراش ان لوگوں کے کان میں پہونچا تو مانگ دون میں جو قصبہ دون اور گج کے مابین ہے اور جہان یہ اس وقت پہونچ چکے تھے سب نے ملکر مشورہ کیا کہ بادشاہ تو بیگناہوں کو بھی قتل کر دیتا ہے اور ہم پر تو دوبرے بڑے الزام لگائے جاتے ہیں جس وقت ہم ان کے روبرو جائیں گے وہ ضرور ہمیں قتل کر دیگا۔ بہتر ہے کہ ہم لوگ دکن سے نہ جائیں اور بکریوں کی طرح اپنے ہاتھ پاؤں باندھ کر قصاب کے ہاتھ میں نہ پھنسن۔ اور مفت قتل نہ ہوں۔ جب یہ رائے سب نے قرار دے لی تو وہاں سے مراجعت کی۔ اس پر احمد لاجپن مانع ہوا۔ مجبوراً انہوں نے جنکے پاس اس وقت چار ہزار مسلح آدمی موجود تھے اسے قتل کر دیا اور ملک علی سر جا مدار بھاگ گیا۔ یہ لوگ دکن کو لوٹ آئے۔

۶۲۔ دکن کا بلوہ اور اسماعیل کا بادشاہ جو شاہی خرد را نیار د بکار - نامذہب و ملکیت پائدار
 جب یہ لوگ دکن میں پہونچے تو جو لوگ کہ بادشاہ سے ناراض ہو رہے تھے وہ سب ان سے اکڑ مل گئے۔ اور چونکہ اسکے انہوں نے اپنے آدمی بھیج کر ان سے اٹھارہ اتفاق کیا۔ اس لیے ان لوگوں نے دوات آباد کا محاصرہ کیا جب یہ خبر عماد الملک ترکان الملقب بہ تتریز و اماو متعلق سپہ سالار براہو خاندیس کو ایلچیور میں پہونچی۔ اور اس نے دیکھا کہ اس کے لشکر میں بھی تفرقہ پڑ گیا ہے اور اکثر امرا کا میلان بغاوت کی طرف ہے تو اس نے وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور شکار کے بہانہ سے کچھ آدمیوں کو لیکر سلطان پورا و نندربار کی طرف چلا گیا۔ جب وہاں کے امرا نے دیکھا کہ عماد الملک بھاگ گیا تو انہوں نے اس کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور

دولت آباد کو چلے آئے جب اہل قلعہ نے محاصرین کی قوت و شوکت کو ملاحظہ کیا تو وہ بھی
اون سے مل گئے۔ اور عالم الملک کو پکڑ کر خزانہ غنائین کے سپرد کر دیا۔ چونکہ عالم الملک نیک
اوصی تھا اس سے تو کسی نے قتل نہ کیا۔ مگر رکن الدین تھانی شری کر بیٹے وغیرہ بہت شاہی امرا
کو مار ڈالا۔ اور دولت آباد کا خزانہ لوٹ کر آپس میں تقسیم کر لیا۔ اب جو گجرات کے امیر اور سردار
جہان کین چھپے چھپائے تھے وہ بھی نکل کھڑے ہوئے۔ اور باغیوں کی جمعیت نہایت
کثرت سے ہو گئی۔ اور محمد تغلق کے مقابلہ میں تمام دکن باغی ہو گیا لیکن اس وقت تک تمام امیر
خود مختار اور اپنے اپنے جہاد سپاہیوں کے مالک تھے اس لیے سب نے مشورہ کیا کہ
اتفاق کے لیے ضرور ہے کہ کوئی ایک سردار بنے اور سب لوگ اس کی راے سے لڑائی
کا کام کریں۔ اس پر بہت بحث و مباحثہ ہوا۔ اسماعیل مخافغان جو امرے و دہزاری سے
تھا اسے لوگوں نے پسند کیا۔ اور تمام امرے دکن نے خواہی خواہی اسے ناصر الدین
شاہ کا خطاب دیکر بادشاہ بنایا اور اس کے سر پر چتر لگایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا بھائی
ملک گل افغان جو محمد تغلق کا بڑے درجے کا امیر تھا مالوہ میں بڑی فوج سے پڑا تھا اور امیر
تھی کہ ضرورت کے وقت کام آئے گا جب اسماعیل بادشاہ بنا دیا گیا تو دوسرے امرے افغانوں
کے سے خطابات ایک دوسرے کو دے اور ملک کو باہم تقسیم کر لیا۔ اور محمد تغلق کے مقابلے
کے لیے لشکر جمع کرنے لگے اس وقت حسن کانگوی بہمنی نے ظفر خان کا خطاب کیا۔ اور
ہیکری راباغ مچ کھڑا کہ گاہک مالک ہو گیا۔ اور بھیرون رے حاکم حصار گلبرگہ کو جو محمد تغلق
کا بڑا معتبر امیر تھا مار ڈالا اور نور الدین نام ایک شخص خان جہان بن گیا۔ اور بڑی فوج جمع
کی غرض کہ تمام دکن تین مہینے کے اندر محمد تغلق کی حکومت سے نکل گیا اور پھر مغلیہ عہداری
تک دہلی کے قبضہ سے باہر رہا۔ یہ واقعہ ۸۴۸ھ کا ہے۔

۴۔ محمد تغلق کا دولت آباد میں
اگر باغیوں کو شکست دینا۔ اور
پھر ہجرت کی بناوت کے فرو
کرنے کو چلا جانا۔

اب یہ خبر محمد تغلق کو بہرِ پنج پہنچی۔ اس بادشاہ میں جہان بھاگی
تھی وہاں جستی و چالاکی بھی تھی سُنستے ہی دکن کو کوچ کیا اور
ملک گل افغان اور عماد الملک سرتیز کو بھی ساتھ لیا۔ اس وقت
ناصر الدین شاہ کے پاس افغان اور مغل اور راجپوت اور دکنی

تیس ہزار آدمی تھے وہ بھی دولت آباد سے نکل کر محمد تغلق کے سامنے ہوا۔ دونوں فریق اُس
میدان میں اکڑ پڑے جہاں علاؤ الدین خلجی اور رایدلو کے بیٹے سے لڑائی ہوئی تھی۔ ناصر الدین
کی فوج نے خوب حملے کیے۔ اور بادشاہ کے میمنہ اور یسرہ کو پس پا کر دیا۔ قریب تھا کہ محمد تغلق
بھاگے یا گرفتار ہو جائے کہ یکایک نور الدین خان جہان کے ایک تیزا کر لگا اور وہ مارا گیا اسکے
قتل ہوتے ہی سات ہزار آدمی جو امداد کے لیے آئے ہوئے تھے بھاگ نکلے اور ناصر الدین
شاہ کے علمدار کے ہاتھ سے بوجہ خوف کے غم کر گیا۔ جس سے باغی فوج کے دل شکستہ ہو گئے
اور سمجھے کہ ناصر الدین بھاگ گیا ہے۔ چونکہ شام ہو گئی تھی اس لیے فریقین الگ الگ
جماؤ ترے اور زخمیوں کی مرہم پٹی میں مشغول ہو گئے۔ محمد تغلق بڑی ہوشیاری سے رات
کو عین جنگ گاہ میں خیمہ زن ہوا۔ رات کے وقت حسن کاکوی ہمہنی اور ناصر الدین شاہ وغیرہ
سرداران دکن نے صلاح کی کہ میدان کی لڑائی بادشاہ سے ہم نہیں لڑ سکتے۔ ناصر الدین تو
قلعہ دولت آباد کی حفاظت کرے اور جب قدر فوج کی اوس کے لیے ضرورت ہو لے لے۔ اور
حسن بارہ ہزار سواروں کو لے کر کو چلا جائے اور جس طرف ضرورت ہو بادشاہ کو اگر تنگ کرے۔ اور
دوسرے سردار بھی اپنے اپنے اقطاع کی حفاظت کریں اور موقع پر ایک دوسرے کو مدد دیتے
رہیں۔ اور پھر جب محمد تغلق دکن سے چلا جائے تو پھر دولت آباد کو چلے آئیں اور حسب دستور
اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جائیں جب یہ مشورہ ہو گیا تو اسی رات کو سب اٹھ کھڑے اپنی اپنی

مقام کو چلے گئے اور ناصر الدین دولت آباد کی پہاڑی پر دبا اگر ڈھ کے قلعہ میں جا کر متحصن ہو گیا جب صبح کو محمد تغلق اٹھا تو میدان میں باغیوں کا نشان بھی نہ تھا۔ اس لیے وہ خود دولت آباد کے قلعہ کی طرف متوجہ ہوا اور عماد الملک سر تیز کو حسن کے تعاقب میں لگہ لگہ گوروانہ کیا۔ اب محمد تغلق دولت آباد کے کوشک خاص میں آکر ٹھہرا۔ اور وہاں کے اکثر متوطنین کو امیر نوروز گرگین کے ہمراہ کر کے دہلی کو بھیجوا دیا۔ اور ایک فتح نامہ بھی لکھ کر بھیجا کہ دہلی میں منبروں پر پڑھ کر شادیاتہ بجائیں۔ اس وقت غزنیوں نے محمد تغلق سے کہا تھا کہ تین روز تک محاصرہ کرنا اچھا نہیں ہے اس لیے محمد تغلق کی شاہی فوج محصورین کو دور ہی دور سے ڈراتی تھی مگر پاس نہ جاتی تھی۔ چوتھے روز محاصرہ شروع ہوا۔ اور سا باطو منخینق اور نقب کا کام جاری کیا گیا۔ تین مہینے تک متواتر محصورین اور محاصرین میں لڑائی ہوتی رہی۔ روز اندر باہر کے آدمی قتل ہوتے رہے کہ اسی میں گرات سے محمد تغلق کو خبر آئی کہ ملک طنی غلام محمد نے جو خود احمد کیا زخو اجمہان کا غلام تھا امیران حدہ کے اتفاق سے شیخ معز الدین جاسکم گرات کو گرفتار کر لیا ہے اور اس کے نایب ملک منظر کو مار کر بہر وچ کا محاصرہ کر رکھا ہے اس لیے بادشاہ بہت گھبرایا۔ اور خداوند زادہ قوام الدین کو ملک جوہر و شیخ برہان بلگرامی و ظہیر الجوش وغیرہ امرے بزرگ کے ساتھ دولت آباد کے محاصرہ پر چھوڑا اور دولت آباد کے بقیہ ساکنین کو اپنے ہمراہ لے کر فوراً گرات کو کوچ کر دیا۔

۶۴۔ عماد الملک سر تیز کا قتل اس وقت ناصر الدین شاہ کے کچھ امیران سک اور پالوہ میں

اور محمد تغلق کی دکن سے بیڑی پڑے ہوئے تھے جب انہوں نے سنا کہ محمد تغلق وٹا چاہتا ہے۔

تو وہ دولت آباد کو آئے۔ مگر محاصرین کے سامنے جب کچھ پیش نہ گئی تو محمد تغلق کے پیچھے پڑ گئے

اور زبردہ کے کنارے تک بادشاہ کے آدمیوں کو لوٹتے رہے۔ اور کچھ ہاتھی جن پر زبردہ

لدا ہوا تھا اور اوسین بہت سی اشرفیان اور سونا تھا یا بادشاہ سے چھین کر دکن کو چلے آئے۔ محمد تغلق
 کا لٹوٹا تھا کہ ظفر خان حسن کا نگوئی اس لطیفہ غیبی کو سنتے ہی سمجھ گیا کہ او سے خدا کے یہاں سے
 بادشاہی کا فرمان آگیا۔ چاروں طرف سے اُس نے امر کو بلایا اور میں ہزار ہزار اور الیکر بیدار کو جہان
 عماد الملک پڑا ہوا تھا روانہ ہوا۔ عماد الملک بھی اوس کے مقابلہ کو تیار ہوا۔ مگر چونکہ فریقین کو
 ایک دوسرے سے اندیشہ تھا دونوں ہنر روز تک ایک دوسرے کے مقابل بلا جنگ
 پڑے رہے۔ تنگنا نہ کاراج بھی محمد تغلق سے جلا ہوا تھا اوس نے بھی باغیوں کی مدد کو لا کر سمجھا
 اور چند روز ہزار آدمی کو لاس سے حسن کی مدد کو بھیج دے۔ اُدھر ناصر الدین نے بھی اُن آدمیوں
 کو جو محمد تغلق کا خزانہ لوٹ کر لائے تھے مع خزانہ پانچ ہزار کی جمعیت سے حسن کے پاس کو
 روانہ کر دیا۔ اب حسن کے پاس بڑی بھاری جمعیت چالیس ہزار آدمی کی جمع ہو گئی اور ملک
 سیف الدین غوری اوس کا سپہ سالار ہوا۔ عماد الملک بھی بڑا بہاد تھا۔ اوس نے بھی کوئی کسر
 باقی نہ رکھی۔ فوج کو خوب ترتیب دیا حسن نے اُس پر حملہ کیا۔ صبح سے ظہر کے وقت تک خوب
 لڑائی ہوئی۔ اور طرفین کے بہادر جان توڑ توڑ کر لڑے۔ عین ہنگامہ کار زار میں عماد الملک
 مارا گیا۔ اور اوس کے ساتھی کچھ تو بیدار و قندھار میں جا کر پناہ گیر ہوئے اور کچھ ماند کو بھاگ گئے
 اسلئے قندھارا اور بیدر کے محاصرہ پر تو ملک سیف الدین کو چھوڑا اور خود ناصر الدین شاہ کی مدد
 کو دولت آباد کو چلا۔ جب محاصرین دولت آباد نے جنگی تعداد دس بارہ ہزار تھی عماد الملک
 کے قتل اور حسن کی آمد کی خبر سنے۔ اور اپنے لشکر کے امر کی دورنگی کو دیکھا تو انہوں نے محاصرہ
 سے کنارہ کیا۔ اور دہلی اور گجرات کو بھاگ گئے۔ اور دکن محمد تغلق کے ہواخون سے بالکل خالی
 ہو گیا۔ اور دہلی والوں کا قبضہ اور اون کا دکن سے تعلق بالکل جاتا رہا۔

سلطان علاء الدین حسن کانکوی ہمنی

۶۵۔ امراے دکن کاملکر جب دولت آباد کا محاصرہ اٹھ گیا تو ناصر الدین شاہ قلعہ سے نکل کر

حسن کو دکن کا بادشاہ کرنا ظفر خان کے استقبال کو نظام پور تک گیا۔ جو دولت آباد سے چھ کوٹ

پر ہے۔ اور ملاقات کر کے وہاں ٹھہرا۔ چودہ روز یہاں عیش و عشرت میں بسر ہوئے۔ مگر اس

درمیان میں ناصر الدین شاہ کو معلوم ہو گیا۔ کہ ظفر خان حسن کانکوی کی عزت تمام لوگوں کے

دلوں میں جم گئی۔ اور سب لوگ اوسے کو بڑا مانتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اوسے کو بادشاہ

بنائیں۔ تو خود ہی پیش دستی کی اور تمام امرا کو بلا کر کہہ کر کہ میں تو بوڑھا شخص اور عیش و عشرت کی

جانب مائل ہوں اور اس سبب سے سلطنت کی مجھے کچھ پرواہ بھی نہیں ہے چونکہ خلاصاً

یہ ضرور ہوتا ہے کہ دوستوں کی خاطر تکلیف گوارا کی جائے ۵

سعی بہ راحت ہمسایگان کردن خوش است | بشنو دگوش از براے خواب چشم افسانما۔

اس لیے آپ سب اصحابوں کے کہنے سے ضرورت کے وقت میں نے سلطنت

کا بڑا بوجھ اپنے سر پر لے لیا تھا مگر مجھ سے یہ کام نہ ہو سکیگا۔ بہتر ہے کہ آپ لوگ کسی اور کو

بادشاہ کریں اور مجھے معاف فرمائیں۔ اس پر سب حاضرین نے کہا کہ آپ ہی بتائے کہ ہم

کسے بادشاہ بنائیں۔ ناصر الدین شاہ نے کہا کہ حسن کانکوی بہت ہی المحاطب بہ ظفر خان میری

راے میں سب سے بہتر ہے۔ اور وہ سلطنت کے لائق معلوم ہوتا ہے آپ لوگ اوسے کو

بادشاہ کر لیجیے غرض کہ سب کا اسی پر اتفاق ہوا۔ اور ان لوگوں نے ظفر خان سے ارکاء ۵

اے قباے بادشاہی راست بر بالا سے تو | زینت تاج و نگین از گوہر والا سے تو +

از رسوم شرع و حکمت باہر از ان اختلاف | نمکتہ ہرگز نہ شد فوت ازل دانائے تو

آپ کو بادشاہی سزاوار ہے۔ اور ہم سب آپ کے تابع اور فرمان بردار ہیں۔ آپ بادشاہ ہو جائے
اس لیے ظفر خان قطب الدین مبارک شاہ خلجی کی مسجد میں گیا۔ اور جمعہ کے دن ۲۴۔ ربیع الثانی
۷۴۸ھ کو سب اُمراء ملکر تاج شاہی اوسکے سر پر رکھا۔ اور محمد تغلق کے خیالات کے اثر سے
تیرنا اور تبرکا خلفائے عباسیہ کے طرز پر سیاہ چتر اوس کے سر پر لگایا۔ اور دکن میں اوسکے نام
کا خطبہ پڑھوایا۔ اور سکھ میں اوس کا نام لکھا گیا۔ اور سلطان علاء الدین حسن کا نگوہی بہمنی
اوس کا خطاب ہوا۔ اور پھر اوس نے گلبرگہ کو اپنے لیے مبارک سمجھ کر اوس کا نام حسن آباد
گلبرگہ رکھا اور باوجود اس کے کہ وہاں پانی کم ملتا تھا اور کچھ صفائی بھی نہ تھی اوسے اپنا
تختگاہ بنایا۔

۷۶ جن کی اصلیت۔ یحییٰ سلطانین بہمنیہ دکن کا مورث اعلیٰ ہے۔ اوس کا نسب اس طرح بتلاتے ہیں۔
اور اوسکی ایمانداری۔ سلطان علاء الدین حسن ابن کیکاؤس ابن محمد ابن علی ابن حسن ابن بہام
ابن یحییٰ ابن سلام ابن ابراہیم ابن نصیر ابن منصور ابن رستم ابن کیتباوا بن منوچہر ابن نامدار ابن
اسفندیار ابن کیومرث ابن خورشید ابن صعصاع ابن فغفور ابن فرخ ابن شہریار ابن عامر ابن شہد
ابن ملک داؤد ابن ہوشنگ ابن نیک کردار ابن فیروز تخت ابن نوح ابن صانع۔ اور صانع سے
برہم گورنگ چند واسطے ہیں۔ اور برہم گورسان کی اولاد میں اور ساسان بہمن ابن اسفندیار
کیانی کی نسل سے ہے۔ مگر اس نسب نامہ پر مورخ اعتبار نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ خوشامدیون نے
اوسے عالی نژاد بنانے کے لیے بہمن کی نسل سے بنادیا ہے۔ ورحقیقت وہ ایک برہمن کا
نور تھا۔ اور اوس کے احسان کے باعث اپنے آپ کو بہمنی ملقب کیا کرتا تھا۔ اور واقع میں یہی
بات قرین قیاس بھی ہے معلوم ہوتا ہے کہ حسن ۸۹۷ھ میں پیدا ہوا تھا اور اسکی ماں باپ قوم
کے پشیمان اور نہایت ہی غریب تھے۔ کیونکہ وہ اپنے لڑکپن سے جوانی تک ایسا مفلس تھا کہ گو

اوس زمانے میں مسلمانوں کو ہندوؤں کی نوکری نہایت ناگوار تھی مگر وہ ایک ہندو کا نوکر تھا۔ اور نوکر بھی کس کام پر۔ وہ اوس کا ہل چتا کرتا تھا۔ محمد تغلق کے شاہزادگی کے ایام میں اوس کے یہاں گنگو برہمن ایک منجم تھا وہ اس نجوم کے پیشہ کے سوا کاشتکاری بھی کرایا کرتا تھا۔ اوس نے اپنے پاس حسن کو غریب دیکھ کر نوکر رکھ لیا تھا۔ اور ایک جوڑی بیل کی اور دو نوکر اوس کی مدد کو اوس کے حوالے کر دئے تھے۔ اب اس فلاکت اور فلاس کو دیکھئے اور اوس کی ایمانداری کو ملاحظہ کیجئے ایک روز اوس کے ساتھ کا مزدور ہل جوت رہا تھا۔ کہ ہل اسکا ایک غیر مین اٹک گیا۔ اور جب حسن نے کھودا تو اوس میں طلبائی شاعر فہون اور غیر سکوک طلا کا ایک گھڑا بھرا ہوا نکلا۔ مگر اوس نے چادر مین لپیٹ کر بچتہ شب کے وقت لا کر اوس منجم کو دیدیا اور کہہ دیا یہ مال آپ کے حکیت مین سے نکلا ہے میر کچھ حق امین نہیں ہے۔ یہ سب آپ کا مال ہے۔ اور بچتہ حاضر ہے چونکہ ایسے دیانت عادتاً شاذ و نادر ہی ہوا کرتی ہے اس لیے برہمن نے اوس کی بڑی تعریف کی۔ اور جب وہ صبح کو شاہزادہ کے پاس گیا۔ تو یہ تمام قصہ اوس کو کہہ سنایا۔ شاہزادہ کو اس حکایت سے حسن کی دیانت پر ایسا تعجب ہوا کہ اوس نے اپنے باپ غیاث الدین تغلق کے پاس حسن کو ولیجی کر اوسکی سفارش کی جس سے بادشاہ نے اُسے اپنے امیران صدہ میں نوکر رکھ لیا۔ غالباً اس ترقی کو دیکھ کر علی شاہ ظفر خان علاقے کے بھائی نے اپنی بیٹی حسن سے منسوب کر دی تھی اور جب محمد تغلق نے علی شاہ وغیرہ کو قتل کیا ہے تو اودن کے پس ماندہ ملتان میں جا پڑے تھے جہاں سے حسن کی سالی شاہزادہ محمد کی شادی کے وقت بلائی ہوئی آئی تھی۔

۶۷۔ گنگو برہمن کے مزدور اور حضرت اب کمان تو وہ غریبی اور محتاجی۔ اور کمان یہ رتبہ امیر صدہ کا اور پھر اوس کا حصول دیانت و امانت کے سبب سے۔ حسن کے اوپر سب کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس زمانہ میں تو

نظام الدین کی بشارت کے باعث حسن کا وکن کی سلطنت کی جستجو میں بیان آنا۔

وراثت کی بنا پر ترقی کا بہت کچھ دار و مدار پر گیا ہے۔ نادان سے نادان اور پاجی سے پاجی امیر نژاد سے
 اپنے مان باپ کے وارث ہو جاتے ہیں۔ اور جو اون کے بزرگوں نے اپنی لیاقت سے دولت
 پیدا کی تھی یہ نالایق او سے صرف کرتے اور مزے اوڑاتے ہیں۔ مگر لایق اور عقلمند بڑی مشکل سے
 اور وہ بھی نہایت آہستگی سے اوپر کو اوٹھ سکتے ہیں بلکہ شاید کروڑوں میں بھی کسی کو اپنی لیاقت
 سے پورا فائدہ نہیں پہنچتا۔ اور اون کی لیاقت ہمیشہ کے لیے اون کے ساتھ گور میں چلی جاتی
 ہے مگر اس زمانہ میں یہ بات نہ تھی۔ لیاقت والوں کے لیے راستہ صاف تھا۔ جو لایق ہو تا وہ ہی
 بخوشی یا بجبر بادشاہ اور سردار بنا کرتا تھا۔ اور عروج کے ذمہ پر وہ ہی قدم رکھتا تھا۔ اس لیے اس
 برہمن نے حسن کے طالع کا زائچہ دیکھا۔ اور او سے یہ فرودہ سنایا۔ کہ تو بڑا صاحب نصیب ہوگا
 اور پشیر تجھے بڑے مرتبہ پر پہنچائیگا۔ میں چاہتا ہوں کہ تو مجھ سے عہد کر لے کہ اگر تجھے خداوند تعالیٰ
 میرے کہنے کے مطابق بڑی دولت دیدے تو میرا نام اپنے نام کے ساتھ شامل کر لے۔ تاکہ
 میرا نام بھی تیرے سبب سے ہمیشہ شہ آفاق رہے۔ اور نیز اپنے دفتر کا مجھے اور میری اولاد کو
 انتظام دینا قبول کر لے۔ حسن نے اس بات کو قبول کر لیا۔ اور حالانکہ ابھی وہ بڑا دولت مند بھی نہ ہوا
 کہ اس نے مہر میں اپنا نام حسن کا نکوی ہمینی کھودوایا اور اسی نام سے مشہور ہو گیا۔ ایسے اونے
 سے احسان کے عوض میں اس قدر بڑا شکر یہ ادا کرنا کہ جس سے اس برہمن کا نام ابد الابد
 تک زندہ ہو گیا اسی نیک شخص کا کام تھا۔ گو مسلمانوں میں تو ایسی نظمیں ہیں اس گئی گزری
 حالت پر بھی اکثر نظر آتی ہیں مگر کسی غیر قوم میں اگر ایسی مثال ڈھونڈو تو بہت ہی مشکل سے ملیگی۔
 اسی زمانہ میں حضرت شیخ نظام الدین اولیاء نے ایک روز نیاز کی اور الوان الوان کے کھانے
 پکوانے عام دیدی۔ چنانچہ شاہزادہ محمد تغلق بھی آیا۔ اور اوسین سے کھانا کھا گیا۔
 اسی میں جب حسن کا نکوی آیا تو حضرت ممدوح نے فرمایا کہ ایک بادشاہ گیا اور دوسرا آیا

اور پھر حسن کا مزاج پوچھا۔ چونکہ کھانے کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ اور کھانا باقی نہ تھا اس لیے حضرت نے طاق میں سے اپنے افطار کے واسطے جو روٹی رکھ چھوڑی تھی اپنے ہاتھ سے اٹھا کر اوسے دی۔ اور کہا کہ بادشاہی کا پتر ہے جو کچھ عرصہ کے بعد دکن میں تجھے خداوند تعالیٰ عنایت کرے گا۔

اولاً تو گنگو منجم نے خوشخبری سنائی تھی۔ اور اب حضرت نظام الدین اولیا نے یہ بشارت دی تو حسن کو دکن کی حکومت ملنے کا یقین ہو گیا۔ ایسا یقین بھی ایک جادو کا سا اثر کیا کرتا ہے اور اس قسم کے مستحکم عقائد سے دنیا میں بڑے بڑے ایسے عجائبات ظاہر ہو جاتے ہیں جو غیر معتقدین سے ہونا من قبیل محالات سے ہوتے ہیں۔ اس لیے حسن نے یہ ارادہ کیا کہ کس طرح دکن کو چلا جاوے۔ اور بادشاہی حاصل کرنے کے لیے دکن میں رہنے کا بہانہ ڈھونڈنے لگا۔

۳۲ھ میں حرمین محمد تغلق دکن کو آیا اور قلعہ خان کو یہاں کا حاکم کر کے حکم دیا۔ کہ جو امیر اور منصبداروں میں رہنا چاہتے ہیں انہیں یہاں رہنے کا اختیار ہے حسن تو خدا سے دعائیں مانگ رہا تھا اور قلعہ خان سے یہاں رہنے کی التجا کی۔ اور اون امر کو جو اس کے رفیق تھے اپنے ساتھ یہاں رکھ لیا۔ قلعہ خان نے قریہ کبھی اور نیز چند قریہ پر گنہارے باغ کے اوسے جاگیر میں دیدے اور وہ سلطنت کے حصول کی فکر میں کرنے لگا۔ اور جن لوگوں نے اس کی ترقی و مرتب اور حسن اخلاق اور توفیق اور ہنساری کو دیکھا تو وہ اسی اپنا بڑا اور مربی سمجھنے لگے۔ یہی اس کے لیے حصول سلطنت کا بڑا باعث ہو گیا۔

۶۸ھ منجم وغیرہ پر لکھتے ہیں کہ حمد الشریف سمرقندی اور میر منجم بنشی دو امیر عہدہ جو حسن کو تخت پر مسلمانوں کا غلط اعتقاد بٹھانے والوں میں شامل تھے بڑے منجم تھے جس وقت کہ تخت نشینی کی رسم ادا ہونے کو ہوئی تو تاریخ اور ساعت سعد کی تلاش کی گئی۔ اس میں ان مسلمان اور ہندو منجموں میں کچھ ساعت کی نسبت اختلاف ہوا۔ مگر چونکہ اس فن میں ہندوؤں کا زیادہ اعتبار تھا اس لیے

علاء الدین حسن نے ان کی تجویز کے مطابق جلوس کا وقت اختیار کیا۔ رسم ادا ہو جانے کے بعد ان دونوں شخصوں نے اپنی مجلس میں بار بار بافوس ذکر کیا۔ کہ جو ساعت ہم نے تجویز کی تھی اگر سلطان اس وقت تخت نشین ہوتا تو نہایت بہتر تھا۔ جب یہ خبر حسن کو پہونچی تو اس سے بڑی تشویش ہوئی اور سمجھا کہ دکن کی سلطنت اس کے ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ اس لیے ان دونوں کو خلوت میں بلا کر پوچھا۔ کہ آپ کے اس افسوس کرنے کی کیا وجہ ہے۔ لیکن جب انہوں نے قیصر کی کہنا کہ جو آپ کے ذہن میں خطرہ گذرا ہے وہ بات نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ اگر ہماری ساعت کو آپ اختیار کرتے تو آپ کے خاندان میں سات سو برس سلطنت رہتی اور آپ کی اولاد کے بادشاہ ڈیڑھ سو سے زیادہ تخت سلطنت پر جلوس کرتے لیکن ان ہندو شخصوں کی ساعت میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مینل بادشاہ سے زاید آپ کے خاندان میں نہ ہونگے۔ اور دو سو برس سے کم سلطنت اس خاندان میں رہے گی۔ جب سلطان نے یہ سنا تو اسے اطمینان ہوا اور پھر صدر القصر سمرقندی کو بدستور سابق منصب صدارت اور میر محمد نجم بخش کی کو منصب قضاے عسکر غنایت کیا۔ غالباً اس رعایت کا کچھ حصہ اس وقت بنایا گیا ہے۔ جب کہ خاندان خاتمہ کو پہونچا ہے۔ دنیا میں جتنے آدمی ہیں ان سب کو ہمیشہ یہ خواہش رہا کرتی ہے کہ یہ طرح ان کو آئندہ کا حال خصوصاً وہ باتیں جو انہیں آئندہ پیش آنے والی ہیں معلوم ہو جائیں۔ اس وجہ سے تمام قدیم قوموں میں اس قسم کے علم و فن رہے ہیں کہ جن سے آگے کا حال ظاہر ہوتا ہو۔ مگر اسلام نے اس میں کوئی کو غلط سمجھا۔ اور اس کے ہادی نے علی الاعلان کہہ دیا۔ کہ سوائے خدا کے غیب کا حال کوئی نہیں جانتا مگر افسوس کہ مسلمانوں میں بھی اس غلط خیال پر ہمیشہ اعتقاد رہا۔ اور اب تک بھی چلا جاتا ہے۔ عاتقوں کو ایسے اعتقادات سے پرہیز چاہیے۔

جب علاء الدین حسن بادشاہ ہو گیا تو اس نے سب سے پہلے

۹۹۔ علاء الدین حسن کا اپنے قضاے موت اور وفات کی تاریخ اور گیارہویں صدی کے تیسرے نصف

پہلے یہ حکم دیا کہ شیخ برہان الدین کو جو اپنے پیر و مرشد سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیا کی جہاد سے دکن کو چار سو رویش لیکر آئے تھے اور دولت آباد میں رہتے تھے پانچ من طلا اور دس من نقرہ دیا جائے تاکہ وہ شیخ المشائخ کے نام پر نقرہ کو خیرات کر دیں پھر اسماعیل مغل افغان سے ناصر الدین شاہ کا لقب ستر کیا۔ اور اس سے امیر الامرا کا خطاب دیکر پانچ سو سالہ لڑکھائیاں اور ملک سیف الدین غوری کو کاروبار سلطنت میں وکیل مطلق کر دیا۔ اور قلعہ دولت آباد پر امیر خان مائندرائی کو دیکر گلبرگہ کو چلا آیا۔ چونکہ گانگو برہمن بھی محمد تغلق کی نوکری چھوڑ کر حسن کے پاس چلا آیا تھا اس لیے بادشاہ نے اپنے وعدہ کے بموجب تمام ممالک محروسہ کا اسے محاسب کر دیا اور فرامین کے طغور بن اور اپنے نگینہ پر اس کا نام اس طرح سے درج کرایا کہ کترین بندہ حضرت سید سمانی علاء الدین حسن گانگوی ہمنی کے کہتے ہیں کہ اس سے پیشتر برہمن لوگ سلاطین اسلام کی نوکری نہیں کرتے تھے۔ پند نامی اور پروہنامی اور جوش وغیرہ کی کمائی پر گنہ کیا کرتے تھے اور اگر اتفاقاً گنہیں مراے اسلام کے پاس آتے جاتے تھے تو صرف نجوم اور قصہ خوانی وغیرہ کے ذریعہ سے آتے اور انعام و اکرام لے لو کر چلے جاتے تھے نوکری نہیں کرتے تھے گانگو پندت ہی پر ملا بہمن جو خن امرے اسلام کی نوکری سب سے پہلے کی ہے مگر اس نے ایسی مبارک گھڑی میں مسلمانوں کی نوکری شروع کی تھی کہ جس کے وقت سے آج تک دکن میں مسلمانوں کے سرکار و بار میں برہمن ہی محاسب ہوتے چلے آتے ہیں۔ اور اس کام پر اس طرف دکن میں ایسے عادی ہو گئے ہیں کہ مسلمانوں کو دکن میں حساب و کتاب کی نوکری ملنا دشوار پڑ گیا ہے اور مشہور ہو گیا ہے کہ مسلمانوں کو حساب آنا ہی نہیں ہے۔ مگر یہ بات غلط ہے۔ اگر مسلمانوں سے عرب مراد لیے جائیں تو بیشک صحیح ہے۔ مگر ہندوستان کے مسلمان حساب میں ہندو دوسرے ہرگز کم نہیں ہیں بلکہ ینیوان کو جو روزمرہ کے خرید و فروخت کا حساب کرنا پڑتا ہے اس سے اگر قطع نظر کیا جائے

اور اعلیٰ درجہ کے حساب پر خیال کیا جاوے تو اوسین جو مسلمانوں کی طبیعت لڑتی ہے اوس میں ہندو اوان کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے۔ غرض کہ جس نے اپنے تمام رفقا کو جاگیرت اور خطابات علی قدر مراتب عطا فرمائے۔ اور پھر حسن تدبیر اور ضرب شمشیر سے اوس تمام ملک پر ادھونے کے سوا قبضہ کر لیا جو محمد تغلق کے اخیر عہد میں مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔ اور پھر بیدار و فہم ہمارے قلعے بھی بلطف و ملائمت امراء محمد تغلق سے لے لیے اور راجہ دنگل سے بھی کولاس کا علاقہ ایسی خوبی سے لیا کہ لڑائی بھڑائی کچھ نہ ہوئی۔ اور جب ہر طرح ملک میں امن چین ہو گیا تو پھر جامع مسجد اور قلعہ گبرگہ کی جو منہدم پڑا ہوا تھا ایک ہی روز میں بنیاد ڈالی اور چند مدت میں اذکو بنو الیاء یہ مسجد مسجد قرطبہ کے نمونہ پر بنائی گئی ہے اور ۲۱۹ فیٹ مشرق و مغرب کولنبی اور ۷۷ فیٹ جنوب شمال کو چوڑی ہے۔ اور رقبہ ۳۸۰۱۹ مربع فیٹ ہے۔ تمام ہندوستان کی مساجد کے خلاف یہ کل مسجد سقف ہے۔ اور اوس کے ستون چوکوشہ سنگین ہیں۔ اور اوان ستونوں کی قطار سے برآمد بن گئے ہیں جو منبر کے چوڑے تک چلے جاتے ہیں اور مسجد کے اصل حصہ اور ان برآمدوں کے درمیان ایک سنگین منقش جنگالگا ہوا ہے۔ یہ مسجد سو قوت نہایت ہی مرت طلب ہے۔ اوس کی حالت زار کو دیکھ کر مسلمانوں کی ہمت پر سخت افسوس آتا ہے آج کل عالیجناب شمس العلامولوی **سید علی بلگرامی** معتمد سررشتہ تعمیرات نے اس پر توجہ کی ہے امید ہے کہ یہ چٹھانوں کی سلطنت کی نشانی اور مسلمانوں کی یادگار اوان کی عنایت سے درست ہو جائیگی

۷۰۔ محمد تغلق کی موت جب محمد تغلق دکن سے بہر پنج کو گیا تو طغنی باغی وہاں سے کنارہ کر کے اسول وغیرہ میں چلا گیا۔ اور کچھ بادشاہ کے امیرون کو مارا۔ اور کچھ محمد تغلق سے شکست کھائیں پھر محمد تغلق نے گجرات کی آبادی میں کوشش کی۔ کہ اسی میں دکن کی تمام خبریں اوس کو پہنچیں۔ اس سے محمد تغلق کو بڑا پرہوا۔ اور کچھ خیال کر کے کہ سیاستوں کے باعث ہی اسی

بغاؤتین ہوتی ہیں کچھ دنوں کو کسی قدر مردم کشی سے ہاتھ روک لیا۔ اور ملک فیروز وغیرہ امر کو دہلی سے بلایا۔ کہ حسن کا ٹکڑی تادیب کے لیے وکن کو روانہ کرے لیکن جب معلوم ہوا کہ حسن کے پاس بہت بڑی فوج فراہم ہو گئی ہے تو ان لوگوں کو نہ بھیجا۔ بلکہ جاکہ گجرات کی مہم سے فارغ ہو کر خود وکن پر آئے اس وقت نہایت پریشانی کے عالم میں محمد تغلق نے ضیاء برلی مولف تاریخ فیروز شاہی سے کہا کہ میری حکومت کو امراض متضادہ نے گھیر لیا ہے۔ جب ایک کا علاج کرتا ہوں اور وہ اچھا نہیں ہونے پاتا کہ اور دوسرا مرض لاحق ہو جاتا ہے تو نے بہت سی کتب تاریخ کی سیر کی ہے ایسی حالت میں بادشاہ کو کیا کرنا چاہیے۔ اس نے کہا کہ جب کسی بادشاہ سے خلیاق کو نفرت ہو جائے تو چاہیے کہ وہ اپنی حکومت اپنے کسی بھائی بیٹے کو دے کر گوشہ نشین ہو جائے۔ یا اس کام کو چھوڑ دے کہ جس سے مخلوق کو نفرت ہو۔ محمد تغلق بولا کہ میرا کوئی بھائی بیٹا اس لائق نہیں جو میرا جہاد تمام ہو۔ اور سیاست کو تو میں ہرگز ترک نہ کروں گا۔ جو کچھ ہونا ہے وہ ہو۔ مصرع شود شود نہ شود گو مشو چہ خواہ شد۔ اس وقت بادشاہ کرنا ل کے پاس تھا اور کچھ بیمار ہو گیا۔ جب یہاں فوج خوب جمع ہو گئی اور مرض کو بھی کچھ تخفیف حاصل ہوئی تو اس نے ٹھٹھہ میں جا بجا کشتیان طلب کیں اور دریاے سندھ کے کنارے لگیا۔ اور غنی کی تادیب کے لیے دریا کے دوسرے کنارے پر عبور کر لیا۔ اور ٹھٹھہ سے تیس کوں پر جا پہنچا۔ عاشورہ کا دن تھا محمد تغلق نے روزہ رکھا تھا۔ شام کو مچھلی کھائی۔ بخار نے پھر عود کیا۔ اولیٰ سی بیماری میں سفر کو نہ چھوڑا۔ سو کہ کوں اور آگے ٹھٹھہ کی طرف کو بڑھ گیا۔ مرض لحظہ بلحظہ زیادہ ہونے لگا۔ اور مزاج نہایت بگڑ گیا۔ آخر ۲۱ - محرم ۷۵۲ھ کو اس جبار و قہار بادشاہ کو سفر آخرت پیش آیا نزع کے وقت میں اوس نے یہ اشعار کہے تھے ۵

تھا یہ شعر عارفیہ کا

بسیار نسیم و ناز دیدیم *

بسیار دین جہان چسیدیم

<p>ترکان گران ہر باخبریدیم چون قاسم ماہ نو خمیدیم</p>	<p>اسپان بلند بر نشستیم * کردیم بے نشاط و آخر</p>
<p>چونکہ محمد تغلق کی بیماری میں فیروز باریک نے اوس کے علاج و معالجہ میں بہت کوشش کی تھی اس لیے اوس نے فیروز کو اپنا ولی عہد قرار دیا تھا۔ اور مرنے کے وقت یہ شعر اس کے حق میں پڑھا تھا ۵</p>	
<p>کہ من کردہ ام سرزبالین تھی</p>	<p>تو سرسبز باشی یہ شاہنشی *</p>
<p>اس لیے فیروز شاہ اوس کا جانشین ہوا۔ مگر اس بادشاہ نے دکن کا کبھی رخ نہ کیا۔ اس لیے حسن کا نگو بہمنی کو اب اپنی حکومت میں کوئی خطرہ باقی نہ رہا۔ اور ہر طرح اطمینان ہو گیا۔ محمد تغلق میں فیاضی کی صفت ایسی تھی کہ جس سے بڑے بڑے لایق جوان مر و اہل کمال اس کے پاس فراہم ہو جاتے تھے۔ اور خود بھی سپاہی اور بہادر جہت و چالاک اور وقت پر کام کرنے والا تھا۔ اور شہر آب کباب اور محفل نشاط سے اوسے مطلق خبر بھی نہ تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اشعار پر اوس کا عمل تھا۔ جن کا کسی نے فارسی میں یہ ترجمہ کیا ہے ۵</p>	
<p>بکار مانید نرگس و آس *</p>	<p>گل در کان ماتیع است و خنجر شراب ماست خون دشمن ما</p>
<p>اس لیے اوسکی سفارشی اور نموداری سے جب لوگ ناراض ہوئے اور بغاوت کرتے تو دوسری صفتوں سے اوسکا اندام ہو جاتا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ باوجود اس کشمکش اور ہیشہ کے کشت و خون کے بھی اسکی سلطنت ۴۴ برس قائم رہی۔</p>	
<p>۱۷۔ شاہزادہ محمد کی شادی جب سلطان علاء الدین حسن کو اپنی سلطنت کے استحکام میں ہر طرح سے اطمینان کامل ہو گیا تو اوس نے اپنے بیٹے شاہزادہ محمد سے ملاک سیف الدین غوری کی راج کی کاہلیہ کر دیا۔ اس شادی میں بادشاہ نے بڑی مصوم و صدام کی۔</p>	

اور برابر ایک سال تک اوس کے ناچ تماشے ہوتے رہے۔ مگر گریمن کی بیگمہ منجینق نصیب کیے
 گئے۔ اور اوس میں انتظام اقسام کی شیریں بنیان بھر کر مخلوق پر پھینکین اور لٹائی گئیں اور اندر منہ بڑا
 کو دس ہزار قبائے زلیفتی اور مغل و اطلس کے اور نیز ایک ہزار عربی اور عراقی گھوڑے اور
 دوسو خیر و شیر مرغہ جو اہر بادشاہ نے دے۔ اور شہر کی تمام مساجد میں ہر روز کھانے
 پکائے جاتے اور فقرا و مساکین کو تقسیم ہوتے تھے۔ ۲۴۔ ربیع الآخر سے دوسری
 ۲۴۔ ربیع الآخر کو یہ جشن ختم ہوا تھا۔ اور اخیر دن تمام امرا اور اراکین دولت نے انواع و اقسام کے
 تحفہ و ہدایا و جواہر و لعل و غیرہ بطور پیشکش کے بادشاہ کو نذر گزارنے تھے۔ کتے بن کہ جس
 زمانہ میں یہ جشن اور خوشیاں ہو رہی تھیں اوس وقت بادشاہ بیگم نے نہایت افسوس سے
 کہا کہ اگر دولہ کی خالہ بھی اس شادی میں شریک ہوتی تو کیسا اچھا ہوتا۔ بادشاہ نے یہ سن کر پوچھا
 کہ اوس کی خالہ کمان ہے۔ بادشاہ بیگم نے کمان میں رہتی ہے۔ بادشاہ خاموش باہر چلا آیا
 اور کچھ غصہ کیا۔ تان کو روانہ کیے کہ اسے جا کر بلالائین۔ اور ملک سیف الدین کو روپیہ خرانہ سے
 او بھیکر حکم دیا کہ اس جشن کی مدت اور کچھ زیادہ کر دین۔ جب سات مہینے میں شاہزادہ کی خالہ لگئی
 تو اوس کا دولہ اپنے مکان میں یہ لکڑی بچھا دیا۔ کہ ملک سیف الدین کی ہمشیرہ آتی ہے۔ جب
 وہ بی بی گھڑین لگئی اور شاہزادہ کی مان نے دیکھ کر اپنی بہن کو پہچان لیا۔ تو نہایت خوش ہوئی۔ کمان
 تک جانے آئے میں جو اس قدر عرصہ لگا۔ غالباً اس کا سبب یہ ہوگا۔ کہ دولہا بی بی احتیاط سے
 او بھیکس بیکر لے جانا پڑا ہوگا تاکہ بادشاہ دہلی اسے گرفتار نہ کر لے۔ غرض کہ خالہ کے پہنچنے کے
 بعد دولہ و دلہن کا نکاح ہوا اور مجلس جشن ختم ہوئی۔ اس جشن کی امتداد کا سبب یہ بھی تھا کہ
 اس میں امرا کی اور رسوا کی خاطر و تواضع کر کے انہیں اپنا کر لیا جائے۔ چنانچہ یہ مقصد
 سلطان کو حاصل بھی ہوا۔ اور اچھی طرح حاصل ہوا۔

۷۲۔ اسمعیل منج کا بادشاہ کے

برخلاف سازش کرنا۔ اور اوس کا قتل

چونکہ اسمعیل منج کچھ عرصہ تک دکن کا بادشاہ رہ چکا تھا۔ اس لیے

حسن اوس کی نہایت خاطر کرتا تھا۔ جب کبھی عید ہوتی یا اور کئی قسم

کی محفل منعقد ہوتی۔ اور اسمعیل منج دربار شاہی میں آتا۔ تو بادشاہ اوٹھ کھڑا ہوتا۔ اور چند قدم اوس کا

استقبال کیا کرتا تھا۔ اسمعیل کے سوا یہ عزت دربار میں کسی شخص کو حاصل نہ تھی۔ مگر اب دربار کی

حالت پلٹ گئی تھی اور باہمی رشتہ اور علاقے ابتدا کے سے نہ رہے تھے۔ ملک سیف الدین کی

قرب و منزلت بہت بڑھ گئی تھی۔ وہ بادشاہ کا سہمی بھی تھا۔ اور نائب السلطان اور وکیل مطلق کے

عمدہ پر سرفراز تھا۔ اسمعیل صرف رامیر لاف اور سپہ سالار تھا۔ اس لیے جب نوروز کے روز تمام

علماء اقصیات اور اعیان سلطنت جمع ہوئے تو بادشاہ کے اشارے سے صدر الشریف سمرقندی

اور ستیہ احمد غزنوی مفتی نے ملک سیف الدین کو دربار میں ہاتھ پکڑ کر اسمعیل منج سے اوپر جلدی

اس لیے اوسے یہ مقدمہ برامعلوم ہوا۔ اور تخت کے پاس جا کر اور درکار اپنی کم نصیبی کی شکایت کی

بادشاہ نے اوسے سمجھا دیا کہ وکالت اور سپہ سالاری کے عہدہ میں بڑا فرق ہے۔ اوس کا

منصب بڑا ہے اوس کا مقدمہ عہدہ کے لحاظ سے ضروری ہے اور آپ کی شکایت بے محل ہے

اس وقت گو بظاہر اسمعیل نے بادشاہ کے کہنے کو بخندہ پیشانی تسلیم کر لیا۔ اور معمول کے بموجب دربار

میں بکمال شہادت و گفتگو آتا جاتا رہا۔ مگر یہ تو ایک فطرتی بات تھی کہ اوس کو باطن میں بڑا رنج

گزرے اوس نے اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں اور نیرانی قوم کے بڑے بڑے افسان

سرواروں کو متفق کیا اور ارادہ کیا کہ کسی فرصت کے وقت سلطان علاء الدین کو قتل کر کے خود بادشاہ

بن جائے مگر سوتدبیری سے یہ مجیدہ کھل گیا۔ اور حسن نے خفیہ حالات بخوبی دریافت کر کے ایک

دربار منعقد کیا۔ اور اوس میں تمام امرا اور منصبدار اور سادات و قضاات اور علماء و مشائخ کو جمع کیا۔ اور

اسمعیل منج سے اس سازش کی وجہ دریافت کی۔ اوس نے انکار کیا۔ اور تین کھائین۔ اس پر

سلطان نے تمام حضار مجلس سے باوازی بند کرنا کہ جو لوگ اسماعیل کی اس سازش میں شریک ہیں
 ان کو چاہیے کہ وہ علانیہ بے تکلف اصل حال کو ظاہر کر دیں اور جو لوگ اصل واقعہ کو ٹھیک
 ٹھیک بے کم و کاست بیان کر دیں گے ان کی خطا معاف کی جائیگی۔ اس لیے جو لوگ کہ
 اسماعیل کے ساتھی ہو گئے تھے انہوں نے یہی بہتر تصور کیا کہ اصل حقیقت کو کھدیا جائے
 اور سب نے جو کچھ سازش کی تھی وہ سب بیان کر دی۔ جس سے اصل واقعہ کی کیفیت سب کو
 ایسی معلوم ہو گئی کہ اس میں کچھ شک و شبہ باقی نہ رہا۔ اس پر بادشاہ نے حضار مجلس سے
 فتویٰ طلب کیا۔ اور سب نے قتل کا فتوے دیدیا۔ بادشاہ نے اسی وقت اسماعیل کو اسی
 مجلس میں قتل کرادیا۔ اور تمام باقی مجرموں کی خطا معاف کر دی۔ اور پھر اس باب میں زیادہ تفتیش
 و تحقیقات نہ کی۔ اور اسماعیل منہ کے بیٹوں اور رشتہ داروں کا نہ صرف قصور ہی بلکہ مہلت
 کر دیا۔ بلکہ اس کے بیٹے بہادر خان کو باپ کے عہدہ پر مقرر کر دیا۔ اور جو جاگیرات کہ اس کے
 رشتہ داروں کی پہلے سی چلی آتی تھیں وہ بعینہ قائم رکھیں۔ ہر طرح ان کی تسلی و تسفی کی۔ اور
 ان سے کہہ دیا کہ جس نے خطا کی تھی اس نے سزا پائی۔ آپ لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے
 اسوجہ سے علاء الدین سے تمام املاؤں و جان سے خوش ہو گئے۔ اور اس کی محبت اور نفرت
 میں پہلے سے بھی زیادہ توجہ کرنے لگے۔

۳۷ - علاء الدین کا ملک گجراتی
 کا راہ اور تنگنا نہ اور کرناٹک
 کے راجاؤں کا مطیع ہونا۔
 کو دیکھ کر وہ بھی جو دہلی کے بادشاہوں کو خراج دیتا تھا اسکو خراج بھیجنے لگا۔ جب سلطان نے دیکھا
 کہ تمام ملک میں امن و امان ہے اور رعب و داب خوب جم گیا ہے تو اس نے امر لڑوٹ

کو افراہم کر کے ایک محفل مشورت منعقد کی اور اون سے کہا کہ جب خدا تعالیٰ نے مجھے ایسی فوج اور سلطنت عطا کی ہے کہ جہدِ حرمین میں کرون تو ہر طرف ملکوں کو فتح کر سکتا ہوں تو پھر کیوں دست و کاہل بیٹھا وقت کھویا کروں بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ادھونی سے جیجی نگر تک اور سیت بند نشہ سے معبر تک قبضہ کر کے گوالیار کی طرف توجہ کروں اور مالوہ اور گجرات کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لوں۔ سیف الدین نے کہا کہ کرنا ممکن ہے ملک میں جنگل اور ندی نالہ اس کثرت سے ہیں کہ وہاں کی آب و ہوا سے بیماری کا اندیشہ ہے۔ جب سلطان علاء الدین غلی اور محمد تغلق کے وقت میں دو تین مرتبہ دوا سمندر تک فوجیں گئی تھیں تو بیماریوں کے باعث آدمی اور جانور بہت تلف ہوئے تھے اس سے بہتر ہے کہ بادشاہ خود وہاں نہ جائے بلکہ کچھ فوج اور کئی سردار کی تسخیر کے لیے بھیجے۔ اور جن راجاؤں نے اب تک تحفہ دیا یا نہیں بھیجے ہیں ان کو مطیع و مستقاد کرے اور جب ادھر سے فراغت حاصل ہو جائے تو مالوہ گجرات کا ارادہ کرے۔ چونکہ ان ملکوں میں کوئی بڑا سردار نہیں ہے۔ یہ مقامات جلد فتح ہو جائیں گے۔ اس لیے علاء الدین تاشقند یا اورمباک خان لودھی کو جو بڑے بڑے امیر تھے کرناٹک کی طرف کو بھیجا۔ اور انہوں نے وہاں جاکر دیر پاؤلی اور یکہمی تک خوب تاخت و تاراج کی اور وہاں کے راجاؤں کو مطیع کیا۔ اور دلاکھ شہر فی طلائی جو ایک ایک تولہ کی ہوا کرتی تھیں اور شمار جواہر آلات اور مروارید اور دھاتی اور ایک ہزار فاص کنیزیں وصول کر لائیں۔ اور وہاں کے راجاؤں کے لہجے بادشاہ کی پاس لاکر حاضر کیے۔ اور انہوں نے اسے خراج کا اقرار کیا۔

۴۴۔ سلطان علاء الدین کی گجرات پر لشکر کشی اور جیار پور واپس ہونا اور ملک کو چار سو ہون تیس قسم کرنا۔

کیے۔ اور شعبان ۷۵۵ھ میں دولت آباد کو روانہ ہوا۔ جب بالا گھاٹ میں پہونچ کر لشکر کا معائنہ کیا تو پچاس ہزار سوار نکلے اور اس نے چاہا کہ نذر بار اور سلطان پور کے راستے

سے مالوہ میں داخل ہو جب یہ خبر شہر ہوئی تو اسے ہرن پسر اسے کرن گجراتی نے جو سپاہ کن کے خوف سے بکھلائے میں رہتا تھا اور باوجود غل گجرات کے اس طرف کو رخ نہ کرتا تھا بادشاہ کے پاس ایلچی بھیجا کہ کن اور گجرات والوں میں ہمیشہ سے اتحاد چلا آیا ہے اس لیے براہ مہربانی گجرات کے جاگیرداروں کے مقابلہ میں جنہوں نے رعایا پر برا ظلم و ستم برپا کر رکھا ہے میری اعانت کیجیے اور میرے آباؤ اجداد کا ملک مجھے دلا دیجیے۔ بعد ازاں میں آپ کی خدمت میں مالوہ کو چلوں گا اور اس کی فتح میں حتی الامکان کوشش و جان نثاری کروں گا۔ اور اپنے آپ کو اپکا ایک ملازم سمجھوں گا۔ اور اسی کے ساتھ وہاں کے اور روسا اور امرائے بھی خطوط بھیجے۔ اس لیے علاء الدین نے امر کی مجلس کر کے اون سے مشورہ لیا۔ اور بحث و مباحثہ کے بعد یہ رائے قرار پائی چونکہ فیروز شاہ کے مقابلہ کے واسطے ہم نے کربا نہ تھی ہے۔ گجرات اور مالوہ ہمارے نزدیک دونوں مساوی ہیں اور اب جب کہ گجرات کے زمیندار ہم کو اپنی خواہش سے بلاتے ہیں بہتر ہے کہ پہلے گجرات کی ہی طرف کوروانہ ہوں اس لیے سلطان نے شاہزادہ محمد کو مقدمہ بلجیش کے طور پر فوج دیکر گجرات کو آگے آگے روانہ کیا۔ اور پیچھے سے آپ بھی بآہستگی اس طرف کو کوچ کیا۔ مگر انسان سے ہمیشہ غلطیاں ہو جایا کرتی ہیں اور اس سے اس کے ارادے پورے نہیں ہو سکتے بلکہ تمام معاملات میں ایک لمحہ میں کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔

ایک لحظہ بیک ساعت بیک دم	دگر گون می شود احوال عالم
<p>جب شاہزادہ قصبہ نوساری میں پہونچا تو اس نے دیکھا کہ وہاں شکار بکثرت ہے۔ اس لیے اس نے اپنے باپ کو جسے شکار کا بڑا شوق تھا وہاں کی سرزمین کی کیفیت سے اطلاع دی علاء الدین بڑی خوشی خوشی فوراً وہاں پہونچا۔ اور ایک مینے برابر سر و شکاری میں مشغول رہا اور اس کی تنک و دو مین ایسا مصروف ہوا کہ جس سبب سے کرنا نک کے جانے سے استرا کیا تھا وہ بھی</p>	

پیش آیا یعنی اوسے بھارا گیا۔ اور جب شکار کے ذوق و شوق میں اوس کا خیال نہ کیا۔ اور اس پر طرہ یہ سچ کہ باوجود عالم پیری کے جب کہ انسان کو عیش و عشرت سے توبہ چاہیے شہر آب و کباب سے پرہیز نہ کیا تو اسے ہیضہ ہو گیا۔ اور جب دیکھا کہ مرض رو بہ ترقی ہو تو نہایت حسرت و رنج کے ساتھ فوراً گلبرگہ کو مراجعت کی۔ اور علما اور شایخ کو بلا کر صدر الشریف سمرقندی کے ہاتھ پر تمام منا ہی سے توبہ کی۔ اور قلعہ خان کے زمانہ میں جس طرح یہ ملک چار صوبوں میں منقسم تھا اسی طرح اسکے چار صوبے کیے۔ گلبرگہ سے جو علاقہ وابل دیا پھر وابل تک اسے ملک سیف الدین غوری کے ضبط میں دیا۔ یہ وابل بمبئی کے پاس ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ مگر مسلمانوں کے زمانہ میں ایک بڑا نامی بندر تھا۔ اور دولت آباد و حیدرآباد و بیڑ و مونگی پٹن ملک مرہٹا اپنے بھانجے خان محمد ابن علی شاہ کی حراست میں سپرد کیا اور علاقہ براہ و ماہور و رام گڑھ صفدر خان سیستانی کو اور بیدر قندھار و اندور و کولاس وغیرہ وہ علاقہ تنگ جو اس وقت اوس کے قبضے میں تھا اعظم ہایون فرزند ملک سیف الدین غوری کو تفویض کیا۔

۵۔ سلطان علاء الدین حسن کچھ بیماری کی دوا کی۔ مگر کچھ اچھی طرح افاقہ نہ ہوا۔ چھ مہینے تک برابر بیمار رہا۔ قلعہ میں ایک مکان لب سڑک تھا اس بیماری کے ایام میں وہاں پڑا تھا اور صبح و شام دو وقت علی الدوام دربار عام کرتا اور مخلوق کے کاروبار کو دیکھتا اور ملک کا انتظام کیا کرتا تھا۔ تمام اپنے ممالک محروسہ میں حکم دیدیا کہ قیدیوں کو چھوڑ دین اگر کوئی سنگین مجرم ہیں تو انہیں دارالسلطنت کو بھیج دین۔ چنانچہ بڑے بڑے مجرم قیدی گلبرگہ کو آئے۔ اور اوس نے ان سب کو چھوڑ دیا صرف سات شخص ایسے جن کا چھوڑنا مصباح ملکی کے خلاف تھا انہیں شاہزادہ محمد کے حوالہ کر دیا۔ کہ میرے بعد جو تو چاہے سو کرنا۔

اس زمانہ میں اگرچہ حکیم علیہ السلام تہریزی اور حکیم نصیر الدین شیرازی وغیرہ بڑے بڑے حکماء نے علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور بادشاہ نے جان لیا کہ اب وقت وداع قریب آگیا۔ اس کے تین بیٹے تھے محمد داؤد محمود۔ محمود چھوٹا بیٹا پڑھتا تھا۔ اخیر وقت میں اسے اپنی پاس نہ دیکھ کر یاد کیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ استاد کے پاس پڑھ رہا ہے۔ اسے بلایا۔ اور پوچھا کہ آج کا سبق کیا ہے۔ اس وقت اس نے بوستان کی یہ حکایت سنائی۔

شنیدم کہ جشتید فرخ شرت	بہ چشمہ بر بہ سنگے نوشت
بدین چشمہ چون مایہ دم زدند	برفتند چون چشم بہ زم زدند
گر رفتند عالم بہ مردی وزور	ولیکن نبردند با خود بہ گور

بادشاہ حسن اس کو سکریت رویا۔ اور اپنے تینوں بیٹوں سے کہا کہ یہ میرا آخری وقت ہے یا درکھو کہ اگر تم کو اپنی بقا سے دولت منظور ہے تو سب بھائی متفق رہنا مجھے میرا جانشین ہے اس کی اطاعت کو دنیا اور آخرت کی سرفرازی سمجھنا۔ پھر خزانچی کو بلا کر بہت سارے سپہ منگایا۔ اور تینوں بیٹوں کو دیا۔ کہ خفی مذہب کے علما اور مشائخ کو جا کر مسجد میں تقسیم کر آئیں۔ جب یہ لوگ اون کو تقسیم کر کے آئے اور باپ کو اطلاع دی تو باوا بلند کہا الحمد للہ۔ اور ایک انگڑائی لی۔ چہرہ پر موت کے آنا طاری ہو گئے سب کے سب دوست اور بیٹے اور رشتہ دار کھڑے دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ اور اس نیک دل خوش مزاج بادشاہ نے اپنی جان قابض ارواح کو تسلیم کی۔ یہ واقعہ یکم ربیع الاول ۷۵۷ھ ص ۵۷۹ھ میں ہوا۔ گیارہ برس دو مہینے سات دن بادشاہی کی۔ اور ۶۷ برس کی عمر ہوئی۔ اگرچہ اس بادشاہ کی مفصل تاریخ کہیں دیکھنے میں نہیں آئی۔ مگر جس قدر حالات کہ ہم کو معلوم ہیں اون سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اوہیں کی سطح کا کوئی عیب سلطنت کے لحاظ سے نہ تھا۔ وہ کسان کی درجہ سے بادشاہ ہوا تھا اس کو دنیا کی

جمعہ کے سوا ہر روز نیک ایوان میں فرش مکلف ریشمین وغیرہ بچھائے جاتے اور وہاں زربفتی
 شامیانہ نصب کیا جاتا اور اسکے بیچ میں سلطان علاء الدین حسن کا تخت سیمن رکھا جاتا۔ بادشاہ
 بہر دن چڑھے جا کر باپ کے نفقہ تخت کو اول سجدہ کرتا۔ اور پھر اُس پر بیٹھ کر ظہر کے وقت تک
 بڑے جاہ و جلال کے ساتھ دربار عام کرتا۔ درباری لوگ دست بستہ کھڑے رہتے تھے صرف
 ایک ملک سیف الدین غوری کو حسن کے وقت میں دربار کے وقت بیٹھنے کی اجازت تھی
 اب وہ بھی بادشاہ کے غیور مزاج کو دیکھ کر نہ بیٹھتا تھا۔ ہر روز پانچ مرتبہ نوبت بجا کرتی تھی اور یہ
 بادشاہی کا ایسا بڑا لوازم سمجھا جاتا تھا کہ جب سلاطین بہمنیہ کی بادشاہت جاتی بھی رہی تو بھی
 سلاطین دکن نے سوائے خاندان قطب شاہیہ کے یہ پانچ نوبتیں نہ بجائیں۔ اس نے
 سونے کا سکبہ بھی جاری کیا اور بھی بلی شاہی کا لوازم تھا خاندان بہمنیہ کے بعد پھر دکن میں کسی نے
 جاری نہیں کیا چاندی کا بھی سکے تھا اور ان دونوں سکوں کا وزن تین ماشہ سے لیکر دو تولہ تک
 تھا۔ سکے پر ایک طرف کلثم شہادت اور چار یا رون کے نام اور دوسری طرف بادشاہ کا نام اور تاریخ
 سکے ہوتی تھی۔ ہندو صرافوں نے بوجہ تعصب اور رایان تلنگ اور جیانگر کی تحریک سے اس سکے
 کے رواج نہ دینے میں بڑی کوشش کی۔ اور کثرت سے سکے گلا ڈالے۔ ہر چند متع کیا گیا مگر نہ مانا
 اس وجہ سے ماہِ رجب ۷۷۵ھ میں ان کا قتل عام کیا گیا۔ اور کچھ تیزی جو دہلی سے لشکر کے ساتھ
 آئے تھے وہ صرافوں کے واسطے مقرر ہوئے۔ اور برابر تا انقراضِ دولتِ بہمنیہ یہ سکے جاری رہا۔
 محمود شاہ ثانی کے زمانہ میں ہندوؤں نے اس سکے کو گلا کر چھ سات سال کے عرصہ میں
 نیمست و نابود کر دیا اور پھر وہ ہی رایان جیانگر اور تلنگ کا سکے جو ہون اور پرتاب کے نام سے
 مشہور تھا جاری ہو گیا۔

۷۷۔ رایان تلنگ دیہی نگر کا حکمہ شکست چونکہ محمد شاہ کو اپنے مان باپ سے بڑی عقیدت تھی

اس لیے چہ میٹے تک متواتر ہر شب جمعہ کو اپنے باپ کی قبر پر جاتا اور وہاں خیرات لیکر لاتا تھا اور دو سو آدمیوں کو قرآن کی تلاوت کے لیے مقرر کیا تھا اور اس وجہ سے ایک سال کے بعد خزانہ کا تمام مال مسکوک اور غیر مسکوک جو چار سو من سونا اور سات سو من چاندی تھی نکلوایا۔ اور مان کو دیا کہ وہ حج کو جائے اور وہاں باپ کے نام پر اسے خیرات کرے۔ بعض اُمرا اس سے مانع ہوئے اور کہا کہ فیروز شاہ بادشاہ ہند اور راجہ ہارے دکن موجود ہیں خزانہ خالی ہونے کے وقت نہ معلوم کہ کہہ سے حملہ ہو اور شکل پڑے۔ مگر سیف الدین غوری نے بادشاہ کے مزاج کو دیکھ کر کہا کہ اگرچہ امر کا کتنا درست ہے مگر جب خیرات کی نیت سے روپیہ نکال لیا تو اب رکھنا مناسب نہیں۔ اگرچہ امر اول میں بہت ناراض ہوئے۔ مگر بادشاہ فیصلہ فرمایا اور معین خان خواجہ ہارے کے ساتھ مع آٹھ سو آدمی فقرا کے مان کو یہ سب روپیہ دیکر محمد شاہی کشتی میں بٹھا کر مکہ معظمہ کو روانہ کر دیا۔ بندر بابل سے یہ جہاز جدہ میں ایک مہینہ ساٹ دن میں پہونچا۔ وہاں ملکہ حیات بی نے خوب خیرات کی اور چار ہزار لڑکیوں کی شادیان کرائیں۔ کر بلاے معلیٰ کو آدمی بھیجے اور وہاں بھی خیرات کرائی پھر ایک سال کے بعد واپس آئی بادشاہ نے کلمہ ترک استقبال کیا۔ بڑی دھوم دھام ہوئی۔ اور مان جو جامعہ خانہ کعبہ مشجر سیاہ کا لائی تھی اس کا چتر بنایا۔ اور سر پر لگایا خلیفہ عباسی کے یہاں سے جو خلعت اور فرمان مان کے ساتھ آیا تھا اس کی طرحی نظم دیکر کہہ کی۔ کہتے ہیں کہ اس سفر میں جس قدر آدمی گئے تھے اُن میں سے سب زندہ و سلامت واپس آئے۔ جب راجا یان تلنگ اور بیجا نگر نے سنا کہ خزانہ خالی ہے اور امیر ناراض ہیں تو دونوں نے فشوہ کیا۔ اور راجے بیجا نگر نے لکھا کہ مدکل راجپور کے قلعے ہمارے ہیں اس لیے مناسب ہے کہ کشنا تک کا ملک جو تمہارے قبضہ میں ہے ہم کو دیدیجئے۔ اور ایسے ہی اے تلنگ نے لکھا کہ ناگ دیو میرا بیٹا کو لاس کے دیدینے سے

ناراض ہے وہ علاقہ اب مجھے واپس کر دیجیے۔ چونکہ محمد شاہ عقلمند تھا اسنے ایلمچون کو
 ڈیڑھ برس تک لیت و لعل میں باکرام تمام رکھا لیکن جب مان سفر سے واپس آگئی اور اس
 عرصہ میں ناراض امر کی جگہ نئے امر ابھرتی کر کے انہیں اپنا دوست بنالیا تو ایک بڑا دربار کیا
 اور بڑے قدر و غضب کے ساتھ ایلمچون کو بلا کر کہا مجھکو تخت نشین ہوئے ایک عرصہ ہو گیا
 اور اب تک رایان اطراف نے پیش کش اور ہدیے نہیں بھیجے۔ اب چلے کہ تلافی یافت
 کریں ورنہ اسکا نتیجہ برا ہوگا۔ جب وکلانے اپنے موکلین کو خبر دی تو اسے تلنگانہ کی ناگ دیو
 اپنے بیٹے کو بہت سی فوج دیکر مع میں ہزار سوار اسے بھیجا مگر کے کولاس کی تسخیر کے لیے
 ۶۳ھ میں روانہ کیا۔ اور ہر سے بادشاہ نے بہادر خان سپہرسمیل مخ کی سرکردگی میں جسے
 اوس نے سپہ سالار کیا تھا اعظم بہا یون اور صفہ رخان سیتانی کو بیدار اور برار کا لشکر دیکر
 مقابلہ میں بھیجا۔ فریقین میں خوب خوب لڑائیاں ہوئیں اور اخیر میں مسلمان فتح یاب ہوئے۔ اور
 بہادر خان نے ورنگل تک ہندوؤں کا تعاقب کر کے راجہ سے ایک لاکھ ہون اور پچیس ہون
 صلح کی قیمت میں لیے۔

۶۳ھ

۶۸ھ۔ تلنگانہ پر چڑھائی اور اسی سال کے اخیر میں ایک سوداگر محمد شاہ کے پاس کچھ نکلے گھوڑے
 ناگ دیو پر اسکا تلنگانہ قتل لایا اور کہا کہ ناگ دیو نے جو ویلم پرمین اپنے باپ کی طرف سے رہتا تھا
 اچھے گھوڑے جنہیں میں تمہارے واسطے لایا تھا زبردستی چھین لیے۔ محمد شاہ کو اس پر بڑا غصہ
 آیا۔ اور اس وقت سر پر درہ لشکر کشی کے لیے باہر بھیجا دیا۔ اور اسی جگہ سے جہان وہ اس وقت
 وضور کر رہا تھا گھوڑا منگنا کر سوار ہوا۔ اور دس دن تک سلطان پور میں جو گلبرگہ کے پاس تھا قیام کر کے
 لشکر کو آراستہ کیا۔ اور ملک سیف الدین کو دارالسلطنت کا انتظام حوالہ کیا اور شیخ محمد سلج
 جنیدی سے دعا حاصل کر کے گیا رہوین دن ناگ دیو کی سرکوبی کے لیے چار ہزار آدمی بیکر روانہ ہوا

اور نہایت سرعت کے ساتھ ایک ہفتہ میں شہر کے قریب جا پہنچا اور کچھ آدمیوں کو لیے ہوئے
 سوداگروں کے بھیس میں آگے شہر میں روانہ کیا۔ جب یہ تیرکان لیے ہوئے شہر کے دروازے
 میں گھسے تو دربان مانع ہوئے انہوں نے کہا کہ ہکو تھوڑی دور پر چروں نے لوٹ لیا۔
 اور ہم راجہ سے فریاد کرنے آئے ہیں۔ دروازے میں کھڑے ہوئے یہ لوگ یہ باتیں کر رہی
 رہے تھے کہ محمد شاہ اپنے آدمی لیکر فوراً وہاں پہنچ گیا۔ انہوں نے جانا کہ چور آپسے اور وہ لوگوں
 دفع کے لیے متعہ ہوئے مگر ان مصنوعی سوداگروں نے ہتھیار نکال کر دربانوں کو قتل کیا اور
 محمد شاہ مع فوج فوراً شہر کے اندر گھس گیا۔ ناگہ بونے جب محمد شاہ کے آنے کی خبر سنی تو قلعہ
 میں جا چھپا مگر مجبور ہو کر پیچھے سے نکل کر بھاگا۔ اور وہاں سے گرفتار ہو کر پکڑا آیا۔ اگرچہ بادشاہ
 کا ارادہ اُسکے قتل کا نہ تھا مگر اس نے نالایقی سے ایسی باتیں کہیں کہ اُسکو مروا دیا گیا۔ چونکہ
 بادشاہ کے پاس اس قدر فوج نہ تھی کہ اُس ملک پر قبضہ کر سکے۔ اس لیے جس قدر روپیہ لیا گیا
 لیکر پندرہ دن کے بعد وہاں سے چل دیا۔ راستہ میں تلنگانہ نے بہت تنگ کیا۔ یہاں تک کہ
 محمد شاہ خود بھی زخمی ہوا مگر پھر بھی گھوڑے پر سے نہ اُترا اور بڑی دانائی اور بہادری سے انہیں
 دفع کیا۔ تاہم مسلمان بہت مارے گئے چار ہزار میں سے صرف ڈیڑھ ہزار بچ کر گلبرگہ پہنچے۔
 ۷۹۔ گوکنڈہ کی فتح اس پر لدیو تلنگانہ کے راجا نے فیروز شاہ بادشاہ دہلی کو دکن کی تسخیر کی
 ترغیب دلائی۔ اور لکھا کہ میں اور راجہ بیجا نگر اطاعت اور مدد کے لیے موجود ہیں۔ امرا و گجرات
 اور مالوہ کو حکم دیجیے کہ وہ اگر دکن کو لے لیں جب محمد شاہ کو اپنے مخیر دن کے ذریعہ سے خبر
 معلوم ہوئی تو ۶۷ھ میں اُسے خان محمد اور صفدر خان سیستانی اور اعظم جلیون کو بلایا۔
 اور بڑی بہاری فوج لیکر تلنگانہ پر پھر فوج کشی کی۔ چونکہ راجہ بیجا نگر کے مرنے پر اُس کا بھتیجا
 گدی نشین ہوا تھا۔ اس سبب سے راجہ تلنگانہ کو وہاں سے کچھ مدد نہ ملی اور اُسے بھاگنا پڑا

اس وقت دو برس تک محمد شاہ تلنگانہ میں بجا بجا لڑتا رہا۔ آخر راجہ نے مجبور ہو کر بادشاہ کو تین سو
 ہاتھی تیرہ لاکھ ہون اور دو لاکھ گھوڑے اور گولکنڈہ مع قصبات دیکر صلح کی۔ اور سلطنت بہمنی اور
 تلنگانہ کی سرحد گولکنڈہ قرار دیا گیا۔ اور عہد نامہ پر محمد شاہ نے اپنے اور اپنے امرا اور قضا کی
 مہر لگا کر وعدہ کیا۔ کہ اگر راجہ تلنگ عہد شکنی نہ کرے گا تو آئندہ حد نہ بڑھائی جائیگی۔ جسکے عوض
 میں راجہ تلنگانہ نے اور ایک تخت جو بادشاہ دہلی کے واسطے بنوایا تھا بادشاہ کو دیا یہ تخت
 تین گز لمبا اور ۲ گز چوڑا نہایت خوب صورت تھا آبنوس کی لکڑی سے جو سونے میں
 مغرق اور جواہرات بے بہا سے مصع تھی اس ترکیب سے بنایا گیا تھا کہ جب چاہیں تختوں
 کو علیحدہ کر کے صندوق میں بند کر لیں۔ چونکہ اسکی پوشش مینائی فیروزہ رنگ کی تھی اس واسطے
 محمد شاہ نے اسکا نام تخت فیروزہ رکھا۔ اور باپ کے تخت کو جسکے سجدہ سے اسے نفرت تھی
 تہمتاً و ظل خوانہ کر کے اسی پر جلوس کرنے لگا۔ اور اس فتح کی خوشی میں بڑے جشن کیے اور
 بہادر خان کو امیر الامرا کا خطاب دیکر اسکی بیٹی سے اپنے بیٹے مجاہد شاہ کی شادی کرادی۔ اسی
 خوشی کے عالم میں تین سو توwalوں کے انعام دینے کے واسطے جو دہلی سے آئے ہوئے تھے
 اوامیر خسرو کے شاگردوں میں سے تھے اسے بھی انگر کے نام ایک حکمت نامہ بتخط ملک
 سیف الدین لکھوا دیا۔ جب یہ لوگ وہاں انعام کے لیے گئے تو راجہ نے نہایت بے عزتی کے
 ساتھ ان کو گدہ ہون پر چڑھا کر شہر میں پھرایا اور کھلوا دیا۔

۸۰۔ اسے بجا لڑا کہ اور تیس ہزار سوار اور نو لاکھ پیادے اور تین ہزار ہاتھوں کے ساتھ سلطنت
 حملہ اور اسکی نکت بہمنیہ پر حملہ آور ہوا۔ اور قلعہ ادھونی تک آکر خوب تاخت و تاراج کی محمد شاہ
 نے جب سنا تو لشکر براہ رید کو آرام کے لیے چھوڑا کیونکہ وہ دو سال سے برابر لڑائی میں
 مصروف رہ چکے تھے اور لشکر دولت آباد کو مع خان محمد کے بلایا۔ اور غنیم و یلم پٹن سے خمس

نکال کر شیخ محمد سراج حسینی کے پاس غیرت کے لیے بھیجا اور دعا چاہی۔ چنانچہ شیخ موصوف نے
 بروز جمعہ سبھی میں اکر فتح و نصرت کی دعا مانگی۔ چونکہ برسات کا موسم تھا دریا کے کشتزار و دشو
 رہ سے چڑھا ہوا تھا مسلمانوں کے پار اترنے کا اندیشہ نہ تھا اسلئے راسے بھی نگر بہ خاطر جمع نہ گل
 کے پاس خیمہ زن ہوا۔ اور چونکہ قلعہ میں صفت اٹھ سو آدمی تھے اور باہم کچھ لٹاق بھی تھا اسلئے
 اسی کو اسے فتح کر کے تمام آدمیوں کو حسین عورت بچے بھی تھے بڑی بے رحمی سے مار ڈالا صرف
 ایک آدمی نے اُن میں سے بہر ازرا بی دریا کے کشت سے گزر کے محمد شاہ کو گلہ گر کہہ میں اس
 حادثہ کی خبر دی۔ اس خبر کے سنتے ہی بادشاہ کو انتقام لینے کا ایسا جنون ہوا کہ اُس خسرو ہندہ
 کو یہ لکھا کہ اس وقت مروادیا کہ جس نے اس قدر مسلمانوں کی موت دیکھی ہے اُس کا مونہہ دیکھنا
 اچھا نہیں۔ اور اٹھ سو مسلمانوں کے عوض ایک لاکھ ہندوؤں کے قتل کی قسم کھا کر جمادی الاول
 ۱۰۷۶ھ میں بلا انتظار لشکر کافی کوچ کیا۔ اور دریا کے کشت پر پہونچ کر دراندیشی کے راہ سے مجاہد
 خان کو دلیعہ کر کے میں ہاتی کے سوا تمام ہاتی اور لاشہ شاہی دیکر ملک نایب کی حفاظت میں
 گلہ گر بھیج دیا۔ اور خود نو ہزار اسوار سے بہر ازرا محنت و مشقت دریا کے کشت کو تین روز میں عبور
 کر کے راسے بھیجا نگر کے مقابل ہوا۔ مگر اُس پر باوجود اس قدر لشکر کے ایسا رعب غالب ہوا کہ
 لشکر کو دہین چھوڑ کر قلعہ دھونی کی طرف چلا گیا۔ بادشاہ نے اُس کے قیام گاہ پر پہونچ کر قتل عام
 شروع کیا کہتے ہیں کہ شہر ہر ہندو اسی جگہ مارا گیا تین سو توپیں دو ہزار ہاتی اور سات سو عربی
 گھوڑے اور ایک سنگ گن شاہی اور بے شمار غنیمت ہاتھ آئی۔ بادشاہ نے بقیہ ایام برسات
 تک اُسی جگہ قیام کیا۔ اور جب خان محمد بھی اپنی فوج کے ساتھ آکر مل گیا تو بہت سی توپیں لیکر
 جس کا رواج دکن کے مسلمانوں میں اب تک نہ ہوا تھا قلعہ ادھونی کی طرف روانہ ہوا۔ اس توپخانہ
 میں رومی مسلمان لوگ تھے۔ اور اُس کا افسر مقرب خان مولہ صفدر خان سیستانی تھا چونکہ یہ بات

مشہور تھی کہ ہندورات کو چوری کرتے ہیں اور حوالی لشکر پڑوا کہ مارا کرتے ہیں اس غرض سے
ہر ہوشیاری لشکر کے لیئے نیمہ کی رسیاں ایک دوسرے سے باندھ دیتے تھے اور لشکر کے گرد
توپیں لگا کر زنجیروں سے جکڑ دیتے تھے اور جو بہاری اسباب وغیرہ تھے وہ لگا کر کہ کو بھیج دے
تھے۔ اس طرح سے کچ بکچ تنگبند رہے گذرے۔ یہ محمد شاہ پہلا ہی مسلمان بادشاہ ہے جو
دریائے تنگبند راہ کے پار اور تراہی۔ راجہ کشن راے نے یہ دیکھ کر بارہین مشورہ کیا اور حسب
تجویز امر اوہان سے بھی پیچھے ہٹ گیا۔ اور بھوج مل راے اپنے بھانجے اور سپاہی لار کو
جالیس ہزار سوار اور پانچ لاکھ پیادے سے مقابلے کے لیے حکم دیا بھوج مل راے نے راجہ سے
عرض کیا کہ محوشت کا کو زندہ لاؤں یا قتل کر دوں کشن راے نے کہا کہ اوسکا دیکھنا مجھے گوارا
نہیں قتل کر دیا جائے۔ اسوقت بھوج مل راے نے جڈت لشکر میں مقرر کیے تھے کہ وہ ہندو
کو و غلط کہتے اور مسلمانوں کی گاکوشی اور بُت شکنی کی مذمتیں سناتے تھے۔ اور ان کو لڑائی
کے لیے آمادہ کرتے تھے جب مسلمانوں کا لشکر ہندوؤں سے بارہا کوس پر پہنچ گیا تو اسوقت
محمد شاہ نے اپنے لشکر کا اندازہ کیا۔ نصف ہندہ ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادہ تھے ان میں
محمد شاہ نے خان محمد کو دس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادہ سے اوپر حملہ کے لیے آگے روانہ کیا
چنانچہ ۱۰ ذیقعدہ ۱۱۷۷ھ کو صبح سے پہلے تک لڑائی ہوتی رہی موسیٰ خان اور عیسیٰ خان
افغان جو خان محمد کے سینہ اور سیرہ کے افسر تھے جتدق کی گولی سے مارے گئے۔ اور انکے
آدمی متفرق ہو گئے۔ مگر محمد شاہ اس وقت تین کوس پر آئے پیچھے آگیا جس سے خان محمد کو
تسکین خاطر ہوئی اور فوج متشر بھی جمع ہو گئی۔ مقرب خان نے خان محمد کی اجازت سے آگے
نکل کر ایسی گاندازی شروع کی کہ بیجا نگر والے اپنی توپوں کو چھوڑنا بھول گئے۔ خان محمد کا ہائی
جب پہلے معلوم ہوتا ہے کہ خان محمد سوار نہ تھا بھوج مل راے کے لشکر میں گھس گیا۔ مگر بھوج مل راے

کے ہاتھوں نے اُسے دبایا۔ اسپر خان محمد نے پانچ سو آدمی لیکر بھوج مل سے پر حمل کیا۔ اور یہ ایک تعجبات سے ہے کہ خان محمد کے ہاتھ نے خان محمد کو پہچان لیا اور لشکر کے آگے ہو گیا اور بھوج مل سے کے ہاتھوں کو مارتا دھارتا آگے بڑھا۔ ہندوؤں کو شکست ہوئی بھوج مل سے زخمی ہو کر بھاگا۔ ہزار ہا ہندو جوان بوڑھے بچے عورت مرد مارے گئے محمد شاہ نے یہاں ایک ہفتہ قیام کر کے آرام لیا۔ اور پھر کشن رائے کی طرف کو بڑھا تین مہینے تک برابر تاراج کیا آخر کشن رائے نے میدان کی لڑائی چھوڑی۔ اور بیجا نگر میں جا کر محصور ہوا۔ اور پھر نو لاکھ آدمی جمع کر کے پہاڑوں کے مغل و مغلجہ میں امنین مقرر کیا وہاں بھی ایک مہینہ تک برابر تاراج کیا ہوتی رہیں۔ بادشاہ نے ہر چند چاہا کہ شہر میں داخل ہو کر اپنے دل کا خوب غبار نکالے۔ مگر یہ آرزو اسکی کسی طرح پوری نہ ہوئی۔ اسیلئے اُس نے خان محمد کی صلاح سے بیماری کا بہانہ کیا۔ اور ایک بیک لشکر لیکر سنگاسن میں بیٹھ کر واپس چلا آیا۔ بیجا نگر کے راجہ نے جانا کہ بادشاہ مراجہا ہوتا ہے اور حقیقت کئی مرتبہ بادشاہ کے مرنے کی خبر بھی اڑی۔ اس سبب سے ہندوؤں نے بادشاہ کا تعاقب کیا۔ جب کئی روز بعد ایک اچھے مسلح میدان میں آگئے تو بادشاہ نے دوبار عام کر کے کبواپتی صورت دکھا دی اور رات کے وقت ایک معقول انتظام کے ساتھ تمام فوج لیکر ہندوؤں پر جا پڑا چونکہ ہندو مسلمانوں کو بھگوارا بھگوارا عیش و عشرت میں بڑے ہوئے تھے۔ صبح کو اپنے تئیں گھراؤ لیکر سخت گھبرا گئے۔ کشن رائے کچھ تھوڑے آدمیوں سے جان بچا کر بھاگا۔ اور دس ہزار ہندو سے زیادہ اُس جگہ قتل ہوئے اسیلئے تمام ہندوؤں نے کشن رائے کو بڑا بھلا کہا کہ تیری حکومت ہم پر بڑی منغوس ہے تیرے سبب سے دس ہزار برہمن قتل ہو گئے ہیں اور تو نے حکم بہت ستایا ہے بہتر ہے کہ جیسے تیرا باپ مسلمانوں کا مطیع تھا اور ملک میں امن چین تھا اُسی طرح تو بھی اطاعت کر جب کشن رائے نے یہ

حالت دیکھی تو لاچار ہو کر صلح کا پیغام بھیجا۔ اور بہت سارے پیادے اور قوا کا انعام دینے کے وعدہ پر صلح ہوئی۔ اس صلح کے وقت جب ایلچیوں نے محمد شاہ کو نہایت خوش پایا تو عرض کیا کہ کشن رائے نے اگرچہ مدگل کے قلعہ میں مسلمانوں کو بیجا قتل کیا۔ لیکن یہ قصور تو اسکا ہے ہزار ہا مخلوق خدا نے جسکو بادشاہ نے قتل کیا کوئی قصور نہیں کیا امید ہے کہ آئندہ بادشاہ ایسے قتل سے اپنی آپ کو گنہگار نہ کرے۔ اس بات کا محمد شاہ پر بڑا اثر ہوا اور اسید وقت سے اس نے آئندہ بے گناہوں کا قتل کرنا موقوف کیا اور پھر نہ اس نے اور نہ اور بہمنی بادشاہوں نے کبھی لڑنے والوں کے سوا کسی کو قتل کیا۔ اور دکن میں یہ دستور ہو گیا کہ جو کوئی لڑائی میں گرفتار ہوا اسکو قتل نہ کریں۔

۸۱۔ بہرام خان کی بغاوت اور اسکا فوج ہونا

جب محمد شاہ بیجا نگر کی لڑائی میں مصروف تھا اور ملک میں اس کے مرنے کی خبر مشہور ہوئی تھی تو یہاں ایک شخص اُمر اس سے بہرام خان مازندارانی جسے سلطان علاؤ الدین حسن اپنا بیٹا لکھتا تھا باغوا کے کنبہ دیومرہ سردار پالنگان و بنویدامید باد راجہ بکلانہ و بعض سرداران برار ملک کو فوج سے خالی پا کر دولت آباد وغیرہ پر قابض ہو گیا تھا۔ اور جو وہ پچیس سال کے خراج کا وہاں جمع تھا اسے بھی لے لیا تھا۔ اور بارہ ہزار سوار سپاہ جمع کر لیے تھے۔ بادشاہ نے اسی جگہ سے اسکو چند نصیحتیں لکھیں اور سید جلال حمید شاہ ملک کو بھیجا مگر کنبہ دیو او سے راہ راست پر آنے نہ دیا۔ اور سید جلال حمید و شاہ ملک بے نیل مراد واپس گئے۔ اسلئے جب محمد شاہ گلبرگہ آیا تو پانچ روز قیام کر کے فوراً دولت آباد کو روانہ ہوا۔ پہلے خان محمد کو آگے بھیجا بہرام خان و کنبہ دیو اور کچھ سرداران بکلانہ پٹن میں خان محمد کے مقابلہ کو آمادہ ہوئے۔ خان محمد تو بڑا تجربہ کار تھا جب باغیوں کا هجوم دیکھا تو شیوکانوں میں مورچہ جھاکر اڑا۔ ہر چند باغیوں نے حملے کیے مگر اس کو ہمیشہ ہوشیار پایا۔ اور کچھ نہ کر سکے۔ خان محمد نے محمد شاہ کو لکھا کہ فلاں روز میں باغیوں پر حملہ کر دن گا۔ اس لیے بادشاہ نے باوجود فاصلہ دور و دراز جنگ گاہ کی طرف

کچھ کیا۔ اور عین گرمی کا زمانہ کے وقت تین ہزار آدمی سے اُس جگہ پہنچ گیا۔ سرداران بکلا نہ بادشاہ کے آنے کی خبر سنتے ہی جلدے اور بہرام خان اور کتبہ دیو پر ایسا عیب غالب ہوا کہ بغیر لڑے بھڑے دولت آباد کے قلعہ میں جا چھپے۔ اور جب دوسرے دن بادشاہ نے مع فوج دولت آباد کو جالیا۔ تو بہرام خان اور کتبہ دیو گھبرا کر شیخ زین الدین دولت آبادی کے پاس جو بہرامان الدین کے مرید اور خلیفہ تھے گئے۔ اور ان سے صلح پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ سب سے بہتر یہ ہے کہ تم گجرات کی طرف چلے جاؤ۔ اور خود ان کو گھوڑوں پر سوار کر کے روانہ کر دیا۔ جب محمد شاہ کو خبر ہوئی تو اُس نے تعاقب میں حدود گجرات تک فوج بھیجی مگر وہ ہاتھ نہ آئے۔ محمد شاہ سے تمام مشائخ دکن نے حاضرانہ اور غائبانہ بیعت کی تھی۔ مگر حضرت شیخ زین الدین نے اس بنا پر بیعت سے انکار کیا تھا کہ وہ بادشاہ شراب پیتا تھا اس سے محمد شاہ ناراض تھا اور اب یہ خبر سن کر اور اب بھی خفا ہوا۔ اور ان سے کہلا بھیجا کہ اگر میری بیعت کرو۔

۸۲۔ شیخ زین الدین دولت آبادی کی نصیحت بادشاہ کو اور بادشاہ کی دہائی کرنے سے صاف انکار کیا۔ اور یہ حکایت کہلا بھیجی کہ ایک عقلمند اور ایک سید اور ایک مخنث اتفاقاً کہیں کسی کافر کی قید میں پڑ گئے اُس کافر نے انہیں کہا کہ بت خانہ میں جا کر بتوں کا سجدہ کرو ورنہ میں قتل کر دوں گا۔ دانشمند نے اور نیز سید نے سجدہ کیا اور جان بچائی مگر مخنث کی جب باری آئی تو اُس نے کہا کہ میں نے تمام عمر میں کوئی نیکی نہیں کی ہے جس سے مجھے نجات کی امید ہو اس لیے میں تو سجدہ نہ کروں گا اور مرنے کو بہتر سمجھوں گا۔ میرا بھی مخنث کا سا حال ہو تو جا کر کہہ کہ میں تو تیری بیعت نہیں کرتا۔ اس پر بادشاہ بہت ناراض ہوا اور کہلا بھیجا کہ

شہر سے نکل جاؤ شیخ صاحب فوراً شہر سے نکل کر حضرت شیخ برہان الدین کی درگاہ میں چلے آئے اور اپنا عصا وہاں گاڑ کر کہا کہ دیکھو یہاں سے مجھے کون نکالنے والا ہے محمد شاہ تو مسلمان اور بڑا عقلمند تھا اس نے درویش کے اصرار پر اصرار کرنا مناسب نہ سمجھا اور یہ مصرع لکھ بھیجا کہ **من زان توام تو زان من باش**۔ اسپر شیخ صاحب نے فرمایا کہ اگر محمد شاہ غازی شہر کی پیروی اور اپنے ملک سے شراب خانے دور کر دے تو مجھ سے زیادہ اسکا کوئی خیر خواہ ہوگا۔ اس خطاب سے بادشاہ بہت خوش ہوا اور اپنے نام کے ساتھ لقب غازی کا اضافہ کیا اور اپنی تمام سلطنت میں شراب خانے موقوف کر دیے۔ اور شہر کی پابندی کرنے لگا۔ اسی شیخ کی ہدایت کے بموجب اسکے بعد بادشاہ نے چور اور قطاع العین کی طرف توجہ کی۔ اور ملک کو ان سے صاف پاک کر نیکے لیے چاروں طرف داروں کو بتا کر فرمان بھیجے۔ چنانچہ چھ سات مہینے تک تحقیقات ہوتی رہی۔ اور بیس ہزار ہرنوں کے سر کاٹ کاٹ کر حسن آباد گلبرگہ دار الخلافہ کو بھیجے گئے۔ اور ملک میں ایسا امن چھین ہو گیا کہ بے خوف و خطر ہر شخص ہر کہیں سفر کر سکتا تھا۔ اگرچہ بادشاہ کو بیجا نگر اور لوٹل پر بھڑ فوج کشی کی ضرورت نہ پڑی کیونکہ وہ ہمیشہ مطیع اور خراج گزار رہے تاہم بادشاہ اپنے ملک میں ہر سال دورہ کے واسطے نکلا کرتا تھا۔ اور چار مہینے تک تمام ملک میں سیرو شکار کر کے لوٹ آتا تھا آخر کار شہر سال کی سلطنت کر کے وہ ذیقعدہ ۷۷۷ھ کو اس جہان فانی سے کوچ کیا۔ کہتے ہیں کہ اس بادشاہ کے وقت میں تین ہزار ہاتھی تھے۔ اور مختلف اطالیوں میں پانچ لاکھ ہندو مارے گئے تھے لیاقت و شجاعت اور ملکداری میں یہ بادشاہ اپنے باپ سے کسی طرح کم نہ تھا۔

سلطان مجاہد شاہ

۸۳۰ مجاہد شاہ کا تخت نشین ہو کر بیجا نگر فوج کشی کرنا محمد شاہ کے بعد اسکا بیٹا مجاہد شاہ جو سیف الدین غوری کا

دختر زادہ تھا۔ اونیس برس کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ یہ بادشاہ بڑا خوبصورت تناور بہادر تھا سو اس
 تیر و شمشیر کے اُسے کسی بات سے کام نہ تھا۔ اُسکی طاقت کا حال اس حکایت سے معلوم
 ہو سکتا ہے کہ چونکہ برس کی عمر میں اُس نے ایک مرتبہ خزانہ شاہی میں خزانہ کا دروازہ توڑ ڈالا
 اور کئی توڑے اشرافیوں کے اٹھا لیا اور اپنے ہم عمر وں کو بانٹ دئے جب بادشاہ کو خبر
 ہوئی تو اُس نے مبارک تنیول دار کو بھیجا کہ شاہزادہ کو بلا لائے۔ مبارک اُسے بلا لے گیا۔
 محمد شاہ غصے میں بھرا ہوا تھا شاہزادے کے ایسے چابک مارے کہ بدھیان پڑ گئیں۔
 شاہزادہ خاموش چلا آیا اور ان سے کہا کہ مبارک نے مجھ کو یہ نہ بتلایا کہ حضور مجھ پر اس وجہ سے
 خفا ہیں ورنہ میں یا تو تم سے سفارش کرتا یا اسوقت والدہ کے پاس نہ جاتا۔ جب غصہ فرو
 ہو جاتا تب جا کر معذرت کر لیتا۔ اسپرمان نے کہا۔ اس میں مبارک کا کچھ قصور نہیں ہے اُسے
 تمہارے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ مجاہد چپ ہو رہا۔ مگر ایک ہفتہ کے بعد مبارک سے کہا
 میں جانتا ہوں تم بڑے طاقتور ہو آؤ ہم کشتی لڑیں دیکھیں کون چھوڑتا ہے مبارک کو
 شاہزادہ کے غصہ کی خبر نہ تھی وہ نامبارک کشتی پر راضی ہو گیا۔ شاہزادے نے کشتی میں بٹھا کر
 اُسے ایسا مارا کہ گردن ٹوٹ گئی اور وہ اسی وقت مر گیا۔ حالانکہ مبارک کی تیس سال کی عمر تھی
 علم میں کچھ بڑا تھا ترکی فارسی خوب بولتا تھا۔ چونکہ اُسے مسند عالی خان محمد سے اندیشہ تھا اسلئے
 وہ دولت آباد کو آیا اور شیخ برہان الدین کی زیارت کر کے شیخ زین الدین کا مدد ہوا اور خان محمد کو
 معزول کر کے اعظم ہمایوں کو اُسکی جگہ مقرر کیا۔ اور کشن راسے والی بیجا نگر کو لکھا کہ سلطنت بہمنیہ اور
 بیجا نگر میں ملک دو ابہ کشتہ اور تنگ بھدر کے سبب جھگڑا رہا کرتا ہے۔ اسلئے سلطنت بہمنیہ
 کی سرحد دیاے تنگ بھدر مقرر کیجئے اور قلعہ بیکاپور وغیرہ ہیکو دیدیجئے۔ مگر اُس نے اس کے
 برخلاف جواب بھیجا کہ مدگل راجہ ہمیشہ سے ہمارے قبضہ میں رہا ہے وہ ہیکو دیدو۔ اور وہ

باتی جو یہاں کے بعض امراء کی غفلت سے محمد شاہ کے ہاتھ پڑ گئے تھے واپس بھیج دیے۔
 مجاہد شاہ نے یہ سن کر بھی لشکر پار بیدر دولت آباد کو طلب کیا۔ اور حسب دستور سابق کلب گرو کو
 سیف الدین غوری سے اپنے نانا کے سپرد کر کے اور تمام خزانہ شاہی لیکر کل فوج سے کشن راہ کی
 طرف روانہ ہوا اور دیر سے تنگ بھدر راہ سے گزر کر قلعہ اوہونی کی تسخیر کے لیے صفدر خان سیتانی
 کو مقرر کیا۔ اُس زمانہ میں یہ قلعہ بڑے مضبوط قلعوں میں شمار ہوتا تھا۔ امیر الامرا بہادر خان اور
 اعظم بہاویں کو آگے روانہ کیا۔ کشن راہ سے بھی فوج لیکر پرگنہ گنگاوتی کے قریب آگیا۔ مجاہد شاہ
 کو خبر کا بہت شوق تھا یہاں ایک بڑے شیر کی اُسے خبر ملی جسکو اُس نے قن تہا تیر سے
 جاکر مارا۔ اس سے اُسکی شجاعت کی بڑی دہوم مچی اور کچھ بیجا نگر والوں پر مسلمانوں کا ایسا رعب
 چھایا کہ بغیر لڑائی کے پس پا ہو کر جنگلوں میں پناہ لی اور بیجا نگر کے جنوب کی طرف چلے گئے۔ فوج
 کو لوٹ مار کا حکم دیدیا۔ چونکہ قلعہ بیجا نگر قدرتی موانعات سے ایک مضبوط مقام تھا اس لیے
 مجاہد شاہ نے اُسے چھوڑ کر راجہ کا تعاقب مناسب سمجھا۔ چھ مہینے کو وہ صحرائ میں اُسکو مارا پھر
 مگر کچھ فائدہ مرتب نہوا جنگل کی خراب آب و ہوا سے کشن راہ کی فوج میں بیماری پھیلی۔ اور اُسے
 مجبوراً بیجا نگر کا راستہ لیا مگر مجاہد شاہ بہادر خان کو ساتھ لے پاؤں ہزار سوار سے سیت بندرا یہ مشور
 تک چلا گیا اور باقی فوج کو کشن راہ کے تعاقب میں بیجا نگر بھیج دیا۔ یہ پہلا ہی مسلمان بادشاہ
 ہے جو اس مقام تک گیا ہے وہاں جاکر مسجد علانی کی اُس نے مرمت کرائی اور بت خانوں کو
 تیز تر بنایا بیجا نگر واپس چلا آیا۔

بیجا نگر میں داخل ہونیکے لیے دو راستے ہیں ایک تنگ جس کا نام

۸۴ بیجا نگر والوں سے ہفت

سودرہ تھا دوسرا فراخ۔ چونکہ فراخ راستہ کو بیجا نگر والے خوب مضبوطی

دلائی کے بعد مجاہد شاہ کی دہلی

سے روکے ہوئے تھے۔ اس لیے مجاہد شاہ نے تنگ راستہ سودرہ سے اُسپر حملہ کیا۔ اور سودرہ

کے وہاں پرواؤد خان اپنے چچا کو چھ ہزار سوار اور بہت سے پیادے دیکر محافطت کے لیے مقرر کر کے شہر میں گھس گیا۔ یہاں تک کہ مجاہد شاہ اور قلعہ کے درمیان جہان کشن راسے تھا صرف ایک خندق باقی رہ گئی۔ کشن راسے نے متواتر فوج پر فوج مجاہد شاہ کے دفع کے لیے بھیجی شروع کی۔ اسی اثنائیں پہاڑی کے اوپر ایک بتخانہ نظر آیا جس کا نام شرینگ تھا۔ اور سنا گیا کہ اس بتخانہ میں بڑی دولت اور جواہرات ہیں اس لیے مجاہد شاہ پہاڑی پر چڑھا اور اس پر قبضہ کر کے اُسے لوٹ لیا۔ اس پر کشن راسے خود سوار ہو کر لڑائی کے مقام پر آیا اور فوج کو بزن و یکش کی صدادی مجاہد شاہ اس وقت اپنا چتر ایک شخص محمود افغان کو دیکر کچھ آگے بڑھ گیا تھا کہ ایک ہندو نے اُسے اسکے گھوڑے سے پہچان لیا۔ بھجیر میں گھس کر چپا ہوتا تھا کہ بادشاہ کو ہلاک کر کے کہ مجاہد شاہ کے اشارے سے محمود افغان اُس چھپتا مگڑس کا گھوڑا مارا گیا اور وہ پیادہ ہو گیا اور قریب تھا کہ وہ ہندو محمود کو مار لے۔ مگر مجاہد شاہ اس کی اطلاع کو دوڑا۔ ہندو نے مجاہد شاہ کے سر پر ایک ایسا ہاتھ تلواریکا جھایا کہ اگر خود نہ موتا تو اسکے دو ٹکڑے ہو جاتے۔ لوگوں نے جاننا کہہ مارا گیا مگر مجاہد شاہ نے اُٹھ کر ایک ہاتھ تلوار کا ایسا مارا کہ مخالف کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اور پھر کر اپنے لشکر میں مل گیا کشن راسے کے آدمی خندق سے اتر کر خوب لڑے بہادری اور اعظم ہمایوں نے جبری دانائی سے دشمن پر حملے کیے اور مقرب خان نے آگے بڑھ کر خوب گولے مارے کہ راجہ کی فوج پس پا ہو گئی۔ ابھی مسلمانوں کو آنکھ اٹھانے کی فرصت نہ ملی تھی کہ کشن راسے کا بھائی اٹھ ہزار سوار اور چھ لاکھ پیادہ بیکر بیجا گریں گیا۔ اور سیدھا مسلمانوں پر اڑا کشن راسے نے بھی اپنی فوج کو پھر فراہم کر لیا۔ طرفین سے خوب خوب تلے ہوئے چالیس ہزار ہندو قتل ہوئے مسلمانوں میں سے مقرب خان مارا گیا۔ اور بہت سے عمدہ داروں نے شربت شہادت نوش کیا۔ جب سہ پہر تک برابر لڑائی ہوتی رہی اور

دونوں طرف سے کوئی نہ ہٹا تو داؤد خان نے بے تاب ہو کر سو درہ کو چھوڑا اور سات ہزار سوار
 لیکر مجاہد شاہ کی امداد کو آیا۔ اور نہایت جہان کھپا کر تین مرتبہ پایادہ ہو ہو کر لڑا۔ استے میں
 مجاہد شاہ کی نظر داؤد خان پر پڑی اسوقت تو اُس نے کچھ نہ کہا یہاں تک کہ بیجا نگر والے پیچھے
 ہٹ گئے۔ اُسکے بعد مجاہد شاہ نے داؤد خان کو بلایا اور غصہ میں اُسے گالی دی بیٹھا کہ
 تو نے سو درہ کو کیوں خالی چھوڑ دیا اور چونکہ کشن راے دوسری طرف کھڑا ہوا اپنی فوج کو ہر جمع
 کر رہا تھا اسلئے آپ وہیں قیام کیا اور سو درہ پر کچھ فوج نگرانی کے لیے بھیجی۔ مگر وہاں بیجا نگر والے
 پہلے ہی قابض ہو گئے تھے۔ چونکہ اس مقام پر ہندوؤں کے قبضہ سے گھر جانے کا اندیشہ
 تھا جس سے بے آب و دانہ موت آجاتی۔ اس سے مجاہد شاہ نے اُس مفتوحہ مقام کو چھوڑا
 اور باوجود ماندگی کے سو درہ کی طرف پلٹا۔ اور اُس پر قبضہ کر کے اپنی تمام فوج کو اندر سو نکال لایا
 اسوقت بیجا نگر راج کشن راے لیکر سیت بندر رایشو رنگ شمالاً جنوباً چار۔ پانچ سو میل اور شرقاً
 غرباً ڈیڑھ سو میل تھا اور سرحد تلنگانہ سے سمندر تک بالکل بیجا نگر کی عداوت تھی۔ اور جنگل
 کی گنجائی اور دیاؤں اور پہاڑوں کے قدرتی موانعات کے باعث نہایت دشوار گزار تھا اور
 جا بجا قلعے بنے ہوئے تھے صد ہا برس کا خزانہ اور دولت ملک میں جمع تھی راجہ ہاے ملیہار
 وسیلان اُسکے مددگار اور راج گزار تھے۔ تلنگانہ کا ایک بڑا حصہ اُس کے قبضہ و تصرف
 میں تھا۔ اور تمام لوگ ایک ہی قوم کے ہندو مسلمانوں کے مخالف تھے اور سلطنت ہمنیہ کا
 ابھی پورے تلنگانہ پر بھی قبضہ نہ تھا۔ اور نہ بندرگوا اور بیلا کام اُسکے ہاتھ آیا تھا۔ تمام علاقہ
 ایک لاکھ میل مربع سے کچھ ہی زیادہ ہو گا۔ فوج بھی کچھ ایسی زیادہ نہ تھی ایک لاکھ آدمی بھی
 کبھی جمع نہیں ہوئے حالانکہ ہندو تو نو لاکھ سے زیادہ نیندین جنگ میں کام کرتے تھے
 اگرچہ آج کل کے مورخ اسکو بالکل جھوٹ سمجھتے ہیں۔ مگر یہ انکی غلطی ہے۔ اُس زمانہ کی حالت

کے لحاظ سے اس قدر فوج جمع ہونا کچھ دشوار نہیں تھا۔ جس شخص نے تیرکمان ہاتھ میں لی وہ
 ہی سپاہی ہو گیا اس قسم کی فوج جب چاہے لاکھوں جمع ہو سکتی ہے۔ پھر لوٹ کے لالچ سے
 ہر کس و ناکس سپاہی بجاتا تھا۔ توپ گولے کا ایسا رواج نہ تھا۔ اس لیے لڑائی کے مقام پر
 جانا کچھ بڑے اندیشہ کی بات نہ تھی۔ باتوں باتوں میں آدمیوں کا جگھٹا ہو جاتا تھا۔ روپیہ
 بکثرت تھا۔ غلام ملک میں بکثرت جمع رہتا تھا۔ کہیں باہر کو نہ جاتا تھا۔ ایک سال کی پیداوار
 کئی سال تک کافی ہوتی تھی۔ لوگ بیکار بیٹھنے سے لڑائیوں میں شامل ہونے کو ایک
 مشغلہ بیکاری سمجھتے تھے۔ راستوں کے درست نہ رہنے کے باعث اکثر زمیندار خراب
 زمین دیتے تھے جس سے ہمیشہ فوج بکثرت لکھنی پڑتی تھی۔ اور مسلمانوں پر راجہ کے ساتھ
 یہ زمیندار بھی اور ان کی نگران فوج بھی شامل ہو جاتی تھی۔ یہ سب ایسے اسباب تھے جن سے
 مسلمانوں کو ہندوؤں پر غالب ہوتا سمجھتا تھا۔ مگر مسلمان اپنی شجاعت ذاتی کے باعث ہمیشہ
 ان پر غالب رہتے تھے۔ مسلمانوں کے کلمہ میں خدا نے کچھ عجب تاثیر دی ہے کہ کسی قوم
 اور کسی ملک کا رہنے والا ہو جان اس نے کلمہ پڑھا اور بہادری کی روح اُس میں جھک گئی
 مرنے کو شہادت سمجھنے لگا۔ حقیقت مسلمان تو اب بھی ایسے ہی بہادر ہیں۔ مگر فوس
 کہ ان میں کوئی سردار نہیں جو ان کے ذاتی حسد و فساد کو توڑتا پڑا کر ان کو متفق کرے اور ایک
 دل و یک جان کر کے دشمنانِ خدا کی خبر لے۔ غرض جب مجاہد شاہ نے دیکھا کہ ہندوؤں
 کی فوج کی تعداد بہت زیادہ ہے اور جیگانہ کا فتح ہونا نہایت دشوار ہے تو ساٹھ ستر ہزار مرد
 عورت رات کے بالے ہندوؤں کے گرفتار کر کے چلا آیا اور قلعہ ادھونی کی فتح کے درپے ہوا
 جسے اُسکی فوج محاصرہ کیے پڑی تھی اور قریب نو مہینے تک وہاں پڑا رہا اور اپنے شاہی
 قلیل البقا کو لے کر ہارے۔ آخر مومگر مین پانی کی قلت سے اہل قلعہ نے اطاعت کا ارادہ کیا تھا

کہ بانی برس جانتیکے بعد پھر وہ رک گئے اور مجاہد شاہ کا لشکر پیارسی اور دت دراز کی لڑائی سے گھبر گیا۔ یہ حال ملکہ سیف الدین غوری بادشاہ کے پاس ادھونی کو آیا۔ اور مجاہد شاہ کو سمجھایا کہ اس قلعہ کے بجائے جس کے گرد پندرہ قلعہ ہیں دوسرے قلعہ جات دوا آبہ کو بند کروا اور بلکام سے لیکر پٹکاپور تک فتح کر لے۔ اسکے بعد اس کی طرف توجہ کرے۔ مجاہد شاہ بھی اسپر ارضی ہو گیا۔ اور ملکہ سیف الدین نے کشن رائے سے کچھ صلح کی باتیں کر کے رطالی کو موقوف کیا اور مجاہد شاہ کو وہاں سے ہٹا لایا۔ مجاہد شاہ تو سیر و شکار میں مشغول ہوا اور سیف الدین گلبرگہ کو چلا آیا۔

۹۵۔ مجاہد شاہ کا قتل۔ اب مجاہد شاہ دریائے تنگ بھدرے سے اتر آیا اور حوالی مدگل میں سیر و شکار میں بھرنے لگا صفدر خان سیستانی اعظم ہمایون اور داؤد خان اور خان محمد اسکے ساتھ تھے داؤد خان گالی کھانے اور خان محمد اپنی معزولی سے اور مسعود خان تنبول دار پسر مبارک اپنی باپ کے قتل سے جسے مجاہد شاہ نے لڑکپن میں کشتی میں مار ڈالا تھا مجاہد شاہ صاف نہ تھیرے لوگ اسکے قتل کی فکر میں کرنے لگے۔ مجاہد شاہ نے اسکا کچھ خیال نہ کیا۔ اور گلاہ و بیگاہ ان میں ملا جلا جا بجا پھرنے لگا۔ جب تک صفدر خان اور اعظم ہمایون ہمراہ رہے ان کا داؤن نہ چلا لیکن جب مجاہد شاہ نے ان دو ستون کو زبردستی رخصت کر دیا۔ اور آپ کشن کے کنارے مجملی کے شکار کے لیے ٹھہر گیا تو دشمنوں نے اچھا موقع پایا۔ ۱۷ ذی الحجہ ۹۵۷ھ کو بادشاہ کی آنکھ آشوب کر آئی تھی اور وہ اپنے خیمے میں سو رہا تھا۔ داؤد خان اور خان محمد کچھ چوہان لیکر چوکی کے بہانہ سے آئے جب آدھی رات کے وقت سب لوگ سو گئے تو دروازہ پر خان محمد کو مقرر کر کے داؤد خان اور مسعود خان اندر گئے۔ او تین سال کی سلطنت کے بعد مجاہد شاہ کو سوتے میں مار ڈالا۔ اور خود بادشاہ بن گیا۔

داؤد شاہ ابن سلطان علاؤ الدین

۸۶ - داؤد شاہ کا بادشاہ ہو کر قتل ہونا

مجاہد شاہ کے قتل کی خبر شہر پہنچنے ہی چاروں طرف فساد کی صورتیں پیدا ہو گئیں۔ صفدر خان اور اعظم ہالیوں جو بیجا نگر پہنچے ہی تھے۔ مبارکباد کے لیے گلبرگہ نہ آئی بلکہ برادر دولت آباد کو چلے گئے۔ اور داؤد شاہ کو لکھ بھبی کہ جب آپ بلائیں گے اس وقت آئیں گے۔ اب بوجہ ماندگی سفر اپنے اپنے علاقوں کو جاتے ہیں ادھر اسے بیجا نگر کی سرحدی فوج نے کشنا نکتہ اکریا چو کا محاصرہ کیا۔ گلبرگہ کے امیرین دو فریق ہو گئے۔ ایک تو داؤد شاہ کے طرفدار تھے۔ دوسرا فریق چاہتا تھا کہ محمود سلطان علاؤ الدین جس کے چھوٹے بیٹے کو بادشاہ بنائیں کہ چونکہ قاتل مقتول کا وارث نہیں ہو سکتا ہے لیکن جب سنا گیا کہ داؤد شاہ نے شاہی خطاب اختیار کر لیا ہے تو ملک سیف الدین نے جو ایک عقلمند اور ذی رعب آدمی تھا دق شر کے لیے سب کو سمجھایا کہ جب داؤد شاہ نے لقب شاہی اختیار کر لیا ہے تو جھگڑا کیوں کرتے ہو؟ سیکو بادشاہ تسلیم کر لو۔ یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے۔ مگر مجاہد شاہ کی بہن راجہ پرور آغا نے نہ مانا۔ جب داؤد شاہ آیا تو ملک سیف الدین نے امر کے ساتھ اس کا استقبال کیا اور تخت فیروزہ پر لا کر بٹھایا اور منصب و کالت سے استعفا دیکر خاندیشین ہو گیا۔ داؤد شاہ سلطنت کے کاروبار کرنے لگا۔ کل امر نے اُس کی اطاعت اختیار کر لی۔ مگر راجہ پرور نے ہرگز مبارک باد نہ دی۔ چونکہ وہ ایک عورت تھی اور پہلے تمام خاندان حرم میں اس کی بڑی عزت تھی اس لیے داؤد شاہ نے اُس کی اس بے عنوانی سے دشمن متوان حقیر و بیچارہ شمر دیکر جہول کر اغاض کیا۔ یہاں تک کہ اُس نے ایک شخص باکہ نام کو جو سلطان مجاہد شاہ کا بڑا رفیق تھا ترغیب دی اور وہ جان نثاری کے لیے مسعد ہوا۔ ام حرم

کو داؤد شاہ ناز جمعہ پڑھنے کے لیے مسجد گیا تھا یہ باگہ بھی وہاں پہنچا اور داؤد شاہ کے عقب
میں نمازیوں میں شامل ہو گیا جس وقت تمام نازی سجدہ میں گئے تو اس نے تلوار نکال کر
داؤد شاہ کے پسے ماری کہ ایک ہی وار میں کام تمام ہو گیا۔ خان محمد وہاں موجود تھا اسے اپنے
عمدادہ کو قتل ہوتے دیکھ کر قاتل کو جس نے بھاگنا چاہا تھا پکڑا اور کبشیرا لٹا قتل بالقتل کا
مضمون کر دکھایا۔

سلطان محمود شاہ ابن سلطان علاء الدین حسن گانگوئے بہمنی

۸۴۔ محمود شاہ کی تخت نشینی [داؤد شاہ کے مرثیے کے بعد خان محمد نے چاہا کہ محمد بنجر اسکے بیٹے کو جو پور
کا تھا جانشین کرے۔ مگر محمد بنجر اور محمود بن سلطان علاء الدین حسن دونوں قلعہ میں روج پرور کے
پاس تھے۔ اس لیے وہ ارادہ کو پورا کر نہ سکا اور سیف الدین کے پاس جا کر اپنے اودہ سے
اُسے اطلاع دی۔ اُس نے خان محمد کو سمجھایا اور کہا کہ تخت نشینی کے معاملہ کو روج پرور پر
چھوڑ دینا چاہیے۔ اور اسکے بغیر صلاح کچھ نہ کرنا چاہیے۔ خان محمد جانتا تھا کہ سیف الدین جس
بات کو کہتا تھا مام رعایا اور اُمرا اُسکی تائید کریں گے اس لیے جبراً قہراً اُسکی تسلیم کیا۔ اور روج پرور کے
پاس گیا۔ وہاں تمام امرا کی رودکد اور بحث و مباحثہ کے بعد یہ ٹھہرایا کہ محمد بنجر اندھا کیا جاوے
اور محمود کو تخت پر بٹھایا جائے۔ چنانچہ بالفاق جمیع امرا ایسا ہی ہوا۔ محمود شاہ نے تخت پر بیٹھ کر
سیف الدین غوری کو پھر منصب و کالت و پیشوائی و طوقاری پائے تخت عنایت فرمائی
اور سعد و خان قاتل مجاہد شاہ کو سولی دیدی۔ صفدر خان اول اعظم ہمایون اور بہادر خان مبارکباد
کو آئے اور راجہ جی نگر نے ملک کی بد نظمی کے باعث جو راجہ کو محاصرہ کر رکھا تھا پھر اطاعت
قبول کی۔ اور تین حیات محمود شاہ برابر باج و خراج حسب قرار ادا کرتا رہا۔ بعد میں
بادشاہ نے خان محمد کو خمیر بانیہ فساد جمع کر قید کیا۔ اور قلعہ ساغر کو بھیج دیا۔ وہاں وہ کچھ عرصہ کے بعد

باجل طبعی عالم بقا کو روانہ ہوا۔

۸۸۔ محمود شاہ کی سلطنت اور وفات سے اُسے بڑی نفست تھی۔ مگر سلیم النفس کم آزار خوش خلق عدالت شعرا تھا۔ قرآن خوب پڑھتا شعر اچھے کہتا۔ فارسی عربی فصاحت سے بولتا خوشی کے وقت حد سے زیادہ مسرور نہ ہوتا اور نہ رنج کو دیکھ کر زیادہ مشوش ہوتا۔ صفت ایک بی بی سے نکاح کیا تھا سوا اُس کے عمر بھر کسی دوسری عورت پر نگاہ بھی نہ کی۔ علم کی بڑی قدر کرتا تھا۔ دور دور سے اہل علم آکر اُس کے عہد میں جمع ہو گئے تھے۔ میر فیض اللہ انجو کو عہدہ صدارت دیا تھا اُس کی قدر دانی علم کا دور دورہ شہر ہو گیا تھا۔ خواجہ حافظ شیرازی نے بھی ارادہ کیا تھا کہ اُس کے دربار میں تشریف لائیں مگر قلت معاش سے جب ارادہ پورا نہ ہوا تو میر فیض اللہ نے کچھ زاد ارادہ اُن کے لیے بھیجا چنانچہ انہوں نے اُس روپیہ کو اپنے بھانجون اور میواؤں کو تقسیم کیا۔ اور قرض وغیرہ ادا کر کے ہندوستان کو چلے۔ اور مقام لار میں پہنچے۔ یہاں ایک دوست اُن کو ملا جسے چورون نے لوٹ لیا تھا۔ ایسی جو کچھ اُن کے پاس زاد ارادہ تھا وہ اُس کو دیدیا تاہم اُن کو ایک بڑے سوداگر نے اپنے خرچ سے ہرگز تک پہنچایا۔ اور وہ محمود شاہی کشتی میں بیٹھے۔ جب طوفانی ہوا میں طہین اور انھوں نے دریا کی موجیں دیکھیں تو ڈر کے مارے کچھ یہاں نہ کر کے واپس چلے گئے۔ اور میر فیض اللہ کو یہ غزل لکھ کر بھیج دی غزل

بھی بفرش دلق مارکین بہت سرنی ارزد
زہے سجادہ تقویٰ کہ یک ساغر غنی ارزد
چہ افتاد این سیر مارا کہ خاک درنی ارزد
غلط کردم کہ یک موجش بصد من زرنی ارزد

دمی با غم بسردن جهان یک سرنی ارزد
بکوئے میفر و شانش بجائے برنی گیرند
رقیب ہم نرزشا کہ در کز این خاک در بگذر
بس آسان می نمود اول غم دریا بہرے در

شکوہ تاج سلطانی کہ عجم جان در و در جست بشو این نفس دل تنگی کہ در بازار یک رنگے چو حافظ در قناعت کوش و از دنیا می دون بگذر	کلاه دل کشست اما ترک سرنمی ارزد ملعمائے گوناگون نمی آہم سرنمی ارزد کہ یک جو منت و دنان جہان یکے نمی ارزد
---	--

جب یہ خبر میر فیض اللہ کے ذریعہ سے محمود شاہ کو ہوئی تو اس نے ملا محمد قاسم مشہدی کے معرفت ہزار نگہ طلبائی جس کے ساڑھے چار ہزار روپیہ سکے چہرہ شاہی ہوتے ہیں انہیں بھیج دی محمود شاہ قبل سلطنت اگرچہ عمدہ عمدہ لباس پہنا کرتا تھا۔ مگر تخت نشینی کے بعد نہایت سادہ کپڑوں میں گذرتا اور کہتا تھا کہ سلطنت کے روپیہ سے اپنے آپ کو زینت دینا بالکل خیاں ہے۔ اُسکے وقت میں جب قحط ہوا تو اُس نے سرکاری بیل گجرات مالوہ میں بھیج کر غلہ منگایا اور قیمت ارزان رعایا کے ہاتھ فروخت کیا۔ گلبرگہ بیدر قندہار و ایلمپور و دولت آباد جنیر و ابل وغیرہ شہر و قصبہات میں مدارس مقرر کیے تھے۔ محدثوں کو وظائف دیتا۔ اندھوں کی بڑی پرورش کرتا تھا۔ یہاں تک کہ بہت سے حرام خور اُسکے وقت میں زبردستی اندھے بن گئے تھے۔ فقر اور مساکین سے بہت ملتا اُن کی خبر گیری کرتا شیخ محمد سراج جنیدی کے پاس مرض الموت میں خود گیا اور اُن کی زیارت کے روز اُن کی قبر پر جا کر فاتحہ پڑھی۔ اُس کی اُنیس برس ^{۱۹} نو مہینے کی سلطنت میں جولائی ہوئی وہ یہ ہے کہ بہاؤ الدین تھانہ دار ساغر نے اپنے دونوں بیٹوں محمد اور خواجہ کے ہرکانے سے بغاوت کی۔ اور شاہی لشکر کو بھی ہزار سوار جمع کر کے شکست دی۔ مگر یوسف اذہر نی شاہی فوج سے محاصرہ کیا باغی بڑے بہادر تھے اور دونوں بھائی باہر نکل کر محاصرہ پر حملہ کرتے تھے۔ لیکن ایک روز دونوں محمد اور خواجہ رات کے وقت بھی قلعہ سے باہر محاصرہ کے مقابلہ پر چلے رہے۔ اسی میں بعض لوگوں نے بہاؤ الدین کا سر کاٹ ڈالا۔ اور یوسف اذہر کے آدمیوں نے جا کر قلعے پر قبضہ کر لیا۔ تاہم یہ دونوں بھائی ایسے لڑکے کہ وہیں دُ

اور انکے رفیق کل کے کل مارے گئے۔ اس فتح کے بعد محمود شاہ بہت تھوڑے دن جیا۔
 یکم جب ۹۹۹ء کو بعارضہ تپ محرقہ اس جہان فانی سے سد ہارا۔ اور دوسرے روز انکے
 لایق فائق وزیر سیف الدین غوری نے بھی ایک سو سات برس کی عمر میں شہرت کل نفس
 ذایقہ الموت کا مزہ چکھا۔ حقیقت میں یہ شخص بڑا عقلمند اور خاندان بہمنیہ کا خیر خواہ تھا۔ اسکے
 ایام حیات میں سلطنت پر کئی مرتبہ سخت صدمے آئے مگر اس نے دانشمند ہی سے ان
 سب خطرات سے اسے محفوظ رکھا۔

غیاث الدین بن سلطان محمود شاہ

۸۹۔ غیاث الدین کی تخت نشینی غیاث الدین اس کا بڑا بیٹا شہزادہ کی عمر میں تخت سلطنت پر بیٹھا
 اور تمام کاروبار باپ کے ہی طرز پر کرنے لگا۔ احمدیگ قزوینی کو عمدہ پیشوا کی اور محمد خان خلع
 اعظم ہمایوں کو خدمت سرنوبتی کی عنایت کی۔ اور جب صفدر خان کی ایلچہ پور سے مرنے کی
 خبر آئی تو اسکے بیٹے صلابت خان کو اسکی جگہ مقرر کر دیا۔

شمس الدین بن سلطان محمود شاہ

۹۰۔ تغلقچین کا غیاث الدین کو تخت مگر تغلقچین محمود شاہ کا ایک معتبر غلام جو منصب و کالت کا
 سے اتار کر شمس الدین کو تخت پر بٹھانا۔ اسید وار تھا اور اپنے بیٹے حسین خان کو سر سرنوبت کرانا چاہتا
 تھا اس سے جل گیا۔ جب یہ بات غیاث الدین کو معلوم ہوئی تو اسکو بھی ناگوار گذرنا اور نا تجربہ کاری
 کے باعث مال اندیشی نہ کر کے ضد اکنے لگا کہ غلاموں کو حکومت دینا اور مخلوق کو جبین سادات
 عظام بھی شامل ہوتے ہیں ان کا مطیع کرنا بادشاہوں کے لیے اوقیع ہے اس سبب تغلقچین
 نے بادشاہ کے قتل کی تجویز کی اور اسے دعوت کے بہانہ سے بلایا۔ چونکہ اسکی بیٹی بڑی خوبصورت
 تھی غیاث الدین سمجھا کہ شاید اسے پیشکش کر نیکیے لیے یہ دعوت کی گئی ہو وہ بے کھٹکے خوشی خوشی

اس کے گھر چلا گیا۔ دعوت کے بعد محمود شاہ جب سے خوش رنگ سے خوبست ہو گیا تو تعلیمین نے اسی کو چمکڑا کر اسکی دونوں آنکھیں نکال لیں اور اسکے بڑے بڑے امیروں کو اس کے نام سر اندر بلوا کر قتل کر دیا۔ اور پھر شمس الدین اس کے چھوٹے بھائی کو تخت سلطنت پر بٹھا کر خود ملک نیاب اور امیر الامرا بن گیا۔ اور شمس الدین کی ماں کا لقب مخدومہ جہان رکھ دیا اور وہ تعلیمین سے حد سے زیادہ مل گئی۔ للعاقل تکفیه الا شاسرۃ یہ واقعہ ۷۰۶ھ رمضان ۷۹۹ھ کا ہے۔

سلطان فیروز شاہ بن داود شاہ

۵۱۔ فیروز خان کا بادشاہ ہونا جب شمس الدین تخت پر بٹھا گیا تو اسکی عمر ۱۵ سال کی تھی۔ چونکہ اسنے غیاث الدین کا حال دیکھ لیا تھا اس سبب سے صرف سلطنت کے نام پر قناعت کر لی تھی باقی تمام اختیار تعلیمین ترکی غلام کو تھا شمس الدین کی ماں بھی اسی کے کئے میں تھی جو کچھ وہ کستا تھا وہ ہی کرتی تھی مگر تعلیمین کی بد معاشی کے باعث اس کے دشمن بھی بہت تھے۔ داود شاہ کے تین بیٹے تھے محمد بن خندانہ فیروز خان احمد خان۔ باپ کے قتل پر ان آخری دو بچوں کی عمر جو ایک ہی بطن سے تھے چھ چھ سات سات برس سے زیادہ نہ تھی۔ محمود شاہ نے میر فضل اللہ انجو کو سپرد کر کے انہیں شاہزادوں کی طرح اچھی تعلیم دلوائی تھی۔ تیر اندازی جو گان بازی مین انہیں خوب مہارت تھی اور میر فضل اللہ انجو شاگرد ملا سعد الدین قفٹا زانی ان کا استاد تھا۔ محمود شاہ ان سے بہت محبت کرتا تھا یہاں تک کہ اپنی دو بیٹیوں سے ان کی شادی بھی کر دی تھی جب تعلیمین نے غیاث الدین کو زندہ ہار کے سلطنت سے اتار دیا تو اسکی بہنوں نے فیروز خان اور احمد خان کو انتقام کے لیے برا بھلا کیا اور تعلیمین اور مخدومہ جہان نے یہ سن کر ان سے خاطر جمع ہونیکے لیے ان کے قتل کی فکر کی اور شمس الدین کو ان کی طرف سے بھٹکا کر قتل کے لیے راضی کر لیا۔ مگر یہ دونوں خیر پاکر ساغر کو بھگا گئے۔ اور وہاں کا حاکم سدھو نام جو شاہان بہمنیہ کا غلام تھا ان کو پناہ دینے

کے لیے آمادہ ہوا اس لیے فیروز خان نے شمس الدین کو لکھا کہ ہم تمہارے تابع ہیں ہمارا مقصد
صرف تعلیمین کو سزا دینا ہے اگر اسکو سزا دیدی جائے تو پھر حکومت سے کچھ پرغاش نہوگی مگر
وہاں تو تعلیمین کا ہی اختیار تھا۔ ایسا جواب آیا کہ جس سے فیروز خان اور احمد خان کو بھرپور دشمنی کے
اور کچھ چارہ باقی نہ رہا لاچارہ ہونے کے تین ہزار آدمی لیکر گلبرگہ کو اس خیال سے چلے کہ تعلیمین ہی امرا
ناراض ہیں وہ ہم سے اگر مل جائیں گے مگر جب بیتواندی سے گذر گئے اور کوئی امیر نہ آیا تو انہیں
بڑی تشویش ہوئی مگر پھر ہمت کب کے چتر شاہی فیروز خان نے لگایا اور احمد خان کو امیر الامرا اور
سہ ہونو کو سر بنویت اور امیر وں کو مناسب خطاب دئے۔ اور آگے بڑھ کر گلبرگہ کے قریب
چار کوس پر جا پہنچے۔ تعلیمین بھی شمس الدین کو لیکر مع فوج مقابلہ کو آیا اچھی اچھی طرح طرفین سے
مسلے ہوئے آخر کو فیروز خان اور احمد خان بادشاہی فوج سے شکست کھا کر ساغر کو واپس بھاگے
اب تو تعلیمین اور مخدومہ جہان کا عروج اور بھی بڑھ گیا جس سے امرا کے دل میں اُسے نفرت
پیدا ہو گئی۔ اس لیے فیروز خان کو انہوں نے پیغام بھیجا کہ اگر تم گلبرگہ چلے آؤ تو یہاں کوئی
صورت اچھی پیدا ہو جائیگی اس مصلحت سے فیروز خان نے شمس الدین کے پاس میر
غیاث الدین سپہر فیض الشان خواہر کمال الدین طویل القہ کو بھیجا لکھا کہ جو کچھ قصور و خطا ہم نے
کیے انہیں معاف فرمائیے اور امان نامہ لکھ دیجئے تو ہم دونوں بھائی دارالخلافہ میں آکر
قدمبوسی کو حاضر ہوں مخدومہ جہان اور تعلیمین تو ان کو اپنے قابو میں لائیکے لیے اسی فکر میں
تھے ہی فوراً شمس الدین سے امان نامہ لکھوا کر بھیج دیا۔ فیروز خان اور احمد خان شش پنج میں
تھے کہ جابین یا نہ جابین کہ اسی عرصہ میں ایک کشمیری فقیہ نے آکر بازار باندھ کر کہا کہ فیروز خان
روز افزون میں تھے گلبرگہ لیجانیکے لیے آیا ہوں ایسی باتیں گوئی الواقع زطل ہو کرتی ہیں۔
اُن سے کچھ ہونہیں سکتا مگر ہمت دلائیکے لیے معتقدین پر ایک جادو کا سا اثر کرتی ہیں۔ اور

دنیا میں اسے تائید غیبی کے نام سے مشہور کرتے ہیں اور اس سے بڑے بڑے فائدے اور بڑی
 بڑے کام ہو جایا کرتے ہیں۔ اسکو دونوں بھائیوں نے اپنے لیے نیک فال سمجھا اور نگاہ گہ
 چلے آئے۔ بادشاہ نے خلعت عنایت کیا۔ مگر فیروز خان اور تعلیمین اپنی اپنی ہوشیاری کرتے
 تھے اور ایک دوسرے کی فکر میں تھے۔ چنانچہ دو مہینے بعد ۳۰ صفر ۸۰۰ھ کو قلعہ میں فیروز خان
 بارہ سواروں کو لیکر گیا۔ اور حسب قرار داد ایک ایک دودھو کر تین سو سپاہی پیچھے سے اور قلعہ
 میں چلے گئے۔ اسی میں فیروز خان نے احمد خان کو بھی بلایا۔ جب وہ بھی آگیا تو فیروز خان نے
 تعلیمین سے کہا کہ میرے دو تین دوست کہیں سے آئے ہیں اور وہ بادشاہ کو سلام کرنا چاہتے
 ہیں اگر اجازت ہو تو ان کو بلالوں تعلیمین نے خلاف مال اندیشی اس کی بادشاہ سے اجازت
 حاصل کرادی اور احمد خان ان کے بلائیکے واسطے باہر آیا اور بارہ سواروں کو اندر لیے چلا آیا۔
 دربانوں نے انہیں متنبہ نہ دیکھ کر روکنا چاہا۔ اور حجت شروع کی احمد خان نے ان دربانوں کو قتل کیا اور
 اندر گھس گیا۔ پہلے جاتے ہی تعلیمین کے بیٹے کو قتل کر ڈالا۔ شمس الدین بھاگ کر ایک تہ خانہ میں
 جا چھپا اور پھر تعلیمین اور وہ گرفتار کیے گئے اور فیروز خان کے باقی سواروں نے قلعہ پر قبضہ کر لیا
 تمام اراکین دولت اکبر حاضر ہو گئے۔ فیروز خان تخت فیروزہ پر بیٹھا اور روز افزون شاہ اپنا لقب
 رکھا۔ اور سلطان علاؤ الدین حسن کی تلوار اپنی کمر میں باندھی۔ جب چند روز کے بعد امن و امان ہو گیا
 تعلیمین کو غیاث الدین کے حوالے کر کے قتل کرادیا۔ اور شمس الدین کو اندھا کر کے مخدومہ جہان
 کے ساتھ مکہ معظمہ جانے کی اجازت دی اور پانچ ہزار فیروز شاہی طلائی سکہ سالانہ مہر و معاش
 بھیجتا رہا۔ ۸۱۰ھ میں شمس الدین مدینہ منورہ میں مر گیا۔ فیروز خان نے اپنے بھائی احمد خان
 کو امیر الامراخان غمان کا خطاب دیا۔ اور میر فضل اللہ اپنے استاد کو ملک نایب کر کے وکیل
 سلطنت مقرر کیا۔

۸۰۰ھ

۸۱۰ھ

۹۲۔ فیروز شاہ کا مذہب امامیہ کے بموجب متعہ کی علت پر عمل اور اسکی عادات و اطوار۔

اگرچہ یہ بادشاہ نماز روزہ کا پابند تھا۔ مگر چھپ کر شراب بھی پیتا اور گانا بھی سنتا تھا اور عورتوں کی فراہمی

کا بہت ہی شوق رکھتا تھا۔ اور چونکہ اہل سنت کے میمان چار بیبیوں سے زیادہ نکاح کرنا جایز نہیں ہے اس سبب سے وہ بہت شش و پنج میں رہا کرتا تھا۔ بعض علما نے یہ رائے دی کہ پھر نکاح کیجئے پھر انہیں طلاق دیدیجئے اور پھر پھر نکاح نئے کر لیجئے اور ایسے طرح سلسلہ جاری رکھیے۔ مگر اسے فیروز شاہ نے پسند نہ کیا آخر میر فیض اللہ رنجو سے رائے لی۔ اسنے مرضی پا کر بادشاہ سے کہا کہ حضرت رسول مقبول کے زمانے میں متعہ جایز تھا۔ مگر حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی نے اس کو

موقوف کر دیا ہے۔ اور اب بھی فرقہ امامیہ میں جو اہل اسلام کا ایک فرقہ ہے یہ عمل جاری اور مباح ہے اگر بادشاہ اس پر عمل کرے تو یہ وقت رفع ہو سکتی ہے اس پر علمائے سنت نے بڑی بحث کی۔ مگر جب صحیح بخاری اور مشکوٰۃ شریف میں دیکھا گیا تو حدیث میں اسکی تائید میں نکل آئیں آخر کار بہت سے بحث و مباحثہ کے بعد بادشاہ نے امامیہ طریق کے مطابق متعہ کی حلت کو

اپنی ضرورت کے لیے تسلیم کیا۔ اور ایک ہی دن میں آٹھ سو عورتوں سے متعہ کیا۔ اور اس طرح پر وکن میں مذہب شیعہ کے رواج کا یہ پہلا زینہ قائم ہوا گو فیروز شاہ پکا سنی تھا مگر اس متعہ کی وجہ سے اسے اہل شیعہ سے میل جول کرنا پڑا اسی سبب سے سنیوں سے زیادہ سیدوں کی خاطر اسے بہت منظور تھی۔ وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے اپنی بیٹیاں سیدوں کو دین اور ان کی بیٹیاں

اپنے بیٹوں کے لیے لین۔ میر فیض اللہ انجو کی دختر کا نکاح اپنے بیٹے شاہزادہ حسن خان سے کیا۔ اور اپنی بیٹی جو سلطان محمود شاہ کی دختر کے بطن سے تھی صدر جہان کے بیٹی شیریں الدین انجو کو دی۔ اور اسے دولت آباد کا طرفدار بنا دیا۔ انہیں عورتوں کے عشق میں واری کے ریلوے اسٹیشن سے پندرہ میل پڑا سننے ایک شہر فیروز آباد بتواندی کے کنارے بسا کر اسی اپنا تخت گاہ

بتایا اور دریا سے نہر کاٹ کر اسمین جاری کی اور اچھے اچھے عالیشان مکان اسمین بنواے اور
اون میں اپنی عورتوں کو رکھا۔ اور ہر ایک مکان میں نہر پہونچائی چونکہ عورتیں بہت کثرت تھیں
اسلیے ہضابٹے مقرر کیے اور مادام الحیات اُن ضوابط سے تجاوز نہ کیا۔ اُسکی عورتیں اپنے
اپنے جدا جدا محلوں میں رہتی تھیں دکنہی محل یعنی دختر سلطان محمود شاہ کی سب سے بڑی عزت
تھی۔ اس کے بعد عربی محل تھا اور اسید طرح ہر ایک کا درجہ مقرر تھا۔ ہر بی بی کے تین تین خادم
ہوتے تھے۔ یہ خادم عورتیں اُسی ملک کی اور وہی زبان جاننے والی ہوتی تھیں کہ جس ملک
کی بی بی ہوتی تھی۔ چونکہ عربی زبان سے اُسے زیادہ رغبت تھی۔ اسلیے عربی محل کی نو خادمہ
تھیں۔ یہ ناکید تھی کہ اُس محل میں اور نیز کسی اور محل میں کوئی دوسرا شخص نہ جائے جو اُنکی زبان
کے سوا دوسری زبان جانتا ہو۔ اور اسوجہ سے اُسکے کارپرداز دروازہ دروازہ ملکوں میں رہتے تھے
کہ جب کوئی خادمہ مر جاتی یا نکالی جاتی تو اُسکی جگہ دوسری خادمہ مقرر کرنے کے لیے وہاں سے
وہ عورتوں کو بھیجا کرتے تھے۔ اُسکی عورتوں میں چرکسی وترکی روسی گرجی فارسی خطائی
فرنگی افغانی گجراتی تلنگی بنگالی کنڑی مرہٹی راجپوتی وغیرہ بولی جانے والی عورتیں
تھیں۔ ہر ایک محل میں ایک رات شب باش ہوا کرتا اور بی بی سے اُسکی زبان میں ہم کلام ہوتا
تھا۔ اور کچھ ایسا شیریں کلام اور خوش اخلاق تھا کہ ہر ایک عورت یہ سمجھتی تھی کہ بادشاہ مجھ کو سب سے
زیادہ چاہتا ہے باوجود شراب خواری اور ایسی زنا کاری کے بھی فیروز شاہ میں بعض باتیں ایسی
تھیں کہ جس سے مومنین نے اسے متشرع لکھا ہے وہ ہر روز ربع بارہ قرآن شریف لکھا کرتا
علما کی صحبت کو نہایت ہی پسند کرتا تھا تمام تمام رات دو دو اور تین تین پہروں میں علم کی بحثیں
کرتا تھا۔ مشایخ شعر اُسکی محفل میں جمع ہوتے۔ ندیم اور خوش طبع قصہ گو اُسکی مجلس کو گرم
رکھتے تھے اور اُس خلوت کے اوقات میں وہ بالکل بے تکلف رہتا تھا۔ اپنے دوستوں کو

تکلف کر نیکی مانعت کرتا تھا۔ مگر حکم تھا کہ ایسے وقت میں کوئی کاروبار دنیوی کی باتیں نہ کری اور نہ ایک دوسرے کی بدگواہی اور غیبت کرے۔ باقی شرب و کباب جگاد دل چاہتا وہ پیتا کھاتا کچھ مانعت نہ تھی فیروز شاہ کو اہل کمال کی صحبت اور ملکوں کے عجائب و غرائب دیکھنے کا بڑا شوق تھا۔ اس کا معمول تھا۔ بندرگاہ اہل چپول سے ہر سال جہازات اطراف و جوانب میں بھیجا کرتا اور ملکوں سے تحفہ تحایف منگاتا۔ اہل ہنر کو بلاتا۔ اور ان کی قدر و منزلت کرتا۔ ملا داد و بیداری نے تاریخ تحفہ السلاطین اس کی نام پر لکھی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ علوم معقول و منقول میں اس کی پوری استعداد تھی۔ مشکل سے مشکل کتابیں سمجھتا تھا۔ تفسیر اصول حکمت طبعی و نظری میں کامل مہارت تھی اصطلاحات صوفیہ سے خوب واقف تھا۔ ہفتہ میں تین روز شنبہ و دو شنبہ چار شنبہ کو طالب علموں کو خود سبق پڑھایا کرتا تھا۔ ریاضی میں زاہدی اور شرح تذکرہ اور کلام میں شرح مقاصد اور ہند سے میں تحریر اقلیدس اور نیز مطول ملا سعد الدین تقی زانی کے بھی پڑھاتی تھی اس کی علمی لیاقت محدث غلق کی علمی لیاقت سے اچھی معلوم ہوتی ہے۔ قوت حافظہ غضب کی تھی کہ جو بات کبھی سن لیتا اس کو کبھی فراموش نہ ہوتی تھی۔ اشعار کو خوب سمجھتا اور خود بھی شعر کہتا تھا تخلص اس کا عروجی اور فیروزی تھا۔ اس کے اشعار میں ایک قطعہ یہ ہے ۵

در آتش ہرزہ فکر ز ازل نمکینی	اندیشہ بہ خیال مائل نمکینی
این نقد خضرینہ و باغ است بکوش	تا صدف بچہ نسائے باطل نمکینی

توریت انجیل اور اور مذہب کی کتابیں بھی پڑھا کرتا ہر مذہب کے علمائے پیش قدمی فراتر تھو ہوں پھر فرشتے تحقیقات مذاہب کا بڑا شائق تھا کہتا تھا کہ ہمارا دین اسلام سب دینوں سے اچھا ہے کسی مذہب میں شرب حرام اور عورتوں کو اجنبی مردوں سے روپوشی کا حکم نہیں ہے یہ ہمارے ہی مذہب میں ہے۔ فلسفہ خصوصاً علم ہیئت سے اسے بڑا شوق تھا۔ علم ہیئت کے آلات بنوائے تھے

ستارہ میں بمقام دولت آباد ایک رصد گاہ بھی بنوائی گئی اور سید محمود گارونی اور حکیم حسن گیلانی وغیرہ بڑے بڑے علماء کو اس پر مقرر کیا تھا مگر بعض وجوہ سے خصوصاً حسن کے مرجع جانے سے وہ ناتمام رہ گئے۔ وکن میں جو منصب داری پگڑی کا درجہ ہے وہ دراصل اسی بادشاہ کی ایجاد ہے اُس نے اپنا تاج پگڑی کی شکل پر بنوایا تھا۔ اور اسکو جواہرات سے خوب زینت دی تھی اُسکے زمانہ سے اس طرز کی پگڑیاں بننا شروع ہوئی ہیں۔

۹۳۔ بیجا نگر فرنگشی اب یہ ہی نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ بادشاہ بزم کے کاموں میں ایسا رنگیلا عیش پرست و ناما عالم ضابطہ کا پابند اور بدست تھا۔ وہ بزم کے کاموں میں اس سے بھی زیادہ چست و چالاک بہادر ذمی ہمت اور العزم تھا اور اسکے ایام حکومت میں چوٹیں بڑی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں۔ اور ان سب میں اکثر وہ بذات خاص شریک رہا ہے اور سخت محنتی سپاہیوں سے زیادہ اپنے اوپر مصیبت اٹھائی ہے۔ اس کے بادشاہ ہونے سے پیشتر غیاث الدین اور ذوالدین کی حکومت میں بیظمی پھیل گئی تھی۔ اور بیجا نگر کی زبردست حکومت کو ہمہنی سلطنت سے ہمیشہ عناد رہا کرتا تھا۔ وہ ایسے موقعے ہمیشہ ڈھونڈتے تھے۔ اسوقت موقع مناسب سمجھ کر دیوارے نے جواب کشن رائے کا بتائیں ہوا تھا اسلئے مدین میں ہزار سوار اور نولاکھ پیادہ کماندار اور تفنگچی جمع کیے اور مدگل راجپوت وغیرہ پر گنات مابین دو آب کی تخییر کے لیے باگ اٹھائی۔ خیر وز شاہ بھی ساغر میں آیا۔ اور اپنی فوج کو بلا کر ملاحظہ کیا۔ بارہ ہزار سوار نکلے اس گرد و فواج میں ایک زمیندار کو لیونکا راجہ تھا جو اکثر فتنہ اٹھایا کرتا تھا۔ اول خیر وز شاہ نے اُس پر ہاتھ صاف کیا اور اٹھ سات ہزار کو لیون کو مارا اسکی طرف سے بے کھٹکے ہو گیا۔ اور جب دولت آباد اور باراکا لشکر بھی گیا تو دیو راجی کی طرف کوچ کا ارادہ کیا۔ مگر ایک خیر ہو پوچی کہ نہ رنگہ والی کھتر لہ نے بامداد حکماں ماند و واسیر دیوارے کی تحریک سے براہین تاخت کی ہے

اور ماہور تک اگیا ہے اور مسلمانوں کی خرابی اور بربادی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے اسلئے فیروز شاہ نے لشکر برادر اور دولت آباد کو اسکے رفق کے لیے بھیج دیا اور اب صرف بارہ ہزار فوج پائے تخت کی لیکر دیوار کے کی تادیب کو چلا۔ موسم برسات کے باعث کشتا لبالب تھی۔ دیوار سے تمام گھاتوں کا خوب بندوبست کر لیا تھا کہ مسلمان اترنے نہ پائیں فیروز شاہ نے اراکین سلطنت اور سرداران سپاہ کو جمع کر کے مشورہ کیا اور مشورہ کے بعد مجلسِ ریخاست ہوئی۔ اور اسکی تعمیل اسطرح ہوئی کہ قاضی برج جو ایک ادنیٰ درجہ کا امیر تھا بارہ آدمی لیکر دریا سے پیر کر اتر گیا۔ اور ایک زبڈی کا عاشق بنا۔ اور اسکو بہت سارے بیہ دیکرا اور اپنا کمال عشق جتا کر زبڈی کو اس بات پر راضی کیا کہ وہ اسے اپنے مندل نوازوں میں دیوار کے بیٹے ولیموند کی محض نشاط میں لیجائے۔ چنانچہ رات کے وقت قاضی صاحب اور ایک غلامی دو شخص زبڈی کے ساتھ زمانہ لباس میں اندر چلے گئے اور ناپتے ناپتے جیسے سحر و اور قسم کے لوگوں کا دستور ہے غلی تلواریں بطور تماشے کے لے انعام مانگنے کے لیے دیوار کے بیٹے کے قریب تک پہنچ گئے اور اسکو عین محض میں قتل کر ڈالا اور باقی آدمی بھی جو باہر منتظر کھڑے تھے اندر گھس گئے۔ اور جس نے سامنا کیا ان کو زندہ نہ چھوڑا۔ چونکہ رات اندھیری تھی اپنا کام کر کے ادھر ادھر کو ان میں چھپ گئے۔ اب شور ہوا۔ کسی نے کہا کہ فیروز شاہ مع فوج کے دریا سے اتر آیا کسی نے کہا راجہ دیوار سے اتر سکا بیٹا دونوں مار گئے کسی نے کہا کہ مسلمانوں کی کچھ فوج شب خون مارنے کو چلی آئی ہے۔ غرض کہ تمام لشکرین افراتفری مچ گئی۔ پندرہ کوس طول میں لشکر پڑا ہوا تھا صحیح خیر کا ملنا غیر ممکن تھا ہر ایک کے دل میں جو آیا وہ کرنے لگا اس شور کو سنتے ہی ادھر ادھر ٹوکروں میں جو اسی غرض سے بنوای گئے تھے اور جن پر چمڑے منڈے ہوئے تھے دو سو آدمی بڑے بہادر سپاہی فیروز شاہ کو

لشکر سے اتر آئے اور گھاٹ کو جہان ہند و خود بدحواس ہو رہے تھے لے لیا۔ اور صبح تک فیروز شاہ
 بھی اُس گھاٹ سے فوج لیکر اُتر آیا۔ اب ہندو ایسے گھبرائے ہوئے تھے کہ سوا بھاگنے کے
 اور کچھ بن نہ آیا۔ دیوارے اپنے بیٹے کا تالوت لیکر صبح پو پھٹنے سے پہلے بھاگ نکلا اور بجا نگر
 میں جا کر پناہ لی۔ اگرچہ ہندوؤں کی فوج کئی مرتبہ راستے میں مقابل ہوئی مگر ہر مرتبہ شکست
 پائی۔ اور فیروز شاہ لڑتا بھڑتا بجا نگر تک جا پہنچا۔ ہندوؤں کی جانب کشتوں کے پستے لگ گئی
 اب فیروز شاہ نے راجہ کا تعاقب چھوڑا اور احمد خان اور میر فیض اسد کو بجا نگر کے جنوبی ممالک کی
 تاخت و تاراج کے لیے روانہ کیا اور قاضی سراج کو اعلیٰ درجہ کا امیر بنا کر احمد خان کے ساتھ جانے کی
 اجازت دی چونکہ اس تاخت میں مسلمانوں نے کثرت سے ہندو گرفتار کیے۔ اور ملک کو لوٹ
 سے تباہ اور غارت کر دیا۔ اس لیے دیوارے کے سرداروں نے دیوارے کو صلح کرانیکے لیے نہ
 صرف بزرغیب دی بلکہ تنگ کیا۔ آخر لاچار دیوارے نے انہیں امر کو اختیار صلح دیکر فیروز شاہ
 کے پاس بھیجا چنانچہ ایلچی آئے اور میر فضل اسد وکیل شاہی سے بہت سی گفت و شنید کے بعد
 یہ ٹھہرایا کہ ہندو دس لاکھ ہون یا دشاہ کو اور ایک لاکھ میر فیض اسد کو دین اور بادشاہ اُن کے
 قیدیوں کو چھوڑ دے اس روپیہ میں چھ لاکھ ہون برہمنوں اور اور رعایا نے اور پانچ لاکھ
 دیوارے نے دیئے تھے۔ میر فیض اسد نے یہ سب روپیہ لیکر داخل خزانہ شاہی کیا۔ سواے
 اسکے تنگ بھدر کا شمالی علاقہ اس تاریخ سے سلطنت بہمنیہ میں شامل ہو گیا۔ اور فیروز شاہ
 نے پولاد خان و لد صفدر خان سیستانی کو اُس کے انتظام کے لیے مقرر کیا اور آپ گلبرگہ میں
 آکر کچھ روز آرام کیا۔

۹۴۔ نز سگہ راجہ گوئد دانہ کی سرکوبی | اب نز سگہ والی کھتر لہ کی سرکشی کا بدلہ لینا ضرور تھا اس لیے
 ابتدا سے ششہ میں فیروز شاہ ہزار کی طرف متوجہ ہوا۔ اور شکار کھیلتا ہوا ماہور میں پہنچا۔ وہاں کا

زمیندار جو نرسنگہ سے مل گیا تھا اب حاضر و بار ہوا۔ اور پیش کش بھی لایا۔ چونکہ نرسنگہ کی حکومت بھی کچھ چھوٹی نہ تھی تمام گونڈوانہ کا کوہستان اور بہت سا علاقہ خاندیس اور لاڈیہ کا اس کے زیر حکومت تھا۔ اور والی خاندیس کو اس سے کھٹکا تھا۔ اسیلے اُدھر سے صاف جواب ملا۔ مگر وہ باوجود عدم امداد و منزل کھڑے سے فیروز شاہ کے مقابلہ کو آیا۔ جب فیروز شاہ نے دیکھا کہ اور کوئی امداد پر نہیں ہے اس نے صرف خانخاناں اور میر فضل اللہ کو اس کے مقابلے کے لیے بھیجا اگرچہ اس سے اطاعت کے لیے کہا گیا۔ مگر وہ ایسے زور پر تھا کہ ایک نہ مٹنی چنانچہ لڑائی ہوئی بہت سے مسلمانوں کی فوج اور شجاعت خان دلاور خان رستم خان و بہادر خان بڑے بڑے سرداران بہمنہ مارے گئے۔ اور تمام لشکر اسلام متفرق ہو گیا۔ احمد خان اور فضل اللہ جو مہم اور میر پر تھے حیران و پریشان کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ اتنے میں فضل اللہ کو خبر لائی کہ احمد خان بھی مارا گیا مگر اس نے اس وقت دانائی کی اور لوگوں سے کہا کہ اس خبر کو جانتے ہو کہ مخفی رکھیں اور خود ایک بلند مقام پر چڑھ کر نقارہ شادیانہ بجا دیا اور مشہور کر دیا کہ فیروز شاہ خود ملک لیکر ا گیا یہ سننے ہی ان مسلمانوں کی ہمت بند ہی جگے میدان جنگ سے قدم کھڑے گئے تھے وہ فوراً واپس پھرے اور احمد خان کے زندہ ہونے کی خبر سنکر اور بھی ان کے دل بڑھے۔ اب وہ ہندوہم ایسے جھپٹے کہ کونسل اسے پس نرسنگہ کو گرفتار کر لیا۔ نرسنگہ بھاگا اور قلعہ کھڑا تک مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا۔ دس ہزار ہندو مارے گئے۔ دو مہینے تک قلعہ کا محاصرہ ہوا آخر لاچار نرسنگہ احمد خان اور میر فضل اللہ کے حکم سے فیروز شاہ کے پاس ایلچہ پر حاضر ہوا اور بڑی منت و خوشامد کے بعد اپنی بیٹی کا فیروز شاہ کو ڈولا بھیجا۔ اور چالیس ہائی پانچ من سونا پچاس من چاندی وغیرہ خزانہ میں فضل کی مسلمانوں کا ہمیشہ سے قاعدہ ہے کہ زبون دشمن کی منت و خوشامد سے جلد راضی ہو جاتے ہیں فیروز شاہ راضی ہو گیا اور قلعہ اور ملک پھر اس کو بولودہ اطاعت حسب دستور سابق بخش دیا

اور جن آباد نگہبر کہ گودا پس آیا۔ اس جلد میں میر فضل اللہ کو براہ کی سر لشکری عنایت فرمائی سیج ہے کہ مسلمان جیسے جنگ اور دشمن کے مقابلہ میں نہاد اور بید ہڑک ہیں اس سے بہت زیادہ مجبور حریف کے اوپر رحم کرتے ہیں جبکہ کہ وہ درحقیقت مستحق ہوتا ہے۔ اگر یورپین سلطنت ہوتی تو اس وقت بیگانہ اور گوندوانہ کے راجاؤں کا بیج بھی نہ چھوڑتے چہ جائے کہ ان کا ملک فیروز شاہ نے بالکل ویسا ہی رہنے دیا۔

۹۵ فیروز شاہ امیر تیمور کی اس زمانہ میں دہلی کے بادشاہ فیروز شاہ تغلق محمد تغلق کے چچا زاد بھائی کا خدمت میں ایچی بھیجتا ابھی انتقال ہوا تھا گلو اسکی سلطنت فتوحات کے لحاظ سے نہیں تو بھی ملک واری کی حیثیت سے ایسی سبب برز حالت میں تھی کہ اس سلطنت کو ایسا مبارک زمانہ بہت کم ملایا ہو اس کی خوشحالی کو دیکھ کر امیر تیمور صاحب قران شاہنشاہ ہندوستان کو آیا اور بے انتہا مال و دولت یہاں سے لے گیا یہ بادشاہ ایسا زبردست اور وسیع ملک کا مالک ہوا ہے کہ دنیا کی تاریخ میں کوئی نظر نہیں آتا گو اس زمانے کے دستور کے وفاق اس کے ملک کی حدیں آج کل کی طرح منقطع تھیں مگر پھر بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایشیا میں بہت تھوڑا حصہ اسکی سلطنت سے باقی رہ گیا تھا تاہا کی مشرقی حد سے لیکر بحر اسود تک مغرب میں اور عراق عرب اور ہندوستان خاص سے لیکر ساہیہ یا اور روس تک سب ملک اسکے زیر حکومت تھا اسکی فوج ایسی ہلاکی تھی کہ اسکا سامنا کرنا ایک امر محال تھا تاہم بادشاہ اسکے نام سے تھراتے تھے۔ غرض کہ اس زمانہ میں یہ مشہور ہوا کہ تیمور جس نے ایک مرتبہ ہندوستان کو لوٹ کر خاک سیاہ کر دیا تھا اب پھر آیا ہے۔ اسلیے فیروز شاہ نے براہ دوراندیشی میر تقی الدین داماد میر فضل اللہ انجو اور مولانا لطف اللہ سبزواری کے ہاتھ بہت سی تحفوں کے ساتھ ایک عرضی باظہار اتحاد و اطاعت لکھ کر بھیجی۔ امیر تیمور کے یہاں ان ایچیوں کی جڑی خاطر ہوئی اور پوچھ مینے تک بطور مہمان کے وہاں رہے اس زمانہ میں دستور تھا کہ جس قدر

خاطر دہی منظور ہوتی تھی اسی قدر زیادہ ایام تک ایلچیوں کو مہمان رکھا جاتا تھا۔ القصہ میر تقی میر نے ایلچیوں کو رخصت کیا اور ایک فرمان فیروز شاہ کے نام بھیجا کہ جس میں اسکو حشر اور جمیع لوازم شاہی کے رکھنے کی اجادت عطا کی جب یہ خبر وکن بگرات مالوہ وغیرہ میں مشہور ہوئی تو ہر ایک کو فیروز شاہ سے حسد اور خوف پیدا ہوا۔ اور پوشیدہ ہی پوشیدہ اسکی تخریب کے درپے ہوئے۔ اور سلطنت بہمنیہ کے پڑانے دشمن راہے بجا نگر کو بھجوا دیا۔ اور امداد و اعانت کا وعدہ کیا جس سے اُس نے دو تین سال متواتر خراج معمولی نہ بھیجا۔ اور چونکہ فیروز شاہ بھی دوسرے معاملات میں مصروف تھا اس سبب سے وہ بھی ادھر متوجہ نہ ہوا اور مناسب موقع کے انتظار میں رہا۔

۹۴۔ ایک ستارن کے واسطے
دیوار کے کچڑھائی

علاقہ مدگل میں ایک زرگر کی لڑکی پر تمھال نام نہایت خوبصورت تھی اسکو بوجھا نگر کا ایک برہمن جو بنارس کو جاتا تھا راستہ میں اس زرگر کے مکان پر کچھ دنوں رکھ دیکھ گیا تھا۔ جب اُس نے اسکی خوبصورتی کا تذکرہ دیوار کے سامنے کیا تو وہ اسپر غائبانہ فریفتہ ہو گیا۔ تلو کو کوٹھی چوس لے اور ۱۲ لکھ کے درمیان جیسا نگر کو آیا تھا لکھتا ہے کہ جیسا نگر کے راجہ کی بارہ ہزار عورتیں ہیں۔ چار ہزار تو پیادہ پھر کرتی اور رسوئی کا کام کیا کرتی ہیں۔ اور چار ہزار گھوڑوں پر اور چار ہزار چھپانوں میں سوار ہوتی ہیں۔ ان چھپانوں والی عورتوں میں سے راجہ اس شرط پر دو ہزار کو اپنی بیبیان بنایا کرتا ہے کہ وہ راجہ کے مرنے پر سستی ہو جائیں۔ گو راجہ کی بی بی ہونا بڑی عزت کی بات ہے مگر اس سبب سے کوئی عورت راجہ کے گھر میں جانا مشکل سے پسند کرتی تھی اور یہی وجہ تھی کہ برہمن کی وساطت سے پر تمھال اسکو نہ مل سکی اسپر راجہ خود بہت سی فوج لیکر دریاے تنگ بھدرامک آیا۔ اور پر تمھال کے پڑانے کو ششہ صہ میں حماقت سے پانچ ہزار فوج لیکر مدگل پر حملہ آور ہوا اگرچہ وہ لڑکی راجہ کے گھر اسوجہ سے

جانا نہ چاہتی تھی کہ جب راجاؤں کے گھرمین کوئی عورت داخل ہو جاتی ہے تو اُسکا باہر نکلنا دشوار ہو جاتا ہے اور پھر مان باپ تک سے بھی نہیں مل سکتی لیکن اُسکے مان باپ راجہ کو بیٹھی دینے کے لیے راضی تھے۔ مگر دیورائے نے اُنکو اپنے آنے سے پیشتر کچھ خبر نہ کی۔ اس لیے جب دیورائے کے بے نیکی خیر شہسور ہوئی تو یہ زنگراہنی بیٹی کو لیکر کہیں بھاگ گیا اس لیے راجہ کو بے نیل حرام واپس ہونا پڑا۔ فولاد خان نے جو اس علاقہ کا فسر تھا تھوڑی فوج سے اُس کا تعاقب کیا۔ مگر بنگ بھدرا پر اسکو شکست ہوئی۔ اسپہا رس نے اور آدمی جمع کر کے دشمن کے دو ہزار آدمی مار ڈالے۔

۸۰۹ھ

۹۰۹ھ فیروز شاہ کی دیورائے پر چڑھائی جب فیروز شاہ نے سنا تو اوایل زمستان فتنہ مرہین فوج لیکر دیورائے کے پیچھے پیچھے بھاگ کر تنگ چلا گیا یہاں تک کہ شہر میں بھی فوج جا گھسی لیکن شہر بجا نگر کی قدرتی موانعات کے باعث مسلمانوں کو شہر پر قبضہ حاصل نہ ہو سکا۔ اور وہاں سے باہر نکلنا پڑا۔ اب دیورائے نے چاروں طرف مورچہ بندی کر لی۔ مسلمانوں کے گھوڑے کو ہستانی ٹیلیوں اور چٹانوں پر دوڑ نہ سکتے تھے اور اندر سے تیر و فنگ کا مینہ برس رہا تھا مسلمانوں کو بہت نقصان پہونچا یہاں تک کہ خود فیروز شاہ کے بھی ایک تیر لگ گیا۔ مگر بادشاہ نے اُس زخم کو مخفی رکھا اور اپنی بھائی احمد خان کی صلاح سے پیچھے ہٹ کر ایک سطح میدان میں قیام کیا۔ اور جب بادشاہ اور سپاہ کو زخمیوں سے آرام ہو گیا تو شہر بجا نگر کی تسخیر کا ارادہ ترک کر کے بادشاہ نے احمد خان اور میان بند کو دس ہزار آدمیوں کے ساتھ مالک جنوبی کی تاخت و تاراج کے لیے بھیجا۔ اور میر فضل اللہ کو قلعہ بکپور علاقہ کرناٹک کی طرف جو اس زمانہ میں بڑا مشہور قلعہ تھا روانہ کیا۔ اور خود دیورائے کے مقابل میں قیام پذیر ہوا تاکہ او کی فوج کسی طرف کو حرکت نہ کرنے پائے۔ یہاں اس وقت فیروز شاہ اور دیورائے میں آٹھ مرتبہ لڑائی ہوئی مگر مسلمانوں کو ہر مرتبہ فیروزی حاصل ہوئی۔

۹۰۸ھ دیورائے کا صلح کرنا دیورائے نے بادشاہانِ بگرات مالوہ و خاندیس کو طلب امداد کے لیے

قاصد بھیجے مگر وہاں سے جواب صاف ملا۔ اور چار مہینے کے عرصے میں میر فیض اللہ نے
بنکاپور کو فتح کر لیا۔ اور اسے سندھو کے سپر کر کے بادشاہ کی قدیمبوسی حاصل کی۔ اور ہر احمد خان نے
ملک کرنا ملک میں قیامت مچا دی اور ساتھ ہزار ہندو گرفتار کر کے بہت سے مال و اسباب
کے ساتھ واپس آیا۔ اب صلاح و مشورہ کے بعد بادشاہ نے قلعہ ادھونی کی تسخیر کا ارادہ کیا
جو اس وقت تمام بیجا نگر کے قلعوں سے مضبوط خیال کیا جاتا تھا۔ اس سے راجہ کو کمال
تشویش ہوئی۔ اور صلاح کا پیغام ڈالا۔ آخر کار اس بشرط پر صلح ٹھہری کہ دیوار اپنے اڑکی اور
دس لاکھ ہون اور پانچ من مروارید اور پچاس ہاتھی اور دس ہزار کنیز اور غلام بطریق پیش کش و خرچہ
جنگ اور علاقہ بنکاپور جس پر مسلمان قابض ہو گئے تھے اور بہت سا مال و اسباب جہیز کے
طور پر بادشاہ کے حوالے کرے اگرچہ یہ بات جہندون میں ایک بہت بڑی زبان گنی
جاتی ہے۔ مگر ضرورت تمام ناجائز باتوں کو جائز کر دیتی ہے۔ دیوار نے شادی کا سامان
بڑی دھوم دھام سے کیا چالیس روز تک نہاچ تماشے رہے۔ فیروز شاہ کے لشکر سے جو
بہنیں کوس پر تھا بیجا نگر تک راستہ میں بارہ وطنہ دوکانوں کا بازار لگایا گیا تھا زنیون
بھانڈون۔ نقاؤن کے جابجا ہجوم تھے احمد خان اور میر فیض اللہ بیجا نگر میں جا کر ایک
ہفتہ تک عروس کے یہاں نہان رہے۔ پندرہ دنوں کو جہیز کے ساتھ دولہ کے پاس لائے۔
پھر دیوار نے دولہ کو اپنے گھر بلایا۔ فیروز شاہ نے احمد خان کو لشکر حوالہ کیا۔ اور دولہن
کے ساتھ بیجا نگر میں داخل ہوا۔ دیوار نے دروازہ شہر تک جو قلعہ سے کئی کوس پر تھا
استقبال کیا۔ یہاں راستہ میں نخل و پلس کا فرش بچھا ہوا تھا۔ دونوں خسرو داماد برابر جاتے
راستے میں گل و طلا و نفرتا کر لیا گیا۔ دیوار نے تمام اقربا موجود تھے اور پیادہ ساتھ چلتے تھے
دونوں بادشاہ اول گھوڑوں پر سوار ہوئے اور پھر دارالامارۃ کے دروازے سے اتر کر پاکو وینٹ پٹھر

اور دولہن کے مکان میں دو کوٹا تارا۔ دولہ تین دن وہاں رہا۔ پھر دولہن کو مع دو چند جہیز اول کو
لیکھ کر تیسرے دن رخصت ہوا۔ دیو راسے چاکر کو سنا کہ کیا۔ اور کٹری زبان میں فیروز شاہ سے
بہت سی ہتھیاری باتیں کرتا رہا مگر فیروز شاہ کے لشکر گاہ پر پہنچنے سے پہلے ہی واپس پھیر گیا۔
غالباً اس خیال سے کہ شاید کچھ دغا بازی نہ ہو۔ اس سے فیروز شاہ کو اس کی طرف سے خیال
ہوا کہ دیو راسے کا دل مجھ سے صاف نہیں ہے۔ اور اس بات کی اس نے شکایت کی۔
جس سے طرفین کے دل میں بجائے صفائی کے کہ ورت پیدا ہو گئی۔ جب بادشاہ گلبرگر
کو لوٹ کر آیا تو پر تھال کو ہنگامہ اپنے بیٹے شاہزادہ حسن خان سے اسکا بڑی دھوم دھام
برضا مندی والدین نکاح کرادیا۔

۹۹۔ سید محمد گیسو دراز بندہ نواز اس کے بعد بادشاہ ایک مدت تک علی مشاغل اور عیش و عشرت
میں مشغول رہا۔ شاہ جہ میں گوشت و نانہ سے جب سرکشوں کی تادیب سے واپس آ رہا تھا تو اس نے
سنا کہ ایک بزرگ سید محمد گیسو دراز دہلی کی طرف سے گلبرگر تشریف لائے ہیں۔ بادشاہ مع اپنے
تمام اہل اور اولاد کے شہر سے باہر ان کے استقبال کو گیا اور انکی بڑی خاطر داری کی۔ مگر چونکہ انہیں
علوم ظاہری خصوصاً معقول میں کچھ دخل نہ تھا اس سبب سے بادشاہ نے پھر کچھ توجہ نہ کی۔

البتہ احمد خان نے اس کے لیے خانقاہ بنوا دی اور بڑا معتقد ہو گیا۔ جب شاہ جہ میں فیروز شاہ فی
شاہزادہ حسن خان کو جو خفیف العقل اور عیاش شاہزادہ تھا ولیعہد کر کے۔ یہ صاحب سے دعا
چاہی تو انہوں نے کہا کہ آپ نے اسکو تخت دیا ہے میری دعا کی کیا حاجت ہے اس پر فیروز شاہ
نے پھر آدمی بھیجے اور منت سماجت کی۔ تب انہوں نے کہا ابھی کہ خداوند تعالیٰ نے سلطنت
کا فرمان احمد خان کے نام لکھا ہے دوسروں کے لیے اسکی کوشش کرنا بے فائدہ ہے۔ اس سے
فیروز شاہ بہت متاثر ہوا اور کہا کہ قلعے کے پاس آپ کے سر پر بہت شور مچاتے ہیں آپ باہر

۹۱۵

۹۱۸

چلے جائیے۔ چنانچہ سید صاحب مع اپنے اہل و عیال کے شہر سے نکل کر وہاں چلے گئے جہاں اب اُن کا مزار ہے۔ اور وہاں مریدوں نے اُنکی خانقاہ بڑی پر تکلف بنا دی۔ اسی خانقاہ کے پاس ایک سڑک اور ایک مدرسہ بھی ہے۔ جسے بتاتے ہیں کہ عالمگیری نے بنایا ہے۔

۱۰۰۔ دیورائے کا حملہ اور فیروز شاہ کی شکست

۵۲۰ھ میں بادشاہ نے تسخیرِ قلعہ پانگل کے لیے جسکو اب بنگلہ ٹو کہتے ہیں فوج کشی کی۔ اگرچہ اس جگہ دو برس تک اوقات ضائع کی مگر کچھ فائدہ نہوا۔ بلکہ لشکر میں بیماری پھیلی۔ اور طول مدت کے سبب سے اکثر سپاہ نے کنارہ کشی کر لی۔ جس سے بادشاہ کو بے نیل مراسم واپس آنا پڑا۔ دیورائے نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر با اتفاق راجہ ملنگانہ بہت سی فوج سے حملہ کیا۔ فیروز شاہ نے اسوقت غیرت شاپی کو کام فرما کر دیدہ و دانستہ بجائے ضعف اُس کا مقابلہ کیا۔ یہ فیصلہ اس کے ایک ہندو کھتری نوکر نے اُسے عین ہنگامہ جنگ میں دنا سے مار ڈالا۔ فیروز شاہ کے بہت سے بہادر مارے گئے اور سخت شکست ہوئی۔ احمد خان کی جو اندری سے فیروز شاہ کی جان بچی۔ ہندوؤں نے اسوقت مسلمانوں سے خوب عموض لیا اور کشتوں کے پشے لگا دیے۔ اور مسجدوں کے توڑنے اور ڈھانے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ فیروز شاہ نے میر غیاث الدین ولد میر فضل اللہ کو بھیج کر بادشاہِ گجرات سے امداد چاہی مگر احمد شاہِ گجراتی اُسی زمانہ میں تخت نشین ہوا تھا اس لیے وہاں سے کچھ مدد نہ مل سکی تاہم جہان نے فوج جمع کر کے آخر کار دیورائے کو ملک سے بدر کر دیا اور فیروز شاہ کے پاس جو کچھ بھاگ کر آیا تھا حاضر ہوا۔ اس شکست کا بڑا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ فیروز شاہ کی عیاشی کے باعث فوج کی پرداخت اچھی طرح نہیں ہوتی تھی۔ دوسرے بادشاہ کی وہ جوانی کی انگلیں بھی جاتی رہی تھیں۔ عمر تیرہ چوٹ برس کی ہو گئی تھی۔ اور عیاشی کے باعث اسی عمر میں اُس کی صحت بگڑ گئی تھی۔ کچھ کام نہیں ہو سکتا تھا۔

۱۰۱۔ احمد خان کا بیدار سے بھاگنا اگرچہ بادشاہ نے انتقام کا ارادہ کیا مگر رنج کے سبب سے بیمار پڑ گیا اور مرض نے طول پکڑا اس وقت اسکے دو غلام ہوشیار عین الملک و بیدار نظام الملک بڑے رستے پر تھے اور کاروبار سلطنت کا کرتے تھے۔ انہوں نے بادشاہ کو سوچایا کہ احمد خان کے طور و طریق بادشاہوں کے سے نظر آتے ہیں۔ اگر اپنے بیٹے حسن خان کو بادشاہی دینا ہے تو اس کا بندوبست کیجیے۔ بادشاہ نے اس پر مصلحتاً اُس کے اندھا کرنے کا ارادہ کیا مگر وہ یہ خبر سن کر سید محمد گیسو داز کے پاس گیا اور علاء الدین اپنے بیٹے کو بھی ساتھ لے گیا اور ان سے کل حال کمکد عاچا ہی۔ انہوں نے وہ ہی کام کیا کہ جس سے خوش اعتقادوں کی حمت بڑھ جایا کرتی ہے یعنی اپنی بگڑی بھارت کر دو نون باپ بیٹوں کے سر پر باندھی اور اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا اور دونوں کو سلطنت کا شرفہ سنایا۔ بعد اسکے احمد خان اپنے گھر آیا اور رات کے وقت اپنے خاص محتبر چار سو آدمیوں کے ساتھ بھاگا۔ دروازہ شہر پر اس کو ایک تاجر مشہور بہ ظلف حسن بھری جو احمد خان کا پورا دوست تھا اور جو اسکے جانے کی خبر سن کر وہاں کھڑا ہوا تھا ملا۔ اس شخص کا مفصل حال یہاں تک کہ اُس کا نام بھی کہیں کسی نے نہیں لکھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص شیعہ مذہب اور اچھا بہادر سپاہی اور سید ہاساد ہانیک آدمی تھا اور یہی دکن میں پہلا شخص ہے کہ جس نے اپنی صحبت کا بادشاہ پر ایسا اثر ڈالا جس سے احمد شاہ قریب قریب شیعہ مذہب ہو گیا غرض کہ خلف حسن بھری نے احمد خان کو بادشاہوں کی طرح سلام کیا احمد خان نے اُسے اچھا شکون تصور کیا اور کہا کہ فوراً اپنے گھر چلے جاؤ۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو شاید میری دوستی کے باعث تم کو نقصان پہنچے گا۔ مگر اُس نے کہا کہ عیش و عشرت کے وقت میں تو آپ کا دوست تھا اب مصیبت کے وقت اگر ساتھ نہ دیا تو پھر میری دوستی کس کام کی۔ میں ہر طرح موجود ہوں سوا اسکے آپ کو بھی اگر بادشاہ ہوئے تو کسی اہلکار کی ضرورت ہوگی اس لیے مجھی کو اپنا خادم بنائیے۔

غرض کہ اُس نے ایسی رفاقت کی باتیں کیں جس سے احمد خان نے اُسے ساتھ لے لیا اور کہا کہ اگر میں بادشاہ ہوتا تو ہم تم دونوں اسمین شریک ہو گئے اور شہر سے نکل کر ایک قصبہ میں قیام کیا جس کا نام خانان پور تھا اور نیت کی کہ اگر بادشاہ ہو جاؤں گا تو اس کا نوں کا نام رسول آباد رکھوں گا اور سات مدینہ منورہ اور کربلا کے مولا و نجف اشرف کے نام اُسے وقف کر دوں گا۔

۱۰۲۔ احمد خان کا ہشیار اور سید کو شکست دینا۔ احمد خان کے بھاگنے کی خبر مشہور ہوئی تو دونوں غلام تین ہزار سواروں اور جنگی ہاتھوں کے ساتھ بادشاہ سے حکم لیکر اُسکے تعاقب میں دوڑے۔

احمد خان کو کچھ تذبذب بھی ہوا اور چاہا کہ اوپر اُدھر ملک میں چلا جائے اور جب کچھ امیر اُس سے بلجائیں اُس وقت کچھ ہاتھ پائون ہلائیے۔ مگر خلف حسن بصری نے اُسکے سر پر چتر شاہی لگایا اور اُسے بادشاہ بنایا اور گلبرگہ و بید رو کلیانی وغیرہ میں آدمی بھیجے اور ملازمان شاہی اور اوباش بیکاروں کو فراہم کر کے ایک ہزار آدمی کی جمعیت بہم پہنچائی اور مشہور کر دیا کہ احمد خان سے بہت امیر مل گئے ہیں اور وہ وقت کے منتظر ہیں موقع ملتے ہی وہ احمد خان کا ساتھ دینگے ہوشیار اور سید اُنکی فوج آٹھ ہزار تھی کیونکہ اور بھی اُسکے پاس مدد آگئی تھی اسلئے احمد خان بڑا پریشان تھا کہ قضا کچھ بنجارے برار کی طرف سے دو ہزار بیل غلہ کے کلیانی کی طرف لائے اور کچھ لاہور کے سوداگر بھی تین سو گھوڑے لارہی تھے کہ وہ بھی اس بد عملی کو باعث دہین نہ گئیں خلف حسن بصری نے احمد خان کو صلاح دی کہ سوداگروں سے قیمت ٹھیرا کر گھوڑے لے لیے جائیں اور بنجاروں سے بیل عاریت مانگ کر دکن کے طریق پر رنگارنگ کی برقیں اُن پر لگائی جائیں اور پیادوں کو گھوڑوں کے اوپر سوار کر کے آگے بڑھائیں اور پیچھے سی ہیلون کو سامنے کریں اور کہیں کہ جو امیر ہم سے ملے ہوئے تھے وہ آگے اس تدبیر سے تعجب نہیں کہ مخالفوں کی فوج میں تزلزل ہو جائے گا۔ احمد خان نے اس بات کو بے سرو پا نہ دیکھا

دھکوسلا سمجھ کر کچھ توجہ نہ کی۔ مگر وہیں ایک پیڑ کے نیچے یاس کے عالم میں سو گیا۔ خواب میں دیکھتا کیا ہے کہ ایک بزرگ سبز تاج دوازہ ترک کالیے ہوئے اسکی طرف آ رہے ہیں۔ اور احمد خان کے سر پر رکھ کر کہتے ہیں کہ فلان گوشہ نشین نے یہ شاہی تاج تجھے بھیجا ہے۔ ایسے خواب و خیال ایسے تذبذب و اضطراب کے وقت میں بڑا کام دیتے ہیں جب آنکھ کھلی اور چونکا تو کچھ ہمت بند ہی اور خلف حسن بھری سے کہا کہ ایتک تو مجھے اڑائی میں تروں تھا مگر اب میں چاہتا ہوں کہ جو تو نے تدبیر سوچی ہے اس پر عمل کروں۔ چنانچہ خلف حسن بھری نے سب کام اوسط طرح مخفی طور پر تیار کر لیا۔ اور مشہور کر دیا کہ فلان فلان امیر احمد خان کی مدد کو آنے والے ہیں۔ جب طرفین سے صف بندی ہو گئی تو ہر شاہیار بیدار کو اگرچہ کھٹکا تھا مگر چونکہ سپاہی تھے اور نیکو آمادہ ہو گئے کہ لیکالیک ان مصنوعی سواروں کی فوج نمودار ہوئی۔ اور مدد کے آنیکی خوش ہوتے ہوئے ہی تھی اس کے خیال سے ان کی فوج میں تزلزل واقع ہوا اور ہر سے احمد خان اپنے ہزار سوار لیکر بڑھا اور امیر تو پہلے ہی کھسکنے شروع ہو گئے تھے۔ اب ہر شاہیار اور بیدار بھی بھاگے۔ اور احمد خان کی فتح ہوئی۔ اور لوٹ کا مال بہت ہاتھ آیا۔ کہ جس سے لشکر کا سامان درست ہو گیا۔

۱۰۳۔ احمد شاہ کا بادشاہ ہونا پھر تو احمد خان گلبرگہ کی طرف بڑھا۔ اور بہت سی شاہی امیر اس سے آئے فیروز شاہ ایک بالکی مین پڑا اور حسن خان کو بادشاہ بنا کر تین چار ہزار فوج سے احمد خان کے مقابلے کو نکلا۔ مگر اتفاقاً تین اڑائی کے وقت شدت بیمار سی سے وہ بیہوش ہو گیا۔ اور اس کے مرنے کی خبر مشہور ہو گئی۔ اسوجہ سے رہی سہی فوج بھی احمد خان سے جا ملی۔ ہر شاہی اور بیدار فیروز شاہ کی بالکی قلعہ میں لینگے جب قلعے کے دروازہ پر پہنچی تو فیروز شاہ کو ہوش آیا مگر اب کیا ہوتا تھا جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔ لیکن اسوقت احمد خان نے ادباً بادشاہ کا تعاقب

نہ کیا ورنہ وہ چاہتا تو گرفتار کر لیتا۔ قلعے کے نیچے آکر اُس نے قیام کیا ہیشیار بیدار باتفاق
 حسن خان قلعے پر چڑھ رہے اور وہاں سے گولے مارنے شروع کیے یہاں تک کہ احمد خان کے
 پاس گولے بجا بجا کر گرنے لگے اور اُس کے خاص رفیقوں میں سے کچھ لوگ ان گولوں کی زد میں
 آ گئے۔ اس سبب سے احمد خان قلعے کے عقب میں چلا گیا۔ لیکن جب سلطان فیروز شاہ
 کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے بیٹے کو بلا کر کہا۔ یا دشاہی لشکر سے ہوتی ہے جب لشکر احمد خان
 کے پاس چلا گیا تو اب ایسے حرکات نامناسب ہیں۔ پھر اپنے معتبروں کو احمد خان کے
 پاس بھیج کر قلعے میں بولایا احمد خان جاکر بھائی کے پاؤں پر گر پڑا اور غدر معذرت کرنے لگا۔
 فیروز شاہ نے چھوٹے بھائی کو اٹھایا اور بانٹھا مسرت اُس سے کہا کہ میں بہت خوش ہوں
 کہ تم کہ میں نے اپنی زندگی میں بادشاہ دیکھا۔ شفقت پدری کے باعث میں چاہتا تھا
 کہ میرا بیٹا بادشاہ ہو مگر تو لائق سلطنت ہی اٹھ اور سلطنت کے کاموں کو دیکھ۔ اور جب تک
 مجھ میں دم ہے میری خبر گیری کو تارہ۔ اب تو خدا کے حوالے اور حن تیرے سپرد ہے۔
 یہ واقعہ ۵ شوال ۸۲۵ھ کا ہے۔ اس سے دس روز کے بعد فیروز شاہ مر گیا۔ کہتے ہیں کہ
 احمد خان نے اپنے بھانجے شیر خان کے کہنے سے اُسے پوشیدہ قتل کرادیا۔ مگر جو برتاؤ
 احمد خان نے شاہزادہ حسن کے ساتھ آئندہ کیا اُس سے یہ امر قیاس کے خلاف ٹھیکر ہے۔
 والله اعلم بحقیقۃ الحال۔

سلطان احمد شاہ ولی

بن داؤد شاہ

۱۰۴۔ احمد شاہ کا سید محمد احمد خان کی عمر اس وقت پچاس سال سے زیادہ تھی۔ بھائی کے ساتھ
 لڑائیوں میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں کیے تھے۔

گبگب و راز پر اعتقاد۔

سلطنت کے کاموں کا خوب تجربہ تھا۔ اُسکو کسی بات کے سیکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ تخت پر بیٹھتے ہی بھائی کے زمانے کے مطابق کاروبار سلطنت کا اچھی طرح انجام دیتے لگا۔ اور سید کی خاطر مین کچھ اپنے بھائی سے بھی بڑھا ہوا تھا خاندان بہمنیہ کے پہلے بادشاہ شیخ محمد سراج جنیدی کے مرید ہوا کرتے تھے مگر اس نے سید محمد گیسو دراز قدس سرہ سے رجوع کیا اونکی بڑی قدر افزائی کی اور پرگنہ گلبرگہ وغیرہ مین بہت سے دیہات اور قصبات اُن کے لیے وقف کر دیئے۔ چنانچہ یہ اوقات اُنکے خاندان مین صاحب تاریخ فرشتہ کے زمانے تک برابر چلا آتے تھے۔ اور الناس علی دین ملوک کھڑے باعث مخلوق کو خصوصاً پیر پستون کو اُن سے ایسا اعتقاد ہو گیا کہ اُن کو پیغمبر سے بھی بڑھ کر سمجھنے لگے۔ غرض کہ احمد شاہ نے تخت پر بیٹھ کر تمام ہمت اس بات پر مصروف کی کہ فیروز شاہ کی شکست کا بدلہ لیا جائے خلف حسن بھری کو وکیل امور سلطنت اور ہزار دو صدی کا منصب دیا اور چونکہ وہ تجارت پیشہ شخص تھا اُس نے اُسکو ملک التجار کا خطاب عطا فرمایا۔ چنانچہ اس خطاب کو ایسی عزت ہوئی کہ ایک مدت دراز تک یہ خطاب اور لوگوں کو بھی دیا گیا۔ ہشیار اور بیدار نے چونکہ بھائی کے ساتھ وفاداری کی تھی اسلئے اول کو امیر الامرا و ہزار و پانصد سی کا منصب اور بیدار نظام الملک کو سر لشکر دولت آباد کر کے دو ہزاری منصب عنایت فرمایا۔ کتے بن کہ سلاطین بہمنیہ کے یہاں طرفدار سب دو ہزاری ہوا کرتے تھے۔ اور امیر الامرا ہزار و پانصد سی و وکیل سلطنت ہزار دو صدی ہوتے تھے۔ اور باقی امور و منصب ہزار ہری سے زیادہ اور صدی سے کمتر نہیں تھے اور جو کوئی ہزاری ہوتا تھا اُسکو ملوک و علم و انصارہ ملا کرتا تھا اب لوگوں نے احمد شاہ کو بہکانا شروع کیا۔ اور کہہ کہ حسن جو دارش ملک ہے اُسے قتل یا قید یا اندھا کر دیا جائے مگر چونکہ احمد شاہ کو بھائی سے محبت تھی اسلئے وہ نہ چاہتا تھا کہ بھائی کی اولاد کو کچھ نقصان پہنچائے اُس نے حسن کو پانصد سی کا

مرتب دیکر فیروز آباد میں دریا سے تنگ بھدر کے کنارے رہنے کے لیے حکم دیا اور اجازت دی کہ چاکر کو سب تک گرد و نواح میں جہاں چاہے سیر و شکار کے لیے جایا کرے۔ مگر اس سے زیادہ کمین جانا ہو تو اسکی اجازت لینا چاہیے۔ چنانچہ وہ وہاں اپنے چچا کی حین حیات خوب اسایش اور عیش و عشرت سے بسر کرتا رہا مگر بعد میں مکحول کیا گیا اور قید میں مر گیا۔

۱۰۵۔ احمد شاہ کی دیوار سے بچر چائی اور مصیبت میں پکڑ پکڑ بچر چائی۔

القصد احمد شاہ نے ہر ایک کو رفت و ملاطفت سے اپنا مطیع و منقاد کر لیا۔ اور سرحد بگڑت پر معتبر سردار روانہ کیے۔ اس کے

بعد چالیس ہزار سوار لیکر دیوار سے انتقام لینے کے لیے کرناٹک کی طرف روانہ ہوا۔ دیوار کے کو پہلا واقعہ یاد تھا اس نے بھی اپنا خوب بندوبست کیا۔ اور باتفاق راجہ تلنگانہ دس لاکھ پیادہ توپچی اور کماندار کی بھیڑ بھاڑ سے دریا سے تنگ بھدر کے کنارے آموجود ہوا۔ اور مسلمانوں کے لشکر کو چوری اور قتل سے تنگ کرنا شروع کیا اسلئے احمد شاہ نے اپنے لشکر کے گرد و دم کے قاعدے کے موافق دو ہزار راہ لگا کر مورچہ بنایا۔ اور چالیس روز تک وہاں بٹھارہا۔ وہ چاہتا تھا کہ دشمن دریا سے اتر کر اسپر حملہ کرے اور اسلئے تلنگانہ کے علاقہ کو اور نیز بیجا نگر کے دیہات کو جو تنگ بھدر کے اس طرف تھے خوب غارت کیا کہ وہ لوگ غصہ ہو کر حملہ کریں۔ مگر جب وہ لوگ نہ آئے تو اس نے امر کو بلایا اور مشورہ کیا سب نے ملکر قرآن کی قسم کھائی کہ کل دریا سے اتر کر حملہ کریں گے۔ لیکن یہ خبر منتشر ہو گئی۔ اسلئے سر شام تلنگانہ کا راجہ بیجا نگر والوں کی رفاقت چھوڑ کر چلا گیا جب قبل از صبح عالم خان لودھی خان و دلاور خان خاندان بہمنیہ کے پرانے سردار دس ہزار آدمی کے ساتھ دریا سے عبور کر کے دشمن پر حملہ آور ہوئے تو اسوقت اتفاقاً راجہ دیوار سے نیشکر کے ایک کھیت کے پاس آرام کر رہا تھا۔ یہ لوگ اتفاقاً اس طرف جانگے دیوار سے سمجھا کہ وہ قصد امیری طرف آتے ہیں۔ اسلئے وہ نہایت مضطرب ہوا

اور گنتوں کے کمیت میں گھس گیا۔ ان لشکریوں نے اول گئے کے کھانے کا ارادہ کیا۔ اور گئے توڑے اور گئے نے چلنے کے لیے دیوارے کو کمیت والا سمجھ کر پکڑ لیا جس نے غالباً ڈر سے بھیس بدل لیا ہوگا۔ اور اسی اور اسکے اور چند ہمل ہیون کو مزدورون میں پکڑ کر گئے اون پر لا دوئے۔ دیوارے کچھ نہ بولا۔ اسکو غنیمت سمجھا کہ جان بچی۔ بوجہ سر پر لیا رٹکے ساتھ ہو لیا۔ تھوڑی دیر میں خبر آئی کہ احمد شاہ آڑیا اور راجہ غایب ہے۔ اسلئے اسکا لشکر تہ وبالا ہو گیا اور مسلمان قتل و غارت میں لگ گئے اور گنتوں سے زیادہ شیرین چیزون کو ڈھونڈنے لگے کہ راجہ کسی طرح مزدورون میں سے نکل بھاگا۔ اور سہ پہر کے وقت ایک اپنے امیر کے پاس پہنچ گیا اور چتر شاہی سر پر رکھ کر سب کو اپنی صورت دکھا دی جس سے کچھ لشکر جمع ہو گیا۔ مگر مجبوراً بیجا نگر میں جا کر پناہ لی۔ چونکہ مسلمان کئی بار بیجا نگر کے استحکام کو دیکھ چکے تھے۔ اسلئے احمد شاہ نے اسکی طرف رخ نہ کیا بلکہ کرناٹک پر چھپٹ پڑا اور بخلاف عہد محمد شاہ غازی کے مسلمانوں کے قتل کے عوض میں جو فیروز شاہ کی شکست کے وقت ہندون کے ہاتھ سے ہوئی تھی اور انہوں نے بے رحمان کی تحین ہندون کی کامل تباہی کا ارادہ کر لیا۔ غرض کہ وہ ایسا جلا ہوا تھا کہ اس نے اس وقت سب رحم و تہذیب کو بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ مندرون کو توڑنا گایون کو بوج کرنا۔ اور ہندون کا جابجا قتل عام کرنا اپنا شیوہ کر لیا۔ اور جب بیس ہزار ہندو قتل ہو جاتے تو تھیر کر تین روز جشن مناتا تھا۔ اس تاخیر و تاراج میں ایام نوروز آ گئے اور ایک پرفضا ضل کے کنارے لشکر کا قیام ہوا۔ بادشاہ کو شکار کا بڑا شوق تھا۔ شکار کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا دوڑایا اور لشکر سے کچھ کوس کے فاصلے پر اسکے پیچھے اکیلا نکل گیا۔ ساتھ کے رفیق بھی جو دو سو کے قریب تھے وہ بھی ادھر ادھر شکار کے پیچھے چلے گئے۔ شیونوں کے پانچھ آدمی ایسے موقع کی تلاش میں مدت سے پھر رہے تھے اور اسکے منتظر تھے۔

آہنوں نے بادشاہ کی تنہائی کی خبر سنی اور گھات سے نکلے اور اسے پکڑنے کے لیے دوڑے
 بادشاہ نے پہچان لیا سخت مضطرب ہوا مگر پھر بھی تجربہ کار بادشاہ تھا ایسے نازک وقت میں ایسے
 ویسے کی جان بچنی محال تھی۔ ایک طرف دور سے اُس نے ایک چار دیواری دیکھی جو کسی کسان
 نے اپنے جانور دو پہر کے وقت باندھنے کے لیے بنائی تھی اس کی طرف بھاگا کچھ دکنی خادم
 اُس کے ساتھ تھے ابھی چار دیواری تک نہیں پہنچے تھے کہ آگے ایک نالہ آگیا اور دشمن پیچھے
 آہو نچے خادم سب تمام ہو گئے اور اب بادشاہ کے قتل یا گرفتاری کی باری آئی تھی کہ یکایک
 وہ دوسو رفیق تیر انداز جو شکار کے پیچھے چلے گئے تھے اتفاقاً آگے اور اُن سے لڑنے لگے
 کہ بادشاہ نکل کر آگے بھاگ گیا اور اُس چار دیواری میں جا پہنچا اب یہ رفیق بھی کچھ قتل
 ہو ہو کر بادشاہ کے پیچھے پیچھے لڑتے بھڑتے اُسی چار دیواری میں آئے۔ اور وہاں پورے ہند
 کی دشمن پانچ ہزار تھے اور یہ دوسو بھی نہیں رہے تھے اور پھر بے سر و سامان تھکے ماندے
 مقام غیر محفوظ انتشار و مایوسی دست و گریبان۔ مگر اُس زمانے کے مسلمان ہندوؤں کو بڑا دلاؤ
 اپنے آپ کو بہادر سمجھتے تھے یہ خیال بھی بڑا کام دیا کرتا ہے۔ اس سے بھی بڑے بڑے عقیدہ
 مالا نخل حل ہو جاتے ہیں اور یہ تو ہمیشہ کا دستور ہے کہ جہاں مسلمانوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور
 اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ بہادر بن گئے اور جوش میں بھر گئے۔ غرض کہ سب نے مرنے مارنے پر کمر باندھ لیا۔
 بہت سے مسلمان مارے گئے اور اب دشمنوں نے دیوار توڑنا شروع کی۔ جس جس قدر دیوار
 ٹوٹی تھی بادشاہ کی اُس قید پریشانی بڑھتی جاتی تھی۔ لشکر میں ایک شخص عبدالقادر بن عیسیٰ بن
 محمود بن عماد الملک سرسودا ران تھا اور اس کا دو صدی کا منصب تھا اُس نے خیال کیا کہ بادشاہ
 شکار کے لیے اکیلا چلا گیا۔ بیگانہ ملک ہے کہیں دشمن اُسے آنے گھیریں۔ اس لیے دو تین ہزار
 شاہی خاصہ خیل لیکر بادشاہ کی تلاش میں دوڑا۔ دور سے یہ ہنگامہ دیکھ کر چھٹا قریب آیا تو معلوم ہوا

کہ بادشاہ کو دشمنوں نے گھیر لیا ہے۔ اور اب پکڑا یا مارا جاسکتے ہیں یہ دیکھتے ہی اندھا دھند
 اُن پر حملہ کیا۔ گوبانچ سوسلمان مارے گئے مگر اُس نے ایک ہزار ہندوؤں کو مارا اور بادشاہ تک
 پہنچ گیا۔ اور اسکی جان بچائی اور ہندو شکست کھا کر بھاگے اور ایسا بڑا بادشاہ جو اپنی بے احتیاطی
 کے باعث ایسی بلا میں پڑا تھا بچ گیا۔ ۵۔ رسیدہ بود بلا سے دے بخیر گذشت + اس جلد میں
 بادشاہ نے عبدالقادر کو بہادر دریاں بخش یا حتی گذار کا لقب اور خطاب خان جہان اور منصب
 دو ہزاری دیکر بہادر کا سر شکر کیا۔ اور اُسکے بھائی عبداللطیف کو جو اُسکے ساتھ تھا خطاب خان اعظم مع
 منصب دو ہزاری دیکر تلنگانہ کا سر شکر بنایا۔ اور میر علی گرد کو لقب کافر کش اور منصب ہزاری اور
 قاسم بیگ کو لقب صف شکن اور منصب پانصدی اور کلہر اسکی جاگہ میں دیا۔ اور عبدالسکابلی
 منصبدار حدہ کو جنہ کا حکم کیا۔ اور چونکہ تیر اندازی سے اسوقت بڑا فائدہ ہوا تھا اس لیے
 خواجہ حسن ارستانی و خسرو بیگ اوزبک کو حکم دیا کہ شاہزادہ علاؤ الدین کو تیر اندازی سکھایں
 اور خواجہ بیگ کو خطاب قلندر خان دیکر داروغہ حسن آباد کلبر کہ کیا۔ اور رسیدہ حسن و میر فرخ بخشی
 و میر علی سیستانی حسن خان و فرخ خان و علی خان کو سید صدی منصب دیکر خوش کیا۔ غرض کہ
 اسوقت احمد شاہ نے دل کھول کر خطابات اور انعامات اور جاگہات دیں اور شاہزادوں اور امرا
 کی اولاد کو حکم دیا کہ وہ تیر اندازی سیکھیں اور خلف حسن بصری ملک التجار کو حکم دیا کہ عراقی خراسانی
 مالوۃ النہری رومی عرب تین ہزار تیر انداز نوکر رکھے۔ غرض کہ جب احمد شاہ کو اس بلا سے نجات
 ملی تو اُس نے اپنی تمام فوج لی اور نہایت احتیاط اور حزم کے ساتھ بیجا نگر کا جاگہ میصرہ کر لیا اور
 راجہ کو ایسا تنگ کیا کہ وہ بالکل مجبور ہو گیا۔ اور شریط صلح ٹھہر کر تمام چھپلا خراج تیس یا بیون پر
 لا کر اپنے بیٹے کی ہمراہ نقارہ اور سرنا وغیرہ باجے بجا کر بھیجا۔ اس باجے سے جسکے لیے احمد شاہ
 نے دیوارے کو مجبور کیا تھا اسکی امانت منظور تھی جب اس طرح راجہ کا بیٹا آیا تو امر نے اُس کا

استقبال کیا اور بادشاہ نے اُسے اپنے پاس بٹھایا اور خلعت و کمر پنجمرصع اور عربی تری کی چھوڑ
پانچ ماتھی اور پانچ چیتے اور پانچ شکاری کتے اور تین بازو دے جو کرنا ٹیکہ من نے کبھی مکھے بھی تھے
اور دریائے کشنا تک اُسے لاکر رخصت کیا۔

۱۰۴۔ دکن کا قحط اور احمد شاہ کا دلی ہونا۔ جب بادشاہ نے بفتح و ظفر والی سلطنت کو مرجعت کی تو اب اس نے راجہ
وزنگل کی سرکوبی کی تیاری کی کیونکہ راجہ نے بیجا نگر والوں کا بغاوت میں ساتھ
دیا تھا۔ مگر ملک میں اس سال ایسا سخت قحط پڑا کہ تمام تالاب اور نہریں سوکھ گئیں۔ باولیوں
کے پانی خشک ہو گئے جنگل کے درند و چرند و پرند بغیر پانی کے مر گئے بادشاہ نے اپنی فوج
کی مزید روپے سے مدد کی غریبوں اور سکیٹوں کو غلہ تقسیم کیا۔ مگر جب دوسرے سال بھی ایسا ہی
ہوا تو احمد شاہ سخت گھبرا یا۔ علما اور مشائخ اور زہاد کو نماز استسقا کے لیے بھیجا۔ مگر آسمان ایسا خلیل
ہو گیا تھا کہ اُس نے کبھی طرح نہ کھایا مخلوق خدا روز بروز سخت تر مصائب میں گرفتار ہونے لگی
اور موشی اور آدمی بھوک سے مرنے لگے۔ اس سے لوگوں نے احمد شاہ کی سلطنت کو منحوس
خیال کیا جس سے اُسے کمال رنج ہوا۔ اور خود نماز استسقا پڑھنے لگا۔ کہتے ہیں کہ اس وقت
بڑی سخت بارش ہوئی۔ بادشاہ کا سر سجدہ میں تھا اور مینہ برستا تھا بادشاہ چاہتا تھا کہ مین خدا کی
آپ رحمت سے نہ بھاگوں کپڑے پانی میں سب کے بھیگ گئے اور لوگ گھبرا گئے۔ چاروں طرف
سے آواز ہوئی کہ اے احمد شاہ ولی تیری ولایت معلوم ہو گئی۔ اب گھر کو چل چنانچہ اُس نے جو
پانی سے بھیگ کر گھبرا گیا تھا اور بہانہ تک رہا تھا سجدہ سے سر اٹھایا اور گھبرا یا اور اس وقت سی
اُسکا لقب احمد شاہ ولی مشہور ہو گیا۔ اب تک بھی بہت سے مشائخ اُسکو اپنے ولیوں کی شمایں
سمجھتے ہیں۔

۱۰۵۔ تلنگانہ دہاہور کی فوج غرض کہ جب قحط رفع ہوا تو مشہور میں بادشاہ نے وزنگل کے راجہ پر

چڑھائی کی اور گو لکنئہ میں اگر عبداللطیف شکر تلنگانہ کو آگے روانہ کیا اُس نے وہاں جا کر سات ہزار
 آدمیوں سمیت اُسے مار ڈالا۔ اب احمد شاہ ورنگل گیا اور صد ہا برس کے دغینے اور خزیئے اُسکے
 ہاتھ لگے۔ پھر تین چار مہینے میں تمام زمینداران تلنگ منگول منکوب ہو گئے اور راجا تلنگ
 کاراج اس تاریخ سے نیست و نابود ہو گیا۔ ۲۹ھ میں قلعہ ماہور جس پر کچھ دنوں سے
 ایک زمیندار نے قبضہ کر رکھا تھا بوعدہ امان اُس سے لے لیا۔ مگر چونکہ اس زمیندار نے
 فیروز شاہ کے زمانہ میں بھی ایسا ہی کیا تھا اور بار بار شرارت کیا کرتا تھا اسلئے احکام شرع اسلام
 کے خلاف وعدگی کر کے اُسکو پانچ ہزار آدمیوں کے ساتھ قتل کر ڈالا اور حصار کھم کو
 لیکر حاکم گوئدوانہ سے الماس کی کان بھی حنین لی۔ اور ایلچیو زمین ایک برس تک قیام
 کر کے قلعہ کاویل کو بنایا اور دوسرے قلعوں کی مرمت کی۔ تاکہ مالوہ خاندیس گبرگت کو فتح
 کرے جسے امیر تیمور نے بہمنیوں کو دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اور بعد اسکے بیجا نگر کو بھی نیست
 و نابود کر ڈالے۔ جو ہمیشہ بار بار تلنگ کیا کرتا تھا۔

۲۸۲۹

۱۰۸۔ ہوشنگ شاہ کا حملہ و شکست جب یہ خبر ہوشنگ شاہ والی ماندو نے سنی تو اُس نے زرننگہ را
 حاکم کتھر کو جو بہمنیوں کا باجگزار تھا اپنے ساتھ شریک ہو نیکے لیے ترغیب دی۔ اور جب اُس نے
 اُسکو نہ مانا تو اُسپر اتفاق والی خاندیس لشکر کشی کی اُسپر زرننگہ را نے احمد شاہ سے امداد
 چاہی اور اُس نے عبدالقادر کو ملک کے واسطے حکم دیا اور جو بھی ۳۳ھ میں پانچ ہزار آدمی سے
 بہ ہمان لشکار ایلچیو رجا پونجا لکھڑ ملا عبد الغنی صدر اور نجم الدین مفتی وغیرہ علما کے کئے مُنتے
 سے ایک ہندو کی طرف قادی میں مسلمانوں سے لڑنا مناسب نہ سمجھا۔ اور ایلچی بھیج کر ہوشنگ شاہ
 سے کہلا بھیجا کہ زرننگہ ہمارا باجگزار ہے اس سے پر خاش نہ کیجئے تاکہ ہم اور آپ دونوں مسلمان
 آپس میں لڑیں اور خود دار السلطنت کو مراجعت کی۔ لیکن ہوشنگ شاہ نے احمد شاہ کے عجز پر

۲۸۳۳

اسکو جیل کر کے اسکا تعاقب کیا۔ جب اُس نے دیکھا کہ اسطرح کام ہوتا ہے تو اُس نے علماء سے کہنا کہ اب میرے اوپر کوئی جرم نہیں ہے اور اپنی سرحد میں ہونے پر شاہزادہ علاؤ الدین کو چتر سیاہ دیکر قلب میں اوزیمینہ پر عبد القادر خان جہان کو اور میسرہ پر عبداللہ خان میرہامیل خن کو ٹھکانا اور آپ بارہ ہزار سوار سے کہیں گاہ میں بائیں بازو کو جا چھپا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ ہوشنگ شاہ اپنے پہلے ہی گھمنڈ میں تھے یہ نہ معلوم تھا کہ آج دوسری حالت ہے۔ وہ سترہ ہزار آدمیوں سے بڑھا چلا آیا۔ احمد شاہ کہیں گاہ سے خود بارہ ہزار مسلح آدمیوں سے اُس پر جا پڑا۔ ہوشنگ شاہ سخت شکست کھا کر بھاگا۔ اسے کھڑلہ نے محاصرہ سے نکل کر اُسکو رستہ میں اور بھی غارت کیا۔ اسوقت ہوشنگ شاہ کے اہل و عیال احمد شاہ کے قید میں آگئی تھے۔ مگر اُس نے بڑی عزت کے ساتھ انکو ہوشنگ شاہ کے پاس بھیج دیا۔ بعد اسکے احمد شاہ کھڑلہ کو گیا۔ اور وہاں اُس سے بہت سنا سنا نہ وغیرہ لیکر اور کچھ ایام قیام کر کے مراجعت کی

۸۳۳

جب بادشاہ ۳۳ھ میں قلعہ بیدر کے قریب آیا اور وہاں کتو کے

۱۰۵-۱۱۰۵ احمد آباد بیدر کی

آبادی اور زمین نامہ۔

مقابلے میں ایک لہڑی کی بہادری دیکھ کر خوش ہوا تو اس غیر معمولی بہادری کو آب و ہوا کی تاثیر پر محمول کر کے وہاں ایک شہر آباد کیا اور اُسکو اپنا دار الحکومت بھی قرار دیا۔ احمد آباد بیدر نام رکھا۔ یہ شہر قدیم زمانے میں بھی دکن کے راجاؤں کی تھانہ تھی شیخ فیضی نے اکبر بادشاہ کے حکم سے جو ایک مثنوی تصنیف کی اور اس میں نعل راجہ مالوہ اور دکن دختر بھیم میں کا جو ذکر لکھا ہے وہ اسی جگہ کا راجہ تھا۔ غرض کہ اس شہر میں اچھے اچھے شاہی مکانات بنائے گئے اور شعرا نے ان کی تعریفوں میں قصائد کہہ کر بڑے انعام پائے شیخ آفری جو کچھ زمانے سے بادشاہ کے رفیقوں میں ہو گیا تھا اُس نے بھی قصیدے لکھے اور ایک کتاب موسوم بہ بہمن نامہ سلاطین بہمنیہ کے بیان میں فارسی نظم میں تصنیف کی

اور جب سلطان احمد شاہ کے حال تک پوری ہو گئی تو وہ بادشاہ کی نذر کی اور ولایت جانے کی
 رخصت مانگی۔ احمد شاہ نے کہا کہ سید محمد کیسے دوزخ کی وفات سے پہلی ہی سے مین نکلین خاطر ہوں۔
 اب اگر آپ بھی چلے جائیگے تو مجھ کو اور بھی رنج ہوگا۔ مگر بعد میں اس کا ایک شعر تلنگی سنگ ترافو کا
 پتھر پر کندہ کیا ہوا دیکھ کر خوش ہوا اور شاہزادہ علاؤ الدین کی سفارش سے اُسے بایں وعدہ
 وطن جانے کی اجازت دی کہ وہ بہمن نامہ کو پورا کرے اور ساٹھ ہزار تنگہ سکہ جو ایک تولے کا
 ہوتا تھا انکی نذر کیے۔ اور پھر انہوں نے ما دام الحیات بہمن نامہ ولایت مین ہی لکھا۔ اور جب
 کہ قدرتیار ہو جاتا تھا تو وہ دہان سے بھیج دیا کرتے تھے۔ ہمایون شاہ کے بیان تک بہمن نامہ
 اسی شاعر کا لکھا ہوا ہے۔ باقی ملا نظیری و سامعی وغیرہ شاعروں نے اُس مین بڑا کرنا انقراض
 حکومت بہمنیہ سے پورا کر دیا ہے چونکہ اس وقت حاکم مالوے سے لڑائی ہوئی تھی۔ اور اندیشہ تھا
 کہ شاید پھر کوئی ایسا اتفاق پڑے اس لیے احمد شاہ نے جو ایک بڑا مدبر بادشاہ تھا یہ مناسب
 سمجھا کہ نصیر خان والی خاندیس سے رشتہ داری کر لے۔ اس غرض سے غریز خان ایک اپنی مقرب
 کے ہاتھ اپنی راہ کے کیواسطی اسکی راہ کی کا پیغام دیکر بھیجا۔ نصیر خان کو شاہانِ گجرات سے خوف لگا ہوتا
 اُس نے بھی اس پیغام کو امید غیر مترقبہ سمجھ کر فوراً منظور کر لیا۔ اور جلوسِ شاہانہ کے ساتھ عروس
 کو احمد شاہ کے پاس بھیج دیا۔ یہاں دولہ دولہن کا بڑی خوشی کے ساتھ بیاہ رچایا گیا۔ اور دو مہینے
 تک جشن ہوتے رہے۔

۱۱۰۔ شاہزادوں مین ملک کی تقسیم چونکہ اب بادشاہ بوڑھا ہو گیا تھا اس لیے مال اندیشی کی راہ سے
 ملک کو اپنی اولاد مین تقسیم کیا۔ شاہزادہ علاؤ الدین بڑے بیٹے کو اپنا ولیعہد اور اس کے چھ بیٹے
 بھائی محمد خان کو اس کا شریک سلطنت مقرر کیا۔ اور شاہزادہ محمود خان کو ممالکِ راجہ گڑھ دیا ہوا
 و بکلم اور برار کا کچھ حصہ دیکر وہاں بھیج دیا۔ اور شاہزادہ داؤد خان کو تاننگانہ دیا اور سب بھائیوں کی

موافقت کی قسمین لین اور اس بات کا عہد و پیمان لیا جو شاید ہی کسی نے پورا کیا ہے۔ اور خلف
حسن بصری ملک التجار کو دولت آباد کا سپہ سالار اور دو ہزار ہی کر کے تیسرے مصر میں وہاں رہا دیا
جس نے تیسرے مصر میں علاقہ کو کن مین جا کر ہانکے کرکٹو کو اچھی طرح مطیع کر کے ملک میں امن و چین پیدا کیا

۸۳۴ھ

۱۱۔ ملک راجہ کا تختہ پائین خانہ کی سلطنت کا بانی ملک راجہ ہے اس کا باپ خان جہان
جو حضرت عمر فاروق کی اولاد میں تھا علاء الدین خلجی اور محمد تغلق کے امیروں میں سے تھا۔ مگر
اُس کے بعد ملک راجہ نہایت غریب ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ سلطان فیروز شاہ بادشاہ دہلی کے سواروں
میں نوکری کرتا تھا۔ اس ذلیل حیثیت پر بھی شکار کا شوق تھا۔ جس زمانہ میں فیروز شاہ گجرات کو آیا
تھا۔ تو کہیں وہ بھی ایک روز شکار کو گیا۔ اور اپنے لشکر سے دور جا پڑا اور بھوک کے سبب سے
ایک درخت کے سائے میں بے تاب ہو کر پڑا۔ ملک راجہ بھی شکار کی تلاش میں دو گئے
اور کچھ اور شکاری جانور لیے ہوئے اُدھر گھوڑے پر سوار جاتا تھا۔ فیروز شاہ نے اُس سے
کھانا مانگا اُس نے بادشاہ کو مضطرب حال دیکھ کر بڑے ادب سے شہانہ کے ساتھ کھانا کھلا دیا۔

اُس کے بعد بادشاہ نے ملک راجہ کی شایستگی کو دیکھ کر اُس کا نام و نشان پوچھا اور جب معلوم ہوا
کہ وہ خان جہان کا بیٹا ہے تو باپ کی شناسائی اور بیٹے کے احسان سے نہایت مسرور ہوا
اور اُسے تھا لیسر کا علاقہ جو سرحد کن پڑا تھا دیدیا۔ چنانچہ ملک راجہ تیسرے مصر میں وہاں پہونچا
اور راجہ ہمارجی کو مغلوب کیا اور اُس سے پندرہ ہاتھی پیش کش میں لیکر اہل دکن کے طریق پر
سیجا کر سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں بھیجے۔ اس سے بادشاہ اور بھی خوش ہوا اور خاندان میں
کی سپہ سالاری کا فرمان اُسے بھیج دیا۔ اب ملک راجہ کو اپنی بارہ ہزار سوار ہو گئے اس لیے اُس نے
گوئی وہاں پر بھی ہاتھ صاف کیا اور وہاں سے پیش کش لیکر اپنی فوج خرچ میں لگایا اور اڑیسہ کے
راجہ سے ملاقات کر کے اُس سے دوستی پیدا کی۔ پھر جبکہ دلاور خان مالوہ کا حاکم ہوا تو وہ اور

۸۴۲ھ

ملک راجہ باہم بڑے یا غار ہو گئے۔ ملک راجہ نے اپنی بیٹی اسکے بیٹے ہوشنگ کو دی اور اپنے بیٹے نصیر خان کی شادی دلاور خان کی بیٹی سے کر دی۔ بعد میں جب کہ بکرات کی سلطنت تہہ وبالا دیکھی تو ملک راجہ نے سلطان پور اور ندر بار پر قبضہ کر لیا۔ مگر مظفر شاہ بکراتی بہت جلد آیا اور اس نے اپنے علاقہ کو چھین کر ملک راجہ کو تھکالیز میں جا لکھیا۔ چونکہ یہ اس کا مقابلا نہیں کر سکتا تھا اس لیے غلام و مشایخ کو بھیج کر اس سے صلح کر لی۔ اس کے بعد پھر ملک گیری کا کچھ ارادہ نہ کیا۔ اخیر وقت میں خرقہ اراوت جو اپنے مرشد شیخ زین الدین دولت آبادی سے اسے ملا تھا اپنے بڑے بیٹا اور ولیعہد نصیر کو دیا اور یہ خرقہ اسے طبع تسلیم بعد نسل دلیہ تک کو ملتا رہا یہاں تک کہ سب سے آخری حاکم بہادر خان تک پہنچا اپنے چھوٹے بیٹے ملک افتخار کو قلعہ تھالیز چھوڑا کر آیا اور آپ پچیس سال حکومت کر کے ۲ شعبان ۱۰۸۱ھ میں مر گیا۔

۱۱۲ نصیر حاکم خاندیس باب کے بعد نصیر نے حاکم ہوتے ہی سلطنت کے زیر بار باب کمال کو جمع کیا ان کے و خالی مقرر کیے اور خطبہ میں اپنا نام پڑھوایا اور جدید انتو حات کے ورپے ہوا جس جگہ قلعہ سیر سے بیان پہاڑ پر ایک بڑا میسر آسا امیر نام پڑھا کرتا تھا۔ مینشی اور تہہ اسکے پاس بہت تہہ گوندوانا اور خاندیس میں اسکا بڑا لین دین تھا اور اپنی قدرت کی وجہ سے یہاں اس نے ایک قلعہ بنایا تھا۔ سلطان فیروز شاہ نے اس خبر کو سنا حاکم خاندیس کو ملامت کی کہ ایسا قلعہ کیوں بنا دیا جب ملک راجہ سالنسا روہان کا حاکم ہوا تو اسامیر کی اطاعت کے باعث اس نے اس سے کچھ پر خاش نہ کی مگر نصیر نے حاکم ہونیکے بعد اسکے لینے کا ارادہ کیا۔ اور راجہ بھلا نہ دانتور کے خوف سے بظاہر اپنے اہل و عیال کو ڈولویو میں جھکا کر اسامیر کی اجازت سے اس کے قلعے میں روانہ کیا مگر ان سپاہیوں نے جو تہہ او میں دو سو تھے قلعے میں پہنچتے ہی جب کہ عین غفلت میں اسامیر اور اسکے رشتے داخیر مقدم کے لیے آ رہے تھے ان سب کو قتل کر ڈالا اور قلعے پر قابض ہو گئے

نصیر خان نے گوہر و دین اور ہندوؤں کے لحاظ سے یہ ایک سپاہیانہ بیچ کھیلانا اگر مسلمانوں کی حیثیت سے یہ بڑی دغا بازی کی۔ لیکن چونکہ آخر کو مسلمان تھا اتنا تو بھی کیا کہ اُس کے زلفہ کو ہاتھ نہ لگایا۔ اور وہ اسی طرح سے امانت اسوقت تک۔ کھارہا کہ اکبر بادشاہ نے اُسے فتح کیا اور اُس چاندی سونے کو گاڑا کہ بنا یا غرض کہ نصیر کو یہ ایسی فتح ہوئی کہ اُس سے اُسکی حالت بد لگئی۔ اسوقت وہ قلعہ لنگا، دین، تھانہ فتح کی خبر سنستے ہی اسیر میں آیا اور بہت خوشی منائی۔ جب حضرت شیخ زین الدین نصیر کے پیر و مرشد دولت آباد سے اس فتح کی مبارک باد دیے کو گئے تو دیر سے تپتپتی کی جنوبی کنارے پر جا کر ٹھہرے اور مرید اور مرشد کی خوب ملاقاتیں رہیں۔ دو ہفتے کے بعد شیخ صاحب نے رخصت چاہی نصیر نے مدد و معاش کے لیے کچھ دیہات دینا چاہا مگر حضرت نے منظور نہ کیا اور جب بہت اصرار کیا تو کہنا کہ بہانہ تپتپتی ندی کے شمالی کنارے پر تمہارا لشکر پڑا ہے وہاں ایک شہر بسا کر اُس نام پر ہاٹ نام پر حضرت پیر و مرشد شیخ برہان الدین صاحب کے نام پر رکھو اور جہان میں تھیلہ ہوں یہاں ایک قصبہ زین آباد آباد کرو۔ جاگیر کے بجائے ہی نام میرے لیے کافی دوانی ہے۔ دنیا کی کوئی چیز مجھ کو نہیں چاہیے۔ چنانچہ ان کے کہنے کے بموجب نصیر نے جنوبی طرف قصبہ زین آباد اور شمالی طرف شہر برہانپور آباد کیا۔ جو بعد کو شاہانِ خاندیس کا دارالسلطنت ہو گیا

دو درویش در گلیے غنچہ پند - دو بادشاہ در قلیے نہ گنجن

جب نصیر کی حکومت جم گئی تو یہ کہ ہو سکتا تھا کہ نصیر بھی خاندیس میں رہے اور ملک اختیار بھی حکومت کرے اسلئے نصیر نے ہوشنگ شاہ اپنے بہنوئی اور والی مالوہ کے اتفاق سے اپنے بھائی سے سزا میں قلعہ تھانہ لینا چاہا اور غزنین خان پسر ہوشنگ شاہ اور نصیر نے اُسکا محاصرہ کیا۔ ملک اختیار نے احمد شاہ گجراتی سے مدد مانگی۔ مگر انہوں نے مدد کے

پہونچنے سے پہلے ہی اس پر قبضہ کر لیا۔ اور ایسے غور میں بھڑی اور چلا کہ سلطان پورا و نذر بار جو
 گجرات کے متعلق تھا جاکر لے لین۔ چنانچہ سلطان پور کا محاصرہ کیا اور ملک احمد حبیب وہان
 کے مالک نے احمد شاہ کو لکھا چنانچہ احمد شاہ نے ملک محمود ترک کو آگے روانہ کیا اور پیچھے سے
 خود بھی کوچ کیا۔ جب احمد شاہ گجرات کی فوج آئی تو نصیر کو نہایت ٹکر ہوئی غزنین خان تو ماندو
 بھاگ گیا۔ اور نصیر نے قلعے تھا کیشہ میں پناہ لی ملک محمود نے اسکا محاصرہ کیا احمد شاہ
 سلطان پور میں آ پہونچا جس سے نصیر نے مجبور ہو کر صلح کا پیغام بھیجا۔ اور اس کے نوکر وں کو
 دے والا بہت منت و سماجت کر کے حاکم گجرات کو راضی کر لیا۔ چنانچہ اس نے فقط اسکا
 قصبہ ہی معاف نہ کیا بلکہ اسے سزا پر درہ سرخ اور چتر دیکر خطاب خانی کا عنایت کیا اگر نصیر خان احمد شاہ
 گجراتی سے کچھ خوش نہ ہوا بلکہ خفیہ خفیہ اپنی قوت کو بڑھانے لگا اور احمد شاہ بہمنی سے شہ داری
 کا سلسلہ قائم کیا۔ شہ بہمنی راجہ کانہار اور اسے جالوارہ تو اہمات گجرات سے تھا بھاگ کر نصیر خان
 کے پاس آکر پناہ گزین ہوا اس نے ظاہر میں اس کی بہت مدارت نہ کی اور احمد شاہ گجراتی کے
 مقابلے کی طاقت اپنے میں نہ دیکھ کر احمد شاہ بہمنی کے پاس ایک سفارشی خطا دیکر بھیج دیا
 احمد شاہ بہمنی نے کچھ فوج اسکی مدد کو دیکر گجرات کو روانہ کیا وہان جاکر انہوں نے خوب تاخت و
 تاراج کی۔ اس لیے احمد شاہ گجراتی نے اپنے بیٹے محمد خان کو لشکر دیکر بھیجا۔ اور مقرب الملک لشکر
 اور ملک افتخار الملک و نصیر و سردار وں کو ساتھ کیا نذر بار کے قریب گجراتی اور دکنیوں میں لڑائی
 ہوئی دکنی شکست کھا کر بھاگے اور دولت آباد میں پھر پناہ لی۔ جب یہ حال احمد شاہ بہمنی کو معلوم
 ہوا تو اس نے شانہ زادہ علاؤ الدین کو اور قندرخان سر لشکر کو روانہ کیا۔ جب یہ لوگ دولت آباد میں آئی
 تو نصیر خان علاؤ الدین کا خسر اور راجہ کانہار راجہ جالوارہ بھی آکر مل گئے۔ جن ہی یہ متفقہ فوج کھائی
 مانکے تک پہونچی تو پڑی سخت لڑائی ہوئی۔ قندرخان اور مقرب الملک دونوں سپہ سالار انتفا

ایک دوسرے سے مقابل ہو گئے۔ قدرخان گھوڑے پر سے گر پڑا ملک افتخار الملک نے خاص شہزادہ علاؤ الدین پر حملہ کر کے اُسکے ہاتھی چھین لیے جس سے دکھنیوں کو بڑا نقصان پہونچا۔ اور میدان میں نہ ٹھہر سکے نصیر خان اور راجہ کا نما علاقہ لکھنؤ کی طرف بھاگ گئے۔ دکھنیوں نے دولت آباد کا راستہ لیا مگر اسی علاقہ میں قطب نامی حاکم جزیرہ ممبایم (جسے اب بمبئی کہتے ہیں) اور جو توابعات گجرات سے تھام گیا۔ اور غلبہ جزیرہ بھری نے احمد شاہ ہمنی کے اشارے سے جزیرہ ممبایم پر قبضہ کر لیا۔

۸۳۴ھ

۱۱۱۳- احمد شاہ گجراتی سے جھگڑا جب یہ خبر گجرات میں پہونچی تو سلطان احمد شاہ نے اپنے چھوٹے بیٹے ظفر خان کو افتخار الملک کی تابانی میں استرداد ممبایم کے لیے بھیجا۔ اور مخلص الملک کو تول بندہ روڈ کو بھی اعانت کے لیے لکھا۔ چنانچہ مخلص الملک شہر چھوٹے بڑے جہاز لیکر دریائے اور ظفر خان خشکی کی طرف سے ٹھکانہ کو چلے جو دکھنیوں کے قبضہ میں تھا افتخار الملک نے اگر محاصرہ کیا۔ اور جہازوں نے رسد کو روک دیا مگر بھی حاکم تھا نہ خوب لڑا اور آخر قلعہ چھوڑ کر ممبایم کو چلا آیا۔ ملک افتخار ممبایم میں تھا۔ اس نے ساحل کی طرف کانٹے لگا دیے تھے۔ جب شہزادہ ظفر خان وہاں آیا تو طرفین میں خوب لڑائی ہوئی۔ لیکن دکھنی مغلوب ہو کر ممبایم کو چھوڑ کر دوسری جگہ وہیں جا بے اور احمد شاہ ہمنی کو مدد کے لیے لکھا۔ چنانچہ دکن سے شہزادہ محمد خان اور خواجہ جہان وزیر دوس ہزار فوج سے امداد کے لیے آئے۔ اب ملک التجار محاصرے سے نکل کر شہزادہ دکن سے ملا اور بعد شور سے کے دکھنی ٹھکانہ کو چلے۔ ظفر خان بھی وہاں پہونچا۔ مگر دکھنیوں کو وہاں بھی شکست ہوئی۔ اور ملک التجار کا بھائی حسین بن حسن گرفتار ہوا اور دو دکھنی سردار مارے گئے۔ اور ملک التجار چاکہ زمین اور بحر خان دولت آباد میں لوٹ آئے۔ ظفر خان نے ممبایم میں اپنا انتظام کیا اور جو دکھنی دریائے میں بھاگ گئے تھے انکو گرفتار کر کے بہت سالوٹ کا

مال باپ کے پاس بھیجا۔ اب احمد شاہ بہمنی کو غصہ آیا۔ اور تمام فوج لیکر گجرات کو چلا اور بکھلانہ میں پہنچ کر اُس علاقے کو خوب لوٹا کھسٹا۔ راجہ قلعے میں محصور ہو گیا۔ شاہزادہ محمد خان نے جو اُس وقت سرحد گجرات کی حفاظت پر نامور تھا۔ باپ کو لکھا وہ فوراً نذر بار میں آیا۔ مگر یہ سن کر کہ احمد شاہ دکنی بیتول سے واپس چلا گیا احمد آباد کو لوٹا۔ لیکن پھر یہ خبر ملی کہ بیتول کا محاصرہ کیے پڑا ہے اور ملک سعادت سلطانی وہاں کا حاکم محصور ہے اس لیے پھر واپس آیا اور کھانا بھیجا کہ اگر آپ محاصرہ اٹھا کر چلے جائیں تو دوستی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ احمد شاہ بہمنی نے اس باب میں اپنے امرا سے مشورہ کیا مگر دکنی اپنے غرور میں اپنی طاقت کو نہ سمجھے اور اڑنے کا مشورہ دیا اور قلعے کی فتح میں جلدی کی۔ مگر قلعہ بہت سے آدمی مارے گئے اور سلطان احمد شاہ گجراتی کے آنے پر مایوس ہو اٹھا نا پڑا۔ احمد شاہ بہمنی نے اپنے سرداروں سے کہا کہ لشکر دکن کو کئی مرتبہ شکست ہو چکی ہے۔ اگر وہاں بھی شکست ہوئی تو دکن کی حکومت بھی ہم سے جاتی رہے گی۔ دل کھول کر لڑنا چاہیے لڑائی کے شروع میں دکنیوں کی طرف سے ایک امیر ثور خان نامی نکلا اور اپنے مقابلے کے لیے کسی کو چاہا۔ مگر اتیوں میں عضد الملک آگے بڑھا اور دونوں سرداروں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ مگر ثور خان مغلوب ہو کر قید ہو گیا اس پر طرفین کے لشکر بھر گئے اور شام تک لڑتے رہے۔ دکنیوں کا بڑا نقصان ہوا۔ اب علی بیج میں پڑے طرفین میں مسلمان تھے انہوں نے اہل اسلام کے باہمی کشت و خون کو منع کیا۔ اس لیے احمد شاہ بہمنی رات کو وہاں سے کوچ کر کے اپنے ملک کو چلا آیا اس ناکامی کا سبب یہ تھا کہ سلطان احمد شاہ اب بہت بوڑھا ہو گیا تھا۔ اور اس کے امر بھی دولت مند ہی اور دکن کی آب و ہوا سے مست ہو گئے تھے۔ اور دکنیوں اور غریبوں میں حسد پیدا ہو گیا تھا۔ فوج ایک دل نہ تھی۔

۱۱۴۷ء۔ چونکہ اس زمانہ میں احمد شاہ کو گجراتیوں کے مقابلے میں

چوشنگ شاہ والی مالوے سے جھگڑا

۱۱۵۔ سادات اور احمد شاہ

اور اوس کی موت

21

اوج کو عقل بھی تسلیم کرتی ہے مگر وہ سیدوں کو بزرگ سمجھتا تھا اسلئے احمد شاہ کا بھی یہی اعتقاد ہو گیا تھا
 بلکہ یہ اُس سے بھی بڑھ گیا تھا۔ یہاں تک کہ ایک بے گناہ کی جان لینا اُس نے ثواب عظیم سمجھا
 اور جہاں نے اُس کو دینداری بتایا عربوں میں دو وصف ایسے ہیں کہ جس سبب سے کبھی کسی دربار میں
 یہ مقبول نہیں ہوتے۔ ایک تو یہ اپنے آپ کو سارے جہان سے اہل و نجیب سمجھنے ہیں اور
 سب کو اذل خیال کرتے ہیں۔ اور دوسرے عرب کے اور کسی کی حکومت سے راضی نہیں ہوتے
 اس میں شک نہیں کہ یہ ایک بڑا عمدہ وصف ہے جو اچھی اور شایستہ قوموں میں ترقی کا باعث ہے
 مگر یہ عرب جب دوسری حکومتوں میں رہتے تب بھی انہوں نے ایسا ہی کیا کہ جس سے وہاں
 انکی وقعت نہیں ہوئی اور جب وہاں یہ شکم پری کے واسطے نوکری کرنے گئے تو غیر دن اور مزدور
 کی طرح سے ملازم رہے۔ اور جن عربوں کو کمین کچھ حکومت بھی ملی تو وہ اکثر وہی خاندان ہیں
 جو مدت ماہے دراز سے عرب کے لشکر ایران توران وغیرہ ممالک میں آباد ہو گئے ہیں اور ان
 ممالک کی صحبت سے کچھ دنیاوی معاملات کو سمجھ گئے ہیں۔ دوسرا عیب یہ ہے کہ یہ لوگ معاملات
 حساب کتاب میں ناقص ہوتے ہیں انہوں نے اپنی حکومت میں تحصیل اور تنصیف محاصل کو ہمیشہ
 غیر قویون پر چھوڑا اور اس سبب سے حکومت انکے ہاتھوں سے جاتی رہی اسلئے یہ کسی دربار میں
 اگر نوکری بھی ہوتے ہیں تو بجز فن سپاہ گری کے اور کسی کام کے نہیں ہیں اور یہ فن ایسا ہے کہ
 ہر وقت کام نہیں آتا۔ بخلاف اہل ایران کے کہ یہ حساب کتاب میں پڑے ہو شیا کر کفایت شعاری
 میں بڑے کامل۔ ان نظام ملک داری سے خوب واقف سپاہ گری میں بھی چالاک۔ و غاد فریب بھی
 ہندوؤں کی مانند اچھی طرح جانتے ہیں اسی سبب سے جتنی ایشیائی حکومتیں تھیں ان سب میں
 ایرانی ضرور لوکر ہوتے تھے اور اس کثر سے ہوتے تھے کہ سرکاری تحریرات انہیں کی زبان میں
 ہونے لگی تھیں اور یہی وجہ تھی کہ تمام ایشیائین شاہی مراسلت فارسی زبان میں ہوتی تھی حالانکہ

ہندوستان کو کبھی کسی ایرانی نے فتح نہیں کیا تب بھی ہندوستان کی مسلمانی زبان فارسی تھی اور
 یہی وجہ تھی کہ سلاطین بہمنیہ کے یہاں بھی ایرانی بکثرت تھے اور گواہن من بہت سے شیعہ تھے مگر
 تہذیب رکھتے تھے لیکن اپنے کو سید کہا کرتے تھے۔ سید ہمیشہ شیعہ ہی نہیں ہوتے بلکہ سنی بھی ہوتے
 ہیں اور اسی سبب سے اہل سنت کو سید شیعہ ہو یا سنی سبکی تعظیم کرتے تھے اور اسی کو اپنی
 خوش اعتقادی سمجھتے تھے چنانچہ احمد شاہ نے جب شاہ نعمت اللہ دلی کرمانی کی شہرت سنی توشیح
 حبیب اللہ بنیدئی ان کے مرید اور میرٹمس الدین قمی وغیرہ کو بہت سے تحفے تحایف دیکر ان کے پاس
 بھیجا انہوں نے ملاقطب الدین اپنے مرید کو تاج دوازہ ترک کا دیکر دکن کو روانہ کیا جب وہ احمد شاہ
 کے سامنے آیا تو اس نے کہا کہ یہ وہی شخص ہے جسے میں نے فیروز شاہ سے لڑنے کا وقت
 خواب میں دیکھا تھا اگر اس کے پاس دوازہ ترک کا تاج ہے تو میرے خواب کی تعبیر یہی ہے
 پھر ملاقطب الدین نے وہ تاج نکال کر دیا تو احمد شاہ نہایت خوش ہو کر بنگلہ جہاں اور تاج کو سر پر رکھا
 پھر احمد شاہ نے نوابہ عماد الدین سمنانی اور سیف اللہ حسن آبادی کو شاہ صاحب کے پاس بھیجا
 اور ان کے بیٹے کو بلایا۔ چونکہ ان کا ایک ہی بیٹا خلیل اللہ شاہ تھا اس لیے انہوں نے اپنے پوتے
 میر نور اللہ بن خلیل اللہ شاہ کو روانہ کیا۔ جب میر نور اللہ بندر چول میں پہنچا تو اس کی پیشوائی کے
 لیے سید محمد صدر و میر ابو القاسم جرجانی گئے اور دار الخلافت سے نکل کر بادشاہ نے مع جمیع امداد
 فرزند ان کا استقبال کیا۔ اور ملاقات کے مقام پر ایک مسجد اور گائون نعمت آباد بسایا اور میر نور اللہ
 کو ملک المشایخ کا خطاب دیکر اسے اپنی بیٹی دی پھر جب شاہ نعمت اللہ مر گئے تو شاہ خلیل اللہ
 اپنے باقی دونوں بیٹوں شاہ حبیب اللہ غازی اور شاہ محب اللہ کو لیکر دکن چلا آیا اور احمد شاہ نے
 میر حبیب اللہ کو بھی اپنی ایک بیٹی دی اور شاہ محب اللہ کو شاہزادہ علاؤ الدین کی بیٹی منسوب کی
 غرض کہ فقر اور سادات کے ساتھ جو سلوک اس نے کیا وہ بہت ہی کم کسی نے کیے ہونگے

آخر ۸۳۸ھ رجب ۳۵ھ کو بارہ سال کی سلطنت کے بعد احمد شاہ مر گیا۔ اسکے وقت میں سلطنت بہمنیہ اچھی رہی اور ورنگل کا قدیمی راج نیست و نابود ہو گیا مگر چونکہ فقر اور سادات کی عزت حد سے تجاوز کر گئی تھی اور ان کے متعلقین کو اور نیز پریسیوں کو بڑے بڑے عہدے مل گئے تھے اس سبب قدیمی خاندان اس کی اخیر سلطنت میں اس سے ناراض ہو گئے اور دل سے کام نہ کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ شاہانِ مالوہ و گجرات کے مقابلے میں اسے ذلت اٹھانی پڑی اور ایسی ہیجانگر نے پانچ سال تک خراج نہ دیا۔

سلطان علاؤ الدین شاہ ابن

احمد شاہ ولی

۱۱۶۔ علاؤ الدین کی تخت نشینی اسکے بعد علاؤ الدین نے باپ کے تخت و تاج کا مالک بن کر دلاور خان اور محمد خان کی بیعت۔

غوری کو امیر لاکر کیا۔ اور شاہزادہ محمد خان کو راسے بجا مگر پرخراج پنج سالہ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ جب اس نے وہاں جا کر ناخ و تاراج شروع کی تو راجہ نے میٹل ہاتی اور آٹھ لاکھ ہون ویربت سا نذرانہ دیکر اس سے اپنا پیچھا چھٹایا مگر محمد خان نے مدھل کے قریب واپس آکر بعض بدعاشوں کے بھڑکانے سے اول تو عماد الملک اور خواجہ جہان کو اپنے ساتھ ملنے کی ترغیب دی۔

اوجب انہوں نے نہ مانا تو اس کو مار ڈالا۔ اور علم بغاوت بلند کیا۔ لیکن جب علاؤ الدین لشکر لیکر پہنچا تو ایک بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ اور محمد خان کو بادشاہ سے شکست کھا کر بھاگنا پڑا اور پھر خطا معاف کر دینے پر بھائی کے پاس چلا آیا۔ اس وقت علاؤ الدین نے اسے شاہزادہ داؤد خان اپنے بھائی کے مرجانے سے ملنے گانے کے علاقے میں سے لاکچر کے پرگنات

دیکر محمد خان کو وہاں بھیج دیا۔

۱۱۷۔ دلاور خان کی ستمیہ میں دلاور خان سرکشان کو کن وغیرہ کی تنبیہ کے لیے بھیجا گیا۔ اس نے ۸۴۰ھ

کو کن چہڑائی رابان راتیل و سنگیسر کو مطیع کیا۔ اور ان سے خراج وصول کر کے رائے سنگیسر

کی دفتر کو جگانام علاؤ الدین نے بعد میں زیبا چہر رکھ کر حرم میں داخل کر لیا تھا بہت ہی ساز و سامان

کے ساتھ بادشاہ کے لیے لایا۔ مگر چونکہ وہ وہاں کے حاکموں سے رشوت لیچکا تھا اور اسی سبب سے

انکے استیصال میں لیت و لعل کر رہا تھا علاؤ الدین اس سے ناراض ہو گیا۔ اسوجہ سے دلاور خان

نے استعفا دیدیا۔ اور خدمت و کالت ایک خواجہ سردستور الملک کو دی گئی۔ لیکن یہ بھی بڑا

مغرور تھا یہاں تک کہ شاہزادوں کی بھی پروا نہ کرتا تھا۔ شاہزادہ ہمایون نے ایک مرتبہ کسی کام کو

کہا تو اُس نے بے پروایانہ جواب دیا۔ اس پر شاہزادہ نے اُسے ایک سحر مار کے ہاتھ سے

مروا دیا۔ اور جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس شاہزادے نے کہا کہ دستور الملک نے ایک سحر مار کر

گالیان دی تھیں اس لیے اُس نے دستور کو قتل کر دیا ہے۔ اور یہ سحر قیدی خد شکار ہے جیسا

حکم ہو اُس کے مطابق تعمیل کیا گئے۔ بادشاہ شاہزادہ کی طرز تقریر کو پہچان گیا اور اُسے قید

کا حکم دیکر منصب و کالت میان من اسد دکنی کو عنایت کیا۔ یہ میان من اسد فیروز شاہی امرا

میں سے تھا اور نیک خلق مشہور تھا۔

۱۱۸۔ نصیر خان کا برادر چلہ چونکہ سلطان علاؤ الدین زیبا چہر کی خاطر ودارات نصیر خان کی خدمت

آغاز میں ملقب بہ ملکہ جهان سے زیادہ کرنے لگا تھا۔ اس لیے وہ ناراض ہو کر اپنے باپ

کے پاس چلی گئی تھی اور نصیر خان کو علاؤ الدین سے کشتش پیدا ہو گئی تھی نصیر خان فرستہ میں احمد شاہ

بادشاہ بجلات کے استصواب سے برادر چلہ کیا۔ اس وقت راجہ کوٹہ وانہ نے بھی اُسے مدد دی تھی

اور علاؤ الدین کی عیاشی اور غفلت کے باعث برادر کے بہت سے امیر بھی اسے حضرت

عمر فاروق کی اولاد میں بھگڑا اس سے مل گئے تھے یہاں تک کہ برائین نصیر خان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور خان جہان سر لشکر راکو جو بہنوں کا خیر خواہ تھا قلعہ پر نالہ میں پناہ لینے پڑی علاء الدین نے امر سے مشورہ لیا تو امرائے دکنی و جیشی نے جواب اہل سنت و جماعت سے تھے بیان کیا کہ جب ہم یہاں سے جائیں گے تو شاہانِ گجرات و مالوہ اور رائے گوندوانہ نصیر خان کو مدد دیں گے۔ اس لیے بادشاہ کو چاہئے کہ خود کوئی ایسی تدبیر کرے کہ جس سے یہ مدد نصیر خان کو نہ ملے۔ چونکہ اس جواب سے نفاق کی بو آتی تھی۔ اس لیے بادشاہ نے خلف حسن بصری کو اسی جلسہ میں جانے کا حکم دیا لیکن اس نے کہا کہ دکنی امیر ہم لوگوں کے ساتھ کہ جتنا نام انہوں نے غریب رکھا ہے، شک و حسد رکھتے ہیں۔ اور ان کے اس رشک و حسد کے باعث ایک مرتبہ جزیرہ ماہم میں شکست چوکی ہے۔ اگر بادشاہ ان لوگوں کو میرے ساتھ نہ بھیجے۔ اور مغلون اور خاصہ خیل کو ہمارا کرے تو یہ کام میں بخوبی سر انجام کر سکتا ہوں۔ بادشاہ نے امرائے دکنی سے استصواب کیا تو میان من اسد اور خان زمان نے کہا کہ بہتر ہے آبیائش کے طور پر انہیں آگے بھیجے اگر فتح ہوئی تو قوم المردور نہ بھیجے بادشاہ خود چلے ہم سب لوگ ہم کاب ہو گئے۔ اس لیے بادشاہ نے اس بات کو منظور کر کے اسے تین ہزار غل تیر انداز دیدے اور قائم خان صف شکن قراخان گرو علی خان سیستانی میر علی کافر شتر افغانی الملک ہمدانی احمدیکہ رستم خان مازندارانی حسین خان بدخشی خسرو خان اذربک یہاں اور خان اذربک اور دو جنگیری خاندان کے شاہزادوں مجنون سلطان اور شاہ قلی سلطان اور نیز بہت سی عرب اہل ترک سرداروں کو ہمراہ کر کے روانہ کیا۔

۱۱۹۔ ملک حسن بصری کی اب ملک حسن بصری دولت آباد کو آیا۔ اور وہاں کے دکنی جیشی امیر ان کو خاندیس میں تاخت

عرب سے برابر روانہ ہوا۔ جب خان جہان قلعہ پر نالہ سے نکل آیا۔ تو اسے ایلیچوہار اور بالاپور پر

بڑے کا حکم دیا تاکہ رایان کو زندان نصیر خان کی مدد کو نہ لیں۔ چونکہ ہوشنگ شاہ والی مالوہ نصیر خان
 کا شہ دار و بیچہ ۳۳۵ھ میں مر چکا تھا اور غزنویں خان کو اسکے ایک سردار نے زہر دیکر مالوے کی
 حکومت پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور سلطان احمد شاہ بگراتی بھی دعویٰ داران مالوے کی حمایت میں مصروف
 تھا اس لیے نصیر خان کو ان سے مدد ملی۔ رایان کو زندانہ نے بھی طرح دی۔ نصیر خان روٹنگیر
 کے مقام پر پڑا تھا خلف حسن بصری دہان پہنچا اور جب روٹنگیر کے مقام پر خاندانیوں سے
 مقابلہ ہوا تو نصیر خان شکست کھا کر برہانپور کو بھاگا۔ مگر جب حسن بصری دہان بھی پہنچا تو اس نے
 قلعے لنگ میں جا کر پناہ لی اور گجرات سے مدد طلب کی۔ اس عرصے میں فوج دکن نے خاندانیوں میں
 خوب تاخت و تالیج کی اور دکن کے لوٹنے کی خبر اڑا کر نصیر خان کو قلعے لنگ میں یکایک جا گھیرا
 نصیر خان نے دیکھا کہ دکنیوں کی طرف تین ہزار فوج ہے اور ابھی تھکی ہوئی آ رہی ہے اور میرے
 پاس بارہ ہزار آدمی ہیں اس لئے اگرچہ گجرات سے مدد آنے کو تھی مگر اسکا مطلق انتظار نہ کیا۔ اور
 دکنیوں سے لڑ پڑا۔ مگر پھر بھی ہونٹھ کی کھائی اور بہت سے باغی امیر مارے گئے اس رخ و غم سے
 نصیر خان بیمار ہو گیا۔ اور ۳۴۰ھ بروج الاول ۳۴۱ھ کو ۴۱ سال کی حکومت کے بعد مر گیا اس کے بعد
 اسکا بیٹا میران عادل خان جو ہوشنگ شاہ والی مالوہ کا بھانجا تھا حکومت خاندانیوں کا مالک ہوا۔ اور
 چاہا کہ قلعہ لنگ کو جسے ملک التجار حصرہ کہتے پڑا تھا بجائے اسے اس نے بادشاہ گجرات
 کو لکھا کہ مدد جلد بھیجئے۔ جب ملک التجار حسن بصری نے سنا کہ گجرات نے مدد آ رہی ہے۔ اور
 سلطان پور میں فوج پہنچ گئی ہے تو وہ محاصرے کو اٹھا کر مید کو چلا آیا۔ اس فتح میں شہر بائی
 اور ایک بڑا توپخانہ اس کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

۸۴۱ھ

۱۲۰ - غریبوں اور دکنیوں آخر کار جب ملک حسن بصری بفتح و ظفر مید کو واپس آیا تو بادشاہ نے
 میں عداوت پیدا ہونا۔ اسکی کمال درجہ عزت افزائی کی۔ شاہزادہ ہمایون کو چار کوس تک

استقبال کے لیے بھیجا۔ اور خلعت خاص عنایت کیا۔ اور سلطان قلی کو جس نے اس معہ میں بڑے کامیابیوں کے لیے بھیجا تھا اپنی بیٹی بیاہ دی۔ اور اس تاریخ سے عربوں کو دست راست پر اور دھنیوں اور حبشیوں کو دست چپ پر دربار میں جگہ ملنے لگی شیعہ و سنی مذہبوں کی عداوت کا تخم نسلوں کے پیرایہ میں بویا گیا اور ایسی عداوت قائم ہوئی کہ وہ حکومت ہندو کو بھی لے ڈولی۔ اس شیعہ سنی کے لغو جھگڑے نے اسلام کے شروع زمانے سے ہی اب تک اسلام کو سخت نقصان پہونچایا۔ اور بے شمار مسلمانوں کے گلے کٹوائے ہیں نہ معلوم کہ اس عداوت کے دور کی مسلمانوں کو کب عقل آوے گی۔ اور جو فریق کہ ایک ہی خدا ایک ہی پیغمبر ایک ہی کتاب اللہ کی ماننے والے اور ایک قبلہ کی طرف منہ کرنے والے ہیں کب ایک دوسرے کو بھائی کی طرح سمجھیں گے۔

۱۲۱۔ دیورائے کا سلطنت
ہندو پر حملہ اور شکست
چونکہ ایک عرصے سے بیجاپور والے ہندوؤں کے باجگزار چلے آئے تھے اور جب وہ سر اٹھاتے تو مسلمان وہیں کیل دیتے تھے دیورائے ایک چڑتا چڑیا کا راجہ باربار یہ سوچتا تھا کہ کثرت فوج پر بھی شکست ہونے کا سبب کیا ہے۔ آخر اس نے اپنے وزیر اور برہمنوں کو اکٹھا کیا۔ اور کہا کہ ہمارا ملک ہماری فوج بیدار قالوں سے بدرجہا زیادہ ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ہمیشہ مسلمان ہم پر غالب رہتے ہیں اور ہم ان کے خراج گزار ہیں۔ اسپر برہمنوں نے کہا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ مسلمان تیس ہزار برس تک ہندوؤں پر غالب رہیں گے مگر سرکاروں نے کہا کہ مسلمانوں کے گھوڑے اچھے اور سوار عمدہ تیر انداز ہوتے ہیں اور وہ فنون جنگ کو خوب جانتے ہیں۔ غرض کہ بہت سے بحث و مباحثے کے بعد دیورائے نے بہت سے مسلمان نوکر رکھے۔ اور ان کو خوب جاگیریں دیں بیجاپور میں مسجد بنائی۔ اور شعرا اسلام میں جو عزت پیشتر ہوتی تھی وہ سب دور کردی اور دربار میں قرآن شریف کو اپنے برابر حل پر رکھوایا تاکہ جب مسلمان اسلام کریں تو مسلمانوں کے نزدیک قرآن شریف کو اور راجہ کی عظمت کے واسطے راجہ کو

سلام مقصود کیا جائے کیا خدا کی قدرت ہے کہ مسلمانوں کی عظمت و شان کا ایک وہ دن تھا کہ وہ
 اپنے آپ کو ایسا بڑا سمجھتے تھے کہ اگر کسی ہندو کی نوکری بھی کرتی تو بھی اس کا سلام نہیں گوارا نہیں ہوتا
 تھا۔ یا اب ادنیٰ ادنیٰ سے آدمی کے سلام کو وہ اپنی عزت سمجھتے ہیں اور وہ بھی انہیں نصیب
 نہیں ہوتا۔ **۵** بین تفاوت رہ از کجاست تا کجا و غرض کہ دیورائے نے ہندوؤں کو تیرا غازی
 سکھائی۔ پہلے دو لاکھ سوار اور آٹھ ہزار پیادے تھے۔ ستر ہزار سوار اور تین لاکھ پیادے اور نوکر
 رکھے اور تنخواہ بڑی دی اور جب دس ہزار مسلمان اور ساٹھ ہزار ہندو تیرا نڈا ہو گئے اور دوسرے
 اسکو معلوم ہوا کہ امرے بہمنیہ میں باجم کھٹک رہی ہے۔ یکدلی نہیں ہے اور علاؤ الدین پیش
 و عشرت کے باعث خود جنگی کاموں میں شریک نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے دیورائے کو یہ حوصلہ
 ہوا کہ بڑے ٹھٹھا اور سامان کے ساتھ سلطنت بہمنیہ پر حملہ آور ہو کر کے لیے تنگ بھدرا سے
 اس بار اترا تیا قلعہ مدگل پر قبضہ کر لیا اور بیٹوں کو بھیج کر راجپوتوں کا گھروں پر حملہ کر لیا اور ان کے گھروں پر حملہ کر لیا اور
 بیجا پور تک لوٹ مار چادی یہاں ہی مرتب ہو کر ہندوؤں کو نوکر بنوا کر مسلمانوں کی طرح بن سلاطین علاؤ الدین کو بھی خوش قسمت
 مگر لیاقت اور شجاعت کی روح آسمین باقی تھی اس نے فوراً طرفداران اربعہ کو طلب کیا اور پراسرار
 سوار اور ساٹھ ہزار پیادے اور توپخانہ وغیرہ آلات حرب و ضرب لیکر دشمن کے مقابلے کے لیے
 روانہ ہوا۔ جب دیورائے نے دیکھا کہ علاؤ الدین خود آتا ہے تو وہ کشتا سے ہنجر مدگل چلا گیا۔
 اب علاؤ الدین مدگل سے چھ کوس پر پہونچا۔ اور غلف حسن بصری کو راجپوتوں کی طرف روانہ
 کیا۔ اور خان زمان سر لشکر بیجا پور اور خان اعظم سر لشکر برار و تلنگ کو دیورائے کے مقابلے پر مین
 کیا۔ راجپوتوں کے مقام پر دیورائے کا بڑا بیٹا تھا۔ یہاں خوب لڑائی ہوئی۔ ہندو شکست کھا کر
 بھاگے۔ بنگاپور کو بھی بغیر لڑائی کے ہندوؤں نے چھوڑ دیا۔ دو مہینے میں تین مرتبہ دیورائے اور
 علاؤ الدین کے لشکر سے لڑائیاں ہوئیں۔ اخیر لڑائی میں دیورائے کا بڑا بیٹا مارا گیا۔ ہندوؤں کی

لاش کو بیکر بھاگے۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ مگر اس تعاقب میں مسلمان ایسے بڑے کہ فخر الملک دہوی اور اسکا بھائی دوامیر قلعہ مدگل میں گھس گئے اور وہاں گرفتار ہو گئے۔ اس لیے علاؤ الدین نے دیوارے کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر ان سرداروں کو تم نے قتل کیا تو حسب دستور قید کر کے عوض ایک ایک لاکھ ہندون کو قتل کر دینا گا۔ دیوارے بھی اپنے حملے سے پشیمان تھا اس لیے اس نے کھلا بھیجا کہ اگر بادشاہ ہمارے ملک کا کبھی رخ نکرے تو میں انہیں چھوڑے دیتا ہوں۔ اور جو خراج پھیلا چاہے وہ سب دیتا ہوں۔ اور آئندہ کو بھی حسب معمول دیتا ہو گا۔ چنانچہ یہی عہد و پیمان ہوا۔ اور تعمیل کی گئی۔ اور علاؤ الدین کی زندگی تک ہر خراج بجا کر سے آتا رہا۔

۱۲۲۔ علاؤ الدین کے عادات و اطوار

علاؤ الدین اصول سلطنت کو جانتا تھا۔ بیدار میں اسنے ایک دارالشفانمایت خوبصورت بنوایا تھا۔ اور اس کے خراج کے واسطے کچھ گائون وقف کر دئے تھے۔ بیماروں کو دو غذا وغیرہ مفت ملتی تھی۔ ہندو مسلمان دونوں قوم کے طبیب ملازم تھے۔ چٹنی اور محبت مقرر کیے تھے۔ جو اور شراب کی سخت ممانعت تھی۔ اگر کوئی شراب پیتا تو بڑی سخت سزا دیتا۔ کسی کو معاف نہ کرتا تھا۔ سید محمد گیسو دراز کے پوتے نے ایک فاحشہ کے ساتھ شراب پی اور اسکی چوٹیا کاٹ کر اسے مستی میں خوب مارا۔ کو تو ال نے مخدوم زادے کو گرفتار کیا۔ اور بادشاہ کو اطلاع کی۔ بادشاہ نے علی الاعلان بازار میں مخدوم زادے کے پیردن پر دو سوتا زیا نے لگوائے اور اس فاحشہ کو گدھے کی کھال اڑا کر تمام شہر میں رسوا کر کے ملک بدر کر دیا۔ انصاف اور امن چین پھیلانیکا بڑا شہ قین تھا۔ کسی کے قتل سے ہرگز راضی نہ ہوتا تھا دیوانی کے کام میں آپ دخل نہ دیتا تھا۔ قضا کو تاکیہ تھی کہ وہ قضا یا شرع کے موافق فیصلہ کیا کریں۔ ہر شخص کو کسب معیشت کی تاکید کرتا کہ کسیکو بیکار نہیں بھرنے دیتا تھا۔ یہاں تک کہ مشائخ دیروزہ گردن کو بھی نہیں چھوڑتا۔ اگر وہ محنت کر کے نہ کھاتے تو انکو قید کرتا۔ اور نالیان صاف کرتا۔ چھڑاٹھو آجا بلا وطن کر دیتا تھا۔ غرض یہ چاہتا تھا

کہ دنیا خوشحال ہو جائے۔ مگر عیاش بڑا تھا۔ جب بھی انگر والوں پر اسے فتح مہل ہوئی تو وہ ان سے
 وٹ کر عیش و عشرت میں بدست ہو گیا۔ اور امورات ملکی کو بالکل دیکھنا چھوڑ دیا ایک ہزار عورتیں جمع
 کیں۔ ان نعمت آباد کے قریب دریا کے کنارے ایک باغ لگایا۔ اس میں کائنات عالی شان بنوائے
 رات دن گھر میں پڑا رہتا تھا کبھی چار پانچ مہینے میں ایک بار باہر نکلتا۔ میان من السد و کھنی وزیر تھے
 اس سبب دکنی ہی تمام کاروبار سلطنت پر حاوی ہو گئے تھے اور چاہتے تھے کہ جو غیر ملکی ہیں
 ان کا اقتدار کم ہو جائے۔

۱۲۳۔ سرکہ خف حسن بصری
 کو دغا سے قتل کرنا۔
 حسن بصری کو بہانے سے نکالنا چاہا۔ اور بادشاہ

کو صلاح دی یا خود بادشاہ کو تسخیر مالک منظور تھی خلف حسن بصری سرکشان کو کن کی تادیب
 کے لیے مشہور صہ میں بھیجا گیا۔ اس وقت اسکے ہمراہ سات ہزار دکنی اور تین ہزار عرب سوار تھے
 اس نے جاکر جاکنہ میں جو جزیر کے پاس ہے صدر مقرر کیا اور وہاں ایک مریع نافذ کیا۔

گزانت و صاحب تاریخ مرہٹہ نے لکھا ہے کہ اس قلعے کے چاروں کونوں پر اور سانسے کوچ
 میں برج بنے ہیں تیس فیٹ چوڑی اور پندرہ فیٹ گہری کھائی کھدی ہوئی ہے اسکے گرد و پٹی کا تودہ
 لگا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ قلعہ اصل میں کسی حبشی نے ۳۹۹ھ میں بنایا تھا جس کا حال معلوم نہیں کہ
 وہ وہاں کیونکر اور کب آیا اور کیسے اس جگہ قبضہ حاصل کیا۔ غرض کہ خلف حسن بصری نے جاکجا کو کن
 میں وہاں کے زمینداروں راجاؤں پر فوج بھیجی اور انکو مطیع کیا۔ انہیں مرہٹوں میں سے ایک
 جگہ کا حاکم ایک شخص سرکہ نام تھا۔ جب وہ گرفتار ہوا۔ تو اس سے کچھ ایسی حرکات سرزد ہوئی تھیں
 جسکی وجہ سے خلف حسن بصری نے اسے مسلمان ہونے کو مجبور کیا گو یہ بات خلاف قیاس ہے
 مگر تاریخ فرشتہ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ مسلمان ہونے کا یہ ایک دستور ہو گیا ہے کہ جب کسی مسلمان

حاکم کی تعریف کرتے ہیں تو وہ گو کیا سہی فاسق فاجر ہو اسے شرع کا پابند بتاتے ہیں اور کافروں کا دشمن قرار دیتے ہیں۔ مسجدوں کا بنانے والا مندروں کا ڈھانے والا غیر مذہب والو کو مسلمان کرنے والا بددستی اُسکو بنادیا کرتے ہیں اور اسپر بڑا فخر کرتے ہیں۔ لیکن اصل یہ ہے کہ جس زمانے سے عرب کی خلافت گئی پھر کسی مسلمان نے کسی غیر قوم پر اسلام پھیلانے کے لیے چڑھائی نہیں کی۔ یہاں تک کہ محمود غزنوی نے بھی کسی ہندو کو مسلمان نہیں کیا۔ فقط دولت اور سلطنت کی غرض سے وہ یہاں آیا۔ اور ملک کو لوٹا نکھوٹا اور چلا گیا۔ ہندوستان میں جب سے مسلمان آئے کسی ہندو سے اسلام کے واسطے کبھی نہیں لڑے۔ اور نہ کسی ہندو کو جبراً مسلمان کیا۔ یہ قیاس کے خلاف ہے کہ خلف حسن بصری نے اُسے اسلام کے لیے مجبور کیا ہو۔ بلکہ صحیح اور قریں قیاس یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرکہ نے مرہٹوں کی عادت کے موافق دغا دینے کو خود اُس سے کہا ہو گا کہ تین مسلمان ہوتا ہوں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں اور اسے سنگیدہ لیسے ہی رہے تو میری رعایا کو مجھ سے بگاڑ دیکے۔ اسلئے اُسکا مطیع کرنا ضرور ہے اگر تم میرے ساتھ چلو تو راجی سنگیدہ کو بھی مطیع کر اؤں دیتا ہوں۔ جس سے خلف حسن بصری دھوکے میں آگیا۔ اگر وہ اُسکو اسلام کے لیے مجبور کرتا تو ضرور ہے کہ وہ اسکی دشمنی سے چوکنہ بھی رہتا اسکی دوستی پر کامل اعتبار کر کے اُس کے ہمراہ نہ لینے سے یقین نہ ہوتا ہے کہ اُس کے مجبور کرنے کا بیان غلط ہے خیر کچھ ہی کیوں نہ خلف حسن بصری سرکہ کے ساتھ ہولیا مگر دکنی اور حبشیوں نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ اس نے نہ دیکھا کہ میں لڑائی کو جاتا ہوں یا کسی ناچ تاشے کی غفلت میں قدم بٹاتا ہوں۔ دور و ز تو اچھی طرح چلے گئے۔ تیسرے روز پہاڑیوں اور گہری گھاٹیوں میں گزرا ہوا۔ جہاں گنجان جنگل تھا اور سامنے سمندر آگیا۔ بجز ایک راستے کے جس سے گئے تھے اور کسی طرف کوئی راستہ نہ تھا۔ بلکہ اتنا بھی میدان نہ تھا کہ تمام لشکر ایک جگہ ہو سکے۔ پٹروں کی کثرت

سے دس پانچ آدمیوں کے سوا اپنے آدمی بھی ایک دوسرے کو دکھائی نہ دیتے تھے۔ رات کو ٹھہرے تو تمام لشکر کے ڈیرے خیمے ایک دوسرے سے دور رہ کر انت و ف صاحب کہتے ہیں کہ قدرتی بناوٹ کے لحاظ سے فوج کے لیے تمام روئے زمین پر کوئی مقام اس جگہ سے زیادہ دشوار گزار نہیں ہے۔ پھر سکے سوا خلف حسن بصری بیمار تھا پچیس کے سبب سے تیس چالیس مرتبہ پاننانے کو دن بھر میں جانا ہوتا تھا۔ طبیعت پریشان تھی۔ ہوش و حواس درست نہ تھے۔ اب سرکہ نے موقع پایا۔ اور رات کو اسے سنگی سرکہ کے پاس چلا گیا اور کہا کہ ایسا شکار لایا ہوں چل او جلدی کام تمام کر۔ چنانچہ اسے سنگی تیس ہزار آدمیوں سے سوتوں پر اڑا۔ اور تاریکی شب میں بکریوں کی طرح سب کو بیچ کر دیا۔ فوج میں ایک دوسرے کی ہائے ہائے کی آواز بھی کسی نے نہ سنی۔ اب وہ خلف حسن بصری کے پاس آئے اور پانچ سو آدمیوں سمیت کہ جس میں سادات کر بلائی و نجفی تھے قتل کر دیا۔ یہ پہلی ہی مرتبہ ہے کہ جو مرتبوں نے مسلمانوں کے ساتھ دغا کی ہے۔

۱۲۴۔ دکنیوں اور غریبوں کا فساد یہ تو جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ اب مسلمانوں کو چاہیے تھا کہ سرکہ اور اسے سنگی سرکہ سے انتقام لیتے۔ اور چاہتے تو وہ ایک ایک آدمی کے عوض محمد شاہ کی طرح ایک ایک لاکھ آدمی قتل کر ڈالتے۔ ان کا اُس زمانے میں وہ اقبال تھا کہ جدھر رخ کرتے تھے ایک طوفان کی طرح جاتے تھے۔ نہ انکو سمندر کی موجیں روکتی تھیں اور نہ پہاڑ کی گھاٹیاں اور ٹیلے ان کے سدراہ ہوتے تھے۔ نہ ان کو افریقہ کے غائبے ہوئے بے آب و دانہ ریگستانوں سے خوف و خطر تھا۔ اور نہ وہ اُس کے برستانی بیابانوں سے جھجکتے تھے جدھر کو ان کا منہ اٹھاتا نہ ہی کی طرح جاتے اور بالائی طرح دشمنوں کو غارت کر دیتے تھے۔ اگر یہ مرتبے زمین کے ساتھ پر دنیا میں بھی گھس جاتے تو بھی وہ انکو بے رحم شمشیر بنائے نہ چھوڑتے۔ مگر یہاں کچھ اور ہی گل کھلا۔ اور جو بیچ کر فیروز شاہ نے بویا اور احمد شاہ نے اگایا۔ اور علاؤ الدین نے جسے پالا تھا اب آسمین پھول

و پھل لگے۔ کچھ لوگ خلف حسن بصری کے ساتھ کے اوپر اُڑھ کر کوئے وغیرہ میں بچ رہے تھے
 وہ ان دکنیوں سے اُکر لے جو اُسکے ساتھ نہ گئے تھے۔ اور اپنی مصیبت کی کھائی سنائی جب
 انہوں نے اُنکی یہ حالت دیکھی تو طاس ہر اذنیہ رحم کھایا دل میں اپنے بچانے پر بہت خوش ہوئے اور
 اُن غارت شدہ دن سے کہا کہ اپنی اپنی جاگیر ات کو جا کر سامان جنگ وغیرہ درست کر لاؤ۔ ان میں جو
 دکنی جنبشی تھے وہ تو پہلے گئے۔ مگر غریب نہ گئے۔ اور کہا کہ ہماری جاگیریں دور ہیں ہم جاکنے میں
 جاتے ہیں اور وہاں سے سامان درست کر کے آتے ہیں۔ مگر اسی کے ساتھ ان نا عاقبت اندیش
 مغلوں نے یہ بھی کہا کہ ان لوگوں کے نفاق سے خلف حسن بصری کو یہ نقصان پہونچا۔ جاکنے میں
 جا کر بادشاہ کو ہم اس سے اطلاع دینگے۔ دکنی یہ سن کر ڈرے اور براہ پیش بندی بادشاہ کو کچھ بھیجا
 کہ خلف حسن بصری ایک زیندار سرکہ کے بنکانے میں آگیا اور شید دن اور مغلوں کے کہنے سے
 وہاں چلا گیا اگرچہ ہم نے ہر چند سمجھایا مگر نہ مانا۔ اور اسی کے ساتھ ایک فقرہ یہ بھی عداوتانہ بڑھادیا
 کہ اب جب یہ امرائے سادات و مغل و خاصہ خیل لوٹ کر آئے تو ہم نے اُن سے کہا کہ ہم اور
 وہ ملکر دشمنوں سے انتقام لیں مگر انہوں نے اس بات کو نہ مانا اور جاکنے کو چلے گئے اور اُنکے
 اوتھلاء سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ جاکنے کے قلعے پر قبضہ کر کے رایان کو کون سے بلجائیں اور
 بادشاہ سے بغاوت کریں۔ جب یہ عرضی مشیر الملک دکنی کے پاس پہونچی جو بادشاہ کا مقرب اور
 مغلوں کا سخت دشمن تھا تو اُس نے بادشاہ کے روبرو عین شراب کے نشے میں بدستی کے
 وقت پیش کی اور ایسی بری تقریر کی کہ اُسکو نہایت غصہ آگیا اور اُس نے عیش و عشرت کے
 نشے میں اہل حقیقت کو نہ دریافت کیا۔ اور مشیر الملک دکنی اور نظام الملک بن عماد الملک غوری
 کو جو مغلوں کے قاتل دشمن تھے حکم دیا کہ امرائے جاکنے کو جا کر قتل کرو۔ یہ حکم ہونا تھا کہ وہ مع
 فوج جاکنے کو روانہ ہوئے۔ سید دن نے بھی قبضے کو خوب مضبوط کیا۔ اور ایک عرضی عماد الملک

کو لکھ کر بھیجی۔ مگر وہ عرضی مشیر الملک کے ہاتھ پڑ گئی اُس نے پہاڑ کر پھینک دی۔ دو عرضیان اور لکھن میں گزروہ بھی ہندوستانی نامہ برون نے مشیر الملک کو ہی دیدین۔ اب مشیر الملک جاکنہ میں آیا اور گردونواح کے امراے دکھنی کو اپنی مدد کو بلا کر میصرہ کر لیا۔ اور بادشاہ کو لکھنا شروع کیا کہ امراے جاکنہ مخالفت کر رہے ہیں اور گجرات سے مدد منگائی ہے۔ اب جو عرضی مغلوں کی جاتی وہ بادشاہ تک نہ پہنچتی۔ اور جو عرضی دکھنی بھیجتے وہ حضور میں پیش ہوتی اور اس پر حکم صادر ہوتا کہ ایک غریب نہ بچے۔ رسد کم ہوئی تو محصورین نے نکلنے کی کوشش کی۔ تاکہ بیہ کو بھاگ کر جائیں۔ اور بادشاہ سے عرض معروض کریں۔ اس لیے دکھنیوں نے دغا سے پیغام بھیجا کہ بادشاہ نے تمہیں سید سمجھ کر تمہاری خطا معاف کر دی۔ تم قلعہ خالی کر دو اور جہان چاہے چلے جاؤ یہ سن کر تمام اہل قلعہ جنگی تعداد ڈھائی ہزار تھی اور جس میں بارہ سو سید تھے باہر نکل آئے اور قلعہ دکھنیوں کے حوالے کر دیا۔ تین روز تک تو دکھنیوں نے اپنے عہد کو قائم رکھا مگر چوتھے روز دعوت کے بہانے سے بڑے بڑے امرا کو قلعہ میں بلایا۔ تین وادی کے قریب دعوت میں شریک تھے۔ انہیں قاسم بیگ صف شکن اور قراخان گرد اور احمد بیگ یکہ تازہ تھے۔ جب دسترخوان پر بیٹھے تو دکھنی تلواریں لیکر ان پر پڑے اور سب کو قتل کر دیا۔ اور باہر نکل کر ان کے لشکر میں آئے اور ایک برس کے بچے سے لیکر سو برس کے بوڑھے تک کسی مرد کو نہ چھوڑا۔ بارہ سو سید ہزار غل اور پانچ چہ ہزار بچے ماری گئے۔ اور عورتوں اور لڑکیوں کی بڑی بے عزتی کی گئی۔ اب قاسم خان صف شکن اور قراخان گرد اور احمد بیگ یکہ تازہ وغیرہ تین سو آدمی یہ سنتے ہی بھاگے۔ اور مشیر الملک نے داؤد خان نامی سردار کو ان کے تعاقب میں بھیجا۔ اڑتے بھڑتے بیڑ کے قریب جا پہنچے۔ وہاں حسن خان دکھنی ایک شخص حاکم تھا کہ جس کے ساتھ قاسم بیگ نے بیجا نگر کی لڑائی میں کچھ احسان کیا تھا۔ اُس نے قاسم بیگ کی اعانت کی داؤد خان مارا گیا۔ اب حسن خان نے قاسم بیگ کی عرضی حسین غصیل خان

علاؤالدین تک پہنچا دی جسکو مستحق ہی بادشاہ نے قاسم بیگ کو طلب کیا اور جب ہی یہ پہنچا
 اُسیدم بلا تحقیقات جیسے حاکم سے پہلے غریبون کے قتل کا حکم دیا تھا اوسید طرح بادشاہ دکھینون
 کے قتل پر آباد ہو گیا۔ مصطفیٰ خان سر آمد کارملکی اسی وقت قتل کیا گیا اور اسکی لاش کو چہرہ و بازار میں گھنٹی
 پھری۔ قاسم بیگ خلف حسن بصری کی جگہ دولت آباد کا سر لشکر ہوا۔ اور قراخان اور احمد بیگ کو منصب
 ہزاری عنایت کیا گیا۔ غریبون کو ایک دم سے وظائف و جاگیرت ملنے لگیں۔ اور شیر الملک اور نظام الملک
 کے گھر ضبط ہوئے۔ اور وہ پاپیادہ جانکنہ سے گرفتار ہو کر آئے اور جنہوں نے عرضیاں چھپائی
 تھیں اور انفر کیے تھے وہ سب ماری گئے۔ انکے بچے بھی میک مانگنے لگے شیر الملک اور نظام الملک
 کے لڑکے بازار میں رسوا پھرتے اور لڑکیاں مجبوراً کسب کرانے لگیں۔ یہ بیان جو ہم نے اوپر لکھا ہے
 اسمین اسقدر بیان تو یقیناً صحیح ہے کہ دکھنی اور غریبون میں عداوت تھی۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ غریب
 بادشاہ کے برخواد نہ تھے۔ اور ان کا اوردہ بغاوت کا نہ تھا۔ اب یہ بیان کہ دکھنیوں نے غریبون
 پر ظلم کیا۔ اور انکو دعوت کے بہانے ہلا کر دہوکے سے قتل کیا۔ اور انکے بال بچوں کو مارا اسمین
 شامل ہے جتنی یا جنہیں اس واقعہ کی نسبت لکھی ہوئی ہیں وہ سب وہی ہیں کہ جو انہیں غریبون کی
 لکھی ہوئی ہیں۔ اگر کوئی دکھنی اس واقعہ کو لکھتا تو اسکی ہسلت معلوم ہوتی۔ اہل ایران شیعہ ہوتے ہیں
 اور ان کو نظم کرنے اور دہائی دینے اور مارنے کے بیان میں ایک خاص ملکہ ہوتا ہے وہ اس معاملہ
 کو تمام روئے زمین کے مشینوں سے اچھا بیان کر سکتے ہیں یقیناً اسمین تک مرچ لگایا گیا ہے۔ اور
 اسوقت اور بھی اس امر کا یقین ہوتا ہے کہ جب یہ بات تاریخ میں دیکھی جاتی ہے کہ شیخ آذری نے جوہن نامہ
 کا مصنف ہے اور جس سے یہ سا بیان لیا گیا ہے علاؤالدین کو ایک بڑا النبا چور خط لکھا تھا اور
 اس میں غریبون کی سفارش اور دکھنیوں کی تباہی لکھی تھی جس کے سبب سے شہدہ حرمین بادشاہ نے
 جو دکھنی کسی علت میں مفید اور محبوب تھے سب قتل کر دیے اور اپنے ہاتھ سے آذری کو خط کا جواب لکھا

اور اُس سے بہت سارے پیہ پیچھا۔ اور ہوشیار ہو کر خود کاروبار سلطنت کی نگرانی کرنے لگا۔ اور دکنیوں کو تمام عہدہ ہائے معزز سے معزول کر دیا۔

۱۲۵۔ سکندر خان کی بغاوت جب امرا سے غریب کو دکنیوں پر کامل غلبہ ہو گیا اور تمام سرکار و بار

میں انہیں کا حکم چلنے لگا تو ان کو نئی امنگیں سوجھیں اس لیے جب شہ میں بادشاہ کے پیر میں ایک زخم لگ گیا جس کے سبب سے اُسے بہت کچھ تکلیف ہو گئی اور مدتوں گھر سے باہر نہیں نکلا اور اکثر سسکے مرنے کی خبریں اُس نے لگیں۔ اور اُسے خان اعظم بھی مر گیا۔ تو جلال خان حاکم تلنگانہ احمد شاہ کے داماد نے بہت سے امرا کے اتفاق سے سکندر خان اپنے بیٹے کو جو احمد شاہ

بھئی کی دفتر کے بطن سے تھا اور علاؤ الدین کا بھانجا جو تاجا بادشاہ بنانا چاہا۔ اس نے بغاوت کر کے تلنگانہ کے بہت سے ملک پر قبضہ کر لیا۔ علاؤ الدین نے اُس تکلیف میں لشکر فرما کر ننگا حکم دیا۔ جب جلال خان کو معلوم ہوا کہ علاؤ الدین زندہ ہے۔ تو مشورہ کیا اور خود تو تلنگانہ میں رہا۔ اور سکندر خان کو ماہور کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ بادشاہ اگر ایک طرف جائے تو دوسری طرف ملک

میں خلل ڈال جائے۔ سکندر خان نے ماہور میں جا کر جو تلنگانہ اور برار کے بیچ میں ہے بہت سی فوج جمع کی۔ اور بادشاہ کے مقابلے کو مستعد ہوا۔ علاؤ الدین نے اُس کو نصیحت آمیز خط لکھ کر

قصود معاف کرنے کا وعدہ کیا۔ مگر چونکہ شاہزادہ محمد خان کی بغاوت میں بھی سکندر خان شریک تھا اس لیے سکندر خان کو علاؤ الدین کا بڑا خوف تھا۔ اور اُس کے قول و قرار پر اعتماد نہیں ہو سکتا

تھا اُس نے بادشاہ کے کہنے کو نہ مانا۔ اور سلطان محمود شاہ خلجی دلی مالوہ کو لکھا کہ علاؤ الدین کو مرے ہوئے ایک مدت ہو گئی ہے۔ مگر امل نے اُسکی موت کو اس غرض سے چھپا رکھا ہے کہ

بزرگان سلطنت کو کسی طرح تباہ و برباد کر دیں۔ اگر آپ ایسے وقت میں آجائیں تو تلنگانہ اور برار بے مشقت آپ کو مل سکتے ہیں۔

۱۲۶ محمد غلجی کا حملہ اور دہلی ۸۳۴ھ

اور سکندر خان کی اطاعت اور اسکا بیٹا غازی خان الملقب بہ مبارک خان باسپہ کا جانشین

ہوا۔ اس زمانے میں یہی خاندیس کا حاکم تھا اور ہر سال سے یمن جب ہوشنگ شاہ دیچ ۵۳۵ھ

میں مر گیا تو ملک مغیث اور اس کے بیٹے ملک محمود کی کوشش سے غزنین خان ابن ہوشنگ

شاہ تخت نشین ہوا مگر غزنین خان نے اپنی بیوقوفی سے ملک محمود سے دشمنی پیدا کر لی جس کا

نتیجہ یہ ہوا کہ ملک محمود نے غزنین خان کو زہر دلو کر مار ڈالا۔ اور ۲۹۔ سوال ۳۵۵ھ کو خود

بادشاہ ہو گیا۔ یہ شخص غلجی یعنی غزنی قوم کا سردار اور بڑا صاحب حوصلہ اور لیاقت کا آدمی تھا

اور اس وقت اسکی حکومت بڑے زور پر تھی۔ دہلی کی سلطنت برائے نام تھی۔ گجرات میں احمد شاہ

گجراتی ۵۳۶ھ میں مر چکا تھا۔ اُس کے بعد محمد شاہ اسکا بیٹا ۵۵۵ھ تک حکومت کرتا رہا۔

چونکہ یہ محمود شاہ غلجی سے بوجہ جہن کے ڈرتا تھا۔ اس لیے امر نے اسکو زہر دیکر مار ڈالا۔ اور

اُس کے بیٹے قطب الدین کو تخت پر بٹھایا تھا۔ مگر اسکی سلطنت بھی کچھ زبردست نہ تھی۔ اس وقت

ان سب میں محمود غلجی والی مالوہ ہی زبردست تھا۔ اس لیے وہ سکندر خان کا پیغام پہنچتے ہی

وہاں سے چلا اور مبارک خان کو بھی ساتھ لے لیا تاکہ راستے میں کسی وقت اُس سے نقصان

نہ پہنچے۔ علاؤ الدین اگرچہ کیسا ہی غافل اور عیش پرست تھا۔ مگر ایسے وقت میں وہ اٹھ کھڑا

ہوتا تھا۔ بیماری کے سبب سے گوہر کی حالت زار تھی مگر اُس نے بہت شاہانہ کو کام فرمایا۔

خواجہ محمود گادان کو ہزاری کا منصب عنایت کر کے جلال خان پر روانہ کیا اور لشکر بردار کو مبارک

کے روکنے کا حکم دیا قاسم بیگ عصف شکن سر لشکر دولت آباد کو پانچ کوس آگے کر کے پانچ

میں بیٹھ کر خود محمود غلجی کے مقابلے کو نکلا۔ جب محمود غلجی کو معلوم ہوا کہ سلطان علاؤ الدین

زندہ ہے اور بڑے زبردست لشکر سے آ رہا ہے تو اُس نے خود مقابلہ مناسب نہ سمجھا اور

مالوہ کو واپس پلا گیا اور اپنے ایک امیر کو سکندر خان کی مدد کے لیے چھوڑ گیا۔ اور اسے حکم دے گیا کہ اگر سکندر خان دکنینوں سے ملنے کا ارادہ کرے تو اسے گرفتار کر لیجیو۔ سکندر خان اسے سمجھ گیا اور دو ہزار افغان اور راجپوت لیکز لگانڈہ چل دیا۔ وہاں خواجہ محمود کا دان محاصرہ کیے پڑا تھا اس لیے بیدر کے قلعے میں جا گھسا۔ مگر خواجہ نے محصورین کو ایسا مجبور کیا۔ کہ دونوں باب بیٹوں نے امن چاہی اور خواجہ کے ساتھ علاؤ الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے قصور معاف کر کے پھر انہیں لگانڈہ جاگیر میں دیدیا۔ اور فخر الملک ترک کو حکومت ماہور عنایت کی اور دار السلطنت کو لوٹ آیا۔

۱۲۷ - علاؤ الدین کا مرنّا کہتے ہیں کہ علاؤ الدین ۶۲۷ھ میں ایک روز مسجد جمعہ میں جا کر خود

خطبہ پڑھ رہا تھا۔ جب اس نے اپنے نام کے ساتھ فقط عادل کا استعمال کیا تو ایک عرب جسکے گھوڑے کسی نے سرکار میں خریدے تھے اوقیت دینے میں تساہل کرتا تھا اسی وقت اسٹھ کر کئے لگا کہ غلط ہے۔ تو توشیحہ رون کو قتل کرتا ہے۔ اور تیرے وقت میں فلان فلان شخص میرے گھوڑوں کی قیمت نہیں دیتے اور پھر اپنے آپ کو عادل کہتا ہے۔ بادشاہ یہ سنکر رو پڑا۔ اور فوراً اسکی قیمت دلوا دی۔ اور کمالہ مجکوہ مجنون نے سادات کو قتل کر کے ایسا مزید کی طرح بدنام کیا ہے۔ یہ کہہ کر بادشاہ ۲۴ برس کی سلطنت کے بعد شرم سے مکان میں ایسا گھسا کہ پھر اس کا جنازہ ہی باہر نکلا جسوقت علاؤ الدین مرنے لگا اس وقت امر کی توقع کے خلاف شاہزادہ ہمایون کو بلایا۔ اور ولیعہد کیا۔ جب یہ خبر نظام الملک دولت آبادی نے سنی جو اسوقت وکیل شاہی تھا اور جس کا بیٹا مخاطب بہ ملک التجار قاسم بیگ صف شکن کے مرنے پر دولت آباد کا سرنکر ہو گیا تھا تو علاؤ الدین کے مرنے سے پہلے ہی دونوں باب بیٹے ہمایون کے ڈر سے فوراً اجرات کو بھاگ گئے۔

سلطان ہمایون شاہ ظالم

۱۲۸۔ ہمایون شاہ کا بادشاہ ہونا شاہ ظلیل اللہ اور میر نور اللہ تو علاؤ الدین کے وقت میں ہی مر چکے تھے شاہ حبیب اللہ اور شاہ محب اللہ زندہ تھے۔ گو شاہ حبیب اللہ بڑا اٹھا مگر چونکہ اُس نے امارت اختیار کر لی تھی اور فقر سے اُس کو رغبت نہ تھی اس لیے شاہ محب اللہ سجادہ نشین تھا۔ جب علاؤ الدین مر تو سیف خان اور بلو خان نے اُس کے فوت ہونے کو مخفی رکھا۔ اور شاہزادہ حسن خان شاہزادہ ہمایون کے چھوٹے اور خردسال بھائی کو خود گلچے اڑانے کے لیے تخت نشین کیا۔ شاہ حبیب اللہ اس بات کو سن کر خوش ہوا۔ اور ان اُمراء کے اشارے سے لوگ ہمایون کا کام تمام کرنے کو چلے۔ مگر ہمایون پہلے ہی سے ہشیار بیٹھا تھا۔ اُس نے سکندر خان اور اُس کے بھائیوں کو ساتھ ملا لیا۔ اور انہی تجویز پر پوش سواروں کو لیکر تاراچون کو شکست دیتا ہوا اور بار شاہی کو روانہ ہوا۔ چونکہ سکا رعب داب پہلے ہی سے مشہور تھا۔ اور اسی سبب سے امراتوں کے مارے اس سے کانپتے تھے اس لیے اس کی سلطنت میں ان کے دل کے جو صلے نہیں نکل سکتے تھے یہی رعب خدمتگاروں کے دل پر چھایا۔ اور نیز اس سبب سے کہ علاؤ الدین کی وصیت کا بھی لوگوں کے دل پر اثر تھا فیلبان پردہ دار سوار اور سرنوبتی غرض کہ تمام شرم و خدام ہمایون کو دیکھتے ہی اُس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے لگے۔ یہاں تک کہ جب وہ دیوانہ خانے میں پہنچا تو اُس کے ساتھ ایک جمعیتِ عظیم تھی جس نے خان ڈر کے مادرے کانپ رہا تھا۔ ہمایون کو دیکھتے ہی تخت سے اتر پڑا۔ اور اُس نے سیف خان کو گرفتار کر کے ہاتی کے پائون سے بند ہوا کر مرواڈا شاہ حبیب اللہ کو قید میں بھیج دیا۔ بلو خان اور تاج محلہ کی طرف بھاگ گیا۔ اور ہمایون شاہ بادشاہ ہو گیا۔ باپ کی وصیت کے موافق

محمود کا دان کو ملک التجار کا خطاب دیکر وکیل شاہی اور بیجا پور کا طرقدار بنایا اور ملک شاہ نامی کو جو سلاطین جنگیں یہ کے خاندان سے تھا خواجہ جہان کا خطاب دیکر تلنگانہ پر مقرر کیا۔ اور نظام الملک غوری کے بھتیجے کو نظام الملک کا خطاب اور ہزاری منصب دیکر تلنگانہ کے من جاگیر دیدی۔

۱۲۹- سکندر خان کی بغاوت
اور اُس کا خاتمہ

سز شکر کی ملیگی جب اُسکی امید پوری ہوئی تو وہ یہاں سے بلا حکم شاہی اپنے باپ کے پاس تلنگنہ کو چلا گیا۔ اور اب دونوں باپ بیٹوں نے ملکر علم بغاوت بلند کیا۔ ہمایوں شاہ نے خان جہان شکر بھارا کو جو اس وقت مبارکباد دینے کو آیا تھا اُسکی تادیب کے لیے بھیجا۔ مگر خان جہان کو شکست ہوئی۔ اس لیے ہمایوں شاہ خود فوج لیکر تلنگنہ چل کھڑا ہوا ہمایوں شاہ کو امید تھی کہ اُس کے پہنچنے پر سکندر خان اطاعت اختیار کر لگا۔ اور اسی انتظار میں اُس نے وہاں رات کو قیام کیا مگر اُس کی امید کے خلاف سکندر خان نے اس پر شہنشاہی مارا۔ مجبوراً ہمایوں شاہ نے صبح کو قلعہ گیری کے سامان کیے۔ مگر سکندر خان کو اپنی فوج پر حسین راجپوت افغان اور دکنی سپاہی تھے بڑا بھروسہ تھا۔ وہ باو شاہ سے آٹھ سات ہزار آدمی لیکر لڑنے کو کھڑا ہو گیا۔ ہمایوں شاہ جانتا تھا کہ سکندر خان بڑا تجربہ کار اور بہادر آدمی ہے۔ اُس نے اُس سے کہلا بھیجا کہ مجھے بڑا افسوس ہے کہ تجھے سا بہادر شخص اپنے دلی نعمت سے لڑ کر مارا جائے۔ میں تیرے تصور معاف کرنا چاہتا ہوں اور دولت آباد کے علاقہ میں جاگیر دیتا ہوں جہاں چاہے وہاں رہو اور عیش کر۔ سکندر خان نے جواب دیا کہ تو احمد شاہ کا پوتا اور میں اسکا نواسہ ہوں ہم تم دونوں برابر کے شریک سلطنت ہیں مجھے تلنگانہ حوالہ کیجیے ورنہ جنگ ناگزیر ہے۔ اب تو ہمایوں شاہ کو غصہ آیا اور لڑائی شروع کی سکندر خان نے بہت اچھی طرح سے حملوں کو روکا۔ شام تک لڑائی نہ ہوئی رہی اور امید تھی کہ

اُس روز دونوں لشکر مساوی رہیں۔ مگر محمود کا دان نے دھننے بازو سے اور خواجہ جہان ترک نے بائیں بازو سے ایسا حمل کیا کہ سکندر خان کے آدمی بکثرت مارے گئے۔ اسی چپقلش میں بہاول شاہ نے ایک ہزار تیر انداز اور نیزہ گذار سپاہیوں کو لیا۔ اور خاص سکندر خان پر حملہ کیا۔ اور ایک مست ہاتی کو اُس پر چھوڑ دیا۔ اس ہاتی نے سکندر خان کو زمین پر پٹک دیا غضب یہ ہوا کہ سکندر ہی کی فوج نے اسے پامال کر دیا۔ آخر اس کی فوج بھاگ گئی بعد اسکے خواجہ جہان ترک اور محمود کا دان کی کوشش سے جلال خان گرفتار ہوا۔ اور بادشاہ اس جھگڑے سے فائدہ ہو کر وگل چلا گیا۔

۱۳۔ دیورکنڈہ پر خواجہ جہان کی شکست چونکہ زمینداران تلنگانہ نے سکندر خان کا ساتھ دیا تھا۔ اس لیے بادشاہ نے خواجہ جہان ترک اور نظام الملک کو دیورکنڈہ کی طرف روانہ کیا جو ان کے قبضے میں تھا کئی مرتبہ لڑائی ہوئی۔ آخر زمیندار قلعے میں محصور ہوئے اور اریان اور ریسہ وغیرہ سے مدد طلب کی۔ خواجہ جہان ترک اور نظام الملک نے یہ سن کر باہم مشورہ کیا۔ نظام الملک نے کہا کہ یہاں گھاٹیان بہت ہیں میدان ہموار نہیں ہے۔ ہمارے سوار کچھ نہیں کر سکتے بہتر ہے کہ قلعے کا محاصرہ اٹھا کر میدان میں لڑائی کیجیے۔ خواجہ جہان نے کہا کہ اگر ہم محاصرہ اٹھائیے تو یہ لوگ ہم کو کمزور سمجھیں گے اور ہمارا تعاقب کریں گے۔ اسی جگہ اڑنا ضرور ہے۔ نظام الملک مجبوراً چپ ہو رہا۔ آخر کار اور ریسہ وغیرہ کے راجا فوجیں لیکر آگئے اور تلنگانہ کے بہت سے زمیندار بھی آچھوئے۔ اور قلعے والے بھی نکل کھڑے ہوئے۔ اب ان سب نے مسلمانوں کو گھیرا۔ اہل اسلام کی فوج میں بالکل سوار تھے یہ لوگ مَن تنگ گھاٹیوں میں کچھ کام نہ کر سکے۔ اور بہت سے قتل ہو گئے۔ لاچار دونوں سردار بقیہ السیف کو لیکر اٹشی میں پرورنگل میں بادشاہ کے پاس آکر پناہ گیر ہوئے۔ جب بادشاہ نے اس شکست کی وجہ دریافت کی تو خواجہ جہان نے بیان کیا کہ نظام الملک نے اس سبب سے کہ اُس کی رائے میدان

مین اڑنے کی تمہی میرے ساتھ محاصرہ کرنے میں تائید نہ کی جس سے لشکر کو شکست ہو گئی
 ہمالیوں شاہ کو اس سے نہایت جوش آیا۔ اور نظام الملک کو اس وقت مرداؤلا۔ لیکمب اس کے
 بال بچے بھاگ کر سلطان محمود غزنوی والی مالوہ کے پاس چلے گئے۔ اب بادشاہ کا ارادہ ہوا کہ
 دیورکنڈہ پر چڑھائی کرے۔ مگر یہاں ایک دوسری آفت نازل ہوئی جس سے وہ اس وقت
 دیورکنڈہ کی طرف توجہ نہ کر سکا۔ اور منذراران تلنگانہ اور ریان اور ٹیسہ کی جانبین پناہ گزین۔ اور
 ہمالیوں شاہ جامی آخر سلسلہ حرمین دار الخلافہ کو چلا آیا۔

۳۸۹۴

۱۳۱۔ شاہزادہ حسن خان کی بنیاد شاہ حبیب اللہ کو امیر بن گیا تھا مگر پھر مرید کیا کرتا تھا۔ اس کے
 قید کے زمانے میں بادشاہ تلنگنہ کی طرف ایک عرصے سے لڑائی جھگڑوں میں مصروف تھا
 مریدون نے چاہا کہ حبیب اللہ کو قید سے نکال لیں۔ سات مرید یوسف ترک کچل کے پاس گئے
 یہ بھی شاہ حبیب اللہ کا مرید اور سلطان علاؤ الدین کا غلام تھا۔ اس نے کچھ محافظوں اور
 کوتوال کو ملا لیا۔ اور بارہ سو اچھا سپاہی لیکر نعل شاہی کی طرف چلا جہاں محبس تھا۔ گو
 جیلخانے کے محافظوں کی تعداد تین ہزار تھی مگر اس بے خبری کے عالم میں بہت سے لوگ
 اپنے اپنے کاموں پر گئے ہوئے تھے۔ یوسف ترک نے ایک مسرخ فرمان جو اس زمانے
 میں بادشاہ ہون کی طرف سے سنگین مجرموں کو سزا دینے کے لیے جاری ہوا کرتا تھا اور جسے
 آجکل کا وارنٹ کہنا چاہیے دربانوں کو دکھایا۔ اس لیے اول دروازے کے دربانوں نے
 اسے چھوڑ دیا۔ جب دوسرے دروازے پر پہنچا تو انہوں نے اس جعلی فرمان کی نسبت کہا
 کہ کوتوال شہر کا پروانہ لاؤ تو تم کو اجازت دی جائیگی۔ اسپر یوسف ترک نے ان کے افسر کو بارڈالا
 جس سے ایک شور مچا اور محافظ بھاگے۔ یوسف پہلے اس طرف گیا جہاں حبیب اللہ قید
 تھا۔ اور اسی جگہ محض قیدی رہتے تھے۔ اس نے حبیب اللہ کی زنجیر کاٹی۔ شاہزادہ حسن خان

دیوینچی خان اپنا سلطان علاؤ الدین و جلال خان بخاری بھی یہیں مقید تھے انہوں نے نقشہ دیکھ کر خدا کا واسطہ دے دے کر کہا کہ یہیں بھی رہائی دو اور اس مجلس سے نکالو یوسف نے یہ سوچ کر کہ ۵

ہر گنا ہے کہ کنی در شب آدینہ بکن	تا کہ از صدف ز شینان جہنم باشی
----------------------------------	--------------------------------

نہ صرف انہیں کو جیل خانے سے نکالا بلکہ یکدم تمام قیدیوں کو شہر کے دوسرے جیل خانوں سے نکال دیا۔ اور وہ سب اُس کے ساتھ ہو گئے۔ انکی تعداد سات ہزار کے قریب تھی۔ ایک ہر رات تک یوسف شہر کے دیوارے کے پاس کھڑا رہا۔ اور لوگ اُسکے پاس جمع ہوتے رہی کو تو اُل شہر نے جب سنا تو وہ بھی محلات کی طرف گیا۔ شہزادہ یحییٰ خان اور جلال خان اُسکے ہاتھ پڑ گئے اور ماری گئے شاہ حبیب اللہ اور حسن خان اپنے ایک حجام کے گھر میں چھپے اور قندرون کے ساتھ شہر سے باہر نکل گئے اور یوسف ترک سے جا ملے جب تین ہزار سوار اور سات ہزار پیادے جمع ہو گئے تو قلعہ لینے کی کوشش کی مگر قلعہ والوں نے خوب مزاحمت کی کہ جس سے مجبور ہو کر بیڑ کی طرف گئے۔ اور وہاں حسن خان بادشاہ بنایوسف ترک امیر الامرا اور شاہ حبیب اللہ وزیر و جملہ الملک ہوئے۔ جب یہ حال بہا یوں شاہ نے وزنگل میں سنا تو اُس کے غصے کا کچھ حال نہ پوچھو۔ تیغ محمود شاہی میں لکھا ہے کہ غصے کے مارے دانت پینا کپڑوں کو بھاڑتا اور فرش اور درو دیوار کو دانتوں سے کاٹتا تھا یہاں تک کہ اُس کا منہ زخمی ہو گیا تھا۔ اور تون بنے لگا تھا۔ فوراً احمد آباد بیدار کو آیا۔ اور اتنے ہی بڑی بڑی طرح سے تین ہزار محافظوں کو قتل کر ڈالا۔ کو تو اُل کو ایک لوہے کے پنجرے میں بند کیا۔ ہر روز اُس کے بدن سے گوشت کھو تا اور اسیکو کھلو اتا تھا۔ اور شہر میں تشہیر کرتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ پھر اٹھ ہزار سوار اور بے شمار پیادے حسن خان کی تادیب کو بھیجے مگر

انہوں نے بیڑ کے میدان میں جن خان سے شکست کھائی۔ اب اُسکو اور بھی غضب آیا۔ اور تمام املا اور سلاہوں کو حسن تھان کے دفع کے لیے بھیج دیا۔ اور ان کے بال بچوں کو قید کر لیا تاکہ کوئی بغاوت نہ کرے۔ اب حسن خان کو شکست ہوئی اور وہ بیجا نگر کو اٹھ سات سو آدمیوں سے روانہ ہوا۔ مگر سراج خان جنیدی حاکم بیجا پور نے دھوکے سے اُسے باطلہ اطاعت قطع میں بلالیا۔ اور دعوت کھلا کر غافل کیا۔ جب شام کے وقت چراغ کے واسطے حسب دستور اپنے سپاہیوں کے ساتھ ان کے پاس آیا تو ان کا صحرا صحر کر لیا۔ حبیب اللہ تو مارا گیا۔ اور حسن خان و یوسف ترک وغیرہ گرفتار ہو کر بید کوروانہ کیے گئے۔ اب بہاؤن شاہ نے سزائوں کی تیاری کی۔ بیدین سولیوں کھڑی کی گئیں۔ مست ہاتی اور دندے اقسام اقسام کے دنگائی گئے۔ اور بیچوں و دیگھوں میں پانی اور تیل جوش کیے گئے۔ اور پھر خود دیوان خانے کے قصر پر چڑھ کر بیٹھا۔ پہلے شہزادہ حسن خان خیر کے سامنے ڈالا گیا جس نے اُسے ایک ٹوٹے میں چیر بھاڑ کھائی کر نیست و نابود کر دیا۔ پھر یوسف ترک اور اس کے ساتوں پر بھائیوں کی گردن مانگی اور ان کے بے گناہ بچوں اور عورتوں کو رسوائی کے ساتھ گھر سے لائے اور ایسی بڑی بے عزتی سے قتل کیا کہ جسکی تصریح ادب سے بعید ہے۔ پھر حسن خان کے متعلقین اور ملازمین باورچی عجم دھوبی اور اور خادم جنگی تعداد قریب سات سو آدمیوں کے تھی اور جن میں سے بہت سے ایسے تھے کہ جو اسکی بغاوت کے وقت وہاں موجود بھی نہ تھے بلکہ بلا لائے گئے اور سب یا تو دار پر چڑھ چکے گئے۔ یا زندوں کو کھلائے گئے یا دیگھوں میں زندہ جوش کر دیے گئے۔ یہ واقعہ شعبان ۱۱۳۲ھ کا ہے۔

۱۱۳۲۔ بہاؤن شاہ کا قتل اب تو اس بادشاہ کا ملک میں نہایت رعب و اب ہو گیا۔ اور کوئی سلطنت کا مانع اور مزاحم نہ رہا۔ لوگ اُس سے اس قدر ڈرتے تھے کہ جب کوئی امیر جو اسکا بڑا رفیق جو تھا اور دربار میں جسکی بڑی عزت ہوتی تھی بادشاہ کے پاس جاتا تو اپنے گھر والوں کو تمام وصیتیں

حالت نزع کے کر جاتا۔ اور اپنے بال بچوں کے لیے ترکے میں حصّے بخرے بانٹ جاتا تھا۔ اس سبب سے لوگ چاہتے تھے کہ کسی طرح سے اس سے جلد پیچھا چھوٹے اور کمین یہ مرجائے اُس کے قتل کی تجویز کی۔ اتفاقاً وہ بیمار ہوا اور جاناکہ جاتری مشکل سے توشاہزادہ نظام خان کو جو اس وقت اٹھ برس کا تھا بلایا۔ اور ولیعہد کیا اور خواجہ جہان ترک کو اور ملک التجار کاوان کو بلا کر وصیتیں کیں اور خواجہ جہان کو جو اس وقت سب سے بڑا امیر تھا وکیل شاہی اور ملک التجار کو وزیر کر کے شاہزادے کو اُنکے سپرد کیا۔ اور کہنا کہ کوئی کام شہزادے کی مان کے بلا مشورت نہ کریں مگر خدا کی قدرت سے وہ اچھا ہو گیا۔ چونکہ حرم کے خدام وغیرہ پر بھی وہ ہاتھ صاف کرنے میں دینے نہ کرتا تھا اس لیے جیسے باہر کے لوگ اُسکی موت کے لیے دعائیں مانگتے تھے ایسے ہی وہ بھی خدا سے چاہتے تھے کہ کمین جہا یون کو مرگ جہا یون آجائے شہاب خان ایک خواجہ سرسختات کا داروغہ تھا۔ اُس نے کمین زون سے مشورہ کیا۔ اور اُس کے قتل کی تجویز کی۔ جہا یون شاہ نے ایک رات خوب شراب پی اور بدست ہو کر سو گیا ایک کنیز نے ایسا ڈنڈا اُسکے سر میں مارا کہ سوتے کا سوتا رہ گیا اور دنیا کو اُس کے ظلم سے نجات ملی۔ یہ واقعہ شوال ۱۰۷۵ھ کا ہے۔

۸۶۵ ص

۱۳۳۳ - ظلم اور انصاف کے معنی اب یہاں اس امر کا تصفیہ کرنا ہے کہ ظلم اور انصاف کے کیا معنی ہیں یوں تو مومنین نے اسکو اور نیز سلطان علاؤ الدین خلجی کو ظالم بتایا ہے۔ اور علاؤ الدین بہمنی کو انصاف پرست بیان کیا ہے مگر ظلم اور انصاف کے لفظ کا مفہوم کچھ ایسا ہے کہ حسین نہ صرف جہاں اور عوام کو ہی دھوکا ہوتا ہے بلکہ اکثر علماء اور دانشمندان کو ان میں فرق کرنا دشوار ہو گیا ہے۔ عقلاً جو انصاف کے معنی ہونا چاہئیں وہ یہ ہیں کہ ”ہر شخص کا فائدہ ہو اور کسی کو نقصان نہ پہونچے“ لیکن یہ دونوں جزا ممکن بشری سے باہر ہیں۔ نہ تو انسان سے یہ ہو سکتا ہے کہ ہر شخص کا فائدہ ہو سکے اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی کو نقصان نہ پہونچے اس لیے ان فقرات کو مجبوراً یوں تبدیل کرنا پڑتا ہے۔

۸۶۵ ص

کہ جہاں تک ہو سکے زیادہ سے زیادہ اپنا فائدہ ہو۔ اور جہاں تک ہو سکے دوسروں کا نقصان اور دوسرے نقصان اٹھانے والا ہوگی تعداد کم رہے۔ اس طرح ہر جو انصاف کے معنی میں وہ قابل عمل ہیں۔ اور ان کے برخلاف ظلم ہے۔ پس اب اگر ان معنی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو ہمالیوں شاہ ظالم نہیں ٹھہرتا۔ علاؤ الدین کے وقت میں ایرانی امیر ایسے حاوی ہو گئے تھے کہ اگر ہمالیوں شاہ سفک بادشاہ ہوتا بلکہ اگر کوئی اور پیدا ہوتا ہر محل بادشاہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ اس خاندان میں سلطنت باقی رہتی۔ یہ اسی شخص کے سیاستوں کی برکت تھی جو عام سرکش خاک میں مل گئے اور کچھ دنوں اس خاندان کی حکومت دنیا میں قائم رہ گئی۔ علاؤ الدین خلجی بادشاہ ہند کو بھی مورخین نے ظالم لکھا ہے۔ مگر افسوس کہ چند آدمیوں کے سر کاٹنے سے اس کو ظالم کہہ دیا جائے اور یہ نہ دیکھا جائے کہ اُس سے فائدہ کتنوں کو پہونچا۔ اور مخلوق میں کیسا امن چین پھیلے کہ کبھی ایسا مبارک زمانہ کسی رحمدل بادشاہ کے عہد میں پایا کو خواب میں بھی نصیب نہیں ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ ہمالیوں شاہ کی تعذیب بعض معصوموں کے حق میں بیجا تھی اور وحشیانہ بھی تھی۔ مگر اُس سے اس خاندان کو یہ فائدہ پہونچا کہ اُس نے اپنے پیچھے ایسے آدمی چھوڑے کہ جنہوں نے اُس کے بیٹوں کی رفاقت میں سلطنت کو مدت تک اپنے قابو میں رکھا اور امین سے کوئی معاند اور مدعی نہ پیدا ہوا۔ علاؤ الدین بہمنی کی رحمدلی کا یہ اثر ہوا کہ خود اس کی موجودگی ہی میں ہزار ہا آدمی کٹ کٹ کر مرے اور ملک میں امن چین مٹ گیا اور ایسا ہیج ہو گیا جس سے سلطنت آخر کو جاتی ہی رہی۔

نظام شاہ بہمنی

۱۳۳۲۔ نظام شاہ کی تخت نشینی اور ہمالیوں کے بعد اس کا بڑا بیٹا نظام شاہ آٹھ برس کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ لیکن اور بادشاہ کے چڑھائی۔ چونکہ یہ قاعدہ ہے کہ سخت اور ظالم و جابر کی مانگی میں ہر کار دی تجربہ کار اور مستعد ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس ارے کے کی مان بزرگس فی جواب مغرور و متعجبان کسلاتی تھی ایسی

عاقبت بھی کہ ایسی عورتیں بہت کم ہوتی ہیں۔ تمام مہمات سلطنت کو کمال دانشمندی سے انجام دیتی تھی اور ہجایوں کی وصیت کے بموجب نہ تو خواجہ جہان ترک اور ملک التجار محمود کاوان کے بے مشورے کوئی کام کرتی۔ اور نہ ان دونوں آدمیوں کے سوا کسی دوسرے کو دخل دیتی تھی۔ چونکہ ان دونوں امیروں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ محمد و مہ جہان تو ایک پروردہ نشین عورت ہے اور نظام شاہ خود سال ہے۔ درحقیقت جو کچھ ہیں وہ ہم ہی ہم ہیں اس لیے سلطنت کی غیر خواہی میں ہمہ تن مصروف تھے۔ مگر چونکہ دونوں صاحبِ حوصلہ اور بڑے پایہ کے امیر تھے۔ اس لیے ایک دوسرے کو غارت بھی نہیں کر سکتے تھے کہ جس سے تن نہ ناخو و مختار ہو کر سلطنت کو دبا بیٹھتے۔ اس وجہ سے سلطنت کے کام اس زمانے میں اچھے چلتے رہے۔ محمد و مہ جہان نے محمود کاوان کو جہۃ المملک و وزیر کل و طر فاریچا پو کیا تھا اور خواجہ جہان ترک کو منصب وکالت و طر فاری تسلیم کیا۔ عنایت کی تھی۔ صبح کو یہ دونوں امیر آتے اور ماہ بانو کے وساطت سے محمد و مہ جہان کی خدمت میں معاملات ملکی کو پیش کر کے حکم حاصل کرتے۔ اور پھر نظام شاہ کو تخت فیروزہ پر لٹکا لکر بٹھاتے دست راست پر خواجہ جہان ترک اور دست چپ پر محمود کاوان کھڑے ہوتے اور محمد و مہ جہان کی فرمائش کے بموجب امورات شاہی کا سر انجام کیا کرتے تھے۔ گواندرونی کام اچھے چلتے تھے مگر بیرونی گرد و نواح کے والیان ملک نے جب سنا کہ سلطنت بہمنیہ کے تخت پر ایک بچہ بیٹھا ہوا ہے۔ تو ملک گیر کی حرص دانگی ہوئی۔ بیجا نگر کی سلطنت گو ایک وسیع سلطنت تھی مگر سلاطین بہمنیہ سے ہمیشہ زک اٹھاتی رہی اور موغھ کی کھاتی رہی تھی۔ اس لیے اُس کا کچھ حوصلہ نہ بڑھا تھا۔ خاندیس کی اسلامی حکومت خود گجرات و مالوے سے چین بول رہی تھی۔ مگر ڈر سیہ اور اویا دونوں کبھی کسی مسلمان نے ہاتھ صاف نہیں کیا تھا۔ بلکہ ہجایوں شاہ کے لشکر کو وہ ابھی شکست دیکھے تھے اس لیے اُنکے حوصلے بڑھے ہوئے تھے یکایک انہیں جوش اٹھا۔ اور زینہ اران

تلنگانہ کے بھگانے سے سلطنت بہمنیہ سے مسلمانوں کے نکالنے یا خراج کے تحصیل کرنے کی تیاری کی۔ اور براہ راجہ مندری اس ملک پر پڑے ہوئے تکلف کو لاس تک لوٹے کھوٹے چلے آئے۔ مخدومہ جہان و خواجہ جہان ترک و محمود کا واپس آنے با اتفاق و مشورے یکے دیگر چالیس ہزار سوار تمام علاقہ جات سے طلب کر کے فراہم کیے اور نظام شاہ کو اس شان و شوکت سے دشمنوں کے مقابلے پر لیکر چلے کہ شاہانِ ماضیہ کے عہد میں کبھی سنائی گیا تھا۔ دس کوں پر بیدار لشکروں کا سامنا ہوا۔ مسلمانوں نے اطاعت اور اداے خراج کا انہیں پیغام بھیجا آخر انکار پر لڑائی شروع کر دی۔ شاہ محب اللہ جو بنام نہاد جہاد لشکر کے ہمراہ تھا اپنی ہزار ہی میں غازیوں کو لیکر آیا۔ ۲۸۴۶ اور برابر شام تک لڑتا رہا کہ راسے اوڑیسہ کو شکست ہو گئی۔ اور رات کو میدان چھوڑ کر ہندو بھاگ گئے خواجہ جہان ترک نے تعاقب کیا اور ہندو قتل و غارت سے ایسے مجبور ہوئے کہ محمود کا واپس کی دست سے بہشت وزاری پانچ لاکھ تنگہ دیکر اپنی جان بچا کر اپنے ملک کو چلے گئے۔

۱۳۵۵۔ محمود شاہ غلی دلی مالوہ اس بلا سے ابھی پیچھا چھٹا ہی نہیں تھا کہ ایک دوسری بلانزل ہوئی کی دکن پرشکر کشی۔ سلطان محمود غلی جو ایک بڑا صاحبِ حوصلہ و دلوالو عالم تھا یہ حالات سن کر دکن

کی تسخیر کو خاندیس کی راہ سے چلا۔ اس وقت ۸۶۱ھ میں مبارک خان دلی خاندیس مرچکا تھا اور اُس کا بیٹا میران عینا المخطب بعاول خان جو جہاد کنڈی سلطان کہلاتا تھا خاندیس میں حکومت کرتا تھا محمود غلی کے حملے کی خبر سن کر رایان اور یاو اوڑیسہ و مدینہ لڑان تلنگانہ بھی اپنی اپنی فوجیں لیکر لوٹ مار کرنے لگے۔ انکان دولت بہمنیہ نے بھی ہمت نہ ہاری بلکہ اپنے تمام ملک سے فوج کو طلب کیا اور دور و درو رسہ خزانے سے نکال کر فوج میں تقسیم کیے۔ اور تلنگانہ کی فوج کو ہندوؤں کے مقابلے میں لاجپایا لشکر بجا پور دولت آباد برار لیکر نظام شاہ کے ہمراہ محمود غلی کی مدافعت کے لیے روانہ ہوئے۔ قندھار کے پاس مقابلہ ہوا۔ ملک التجار دس ہزار سوار سے میمنہ پراور نظام الملک میسرہ پراور خواجہ جہان

اور سکندر خان ترکی غلام کا کاکا سے نظام شاہ گیارہ ہزار سوار اور سو ہائی لیکر قلب مین کھڑے ہوئے
محمود غلجی کے دست راست پر اسکا بیٹا غیاث الدین اور دست چپ پر مہابت خان حاکم چنڈیہ
و ظہیر الملک تھے۔ سب سے اول ملک التجار نے حملہ کیا اور ایسی ہوشیاری اور بہادری سے
لڑا کہ مہابت خان اور ظہیر الملک بھاگے اور مارے گئے۔ اور ہر نظام الملک ترک اور ہندو
غیاث الدین سے مقابلہ ہوا۔ اور نظام الملک کے ہاتھ سے اسکی آنکھ مین چوٹ لائی وہ گھوڑی
پر سے گر پڑا۔ مگر شہزادے کے ہمراہی اسے اٹھا لگے۔ جس سے اسکا لشکر تہ و بالا ہو گیا محمود
نے فوج کے دونوں بازو شکستہ دیکھ کر بھاگنا چاہا مگر پھر ٹوک گیا۔ اب خواجہ جہان دس ہزار سوار
سے محمود پر پڑا۔ مگر محمود نے ایک تیر سکندر خان کے ہائی کے ایسا مارا جس سے وہ پیچھے ہٹا
اور یہاں تک بگڑا کہ نظام شاہ بال بال بے ہوش ہو گیا۔ اب سکندر خان نے یا تو بے عقلی سے یا دودنست
خواجہ جہان کی دشمنی سے اپنے آدمیوں کو لڑنے کا حکم نہ دیا اور نظام شاہ کو اپنے ہائی پر بٹھا کر
مقام جنگ سے نکال پیچھے جا کھڑا ہوا۔ یہاں تو ہمیشہ کا قاعدہ ہے کہ بادشاہ میدان سے
ہٹا اور لشکر پر تباہی آئی۔ امرا اور خاصہ خیل دکن سب پہلے میدان سے سر کے اور نظام شاہ کو
بھی ساتھ لیکر میدان میں چلے آئے خواجہ جہان اس طرح سے لشکر کو مع اسب و فیل شاہی واپس
لایا کہ ترتیب نہ بگڑی۔ مگر محمود کا دان و غیرہ بڑی بے تدبیری سے بھاگے۔ اور سب نے بیدارک
کمین نہ نہ پھیرا۔ اب خواجہ جہان نے اس جرم مین سکندر خان کو قید کر دیا۔ مگر ترکی غلاموں نے
خند و مہ جہان سے جا کر اسکی شکایت کی کہ سکندر خان تو بادشاہ کو براہ خیر خواہی بچا کر لایا وہ کیوں
قید کیا گیا۔ چونکہ غلام اس زمانے مین بیٹوں کی طرح سمجھے جاتے تھے خند و مہ جہان نے کہا کہ
یہ موقع چپ رہنے کا ہے پھر کب وقت اس گستاخی کی خواجہ جہان سے تلافی کی جائے گی۔ اسپر
خواجہ جہان نے سکندر خان کو خند و مہ جہان کے پاس با احترام تمام بھیج دیا۔ اور معافی چاہی محمود غلجی

نے جب یہ معاملات سنے اور خواجہ جہان کی ناراضی کی کیفیت اسکو معلوم ہوئی تو اس کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا۔ کیونکہ اسوقت ایک ہی ایسا شخص تھا جو بہت کچھ دشمن کے مقابلے میں کر سکتا تھا۔ محمود غلجی نے بید کا رخ کیا۔ چونکہ مخدومہ جہان کے دل پر یہ نقش کر دیا گیا تھا کہ خواجہ جہان کے مکر و دغا کے باعث یہ شکست ہوئی ہے اس لیے مخدومہ جہان نے محمود کا دان کی صلاح سے ملو خان دکنی کو جو بیجا نگر سے واپس آگیا تھا بید کو سپرد کر دیا۔ اور نظام شاہ کو لیکر محمود کا دان کے ساتھ فیروز آباد چلے گئے۔ محمود غلجی آیا اور شرہ روز کے محاصرے کے بعد شہر کو لے لیا۔ اور قلعہ ارک کے سوا سب بیدر برار بیڑ دولت آباد وغیرہ کے اکثر علاقے پر قابض ہو گیا اور تمام ملک کو یقین ہو گیا۔ کہ بہمنیوں کی بادشاہت دکن سے جاتی رہی۔ اور غلجی مالک ہو گئے۔

۸۶۳ھ
۱۴۵۸ء

۱۳۶۱ھ محمد شاہ غلجی کی راجت

قطب الدین شاہ گجراتی ۸۶۳ھ میں مر چکا تھا۔ اور اب اسکا بیٹا محمود شاہ گجراتی حکومت کر رہا تھا۔ اسکی اسوقت گوسٹراہ برس کی عمر تھی مگر بڑا صاحب تدبیر اور اچھا بادشاہ تھا اسکا وزیر عماد الملک اسکا کارپرداز تھا۔ جسوقت کہ محمود شاہ غلجی کی آمد کی خبر دکن میں گمراہ تھی تو مخدومہ جہان نے محمود کا دان کے استسوا سے نظام شاہ کی طرف سے ایک خط محمود شاہ گجراتی کو بطلب امداد لکھوایا تھا۔ محمود شاہ گجراتی جانتا تھا کہ اگر محمود شاہ غلجی دکن پر قابض ہو گیا تو گجرات کو اس کے پنجے سے بچانا دشوار ہو جائیگا۔ اس لیے اس نے نظام شاہ کو مدد دینا اپنا سب سے بڑا فرض خیال کیا۔ اور اگرچہ داؤد خان اسکا چچا ایک مدعی خود اس کے ملک میں موجود تھا اور نیز اسکو یہ صلاح دی گئی تھی کہ دکن میں جانے سے مالوے میں لوٹ مار کرنی زیادہ بہتر ہے مگر اس نے ان دونوں باتوں کو نہ مانا بلکہ انہی ہزار سوار سے وہ سرحد دکن پرند بار میں آگیا۔ اسوقت خواجہ جہان محمود غلجی کے مقابلے پر معین تھا۔ اس لیے محمود کا دان کو مخدومہ جہان نے محمود شاہ گجراتی کے استقبال کو بھیجا۔ اور محمود شاہ گجراتی نے بیس ہزار سوار مدد کے لیے اس کے ہمراہ کیے۔ سواے اسکے اس

۸۶۶ھ
۱۴۶۲ء

امداد کو دیکھ کر محمود کا وان کے ہمراہ میں ہزار سوار مکنتی بھی جمع ہو گئے۔ اب یہ تمام لشکر محمود خلیج پر چلا۔
محمود خلیج اپنے ملک سے کل تیس ہزار سوار لیکر چلا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ دکن اور گجرات کے متفقہ لشکر نے
اسے اس غیر ملک میں جہان مدد کے پہونچنے کی کوئی امید نہیں ہے اور نہ ابھی اس ملک پر
کامل تسلط ہوا ہے لہذا خلافت عقل ہے۔ اس لیے اُس نے یہی بہتر سمجھا کہ اپنی جان بچا کر
جلدی کیجے چنانچہ وہ فوراً آجہ آباد سیدر سے نکل کھڑا ہوا۔ اور ماٹھ کو چل دیا۔ محمود کا وان نے دس ہزار
فوج براہین اسکا راستہ روکنے کو بھیج دی۔ اور اسی ہزار فوج سے حوالی بیڑ و قند ہار میں سلطان ماندو
کو جاگیر۔ اور سدر و کدی۔ جس سے مالوسے والوں پر فائدے ہونے لگے۔ محمود خلیج نے لاچار
اپنے ہاتھوں کو اندھا کیا اور بھاری سامان کو چلا دیا۔ اور ہلکا پھلکا ہو کر براکوچہ ڈگر گوٹھ وانہ کا راستہ لیا
تاکہ دکنیوں سے راستے میں تکلیف نہ پہونچے۔ ادھر سے محمود کا وان نے تعاقب کیا۔ گوہر
تو محمود خلیج کو کچھ بڑا نقصان نہ پہونچا۔ مگر مقدم یعنی راجہ گوٹھ وانہ نے جو اس کے ساتھ امداد کے لیے
آیا تھا دھوکا دیا۔ اور ہلکا کر ایک ایسی خزانہ لے گیا کہ جہان پانی نہ ملنے سے ایک دن میں پانچ چھ ہزار
سپاہی مر گئے۔ اور دو دنگہ کو ایک گھنٹ پانی میسر نہ ہوا۔ سوائے اسکے گوٹھ وان نے
بہت ستایا جب تیسرے دن محمود خلیج اس مقام سے نکل گیا تو اُس مقدم کو قتل کا حکم دیا۔ اونے
کہا میں نے اپنا بلا لے لیا اور ہزار دن آدمی مرادے اگر سلطان مجھے مار ڈالے گا تو کچھ پروا نہیں
میں دوسرا جنم لینا لگا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کے گوٹھ بھی تہناخ کے قائل تھے۔
محمود خلیج جب چلا گیا تو نظام شاہ نے محمود شاہ گجراتی کا بہت کچھ تحفہ تحائف بھیج کر بڑا شکریہ ادا کیا۔
اور وہ اپنے ملک کو واپس پھر گیا۔ نظام شاہ بھی سیدر میں آیا۔ اور محمود شاہ خلیج نے جو کچھ چلو کر
خارت کر دیا تھا اُسے چند روز میں پھر دست کر لیا۔ مگر محمود شاہ خلیج کو بڑی ندامت تھی اس لیے
اُس نے دوسرے سال نوے ہزار فوج لی اور پھر دکن پر چڑھائی کی۔ ادھر سے نظام شاہ نے

بھی بطریق سابق محمود شاہ گجراتی کو لکھا۔ چنانچہ وہ بھی آدھ سے روانہ ہوا۔ اور نظام شاہ بھی فوج لیکر نکلا۔ اس لیے محمود شاہ غلجی دولت آباد تک پہنچ گیا اور لوٹا کھسوتا آندھی کی طرح براہ گوئد واندہ اپنے ملک کو چلا گیا۔ محمود شاہ گجراتی بھی یہ سنکر راستہ سے ہی واپس لوٹا اور واپس چلا گیا۔ اور وہاں سے جاکر محمود شاہ غلجی کو ایک خط لکھا کہ بے وجہ آپ مسلمان دکن کو ستاتے ہیں۔ اگر آئندہ آپ نے ایسا کام کیا تو میں مالوے پر تاخت کروں گا۔ چونکہ محمود شاہ غلجی دکن اور گجرات دونوں سے عمدہ برائین ہو سکتا تھا اس لیے اُس نے اقرار کیا کہ آئندہ بھر دکن پر حملہ نہ کیا جائیگا۔

سلطان محمد شاہ ثانی

۱۳۔ نظام شاہ کی موت اور محمد شاہ کی تخت نشینی اور خواجہ جہان قاتل اس لیے یہ بھی ہوا کرتا تھا کہ پہلی بی بی خاندان بہمنیہ سے ہوتی تھی۔ اس واسطے مخدومہ جہان نے نظام شاہ کے لیے ایک لڑکی اپنے خاندان سے منتخب کر کے اسکی شادی کی ۱۳۔ واقعہ ۱۳۷۵ء کو شب زفاف تھی دولہ ودامن اکٹھے تھے معلوم نہیں کہ کیا ہوا۔ یکایک اندر سے ایک آواز آئی کہ نظام شاہ مر گیا۔

حیف و چشمِ دن صحبتِ یار آخر شد	روئے گلِ سیرِ ندیم و بہارِ آخر شد
--------------------------------	-----------------------------------

ہمایون شاہ کے دو بیٹے اور تھے محمد زمان و احمد زمان۔ محمد زمان کی نو سال کی عمر تھی۔ اسکو مخدومہ جہان نے تخت نشین کیا۔ اور چھوٹے بیٹے احمد زمان کو بھی جاگیر دیکر بھائی کی خدمت میں سپرد کر دیا۔ خواجہ جہان اور محمود کا وہاں حسب دستور سابق کام کرتے رہے۔ اور خواجہ جہان نے محمد شاہ کو تعلیم کے لیے صدر جہان شوہتری کے حوالہ کیا۔ یہ اسوقت افضل الفضل تھا جس نے

محمد شاہ کو احسن طریقے پر تعلیم دی۔ فیروز شاہ کے بعد اس خاندان میں علمی لیاقت کے لحاظ سے کوئی اس کے لگے کا نہ تھا۔ گو ہایوں شاہ نے سرکشوں کے خوب چمٹھڑے اُٹائے تھے مگر ابھی بہت سے غریب الدیار سردار جو مجھے چھپائے باقی بچ رہے تھے ادواب دو تین سال میں انہوں نے اپنے پر پرزے نکال لیے تھے ایسے تھے کہ جبکہ اوضاع و اطوار سے کھلم کھلا یہ ظاہر ہوتا تھا کہ جسوقت موقع پائیں گے سلطنت بہمنیہ پر خود قبضہ کر بیٹھیں گے۔ نہیں خواجہ جہان کا اسوقت پایہ بہت زبردست ہو گیا تھا۔ گو محمود کا دان کے مدد میں نے خواجہ جہان کے حالات دیدہ و دانستہ نہیں لکھے ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بڑے و بدبہ کا آدمی تھا۔ اور اسوقت جس قدر امراتھے اُسکے آگے کوئی دم نہ مار سکتا تھا۔ وہ جسکو چاہتا تو کر رکھتا۔ اور جسے چاہتا موقوف کر دیتا۔ اپنے بہت سے آوردے بڑی بڑی خدمات پر مقرر کر دیئے تھے۔ اور محمود کا دان کو اپنا معاند سمجھ کر پیر دنی اور سرحدی خدمات پر بھیجتا رہتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُس سے جلتا ہوگا۔ اور چاہتا ہوگا کہ اُسکو غارت کیا جائے۔ اور غالباً اسی کی تجویز سے محمد شاہ جہان نے یہ سمجھ کر کہ کہیں خواجہ جہان کوئی موقع پا کر نیک حرامی نہ کرے محمد شاہ کو ششہ صہر میں ایک روز سمجھا دیا۔ اور جب خواجہ جہان حسب دستور حالت غفلت میں محمد شاہ کے دربار میں آیا۔ تو دیکھا کہ نظام الملک برخلاف عادت کچھ سپاہی لیے موجود ہیں۔ اُسکو کھٹکا ہوا مگر وقت نکل چکا تھا۔ تن بہ تقدیر دیوانداری کے کام میں محمد شاہ کے روبرو مشغول ہوا۔ کہ ناگاہ دو عورتوں نے اندر سے آکر محمد و منہ جہان کی طرف سے محمد شاہ سے باوازلہ نہ کیا۔ کہ جو کام کرنا ہے کیجیے۔ نظام الملک نے محمد شاہ کے اشارے سے خواجہ جہان کو وہیں عین دیبا میں قتل کر دیا۔ اور محمد و منہ جہان کی دنانی سے کوئی فساد پیدا نہ ہوا۔ پھر محمود کا دان کو خطاب خواجہ جہان دیگیا اور امیر الامرای کے ساتھ منصب وکالت بھی اسی کو ملا۔ بعد اسکے محمد و منہ جہان نے چودہ سال کی عمر میں محمد شاہ کی شادی کر دی اور

خود سلطنت کے کاموں سے علیحدہ ہو گئی۔ اور بیٹے کو کل کاموں کا اختیار دیدیا۔ مگر محمد شاہ خندہ بھنا کی زندگی تک کوئی بڑا کام بغیر مشورے اس خاتون کے نہ کرتا تھا۔

۱۳۸۔ قلعہ کھڑلہ کا جھگڑا اور صلح | اب محمد شاہ نے نظام الملک کو سر لشکر برار کیا اور اچھے لشکر سہی ۸۰

میں روانہ کر کے حکم دیا کہ قلعہ کھڑلہ جو شاہان مالوے کے قبضے میں ہے اُن سے چھین لے۔

نظام الملک وہاں پہونچا تو اسوقت سراج الملک وہاں کا قلعہ دار تھا۔ فوج اُسکے پاس زیادہ نہ تھی

نظام الملک نے محاصرہ کیا۔ اطراف و جوانب سے کئی مرتبہ مددائی مگر انہیں شکست ہوئی۔ آخر

مرتبہ بارہ ہزار راجپوت و افغان وغیرہ نظام الملک پر چڑھ کر آئے سراج الملک تو اسوقت اندرون

قلعے میں شراب کے نشے میں مخمور پڑا تھا۔ مگر اوس کا بیٹا قلعے سے نکلا۔ اور لشکر مدد سے

بل گیا۔ فریقین میں خوب لڑائی ہوئی۔ اور اہل مالوہ شکست کھا کر بھاگے اور قلعے میں گھس گئی

انہیں کے ساتھ دکن بھی اندر چلے گئے۔ اور قلعہ لے لیا اور اہل قلعہ جب باہر نکالے گئے تو گو

انہیں ضرر جانی نہ پہونچا مگر بعض اجلات دکن نے انہیں چھیڑا اور گالیان بھی دیں۔ جسکے سبب

سے دور راجپوت سپاہیوں کو خفہ آیا۔ جب لوگ سب باہر نکل گئے تو یہ دونوں نظام الملک

کے سامنے گئے اور دعا دیکر بولے کہ آپ سا بہادر سپاہی ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ ہماری آرزو

ہے کہ آپ کی قدمبوسی کر کے یہاں سے رخصت ہوں۔ نظام الملک نے دیکھا کہ اُنکے پاس

کوئی ہتھیار نہیں ہے اس لیے اُن کی استدعا پر انکوا اجازت دیدی۔ جب وہ پاس آئے تو زمین پر

سے جھپٹ کر ہتھیار چھین لیے اور نظام الملک کو دھین قتل کر ڈالا۔ اور بعض اور لوگوں کو بھی نقصان

پہونچا یا۔ اور آپ بھی مارے گئے۔ نظام الملک کے منہ بولے دو بھائی تھے۔ ایک یوسف عادل

خان سوائی۔ اور دوسرا دریا خان ترک۔ جب انہوں نے سنا اور خیال کیا کہ سردارانِ فوج مالوے کی

تحریک سے ایسا ہوا ہے تو فوج لیکر فوراً پیر دہڑ پڑے جو اسوقت ایک کوس کے فاصلے پر عین

عالم غفلت میں چڑے ہو گئے تھے۔ اور ان کے تمام صغیر و کبیر کو قتل کر دیا اور پھر قلعے میں مقبول انتظام کے ساتھ فوج تعینات کر کے نظام الملک کا جنازہ اور لوٹ کا مال لیکر سیدہ کو آئے۔ بادشاہ انکی بہادری اور خیر خواہی سے بہت خوش ہوا۔ جب محمود غلجی کو یہ خبر پہنچی تو اُس نے مقبول خان کو ربیع الاول ۷۷۱ھ میں ایلچی کی طرف بھیجا اُس نے اس علاقے میں خوب تاخت و تاراج کی شہر کو لوٹا۔ اسپر قاضی خان حاکم شہر ٹرڈھ ہزار فوج سے مالوے والوں کے مقابل ہوا۔ مگر شکست کھائی۔ اور مقبول خان لوٹ لاث کر واپس چلا گیا۔ چونکہ محمود غلجی نے دیکھا کہ دکن کی سلطنت کی حالت اب اچھی ہے اس سبب سے اُس نے برخاش سے صلح ہی کو بہتر جانا اور نرمی سے کام نہ نکالنا چاہا۔ اس واسطے شریف الملک کو محمد شاہ کے پاس بھیج کر سلطان احمد شاہ و شہنشاہ کے عمود و دوا شوق کو یاد دلایا جس کے بموجب قلعہ کٹر لہ والودہ والون کو دیا گیا تھا محمد شاہ نے بھی اُدھر سے شیخ احمد حیدر کو صلح کا کام نصیب دے کر مانڈو کو روانہ کیا۔ محمود غلجی نے سید العلماء سید سلام اللہ احمدی کو وکیل کیا۔ اور ان دونوں نے بہت سے جنگ و پیکار کا بیت و بحث و مباحثہ کے بعد جمادی الاول ۷۷۱ھ میں یہ فیصلہ کیا کہ قلعہ کٹر لہ والودہ کو دینا چاہیے اور ہر دو دکن میں رہے۔ اور فریقین میں سے جو چاہے کفار کے ملک کو فتح کرے اور ایک دوسرے کا کوئی مزارعہ نہ ہو۔ پھر اس کے بعد ان دونوں خاندانوں میں کبھی لڑائی نہیں ہوئی۔

۱۳۹۔ یوسف عادل خان کی اصلیت یہ یہوسف عادل خان جیجا پور کے سلاطین عادل شاہیہ کا جدِ علی

ہے۔ اس کے بعد حسب نسب کی نسبت خوشامدیوں نے ایک عجیب و غریب حکایت تراشی ہے اور اس کا نسب سلاطین عثمانیہ روم سے جاملایا ہے۔ لکھا ہے کہ اُس کا باپ سلطان مراد جب ۸۵۵ھ میں مر گیا تو اُس کا بڑا بیٹا سلطان محمد تخت روم کا مالک ہوا۔ اور اس اپنے اعیانی بھائی یہوسف کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ مگر مان کو چونکہ اُس سے پڑی محبت تھی اُس نے شاہی افسروں کو کہہ دی دلا کر اُسے چھپالیا۔ اور ایک غلام کو خواجہ علاؤ الدین محمود گرجستانی ساکن ساوہ سحر دیکر

اُسکے بجائے قتل کر دیا۔ اور یوسف کو خواجہ علاؤ الدین محمد دے حوالے کیا کہ وہ غلاموں کے طور پر اُسے لیکر بھاگ جائے۔ چنانچہ خواجہ نے بطمع زیرِ رعایت حقوقِ اُشناائے سابقہ یوسف کو جسکی عمر اسوقت ساٹھ سال کی تھی اپنے غلاموں کے ساتھ لے لیا۔ اور بغداد کو چلا آیا اور سرحد پار ہو کر اپنی سلامتی کی خوشی میں شیخ صفی کی درگاہ میں آکر بمقام اردبیل نند جڑھائی یوسف کو مہر کر دیا اور ساہو میں آکر اپنے بیٹوں کی طرح اُسے تعلیم دی اور شاہزادہ کی مان کو بھی اُسکی خیریت سے اطلاع کی اسی اُشنا میں وہ تجارت کے لیے ہندوستان آیا۔ مگر یوسف کی مان نے اپنے بیٹے کو کچھ تحفے تحائف بھیجے اور غرض فرقا اور دلشاد آقا اُسکی دائی کے بچوں کو بھی ہمراہ کر دیا۔ جب یہ ساہو میں آئے اور سچے تو انکی باتوں سے یہ بھید کھل گیا سولہ برس کی عمر میں ایک زرگر کی لڑکے کی حمایت میں وہاں کے حاکم اور یوسف میں کچھ رنج ہو گیا جس سے یوسف کو بھاگنا پڑا۔ اور قزم میں آکر بدود باشِ انتیاری کی پھر اگرچہ خواجہ علاؤ الدین ساہو کے حاکم کے مرجانے سے وطن کو جاننا چاہتا تھا مگر یوسف نے حضرت خضر علیہ السلام کے کہنے سے ۵۶۳ھ میں اُسے ہندوستان کو سفر کے لیے آمادہ کر دیا۔ اور بندر ہرمز سے جہاز میں بیٹھ کر بندرِ وابل میں آکر اُتر ا۔ یہاں بھی حضرت خضر علیہ السلام نے اُسے پانی کا ایک پیالہ پلایا اور یکایک نذر سے غایب ہو گئے ۵

زخم کہ خارا ز پاکشرم محل نہان گشت از نظر	یک لحظہ غافل گشتم و مہم سالہ باہم دوشد
--	--

بعد ازان دونوں بیدر کو آئے۔ اس تاجر سے اور محمود کاوان سے پہلی ملاقات تھی اُس نے یوسف کا سارا حال محمود کاوان سے کہا اور درخواست کی کہ اُسے شاہی غلاموں میں شامل کرادے چنانچہ محمود کاوان نے اُسے بادشاہی چیلون میں داخل کر کر عزیز خان میرنور کی نیابت پر مقرر کر دیا جب عزیز خان مگر کیا تو یہی واروغہ اُصطلیل ہو گیا۔ مگر جب اُس برہمن سے نا اتفاقی ہو گئی تو میرنور خوری کا محاسب تھا تو یوسف نے استعفا دیدیا۔ رفیع الدین شیرازی نے اسی قسم کی اور حکایت

بیان کی ہے وہ کتنا سہوکار تھا کہ میں ۹۶۵ھ میں ایران سے تاجرون کے طور پر دکن میں آیا۔ جب
 میں کوئی نام ایک قصبہ میں پہنچا جہاں کہ یوسف عادل شاہ اور اسکی اولاد کی قبریں ہیں تو میں نے
 دیکھا کہ وہاں کے لشکر اور خدام اور حفاظ کے لیے بہت کچھ روپیہ سرکار سے ملا کرتا ہے وہاں
 قرآن شریف سو حافظ پڑھا کرتے ہیں۔ ہمیں ایک شخص شمس الدین حسری ایک حافظ
 تھا جسکی عمر بہت تھی۔ وہ کتنا تھا کہ جس زمانے میں جہان شاہ کی اولاد میں جھگڑے پڑ رہے تھے
 تو اسوقت میں دیار بکر میں تھا جب حن بیگ نے جہان شاہ کو مار کر سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ تو پانچ
 بھائی احمد بیگ کو ساوہ کی حکومت عطا کی۔ اس نے ایک ساوہ کے امیر کی دختر شادی
 کی جب احمد بیگ مر گیا تو اسی بی بی سے اسکا ایک بیٹا محمود بیگ رہا۔ اور باپ کے بجائے
 ساوہ میں حکومت کرنے لگا۔ اور بیس سال کی عمر میں اڑائی جھگڑوں میں مارا گیا۔ اور اس کے
 عیال و اطفال شیراز میں چلے آئے۔ اس کا ایک بیٹا یوسف بیگ تھا وہ پانچ سال یہاں بکر
 حیران پریشان لا کو چلا گیا۔ یہاں اس نے خواب دیکھے کہ کسی بزرگ نے کئی گرم روٹیاں اُسے
 دیکر کہا کہ دکن کو جاتیرے لیے روٹی وہاں تیار کی گئی ہے۔ بیدار ہوتے ہی خوشی خوشی دکن
 کو چل دیا۔ بند چروں میں خواجہ زین العابدین سہمناں ملکیا جو محمد شاہ بہمنی کی طرف سے مال اسباب
 فروخت کر نیسکے لے کر وہاں لے گیا تھا۔ اور اُسے بچکر غلام وغیرہ نفائس وہاں سے لیکر دکن کو آتا تھا
 یوسف بھی اُسکے ہمراہ دکن کو آیا۔ مگر کچھ بہتر صورت نہ نکلی۔ جس سے کوٹکر وہ پھر لا کر چلا گیا لیکن
 پھر پہلے کی طرح خواب دیکھے۔ اور دکن کو چلا آیا۔ اور ایک خان سالار کو پاس رہنے لگا۔ چونکہ یوسف
 بڑا چھاجوان اور فن کشی میں بے مثل تھا اس واسطے اس نے ایک اکھاڑا بنایا اور وہاں شاگرد بنا کر
 کشتی سکھانے لگا۔ اسی زمانے میں دہلی سے ایک بڑا نامی پہلوان آیا اور دستور کے بموجب جمعہ کے
 روز بادشاہ کے سامنے دربار میں حاضر ہوا اور شہر کے بعض پہلوانوں سے کشتیاں جیت کر بڑی

لاف و گراف مارنے لگا۔ سلطان محمد شاہ کا زمانہ تھا۔ بادشاہ کو اس کی شیخی گران گذری اُس نے چاہا کہ دکن کا کوئی پہلوان ایسا ہو جو اُسے پچھاڑے۔ یوسف نے اپنے مربی خان سالار کی معرفت بادشاہ سے عرض کیا کہ میں اُس سے لڑ سکتا ہوں۔ آئندہ جمعہ کو کشتی مقرر ہوئی یوسف نے اُسے پچھاڑا۔ محمد شاہ نے خوش ہو کر یوسف کو خلعت دیا۔ اور کچھ دنوں کے بعد اودھ کو توال مقرر کر دیا۔ مگر ہمارے نزدیک نسب کی روایت معتبر نہیں ہے۔ باقی روایت قرین قیاس ہے اور یہی وجہ ہے کہ گوہر شاہ ابہیم اسد خانی نے اس روایت کو بیان کیا ہے پر نسب کا ذکر مطلق نہیں کیا۔ مگر وہ خان سالار کو بجائے سرب نوبت حسین آقا کا نام لکھتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ جب یوسف بادشاہی ملازموں میں شامل ہو گیا۔ تو چند روز کے بعد تلنگانہ سے شکایت آئی کہ وہاں قطاع الطریقوں نے بہت شور مچا رکھا ہے اس لئے حسین آقا کی سفارش سے یوسف کو بخطاب مجلس رفیع اس طرف روانہ کیا گیا۔ اس نے وہاں جا کر خوب بندوبست کیا۔ جب کچھ عرصہ گزر گیا تو یوسف کے بعض مخالفین نے بادشاہ سے عرض کیا کہ وہ وہاں جا کر خود مستقل حاکم بننے کی غرض سے رہ گیا ہے۔ مگر حسین آقا نے اسکی تردید کی۔ اور یوسف کو خود جا کر تلنگانہ سے لے آیا۔ اور بادشاہ نے اسکی جس کا گذاری سے خوش ہو کر اُسے بہت انعام و اکرام دیا۔ اسوقت نظام الملک ترک تمام سردار و زمین معزز تھا یوسف نے اُس سے دوستی پیدا کی۔ اور یہاں تک اتحاد بڑھایا کہ نظام الملک اُسکو اپنا بھائی کہنے لگا۔ جب نظام الملک بارگاہ لشکر ہوا تو اُسکو پانصدی کا منصب اور عادل خان کا خطاب محمد شاہ سے دلا کر اپنے ہمراہ لے گیا۔ جب عادل خان کھڑلہ کی فتح سے واپس آیا تو چونکہ محمود کاوان کو ہند یون کا گرانہ اور ترکوں کا بڑا ہٹا ناقصود تھا اُس نے عادل خان کو ملک حسن سردار بن اور امتیازیہ مقام پر رکھ رکھا کیا۔ اس لیے ملک حسن اور محمود کاوان سے عداوت ہو گئی۔

۱۴۰۔ کوکن کی فتح اب جب مالوے کی طرف سے فراغت پائی تو سترہ مہینہ میں محمد شاہ نے ملک التاج

خلف حسن بصری کا انتقام لینے اور سختی مالک کے لیے خواجہ جہان محمود کاوان کو کوکن کی طرف بھیجا۔ اور لشکر جنیر چاکنہ و ابل چپول بائین وغیرہ کو ہمراہ کیا۔ اسے کھیلنے اور اسے سنگسار کرنے جن کے پاس تین سو جہاز تھے اور جو مسلمان حاجیوں کو سمندر میں غارت کیا کرتے تھے باہم اتفاق کیا۔ اور جب گھاٹ کا راستہ روک دیا مگر محمود کاوان نے اپنی چٹن تدبیر سے بتدیج اسپر قبضہ کر لیا۔ اور جب یہ یقین ہو گیا کہ سوار ذکی فرج وہاں کام نہیں دے سکتی۔ تو دار الخلافہ کے تمام لشکر کو واپس ہونے کا حکم دیا۔ اور سعید خان گیلانی کو جو اسکا ہم قوم تھا لشکر جنیر کے ساتھ اور خوش قدم غلام کو لشکر و ابل و کلہر کے ساتھ اپنے پاس رکھا۔ کھیلنے کے جنگل کو آگ لگا کر اور کاٹ کر صاف کر دیا۔ گو پانچ مہینے تک کھیلنے کا بھی محاصرہ کیے پڑا مگر برسات کے آجانے پر واپس آگیا اور گھاٹ کے سربراہ پر دس ہزار آدمی چھوڑ کر گتہ کو لا پور میں آکر چھاؤنی ڈالی۔ پھر برسات کے بعد وہاں گیا اور مکر و تدبیر اور زرباشی سے کھیلنے کو مفتوح کر کے دوسری برسات بھی نیچے ہی آکر لبرکی۔ بعد ایام برسات علاقے سنگسار میں گیا۔ اور زمینداروں سے خلف حسن بصری کا انتقام لیا اور وہاں کا بندوبست کر کے بندر گوار پر ایک سو بیس جہاز بھیجے اور خشکی سے بھی حکم کیا اور قبل اس سے کہ اسے بیجا نگر کو خیر ہو جس کے یہ بندر قبضے میں تھا اسے فتح کر لیا۔ اس فتح کی محمد شاہ کو بڑی خوشی ہوئی۔ اور تین سال کے بعد جب محمود کاوان بیدر کو آیا تو محمد شاہ نے اسکی بڑی تعظیم کی۔ یہاں تک کہ ایک ہفتہ اسکے گھر پر جاکر رہا مخدومہ جہان نے اسے اپنا بھائی بنایا اس کے خوش قدم غلام کو کشور خان کا خطاب دیا اور قلعہ گواگوٹہ وال کو لا پور اسکی جاگیر میں بڑھایا۔ سعید خان گیلانی اور زین الدین علی کو جو محمود کاوان کے رشتے دار تھے اور اوامر اسے منغل کو بڑی بڑی جاگیر میں عنایت ہوئیں۔

۱۲۱- سہمبر اسے اوریا کی امداد اور فتح لاجپور دی و کوندہ بیر اس زمانہ میں اسے اوریا مگیا اس نے ایک

لیپالک بیٹا منگل رائے اور ایک چچا زاد بھائی ہمیر نام چھوٹا۔ منگل رائے نے ماے اویا کا جانشین ہو کر ہمیر کو رکھ بگایا۔ اسیلے ہمیر نے محمد شاہ سے درخواست کی کہ اگر اس کو ملک کا مالک کر دیا جائے تو وہ ہمیشہ مطیع رہے گا۔ اور باج و خراج دیا کرے گا۔ اس لیے بصوابہ محمود کا وہاں ملک حسن بحری غلام کو نظام الملک کا خطاب دیکر محمد شاہ نے ہمیر کی امداد کے لیے روانہ کیا۔ ہمیر بھی اس سے اکراں گیا۔ اور لشکر کا مقدمہ امبیش بن کچھ لڑائی بھڑائی کے بعد ملک حسن نے اسکو اسکا موروثی ملک دلادیا۔ اور منگل لڑی بھاگ گیا۔ پھر ملک حسن نے راجمندی اور کوٹہ ہمیر کو فتح کیا۔ اور محمد شاہ کے حکم سے امرے معتبر کے سپرد کر کے مع غنائیم بلاو شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور محمود کا وہاں کی سفارش سے خلعت خاص سے شرف پایا اور تلنگانہ کا لشکر مقرر ہوا۔ یہ بھی یاد رکھو کہ خلعت خاص شان بہمنیہ کے یہاں سوا سے طرفدارانِ اربعہ کو اور کسی کو نہیں ملتا تھا۔ جب ملک حسن تلنگانہ میں گیا۔ تو اسکو تمام ملک تلنگانہ میں سوا سے ہندی نسل والوں کے اور کوئی جاگیر دار نہ رکھا۔ اور جب تواجد بہمن محمود کا وہاں نے دیکھا کہ اسکی طرز سے آنا خالفت اور باغی گری پائے جاتے ہیں تو اس سے وہ ہمیشہ خیر دوا اور ہوشیار رہنے لگا۔

۱۴۲ - ملک حسن اور ملک فتح اس کی اصلیت یہ ملک حسن نظام الملک احمد نگر کے نظام شاہی خاندان کا مورث اعلیٰ ہی اصل میں یہ ذات کا بہمن تھا۔ اور اسکا کوئی دادا پڑا دادا پاتری علاقہ براہ کلکرنی یعنی پٹواری تھا۔ مگر ایک قحط کے زمانے میں اپنے وطن کو چھوڑ کر یہی گھر کو چلا گیا تھا۔ جس زمانے میں سلطان احمد شاہ نے یہی گھر پر حملہ کیا تھا تو اسوقت یہ ملک حسن قیدیوں میں گرفتار ہو کر آیا تھا۔ اسکا نام مٹیما بھٹ اور اس کے باپ کا نام بہر پوتھا۔ مگر سلطان احمد شاہ نے تیا بھٹ کو جو اسوقت ایک نو عمر لڑکا تھا اپنے غلاموں میں شامل کر لیا۔ اور حسن نام رکھ دیا۔ اور اپنے بیٹے کے ساتھ مکتب میں پڑھوایا۔ بعد اس کے یہ ہمیشہ شاہزادوں کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ محمد شاہ جب چھوٹا تھا تو

اسے حسن ابن ہرلوہ کے بجائے بغیر لہجہ حسن بحری کہا کرتا تھا۔ اور جب محمد شاہ جوان ہوا تو اُسے بحری کے نام کی مناسبت کی وجہ سے اپنے شکار کے بحری جانور یعنی خدمت قوش یگی سپرد کردی تھی جس سے اُسے بادشاہ سے بڑا تعلق ہو گیا تھا اور اسے منصب ہزاری اور نگارہ و ماہی لرب بھی مل گیا تھا۔ فتح اللہ عماد الملک بھی جو اس زمانے میں براکاسر لشکر مقرر ہوا تھا ایک ہندو ہی تھا۔ اور راجہ ہاسے بیجا نگر کی اولاد میں سے تھا جو سلطان احمد شاہ کے وقت میں لڑپن میں پکڑا آیا تھا۔ اور خان جہان سپہ سالار براکو بطور غلام کے دیدیا گیا تھا۔ اُس نے اسکی اچھی طرح سے پرورش کی۔ خوب پڑھایا لکھایا۔ اور حسن قابلیت کو دیکھ کر اپنا معتمد بنایا لیکن جب وہ مر گیا تو یہ شاہانِ ہمنیہ کے غلاموں میں شامل ہو گیا تھا۔ اور محمود و کاوان کے طفیل عماد الملک کا خطاب اور براک کی سرکشی اُسکو مل گئی تھی۔

۱۳۳۳- یوسف عادل خان اس سے دو تین مہینے کے بعد یوسف عادل خان بھی دولت آباد کا سرکشی مقرر ہوا اور دریاخان وغیرہ کئی غلام امیرون کو اسی علاقے میں جاگیرین دی گئیں چونکہ تمام جاگیردار سرکشی کے تابع ہوا کرتے تھے اس لیے یہ جاگیردار یوسف عادل خان کے تابع ہو گئے پسر قاسم بیگ صف شکن جب کا قب بھی قاسم بیگ صف شکن تھا اور نیز شاہ قلی سلطان وغیرہ جو جنس اور جاگندہ کے جاگیردار تھے انہیں جاگیرداروں میں شریک تھے۔ اتورو کا قلعہ محمود خلجی کی چڑھائی میں ایک مرنبلہ دبا بیٹھا تھا۔ اس لیے یوسف عادل خان کو حکم ہوا کہ اُسے لیے اور نیز دریاکھیڑ پر بھی قبضہ کر لے۔ چنانچہ اُس نے اپنے منہ بولے بھائی دریاخان کو دریاکھیڑ پر اور قاسم بیگ کو اتورو پر بھیجا۔ اور انہوں نے جنگ راسے والی دریاکھیڑ کو نکال کر دونوں قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ لاہنجی کا راجہ مہرچک تھا اس لیے لاہنجی بھی بہت جلد قبضے میں آگیا۔ اور پھر بوعہہ خراج اسی کے بیٹے کو دیدیا گیا۔ چونکہ محمود و کاوان یوسف

کو اپنا بیٹا لکھاتا تھا۔ اس لیے محمد شاہ یوسف عادل خان کی بہت خاطر کرتا تھا۔ اور جب یہ فتوحات اُسکے ہاتھ سے ہوئیں تو اور بھی خوش ہوا جب یوسف عادل خان بیدار کویا تو بادشاہ کے اشارے سے محمود کاوان نے اُسکی ایک ہفتے تک دعوت کی۔ پھر بادشاہ بھی محمود کاوان کے یہاں ایک ہفتے تک جا کر رہا اور یوسف عادل خان کا ایسا اعزاز بڑا کہ بادشاہ کا ہم کتا و ہم نوالہ ہو گیا۔

۱۲۴۲۔ بیلگون کی فتح اور اس زمانے میں اجیراے دیوراے کا بیٹا جی انگریز حکومت کر رہا تھا مگر یہ اپنے باپ کی طرح صاحب حوصلہ نہ تھا تو بھی کچھ نہ کچھ کیے جاتا تھا۔ ۱۲۴۶ء میں اسی کے بہکانے سے پرکیتہ راے بلگون نے جزیرہ کو پر چڑھائی کی۔ حاکم بنگال پور علاقہ جی انگریز امداد کو آیا۔ اور جزیرہ کے دخول اور خروج کا راستہ مسدود کر دیا۔ اب محمد شاہ جوان ہو گیا تھا۔ یہ سننے ہی اُس نے خود بلگون کا ارادہ کیا اور لشکر کھینٹا ہوا وہاں پہنچا بلگون کا قلعہ بڑا مضبوط پھر کا بنا ہوا تھا۔ اور اُسکے گرد گہری خندق کھدی ہوئی تھی۔ اُس نے جاتے ہی سرداران لشکر کو حکم دیا کہ دو ہفتے کے اندر قلعہ فتح ہو جائے اور خواجہ کو قلعہ توڑنے اور خندق پاٹنے کا حکم دیا۔ لیکن خواجہ جس قدر خندق کہ دن میں بھرتا اہل قلعہ رات کو ٹھکرا اے خالی کر دیتے تھے۔ اس نے ایک دیوار بنائی تاکہ اہل قلعہ خندق تک نہ پہنچیں۔ اس زمانے تک سرکوب اور نقب کا رواج دکن میں نہیں ہوا تھا۔ خواجہ نے خندق کے نیچے سے نقب لگایا اور قلعہ تک پہنچا کہ باروت بھر دی۔ اور جب آگ دی گئی تو قلعے کی دیوار ٹوٹ گئی۔ ہندوؤں نے اگر خندق کا بڑا انتظام کیا۔ اور ہر خندق کو پاٹ کر مسلمانوں نے راستہ بنالیا تھا۔ محمد شاہ خود فوج لے کر شگاف پر جا پہنچا اور بیرونی قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اب راے بہ تبدیل لباس قلعے سے نکل کر محمد شاہ کے لشکر میں آیا۔ بادشاہ کو اطلال کرائی کہ راے بلگون کا قاصد آیا ہے۔ جب سانسے گیا تو عرض کیا

کہ میں ہی رائے ہوں جا سکتے قتل کرو۔ چاہے چھوڑ دو۔ موجود ہوں۔ بادشاہ نے اسپر عنایت کی۔ اور اپنے امرا میں داخل کر لیا۔ اور قلعہ اسی روز فتح ہو گیا چونکہ محمد شاہ اس وقت خوب لنگر تھا اس لیے اپنا لقب آج سے لشکر ہی رکھ دیا۔ اور دار السلطنت کو واپس ہوا۔ راستے میں محمد و مہ جہان والدہ محمد شاہ کا انتقال ہو گیا۔ جو بادشاہ کے ساتھ اس محلے میں شریک تھی۔ درحقیقت اسی عورت کا طفیل تھا کہ اس خاندان میں بادشاہی کچھ اور مدت تک رہ گئی۔ اور محمد شاہ کے زمانے میں سلطنت کو اس قدر عروج ہو گیا۔ محمود کا وان کو اس نے سلطنت کا خیر خواہ بنایا۔ اگر یہ عورت زندہ رہتی تو محمد شاہ کے لڑکپن سے امر کو بعد میں جو طاقت حد سے زیادہ ہو گئی تھی غالباً اس کا انسداد کرتی۔ لیکن مرنے سے محمد شاہ کا ایک عہدہ اور سپا مشیر ہاتھ سے جاتا رہا۔

۱۴۵۔ دکن کا قحط اب محمد شاہ جیسا پور میں آیا وہاں محمود کا وان کی دعوت میں کھائیں۔ اور اسے اسی وہاں کی آب و ہوا خوش آئی کہ کالا باغ میں جسے خواجہ نے آباد کیا تھا اکثر ہا کرتا۔ اور مہات سلطنت کے بھی زمین بنیام دیتا تھا اور ارادہ تھا کہ ایام برسات میں وہیں قیام کرے۔ مگر اس سال ایسا قحط پڑا کہ کنوئوں کے پانی بھی خشک ہو گئے۔ مجبوراً بادشاہ بیدر کو چلا آیا۔ یہ قحط صرف جیلاؤں ہی میں نہ تھا بلکہ تمام دکن میں تھا۔ اور نہ صرف اسی سال بلکہ دوسرے سال بھی بارش نہ ہوئی تھلنگانہ مرہٹ مالوے میں دو سال تک ایک دانہ بھی نہیں بویا گیا۔ سبزی کا کہیں نام و نشان دیکھنے میں نہیں آتا تھا۔ ہتھار آؤمی مر گئے۔ اور وہی زندہ بچے جو بھوک کے مارے اپنے گھروں کو چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ دیہات قصبات ایسے اڑ پڑ گئے تھے کہ جب تیس سال ۱۷۵۵ء میں منبر برسات تو ملک میں کوئی کاشتکار ہی نہ تھا جو کھیتی کرتا۔ تاریخ میں اس کا کہیں ذکر نہیں ہے کہ محمد شاہ نے اس قحط کے رفع کی کوئی تدبیر کی ہو بلکہ وہ عیش و عشرت میں مصروف رہا اور ملک کو تباہ و برباد ہونے دیا۔ اس کا بہت بڑا الزام محمود کا وان سے

ذریعہ ہے۔

۱۴۶- اور بادشاہ کے خوف سے بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ ہمیں اسے اور یا نے جسے محمد شاہ نے گدی نشین کر لیا تھا جب دیکھا کہ دکن کی حالت قحط کے سبب سے بڑھ رہی ہے۔ اور یہ قلعہ والے باغی ہیں تو ان سے ساز باز کر کے قلعے پر قابض ہو گیا۔ اور اسے اور یسے کو لکھا کہ استر داد ملے گا کہ یہ عمدہ موقع ہے کہ کوئٹہ آپ کی نذر ہے۔ ملنگا نے مجھے دلا دیا۔ اسے اور یسے نے ایک ہزار سوار اور آٹھ سو سات ہزار پیادے لے اور راجہ ہارے جا جنگ کر کے ہار لیا۔ ملنگا نے پھر چڑھائی کی۔ اول ہندو راجہ مندری میں آئے۔ اور نظام الملک کو قتل کیا۔ سپاہ کے باعث محصور ہونا پڑا جب محمد شاہ کو اطلاع ہوئی تو انھیں کھولیں۔ ایک سال کی فوج کو قحط میں لے کر اور نوڑا فوج لے کر ہندوستان پہنچا۔ اسے اور یسے کو ستے ہی چلایا۔ اور دریا پار کر گیا۔ ملک حسن قلعے سے نکل کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چونکہ ندی میں پانی بہت تھا۔ اور زمینیں لے کر اور یسے کے قبضے میں تھیں اور نئی کشتیوں اور نوکروں کے ہم پہنچنے میں دیر ہوئی اس لیے اسے اور یسے جکڑا کر اپنی دارالسلطنت کو چلا گیا۔ لیکن محمد شاہ کو اس قدر غصہ تھا کہ شاہزادہ محمود خان اپنے بیٹے کو خواجہ کے ساتھ راجہ مندری میں چھوڑا۔ اور خود بیس ہزار سوار لے کر ۸۸۳ھ ۹۰۳ھ کے آخر میں اور یسے پر حملہ آور ہوا اور دارالسلطنت میں خوب کسر نکالی۔ چونکہ اسے اور یسے بنگالے کے حدود پر چلا گیا تھا۔ اس لیے بادشاہ چھ مہینے تک وہاں رہا۔ اور ملک سے جس قدر روپیہ ہو سکا وصول کیا۔ اور یہ لے لے کر کہ شاہزادہ اور خواجہ کو بلا کر وہ علاقے ان کے تفویض میں کر دیے۔ مگر اسے اور یسے نے یہ ٹھکانہ پلجی اور بہت سے تحفے تحلیف اور ہاتھی بھیجے اور اطاعت کا وعدہ کر کے قصور کی معافی چاہی۔ مسلمانوں کا تو ہمیشہ کا قاعدہ ہے کہ عزت خواہ کو

گو کیا ہی اُسے قصور کیا ہو معاف کر دیا کرتے ہیں کچھ اور ہاتی لے لو اگر معاف کر دیا۔ اور وہ ملک اُسکا اُسکو دیدیا۔ اور واپس چل دیا۔ راستے میں ایک قلعہ ملا جسکو راے کے بعض آدمیوں نے بطریق شہنشی کے بادشاہ سے بیان کیا کہ اس قلعے کو کوئی فتح نہیں کر سکتا۔ یہ سُننے ہی بادشاہ کی رگ غیبت جرجوش میں آئی۔ اور اُس کا محاصرہ کیا۔ اہل قلعہ بہت سے مار گئے۔ راے اوڑیسہ نے کھلبھیجا کہ یہ لوگ صحرائی ہیں۔ انکی ایسی نامعقول باتوں پر بادشاہ کو غصہ نہ چاہیے۔ اس لیے ڈیڑھ مہینے کے بعد محاصرہ اٹھا کر چلا آیا۔ اب کندہ سیر کا اگر محاصرہ کیا۔ اور جب پانچ چھ مہینے کے محاصرے کے بعد قلعہ خالی ہوا تو بادشاہ نے اندرجا کر سب سے بڑے بت کو توڑا۔ اور کئی برہمنوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ وہاں بت خانے کی جگہ مسجد بنوائی اور منبر پر بڑھ کر خود اذان کہی۔ اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ چونکہ شاہان ہمنیہ کا دستور تھا کہ برہمن کو کبھی قتل نہیں کرایا کرتے تھے۔ چہ جائیکہ اپنے ہاتھ سے مارین۔ اس لیے خواجہ کے اشارے سے لفظ غازی کا محمد شاہ کے نام کے ساتھ زیادہ کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب چند روز کے بعد اس سلطنت میں خلل آیا تو برہمنوں نے اُسکو برہمن کشی کی غصت سے منسوب کیا۔ اس کے بعد محمد شاہ تین سال تک راجہ مند ری اور اُس کے گرد و نواح میں رہا تلنگانہ کا اچھی طرح انتظام کیا۔ اور تمام سرکش زمینداروں کو بیخ و بن سے اکھڑ کر پھینک دیا۔

۱۲۷۰۔ مملکت ہمنیہ میں مجموعہ دکان کی اصلاحیں۔ اور امر کی اُس سرحدوں اور تلنگانہ نے کبھی سچ میں ٹھٹھکی پٹن تک بڑے زور شور پر تھی۔

یمان کے راجہ کا نام زنگ تھا اُس نے بیجا نگر کا ملک بہت سافتح کر لیا تھا۔ اور کثرت سے قلعے بنائے تھے اور سرحد شاہان ہمنیہ پر آکر اکثر شور و غوغا پھیلایا کرتا تھا۔ امرے حد و اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے بادشاہ نے چاہا کہ اُسکو زیر کرے مگر اس کے لیے ایک

عرصہ درکار تھا۔ چونکہ اب مالک محروسہ ہمنیہ کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا تھا اُسین اندرونی اصلاحیں بھی ضرورت تھیں۔ خواجہ محمود کاوان (جو ایک بڑا تجربہ کار افسر تھا۔ محمد شاہ کو بہت سی باتیں بتائیں۔ اور اُن کے بموجب اصلاحیں عمل میں آئیں۔ اُن میں سے چند باتوں کا یہاں ذکر کرتے ہیں۔ سلطان علاؤ الدین حسن گانگو کے زمانے میں جیسے تمام ملک چار صوبوں میں تقسیم ہوا تھا ابھی تک اُسید علی پر تھا حالانکہ اُن صوبوں کی حیثیت اب کچھ سے کچھ ہو گئی تھی۔ اور ملک ہر ایک صوبے میں اس قدر بڑھ گیا تھا کہ صوبیدار پر بادشاہ کا دباؤ تھوڑا ہوتا تھا اور وہ اس قدر دور آؤ ہوتے تھے کہ جب چاہیں بغاوت کر بیٹھیں سوائے اس کے ایک آدمی اتنے بڑے صوبے کا انتظام بھی اچھی طرح نہ کر سکتا تھا۔ اس لیے ملک کو اٹھ صوبوں میں تفصیل ذیل تقسیم کر دیا۔

جدید صوبے

پہلے صوبے

۱۔ بیجا پور میں مدگل راجپوت سمیت دریائے بھیما تک ملک شامل تھا۔

۲۔ حسن آباد میں گلبرگ ساگر ندی تک شولہ پور وغیرہ۔

۳۔ دولت آباد۔

۴۔ جنیر میں کانکن کا علاقہ گوا اور بدگانوں تک تھا

۵۔ راجمندی میں موسلی ٹیم نلکندہ اور یادا خلی تھے

۶۔ درنگل

۷۔ کاویل

۸۔ ماہور

اول صوبہ گلبرگ

دوم۔ دولت آباد

سوم۔ تلنگانہ

چہارم۔ برار

سوائے اس کے پہلے یہ دستور تھا کہ اپنے صوبے کے تمام قلعے سر لشکر کے اختیار میں رہا کرتے
 تھے۔ اب صرف ایک قلعہ سر لشکر کو دیا۔ اور اس طرح پرتیجا پور، حشن آباد، گنگاگر، دولت آباد
 جننیر، راجمندر، ڈنگل، کاڈیل، ماہور چھوڑ کر تمام قلعے شاہی ملازم قلعہ داروں کے حوالے کیے
 تاکہ بوقت سرکشی سر لشکر کچھ نہ کر سکے منصب کا یہ حال تھا کہ پہلے پانصدی کو ایک لاکھ اور ہزاری
 کو دو لاکھ ہون سالانہ ملا کرتے تھے اب پانصدی کو سو لاکھ اور ہزاری کے ڈھائی لاکھ ہون
 مقرر ہوئے۔ مگر یہ حکم ہوا کہ جو جاگیر دار فوج تعداد معینہ سے کم رکھے اس کی تنخواہ اوپر سے
 کاٹ لی جائے گو ان اصلاً حون سے سلطنت کو تقویت ہوئی۔ مگر ان لوگوں کو یہ صلاحین
 جُرسی معلوم ہوئیں جو صاحب داعیہ تھے اور ان کے دل میں امنگین بھری ہوئی تھیں۔ اور
 چونکہ محمود کا وان کی اسے سے یہ تجویزین عمل میں آئی تھیں۔ اس لیے بہت سے امرا پردہ
 اُس کے دشمن ہو گئے۔ غرض کہ جب یہ تقسیم ہو چکی تو اُن پر یہ صوبہ دار تجویز ہوئے۔ بیجا پور پر
 خواجہ جہان محمود کا وان حشن آباد پر دستور دینار دولت آباد پر یوسف عادل خان جننیر پر
 فخر الملک ترک جو محمود کا وان کا رشتہ دار تھا۔ راجمندی پر ملک حسن نظام الملک۔ ڈنگل پر غلام خان
 بن سکندر خان بن جلال خان کاڈیل پر فتح اللہ عواد الملک۔ ماہور پر خداوند خان حبشی۔ غلامونکی
 حیثیت اُس زمانے میں بیٹوں کی سی ہو ا کرتی تھی اور یہی وجہ تھی کہ بڑے بڑے صاحبِ حوصلہ
 خود بخود امرا اور سلاطین کے غلام بن جایا کرتے تھے۔ اور اسی کو اپنی عزت اور ناموری کا باعث
 سمجھتے تھے۔ یہ وہ غلامی نہ تھی جس غلامی کو یورپ والوں نے انسان کی پرلے درجے کی انسانی
 سمجھی ہے اس سبب سے ملک حشن کا نکاح جو شاہی غلامون میں سے تھا شاہی حرم سرزمین کسی
 چھو کر سے ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے اُس کے بیٹے ملک احمد میں حرکوں کی ہی شجاعت اور
 ہندوؤں کی ہی فطرت دونوں چیزیں موجود تھیں۔ خواجہ محمود کا وان نے اس لیے باپ بیٹوں کا

ایک جگہ رکھنا مناسب نہ سمجھا۔ اور جب راجہ مندری پر ملک حسن نظام الملک سرشار مقرر ہوا تو ملک حسن کو اس نے سہ صدی منصب دیکر خذوند خان حبشی کی ماتحتی میں ماہور کا جاگیردار کر دیا جس سے ملک حسن نظام الملک کو بڑا رنج ہوا۔ اور اب اس وقت بھی اس کا تقرر راجہ مندری پر ہوا تھا جس سے بادشاہ سے علیحدگی ہو گئی اور محمود کا وادان بادشاہ کے ہمراہ رہا۔ مثل مشہور ہے سب حضور بہ از بار دور محمود کا وادان تو ایک بڑے پائے کا شخص تھا جس طرح چاہتا بادشاہ کو نظام الملک کے برخلاف برکھا سکتا تھا ان شبہات سے نظام الملک نے بادشاہ سے عرض کیا کہ میں من الہد الی العہد حضور کی خدمت میں رہا ہوں ہم رکابی کے شرف سے محروم رہنا نہیں چاہتا۔ اگر اجازت ہو تو اپنے بیٹے کو راجہ مندری میں مقرر کر دوں اور میں حضور کے ہمراہ چلوں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ہمیں صرف اتنا نظام الملک منظور ہے کوئی حرج نہیں ہے اور خواجہ کو حکم دیا کہ ملک احمد کو بلا لیا جائے چونکہ شاہی حکم سے مجبور تھا اس لیے خواجہ نے اُسے بلا لیا۔ ملک احمد کو ہزاری کا منصب ملا اور باب کی طرف سے راجہ مندری میں مقرر کر کے بھیجا گیا اس سبب سے ملک حسن نظام الملک اور محمود کا وادان میں اور بھی دشمنی بڑھ گئی۔

۱۳۸- کوئٹہ پور پٹی سے کنبی
اور پھلی پٹن تک کی فتح۔

قصہ محمد شاہ فرنگیہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں ایک پہاڑ پر ایک قلعہ نظر آیا جس کو کسی زمانے میں شاہانِ دہلی کے اہل کاروں نے بنوایا تھا۔ اور آج کل نہایت بے مرمت پڑا ہوا تھا۔ یہ ایک ایسے موقع پر تھا جس سے اگر آگے جا کر کوئی آفت آئے تو یہاں لوٹ کر پناہ مل سکتی تھی۔ اس لیے محمود کا وادان کو اس کی مرمت کا حکم دیا۔ چھ مہینے کے عرصے میں اُس نے اُسے ایسا مضبوط بنا دیا جس کا اس وقت دوسرا میں تیار ہونا مشکل تھا۔ اس میں اُس نے غلہ اور کھانے پینے کا سامان جمع کیا تو پ اور ضرب زن اور تمام آلات قلعہ داری میا کیے جا بجاسا ہیون کے رہنے اور مارکیے مقامات

بنائے۔ پھر بادشاہ کو اوپر لیجا کر دکھایا جس سے محمد شاہ ایسا خوش ہوا کہ اپنے خاص کپڑے اتار کر محمد وکاوان کو دینے اور اوس کے خود پہن لیے۔ محمد وکاوان کا وہ عروج ہوا کہ اس سلطنت میں اس سے زیادہ ہونہ سکتا تھا۔ اس اقبال مندی پر دشمنوں کی نظر میں محمد وکاوان اور بھی زیادہ کھٹکنے لگا۔ مگر انکو کوئی موقع نہ ملتا تھا۔ خواجہ کے دوست اتنے تھے کہ انکے سبب سے دم مارنا مشکل تھا۔ غرض کہ محمد شاہ دوتین ہزار سوار سے آگے بڑھا۔ اور لوٹتا مارتا کوند پور پہلی پہنچی اور شاہزادہ محمد وخان کو محمد وکاوان کے حوالے کر کے وہیں چھوڑا۔ اور چھ ہزار سوار لیکر کنبی نام ایک بتخانے کی طرف روانہ ہوا جو میان سے دس منزل پر مداس کے پاس ہے اور اس زمانے میں اس جگہ بڑا مال و دولت تھا۔ مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ محمد شاہ اس تیزی سے یلغار کرتا ہوا آندھری سینچہ کی طرح چھپٹا کہ کنبی کے پاس پہنچتے پہنچتے صرف چالیس سوار اس کے ساتھ باقی رہ گئے تھے جس میں سے یوسف عادل خان ملک حسن نظام الملک تفرش خان ترک بھی تھے۔ واہ رے بہاوری اور بید پڑک دایہری کہ ان چالیس ہی آدمیوں سے مندر پر حملہ کیا اور خود شمشیر یکف آگے بڑھا محافطون نے مقابلہ کیا۔ ایک ہند جو انہوں نے محمد شاہ کو اس سرسبز چمک آسیر حملہ کیا۔ اور ڈال سر پر لیکر تلوار ماری۔ محمد شاہ نے اسکو روکا ایک ضرب اس نے اور ماری کہ بادشاہ نے اپنی تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔

اتنے میں ایک اور ہند بادشاہ پر دوڑا۔ چونکہ مسلمانوں میں سے ہر ایک کو نفسی نفسی کی پڑی تھی اسے بھی بادشاہ نے خود ہی بھگتا۔ اسی عرصے میں بقیہ فوج بھی آگئی۔ ہند و بھاگ گئے۔ بتخانہ اور شہر فتح ہو گیا۔ پھر ایک ہفتہ میان آرام کیا اور ملک حسن کی مشور سے یوسف عادل خان اور فخر الملک وغیرہ امرائے غریب کو دولت آباد اور بنیر کا چندہ ہزار لشکر دیگر نرسنگہ کی رفتاری کوردان کیا اور بادشاہ نے خود دھچلی پٹن کی طرف مراجعت کی اور اسپر قبضہ کر کے کنبہ پور پہلی کو

لوٹ آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ راجہ نرسنگھ جو آئندہ بیجا نگر کا راجہ ہو گیا تھا اس وقت بیجا نگر کے قبضہ کی فکر میں اسی طرف کمین ہو گا۔ مگر اسلامی تاریخوں میں اس کا کچھ ذکر نہیں ہے۔ کتبوں سے کچھ حالات معلوم ہوتے ہیں۔ اس راجہ نے پہلے خاندان کو غارت کر کے بیجا نگر میں اپنے خاندان کی حکومت جمائی تھی اور ان کی حکومت اخیر عہد تک باقی رہی ہے۔ ان کے بعد صرف ایک رام لچ دوسرے خاندان کا شخص وہاں کا راجہ ہوا ہے۔ ملک گیری کے لحاظ سے نرسنگھ کے خاندان کا راجہ کچھ نامور نہیں ہے۔

۱۳۹۔ قتل محمود کاوان اب اس وقت سلطنت بہمنیہ کی وسعت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ بیج میں جنوب کو صرف بیجا نگر کا علاقہ باقی رہ گیا تھا۔ اور ممکن تھا کہ اگر اسی طرح زمانہ رہتا تو ایک سال کے ہی اندر بیجا نگر کی سلطنت کا نام و نشان بھی نہ رہتا۔ مگر شہنشاہ ایزدی تو دوسری طرح تھی جس قدر عروج اور بادشاہ کے نزدیک محمود کاوان کا اعتبار بڑھتا گیا اسی قدر اس کے مخالفین نے بادشاہ کو بہکانا شروع کیا۔ اور اس کی طرف سے دل میں شک ڈالے۔ اور اس قدر شکایتیں کیں کہ بادشاہ گھبرا گیا کچھ ایسی محمود نے بادشاہ کے دل میں جگہ کر لی تھی کہ اس پر بھی اُس نے کسی بات پر کان نہ دھرا۔ اب مخالفوں نے دیکھا کہ یوسف عادل خان اس وقت نہیں ہے ظرافت الملک دکنی اور مفتاح حبشی وغیرہ چند غلام باہم متفق ہوئے۔ اور خواجہ کے ایک حبشی کو جس کے پاس اس کی مہر ہا کرتی تھی شہنشاہ کی دوست بنا کر شراب پلائی اور عالم نشے میں اُسے ایک سادہ کاغذ دکھایا اور کہا کہ یہ ہمارے فلان دوست کی برأت ہے اس پر فقر کے کار پر دازوں کے دستخط ہو گئے ہیں۔ اگر خواجہ کی مہر بھی اس پر لگا دو تو ایک بیچارے کا کام نکل جائے اور ہم تمہارے احسان مند ہوں۔ اسے کاغذ کو تو نہ کھولا۔ اور ویسے ہی مروت میں اگر اس پر خواجہ کی مہر لگا دی۔ جب یہ کام اسی طرح درست ہو گیا تو یہ دونوں شخص شب کو ملک حسن نظام الملک کے پاس آئے۔ اور تمام کیفیت اُس سے

بیان کی۔ اور صلاح و مشورت کے بعد اُس کا غدین خواجہ کی طرف سے اور لیسہ کے راجہ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ محمد شاہ شراب پیتا اور ہم پر ظلم و ستم کیا کرتا ہے ہم لوگ اُس سے شتفر ہو گئے ہیں اگر ایسے وقت میں کہ راجہ مندری میں کوئی معقول حاکم نہیں ہے تم آ جاؤ تو دوسرے ہم بغاوت کریں چونکہ بہت سے امیر میرے کنسی میں ہیں بادشاہ کو مزاحمت کرنا دشوار ہو جائے گا۔ اور دکن کا ملک ہم تم علی السوئیقہ کر لینگے۔ جب یہ خط جو حقیقت خواجہ کے قتل کا فتویٰ تھا تیار ہو گیا۔ تو خریف املاک اور مفتاح حبشی نے محمد شاہ کے آگے اس وقت پیش کیا جس وقت نظام الملک بھی موجود تھا۔ بادشاہ خواجہ کی مہر کو دیکھتے ہی آگ بولا ہو گیا۔ اور ایسا ہوش سے باہر ہوا کہ بغیر اسکے کہ کسی قسم کی تحقیقات کرے یا فقط حامل خط کو بلا کر کچھ پوچھو۔ خواجہ کو بلایا۔ خواجہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیے تیار ہوا۔ مگر اُسکے ہمنشینوں نے منع کیا۔ کہ معاملہ ایسا ہے۔ آج آپ نہ جائیے۔ ورنہ آپ قتل کیے جائینگے۔ مگر خواجہ کو اپنی خیر خواہی اور راست بازی پر ایسا زعم تھا کہ جھوٹے کاغذ کے سچے ہو جائیگا اُسے ہرگز خیال نہوا۔ اور یہ سمجھا کہ بادشاہ مجھ کو کبھی کوئی نقصان نہ پہنچائے گا۔ اور یہ بیت جو اُس زمانہ میں اکثر اُسکے در دربان رہا کرتی تھی بڑی ہے۔

چون شہید عشق درد نیا و عقبی سر خروست	خوش دمی باشد کہ مارا کشتہ زین میدان برزند
--------------------------------------	---

خواجہ کے توابع میں سے چند امرا نے کبار نے اپنے معتبر آدمیوں کے ہاتھ کھلا بھیجا۔ کہ ہم نے بڑی بڑی خبریں سنی ہیں ہزار سوار آپکے خاصے کے حاضر ہیں۔ اگر سوار ہو کر گجرات کو آپ چلین تو ہم آپ کو پہنچا دیتے ہیں۔ مگر اُس نے کہا کہ میں نے مدت ہاے دراز تک میدان آرام و عیش کیا ہے۔ اور کبھی کوئی خطا نہیں کی۔ اب اگر دشمنوں نے مجھ پر کوئی تہمت لگائی تو کیسا بادشاہ بلا دربانانہ نجلو مجرم سمجھ لینگا۔ اور اگر ایسا ہی ہے تو بادشاہ کے ہاتھ سے قتل ہو جانا بکرا می

سے بہتر ہے۔ جب خواجہ نے ایسے جواب دیے تو اس کے تمام ہوا خواہ خاموش ہو گئے۔
 اس آئندہ خونی منظر کو جس کے وقوع کا زمانہ قریب آگیا تھا آنکھیں بھاٹ پھاٹ کے ٹکنے لگے۔ خواجہ
 و بارین ہو بونجا۔ محمد شاہ کو جرم کا ایسا یقین تھا کہ اس نے خواجہ سے اسکی کچھ تحقیقات نہ کی۔ بلکہ یہ
 کہا کہ اگر کوئی شخص اپنے آقا سے بلا وجہ بیوفائی کرے اور یہ بات یقین کو پہنچ جائے تو اسکی
 کیا سزا ہے اس نے جواب دیا کہ اسکی سزا شمشیر بیلار کے سوا کچھ نہیں ہے۔ سلطان نے
 وہ رقعہ اسے دکھایا۔ خواجہ نے کہا۔ سبحانک ہذا بھتان عظیم۔ مہر تو واقعی میری ہے مگر
 میں نے نہیں لکھا اور نہ میرا خط ہے۔ اور گو کیسے ہی قسمیں کھائیں مگر بادشاہ چونکہ شراب پئے
 ہوئے اور بہکانے سے جوش میں چڑھا ہوا تھا بلا تجسس و تفحص مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا
 اور جو ہر نام جہشی کو خواجہ کے قتل کا حکم دیدیا۔ وہ سمجھا تھا کہ خواجہ جہان محمود کاوان کا
 قتل ایسا ہی ہے کہ جیسا خواجہ جہان ترک کا تھا۔ اسے یہ خبر نہ تھی کہ اسوقت جہا یون شاہ
 ظالم کی سیاستوں کو بہت ہی تھوڑا زمانہ گزرا تھا جس نے مکرشون کی دھتیاں اڑادی تھیں
 اور ابھی تک وہ اچھی طرح ابھرنے بھی نہ پائے تھے۔ سو اسے اس کے اسکی مان مخدومہ جہا
 سی عاقلہ عورت سر پر بڑے بھلے کی سنبھالنے والی موجود تھی۔ پھر محمود کاوان ساخیر خواہ
 خواجہ جہان ترک کا مد مقابل تھا۔ علاوہ برین محمود خلجی کے حملے سے سب ادر کے کان کھڑے
 ہو گئے تھے وہ جانتے تھے کہ اگر اسوقت سلطنت سے یا باہمی مخالفوں سے کچھ فساد
 کرینگے تو دشمن آپس کے فسادوں کو دیکھ کر دوڑ پڑے گا۔ اور سب تباہ ہو جائیں گے۔ پھر
 محمود شاہ گجراتی کا بھی ڈر تھا جس نے محمود خلجی کے مقابلے میں دو مرتبہ مدد دی تھی۔ اب اسوقت
 جہا یون شاہ کی سیاستوں کو نیکو برس سزایا لکھ چکے تھے مخدومہ جہان سا کوئی برائی بھی نہ تھا جو بگڑی ہوئی کو سنبھالنا
 محمود کاوان سا کوئی دوسرا مشیر اور امورات سلطنت پر کامل حاوی بھی نہ تھا کہ جسکے عیسے امر افابوین ہتھے اگر

ایسا ہی کرنا تھا تو اُسے چاہیے تھا کہ اُس وقت محمود کا وان کو قید کر دیتا۔ اور تحقیقات کا حکم کرتا
 اس تحقیقات کے زمانے میں اُس کے رفیق امر کا طرز دیکھتا اور انکو تسلی دلا سادیکر یا تو پست
 کر لیتا۔ یا انکی طاقت کو گھٹا دیتا یا یہ نہیں تو دوسرے امیر پیدا کر لیتا پھر جو چاہتا وہ کرتا۔ ایسا
 تو نہ کیا بلکہ جو منہ میں آیا کہہ دیا۔ خواجہ نے اُس سے کہا کہ میرا ڈالنا تو بہت ہی آسان ہے
 مگر اُس سے تیری بدنامی ہوگی۔ اور تیرا ملک خراب ہو جائیگا۔ چونکہ اُس زمانے کا دستور
 تھا کہ شاہی مجرموں کی خطایا تو بالکل معاف کی جاتی تھی۔ اور انکو معزز مراتب اور خطاب و جاگیرات
 دیجائی تھیں۔ یا ان کو قتل کیا جاتا تھا۔ البتہ شاہزادوں کے لیے اتنی رعایت ہوتی تھی کہ
 ان کو نہ ہار کے قید کر دیا جاتا تھا۔ اس لیے بادشاہ کے پاس کوئی اور چارہ نہ تھا۔ بادشاہ
 کا خون میں ردی دے کے حرم سر میں چلا گیا۔ قتل کی تیاری ہوئی۔ تمام درو دیوار لرزنے لگے
 چاروں طرف عالمِ یاس چھا گیا۔ اور تمام دکن کی زبان حال سے نکلا۔ کہ اس وقت وہ شخص
 مارا جاتا ہے۔ جس نے اپنی اٹھتر برس کی عمر میں پینتیس برس اس ملک کی خیر خواہی میں صرف
 کیے ہیں۔ اور نہ صرف سلطنت ہمنیہ کو پستی کی حالت سے نکالا۔ بلکہ اُسکو آسمان پر پہنچا دیا
 اور اس سے بڑھ کر یہ کہ جس محمد شاہ نے اُس کے قتل کا حکم دیا۔ خواجہ نے اُسے اپنی گودوں
 میں پالا۔ اور ہاتھوں میں پرورش کیا۔ اور جن موزیوں نے کہ یہ افتر اسپر باندھا انکو مراتب
 اور منصب دلائے اور اونیہ معمول سے نکال کر انہیں آفتاب درخشان کر دیا۔ آج صفر کی
 تاریخ اور ۸۸۶ھ میں خواجہ نے جان لیا کہ بحرِ مرئی کے اور کچھ باقی نہ رہا کلمہ لا الہ
 الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور رو بقبلہ ہو بیٹھا۔ اور اس معصوم مظلوم کا خیر وقت گیا
 حبشی نے ایک تلوار گردن پر ماری۔ خواجہ نے کہا الحمد للہ علی نعمتہ الشھادة اور جان
 بحق تسلیم کی کہ میں چپارہ سعید خان گیلانی بھی شامت کا مارا بحسب اتفاق اس وقت دیوانہ

میں آگیا۔ ان جلادوں نے اس کو بھی بلا حکم ہی قتل کر ڈالا۔ خواجہ کے قتل کی تاریخ اس مصرع سے نکلتی ہے ۵۔ بے گنہ مجھ کو دکاوان شد شہید۔

۱۵۰۔ خواجہ کی اصلیت اور اوصاف | خواجہ محمود کا دان ایک بڑا ذمی علم آدمی تھا۔ علوم عقلیہ و نقلیہ

میں اس کی اتنی استعداد تھی۔ ریاضی اور طب میں بڑا دخل تھا۔ نظم و نثر دونوں اچھی لکھتا تھا۔

اُس کا فارسی میں ایک دیوان ہے۔ انشائیں ایک کتاب موسوم بہ روضۃ الانشا ہے۔ اس انشائیں مولانا جامی علیہ الرحمہ کے نام خطوط میں۔ مولانا جامی اس کو خطوط لکھا کرتے تھے۔ اپنی قصاید میں انہوں نے ایک قصیدہ خواجہ کے نام پر لکھا ہے۔ مطلع اس کا یہ ہے ۵۔

مرحبا اے قاصد ملک معانی مرحبا	الصلوات جہان و دل نزل تو کردم الصلا
ہم جہان را خواجہ دہم فقر را و بیا چہ دست	آیت الفقر لکن تحت استار الغنا

ملاحظہ کریں یہاں نے اس کے حالات میں ایک کتاب لکھی ہے، اس میں لکھا ہے کہ خواجہ کے آبا و اجداد شاہان گیلان کے وزیروں میں سے تھے۔ انہیں میں سے ایک شخص رشت کا بادشاہ بھی ہو گیا تھا اور شاہ طہا سب صفوی تک وہاں کی حکومت اسی خاندان میں رہی تھی۔

عماد الدین محمود قباوان میں پیدا ہوا اور جب پڑھ لکھ کر فارغ ہوا تو ملوک اطراف کے اندیشے سے اپنی ماں کے حکم کے مطابق اپنے وطن سے نکل آیا۔ اور کو عراق و خراسان کے بادشاہوں نے چاہا کہ اسے وزارت دین مگر علو بہت سے تجارت اختیار کی۔ اور ملکوں کی سیر کرنا کرنا تینا تیس برس کی عمر میں شاہ محمد اللہ کی ملاقات کو دکن میں آیا۔ سلطان علاؤ الدین نے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ اور کہیں جانے نہ دیا۔ اس کے مذہب کا ٹھیک ٹھیک تو بتا نہیں چلتا۔ مگر قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعہوں کی طرف مائل مگر سنی تھا۔ کیونکہ شیخین کی تعظیم و تکریم کرتا اور شیعوں کے طریق پر لوگوں کو مہربانی کیا کرتا تھا۔ اور خیر ایسا تھا کہ جو کچھ اس کے ہاتھ میں آتا سب فقراء و مسکین

اور اہل اللہ کو تقسیم کر دیتا۔ راتوں کو غریبوں کا لباس پہن کر گلی کوچوں میں پھرتا اور جسے غریب و مفلس دیکھتا اسکو روپیہ پیا حسب حیثیت دیتا۔ اور کتنا کہ یہ بادشاہ نے دیا ہے اس کے دوام دولت کی دعا مانگو۔ ایک مسجد اور ایک مدرسہ بیدین بنوایا تھا اس کے آثار اب تک باقی ہیں۔ امرود اور قسام قسام کے انگورون کے اس نے باغات لگائے تھے زعفران کے کھیت بوائے تھے۔ مدرسہ میں بیٹھ کر خود پڑھتا۔ اس کے کثرت سے شاگرد تھے علم و فضلہ اس نے بہت کثرت سے اکٹھے کیے تھے۔ انکو وظیفہ دیتا تھا۔ ایک بڑا کتب خانہ تھا اس میں ہر شخص کو کتابین دیکھنے کی اجازت تھی۔ سادہ لباس پہنا کرتا۔ تکلف مزاج میں ذرہ نہ تھا غرض کہ بظاہر گورے پایہ کا امیر اور سلطنت ہمنیہ کا وزیر تھا۔ مگر خلق و مروت اور اتقا کی نظر سے ایک اچھا فقیر تھا۔

۱۵۱۔ خواجہ کی بے جبری کا ثبوت اب محمد شاہ حرم سرا سے باہر آیا۔ اور لشکر و بازار میں سنادی کر لائی کہ خواجہ کے لشکر کو لوٹ لین صرف خزانہ اور ہاتی گھوڑے پر ہاتھ نہ ڈالیں۔ یہاں پہلے ہی افواہ اڑ رہی تھی کہ بادشاہ کو ان امر کا حال معلوم ہو گیا ہے کہ جنہوں نے محمود کا وان کو گرات بھاگنے کی صلاح دی تھی اور اسکی رفاقت کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے گو وہ شاہی نوکر تھے مگر یہ مستحق ہی اپنی اپنی فوجیں لیکر بھاگے اور تاراجیوں کو دیکھ کر خواجہ کے حشم و خدام بھی چل دیے۔ اکثر تو انہیں سے یوسف عادل خان کے پاس اور بعض ادھر ادھر چھپ چھپا رہے یا اور بنگلون کو چلے گئے محمود کا وان کا لشکر ایک لحظے میں لٹ لٹا سب برابر ہو گیا۔ نظام الدین حسن گیلانی خواجہ کا دیوان گرفتار ہو کے آیا۔ بادشاہ نے اس سے نقد اور جواہرات طلب کیے خزانچی حیلان ہو کر بولا کہ اگر جان کی امن ملے تو عرض کروں بادشاہ کچھ اور سمجھا اور بولا کہ اگر تو کچھ نہ چھپائے گا تو قسم خدا کی تجھے بڑی غایت کر دوں گا۔ خزانچی بولا کہ خواجہ کا خزانہ دو صدیوں پر قائم تھا

ایک صیفیے کا نام تو خزانہ شاہی تھا جس سے ہاتی گھوڑوں کا خرچ اور سپاہیوں کی تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ اس صیفیے میں تین ہزار لاری جو پانچ چھ آنے کی قیمت کا ایک سکہ ہوتا ہے اور تین ہزار ہون موجود ہیں۔ دوسرے صیفیے کا نام خزانہ درویشان تھا۔ اس سے خیرات و مبرات اور فاقہ عام کے کام ہوتے تھے۔ اس صیفیے میں بھی تین سو لاری کی تحصیل سرمہر خاص ہے۔ اور استفسار پر بیان کیا کہ جبوقت علاقجات سے خواجہ کے پاس روپیہ آتا تھا تو ہاتی گھوڑوں اور سپاہیوں کے خرچ کے لائق روپیہ لیکر باقی تمام روپیہ خزانہ شاہی میں بھیج دیا جاتا تھا۔ اور کچھ فقرا مساکین مستحقین کو دیا جاتا تھا۔ خواجہ اسمین سے ایک کوڑی اپنے خرچ میں نہیں اٹھاتا تھا۔ اور جو چالیس ہزار لاری وہ ایران سے لایا تھا اُس سے مال و اسباب خریدتا۔ اور اپنے ملازمین کے ہاتھ بندر گاہوں میں بھجواتا اور فروخت کرایا کرتا تھا اُس سے جو روپیہ آتا اس المال کو الگ کر لیتا۔ اور جو منافع ہوتا اسمین سے بارہ لاری اپنے روزانہ خرچ کے لیے رکھ لیتا۔ اور باقی کو اپنے قدیم ہوطن دوستانو رشتہ داروں اور گوشہ نشینوں کو دیتا تھا۔ جیسے سر بادشاہ کو ایک حیرت ہو گئی۔ اسے دشمنوں نے کہا کہ بیدارین روپیہ ہوگا مگر جب گواہ طلب ہوئے تو میر فراش نے کہا کہ بیدارین کوئی فرش تک بھی نہیں ہے کچھ بورے مسجد و مدرسے میں پڑے ہوئے ہیں۔ خواجہ ہمیشہ بورے پر سویا کرتا تھا۔ باوجودی بولا گیا تو وہ غلط ہو کہ خواجہ کا کھانا مٹی کی ایک ہانڈی میں لپکا کرتا تھا وہ یہاں موجود ہے۔ کتب خانے کے داروغہ نے یہ بیان کیا کہ کتب خانے میں تین ہزار کتابیں ہیں مگر وہ مال وقف ہے۔ طالب علموں کے لیے ہے۔ خواجہ کا اسمین کچھ نہیں ہے۔ غرض جب اس طرح کے شاہد و گواہ گذرنے لگے تو بادشاہ کا کچھ خیال ملتا اور دیر یاے حیرت میں مستغرق ہو گیا۔ کہ خواجہ کیا چیز تھا اور اُس کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ خزانچی نے موقع پا کر

مظلومانہ عرض کیا کہ خواجہ سے لاکھوں آپ پر قربان آپ اس مقدمہ کی تحقیقات تو کیجیے۔ اور جو شخص کہ اس مصنوعی خط کو اسے اور طیسہ کے پاس لیے جاتا تھا اسے تو بلوائے۔ تاکہ سچ اور جھوٹ معلوم ہو جائے بادشاہ نے دشمنان خواجہ کو حکم دیا کہ جس کے پاس سے کاغذ نکلا ہے اسے حاضر کرو اور اٹھ کر پھر حرم سلیمین چلا گیا۔ اپنی بہن سے اگر اپنی حاکت کو بیان کیا۔ اور خواجہ کے تابوت کو بعزت تمام بیدار کو دفن کرانیکے لیے بھیج دیا۔ اور محمد خان اور وارامرا کو اس کے سومین بھیجا۔

۱۵۲- امرا کی سرکشی اور اب محمد شاہ نے چاہا کہ دوسرے روز وہاں سے کوچ کرے رات کو فتح اللہ عماد الملک خداوند خان حبشی بڑا اور ماہر کا لشکر لیکر آگئے۔ اور محمد شاہ کی موت۔

دو تین کوس کے فاصلے پر آترے۔ جب بادشاہ نے اس بلا وجہ آنے کا سبب پوچھا۔ تو کہلا بھیجا کہ خواجہ سے شخص کو جب مغربی درگاہ نے قتل کر دیا تو کسی دن ہمیں بھی قتل کر دینا کیا دشوار ہے۔ بادشاہ نے مخفی کہلا بھیجا کہ تم بیان آؤ تو مشورہ کر کے دشمنان خواجہ کا انتقام لیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ یوسف عادل خان آجائے گا تو اس کے اتفاق سے خدمت شریف میں حاضر ہونگے۔ اس لیے یوسف عادل خان کو بلایا گیا وہ بھی برق و باد کی طرح آکر حاضر ہوا۔ عماد الملک کے پاس آڑا۔ اور بادشاہ کو آنکھیں دکھائیں اور کچھ ایسے سوال و جواب کیے کہ محمد شاہ نے مجبور ہو کر بیجا پور وغیرہ کا تمام علاقہ جو خواجہ کی حکومت میں تھا یوسف عادل خان کو دیکر اسے وہاں کا طغدار مقرر کیا۔ اور دریا خان و ملو خان فخر الملک وغیرہ امراے مغل و ترک کی جاگیرت بھی بیجا پور میں مقرر ہوئیں۔ اور یہ لوگ یوسف کے تابع ہوئے جس نظام الملک بحری نایب اور پیشوا اور نظام الملک و کئی دولت آباد کا طغدار ہوا اور فتح اللہ عماد الملک و خداوند خان حبشی بدستور اپنے اپنے عہدوں پر بحال رہے۔ فخر الملک

وفخر الملک صفیہ ترکی غلام جو ملک حسن کے طرفداروں میں سے تھے۔ راجہ مندری اور نورنگل کے
 طرفدار ہو گئے۔ اب لشکر کا بیدار کوچ ہوا۔ اس وقت کو تمام لشکر محمد شاہ کا تھا۔ مگر درحقیقت اُس کے
 دو فریق تھے۔ ملک حسن وغیرہ تو اپنی طاقت بڑھانے کے واسطے بادشاہ کیساتھ ساتھ چلتے تھے
 مگر یوسف عادل خان اور فتح عوام الملک خداوند خان حبشی علیحدہ علیحدہ تھے جب دار الخلافت
 میں آئے تو یہ لوگ خلاف معمول شہر میں نہ اترے بادشاہ نے جان لیا تھا کہ انکی قوت اس قدر
 بڑھ چکی ہوئی ہے کہ ان سے لڑنا آسان نہیں ہے اس لیے اُس نے صبر کیا۔ اور انکو اپنے
 اپنے علاقوں کے جانے کی اجازت دیدی۔ مگر ان کی طرف سے وہ غافل نہ تھا۔ اور چاہتا تھا
 کہ نرمی سے کام نہ لکھائے۔ اسی واسطے ملک حسن پر بہت مہربانی کرنا شروع کی تاکہ اُس کی
 قوت بڑھا کر اُن سرکشوں کو زیر کرے۔ جیسے اندھا دھند محمد دکان کو تمام کام ریاست کے
 حوالے کر دیے تھے اسی طرح سے اب ملک حسن کے حوالے کرنا شروع کیے۔ کابل سلطنت
 بھی وہی تھا اور وزیر بھی وہی تھا میر ملکلی اشرف اور نظارت سب کو جو انھی کے پاس رہتے تھے
 ترک اور بھی بد دل ہو گئے۔ یہ لوگ گو سب خواجہ کے آدرے تھے۔ مگر چونکہ ان کے مقاصد
 جدا جدا تھے۔ ان میں یکدلی نہ تھی۔ اس لیے بادشاہ سے بغاوت بھی نہ کر سکتے تھے اس
 پس و پیش میں کئی مہینے گزر گئے۔ اب محمد شاہ نے ایک منصوبہ کاٹھا۔ ظاہر میں تو بلکویں کے
 سیر کا بہانہ کیا۔ اور باطن میں یہ ارادہ کیا کہ اسی طرح یوسف عادل خان کو بلا کر غفلت میں ہی موقع
 پراس کا کام تمام کر دے۔ اسیلے یوسف عادل خان۔ اور فتح عادل الملک و خداوند خان حبشی
 کو طلب کیا۔ اب سب لشکر کو کن کو حوالہ دیا۔ مگر یہ لوگ خوب ہوشیار تھے۔ ہرگز کسی دہوکے میں
 نہ آئے تھے۔ بادشاہ کو کوچ کے وقت دور ہی دور سے سلام کر لیا کرتے۔ اور شام کو کچھ فیصلے
 سے اتر کرتے تھے بادشاہ کو یہ کسرشی دیکھ دیکھ کر بڑی ندامت ہوتی اور غصے کے مارے

دل ہی دل میں جلا جاتا تھا مگر اس کا کچھ بس نہ چل سکتا تھا۔ جب بادشاہ وہاں پہنچا۔ تو سیدوار سے
 نے جو اس وقت یہی نگر کا حاکم تھا محمد شاہ کو اپنی سرحد پر آتے دیکھ کر حملے کا خیال کیا۔ اور لشکر کو تیار
 کر کے اُسکے دفعیہ کو بھیجا۔ اور جب محمد شاہ نے اُس کے ملک پر حملہ نہ کیا۔ تو اُس لشکر نے گوا
 کی واپسی کے لیے کوشش کی۔ مگر بادشاہ اسقدر پریشان تھا کہ اُس نے اس حملے کے
 دفعیہ کی اس سے زیادہ کچھ تدبیر نہ کی کہ یوسف عادل خان کو اُس کے مقابلے کا حکم دے کر
 آپ فیروز آباد کو چلا آیا فتح اللہ عوام الملک اور خلدون خان حبشی بادشاہ کی اس پریشانی کو دیکھ کر
 اس قدر جاسے سے باہر ہوئے کہ بلا اجازت ہی اپنے اپنے علاقوں کو چلے گئے۔ بادشاہ
 دم بخود و دیمین مینے فیروز آباد میں پڑا رہا۔ گو بظاہر خوشی مناتا تھا۔ مگر دلی رنج کے باعث روز بروز
 وہ بڑا ہوتا جاتا تھا۔ جب بہت مضمل ہوا تو شاہزادہ محمود خان کو بلایا اور ولیعہد کر کے نظام الملک
 کو اُسکا وکیل السلطنت مقرر کیا۔ اور ایک محفل کھلا کر اس پر علما اور اکابر و قضات کی مہربین کرادین کہ
 شاہزادے سے کوئی دغا نہ کرے۔ مگر یہ کاغذی گھوڑے بھی کین چلا کرتے ہیں جو ہونا تھا
 وہ ہی ہوا۔ محمد شاہ کو خود یقین ہو گیا تھا۔ اور وہ بار بار کہتا تھا کہ ایہ دولت بھنیہ کا خاتمہ ہی۔ میں نے
 ایک مدت تک بادشاہی کی ہے۔ اور ان امرا کو بنایا ہے جب یہ لوگ ہیرا پری کوٹنا نہیں جانتے تو ایک
 لڑکے کا کٹنا کیا مامین گے جسکو حکومت کی ابھی سمجھ بھی نہیں ہے۔ غرض کہ جب او بھیضعف
 ہو گیا تو بیدار کو چلا آیا۔ مگر میان چونکہ سب امرا مطیع الفرمان اسکی نظروں کے سامنے تھے۔ وہ
 رنج کچھ دور ہوا۔ اور طبیعت نے پلٹا کھایا دل بکال ہوا۔ اور صحت ہو گئی تھوڑی نقاہت باقی تھی کہ
 سینہ ہی کثرت سپلی۔ اور جماع کر کے سو گیا۔ جب خواب سے اٹھا تو سخت بخارا گیا۔ طبیب
 صاحب نے بید شک اور ٹھنڈا پانی پلایا جس سے کچھ طبیعت بکال ہوئی۔ جب حکیم صاحب
 اپنے مکان کو چلے گئے تو بادشاہ نے اُس غلط مثل کے بموجب کہ شرب کے بیمار کو شرب

ہی سے صحت ہوتی ہے اپنے مقررین کے کتنے سے پھر شراب کے چند پیالے پی لیے اسکا
 پینا غضب کا آتا تھا تمام علامات موت کی ظاہر ہو گئیں خواجہ کے قتل سے اُسکو ایسی ندامت تھی کہ
 جسوقت اُسکی اس بیماری میں غفلت سے اُنکھ کھلتی تو کہتا تھا کہ خواجہ کارج یا د ہو ہو کر میری جان
 نکلتی ہے۔ اب اُس کے قتل کو ایک سال گزرا تھا کہ یکم صفر ۸۸۷ھ مطابق ۲۲- مارچ ۱۴۸۲ء
 کو محمد شاہ عین عالم جوانی میں اس جوان سے اُٹھ گیا۔ گوبرائے نام یہ سلطنت ایک عرصے تک
 پھر بھی رہی۔ لیکن درحقیقت اس بادشاہ کی موت سلطنت بہمنیہ کی موت تھی۔ اسکے مرینکے
 بعد تمام دکن کی حالت خراب ہو گئی ”خرابی دکن“ اسکی تاریخ وفات ہے۔ میں برس اُس نے
 سلطنت کی۔ اور کل اُنٹیس برس کی عمر ہوئی۔ اگر زندہ رہتا تو قوی امید تھی کہ وہ اپنی قوت کو کچھ
 سنبھال لیتا۔

۵۔ دکن میں طوائف السلوک

واقعات کثیر الاختلال محمد محمود شاہ ثانی

وقتے افت و فتنہ در شام	ہر کس از گوشتِ فر رفتند
بادشاہ از دکانِ نادانِ عقل	بگدا بُر دستار رفتند
روستازادگانِ دانشمند	بوزیر بُر بادشاہ رفتند
۱۵۳۳ء محمد شاہ کی تخت نشینی	محمد شاہ تو مر گیا۔ اور جو کچھ کرنا تھا وہ کر گیا۔ اُس کا ایک بیٹا
اور درباری فیلین -	محمد و خان تھا جسکی اُسوقت بارہ برس کی عمر تھی۔ امرانے
اُسے تخت پر بٹھایا اور اسطرح سے جلوس ہوا کہ شاہ حبیب اللہ اور سید حبیب نے اول	شاہزادے کے سر پر تاج رکھا اور پھر اُسکا دست راست و چپ پکڑ کر تخت فیروزہ پر بٹھایا

اور فاتحہ پڑ کر تخت کے دہنے بائیں فقری ڈوکر سیون پر آپ بیٹھ گئے۔ نظام الملک اور قوم الملک کبیر و صفیہ اور قاسم بیگ برید ترک جو دار الخلافہ میں اسوقت موجود تھے حاضر ہوئے اور تخت کے روبرو آکر مبارکباد دی تمام امراء دار الخلافہ مشرف اسلام ہوئے مگر اسی مجلس میں بعض نے کہا کہ یوسف عادل خان وغیرہ امرائے ترک اسوقت موجود نہیں ہیں۔ ان کے بغیر جلوس کرنا نہیں چاہیے تھا۔ گو ملک حسن نے اسکا جواب دیدیا کہ سلطنت کے کام مطلق رکھنے سے فساد ہوتے اس لیے جلوس کر دیا گیا۔ جب امراء ترک آئینگے اسوقت ایک مرتبہ پھر سطح دربار کر دیا جائیگا۔ اور مناصب و خطابات باہم تقسیم کر دیے جائیں گے مگر یہ گفتگو دربار سلاطین کے خلاف اور شاہی رعب و اب کے بالکل منافق تھی۔ اس سے ظاہر تھا کہ بادشاہ کی عزت میں فرق آگیا ہے جس نے اس بات کو سنا جان لیا کہ یہ فال اچھی نہیں ہے جب امراء نے دیکھا کہ اب بادشاہ میں تو کچھ دم باقی نہیں ہے۔ اس لیے ہر ایک نے اپنی اپنی فکر کی۔ محمد شاہ کے زمانے میں امراء دولت چہار نسلوں کے تھے۔ مغل یعنی ایرانی۔ ترک۔ حبشی۔ و کھنئی۔ ترکوں کا دستور ہے کہ ان میں متاخر ہونیکا زیادہ مادہ ہے جس صحبت میں یہ لوگ رہتے ہیں اکثر انہیں کی خوبو حاصل کر لیتے ہیں۔ ایرانیوں سے انکو فارس میں رہنے اور فارسی جاننے کے باعث ہم وطنی اور ہم زبانیا کا تعلق تھا۔ اس لیے گوانہیں کثرت سے سنی تھے۔ مگر ایرانیوں سے زیادہ ملتے رہتی تھے۔ حبشیوں کو گو محمود کاوان نے بنایا تھا اور چاہا تھا کہ وہ اسکے رفیق ہو جائیں۔ مگر سنی ہونیکے باعث وہ دکھنیوں سے زیادہ ملتے تھے۔ دکھنیوں میں اکثر ان لوگوں کی اولاد سے تھے جو ہندوستان شمالی اور گجرات وغیرہ سے آئی تھے ایسے یہ سب سنی تھے چونکہ اسوقت مذہبی عناد نسلوں کے پیرایے میں برتا جاتا تھا ایسے گو یہ چار نسلین قطب ہر

الگ الگ تعین۔ مگر حقیقت دو ہی فریق تھے۔ ایک طرف دکھنی حبشی۔ دوسری طرف
 منغل اور ترک۔ مگر ترکوں میں بعض لوگ دکھنیوں کا بھی ساتھ دیتے تھے۔ فوجی لحاظ سے
 مغلوں کو غلبہ تھا۔ اور یہ سب یوسف عادل خان کا دم بھرتے تھے۔ فتح اللہ عماد الملک
 گوہندی النسل اور سید طرح خداوند خان حبشی بھی سنی تھا۔ مگر محمود کاوان کے یہ دونوں
 احسان مند تھے اس لیے عادل خان کے طرفدار تھے۔ دکھنیوں میں بڑا اُس وقت ملک حسن
 نظام الملک تھا۔ اور بادشاہ کی قربت کی وجہ سے دربار میں اُس کو غلبہ تھا۔ اور وہی بادشاہ
 پر پورا حاوی تھا۔ مگر اس ملک دکن کی رعایا اکثر سے ہندو تھی اور جیسا کہ آریا ستھا
 ساحل کنار و سندھل آریا اور یسہ گوٹھ و انہ میں تمام ہندو بھرے ہوئے تھے جن سے
 شاہان دکن کو ہمیشہ لڑائی جھگڑے کا اتفاق رہا کرتا تھا۔ اس لیے یہ لوگ اکثر لالچ و وارد
 مسلمانوں کی زیادہ قدر کیا کرتے تھے۔ اور اس سبب دکن کے قدیمی آرام طلب اور بے ہنر
 مسلمانوں کی کم قدر ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے احمد شاہ ولی کے زمانے سے دکھنی مسلمان اکثر تباہ
 ہوتے چلے آتے تھے۔ اُنکو صرف ایک تھوڑا ہی زمانہ گذرتا تھا کہ سرٹھانے کی مہلت ملی تھی
 اُس وقت انہیں اس قدر جان نہ تھی کہ مغلوں اور ترکوں سے میدان جنگ میں سبقت
 لیجائیں۔ اور نہ مغلوں اور ترکوں میں اپنی قوت تھی کہ اُن کو ہی نیست و نابود کر ڈالیں۔ اس
 طرح پردونوں فریق کی قوت اس وقت کچھ کچھ تلی ہوئی تھی۔ جس سے محمود شاہ کو براے نام
 تخت و تاج نصیب ہو گیا۔ چونکہ اسمین شاہانہ عزم اور خودداری بالکل نہ تھی۔ عیش و عشرت
 کا بندہ تھا اس لیے کسی نے اُس کے تباہ کرنے کی کوشش نہ کی بلکہ اُسکو اپنی قوت کا آلہ بنالیا
 ۱۵۴۔ قائم بریدی کی اصلیت یہ قائم برید جس کا بھی اوپر ذکر ہوا شاہان برید شاہیہ بیدر کا
 مورث اعلیٰ ہے خواجہ شہاب الدین علی یزدی ولایت سے اسے لایا تھا۔ اور سلطان

محمد شاہ کے ہاتھ اسے گرجی غلاموں میں فروخت کر گیا تھا۔ چونکہ باجایا نا اور لکھنا اچھا آتا تھا اس لیے بادشاہ اس کی خاطر کرائے لگا تھا۔ اور اس کو امرا میں داخل کر لیا تھا۔ اسی زمانے میں اس طرف جالندہ میں بعض مرہٹہ زمینداروں نے سرکشی کی تھی۔ اور یہ ان کی تادیب کے لیے وہاں بھیجا گیا تھا وہاں اس نے ان پر اچھی فتح حاصل کی۔ اور ساجی مرہٹے کو جو ان کا بڑا سردار تھا قتل کر ڈالا۔ بادشاہ نے وہ علاقہ اسی کی جاگیر میں دیدیا۔ اس نے وہاں بہت اچھا انتظام کیا۔ رعایا کو خوب راضی کر کے ساجی کی بیٹی سے اپنے بیٹے امیر مرید کا نکاح کر لیا۔ اس کے رشتہ داروں کو جو قریب چار سو کے تھے نوکر رکھ لیا۔ اور رفتہ رفتہ یہ سب مسلمان ہو گئے۔ جس سے اس کو بڑی قوت حاصل ہو گئی۔

۱۵۵۔ امرائے ترک منغل اور دکنی جہانیوں کا سیل اور مناصب کی تقسیم

اب جب یہ خبر یوسف عادل خان کے لشکر میں پہنچی کہ محمد شاہ مر گیا اور محمد شاہ تخت نشین ہوا ہے تو وہ دارالخلافہ کو جلوس کے مبارکبادی کو آیا اور تمام امرا سے منغل ترک و دکنی وغیرہ جو کوکن کی لڑائی میں اس کے ہمراہ تھے سب ہمراہ آئے اور شہر کے باہر اترے۔ بعد ازاں یوسف خان عادل دریا خان فخر الملک تغرش خان ملو خان پسر قاسم بیگ صف شکن ازاد خان غضنفر خان امرا ساتھ ہوئے۔ اور ایک ہزار چیدہ منغل و ترک سپاہیوں کے ساتھ شہر میں آئے چونکہ ملک حسن کا کھٹکا لگا ہوا تھا۔ اس لیے کو خلاف قاعدہ تھا مگر دوسو آدمی لیکر قلعہ ارک میں آ گئے۔ وہاں معلوم ہوا کہ ملک حسن نے پانچ سو آدمی مسلح پہلے ہی سے قلعے میں بلا لیے ہیں اس لیے یہ لوگ کچھ ٹپٹ پٹائے مگر ٹپٹا مناسب نہ سمجھ کر مسلح دربار کو پہلے ملک حسن نظام الملک اور امیر قاسم برید استقبال کو آئے۔ اور بادشاہ کے سلام کو اندر لے گئے یوسف عادل خان مبارکباد دیکر حسب دستور سب سے اول کھڑا ہوا اور چونکہ دغا کا شبہ تھا۔ جب ملک حسن

یوسف عادل خان کے نیچے کھڑا ہوا تو دریا خان اس کے بعد کھڑا ہو گیا۔ جس سے ملک احمد
پسر ملک حسن کو اس سے چوتھے مرتبے پر کھڑا ہونا پڑا۔ اس سے یہ مطلب تھا کہ اگر ملک حسن
یوسف عادل خان پر ہاتھ ڈالے تو دریا خان یوسف کی مدد کرے اور یہ ملکر پہلے ملک حسن اور
ملک احمد سے اپنا بدلہ لے لیں۔ پھر جو کچھ ہو وہ ہوتا رہے۔ اگرچہ ملک احمد کو غصہ آیا اور چاہا کہ
دریا خان کو بیچ مین سے ہٹا دے۔ مگر ملک حسن نے اسکو منع کیا۔ اور بادشاہ سے متنبہ و ثنا
کے دفع کے لیے عرض کی۔ جس سے انکو خلعت ہائے معمولی و دیگر جلد خست کر دی گئی۔ اب
چونکہ یوسف عادل خان کو دغا کا اندیشہ لگا ہوا تھا اس لیے ملک حسن کا باتوں کے بہانے ہاتھ
پکڑ لیا۔ اور قلعے کے باہر تک لے آیا۔ جب اپنے موقع پر گیا۔ تو دوستانہ رسمی تکلفات بترکر
ایک دوسرے سے جلا ہو گئے اور یوسف عادل خان انہیں ہزار جانوں کے ساتھ شہر
میں فروکش ہوا۔ دریا خان کو باہر لشکر میں بھیج دیا۔ اور کہہ دیا کہ ہر طرح احتیاط رکھے۔ اور ہر وقت
ہوشیار رہے۔ ملک حسن کو یوسف عادل خان کا بڑا کھٹکا تھا وہ جانتا تھا کہ اگر اس کا بھی
کیسے طرح کام نام کروا جائے تو پھر سلطنت بہمنیہ اپنی ہی ہے جو چاہو ہونگا سو کروں گا۔ اس لیے
دوسرے روز ملک حسن فوام الملک کبیر و صغیر کو ہمراہ لیکر یوسف عادل خان کے یہاں گیا۔ اور
اس سے کہا کہ جیسے ہم شہر میں رہا کرتے ہیں اس طرح سو آپ سب امراے ترک بھی شہر میں رہا کیجیے
تاکہ ہر صبح کو دربار میں جاکر ایک دوسرے کے مشورے سے مہمات سلطنت کو انجام دیا کریں۔
اور ایسے ایک دوسرے سے ملین کہ ہمارا دوست آپ کا دوست ہو اور ہمارا دشمن آپ کا دشمن
ہو۔ یوسف عادل خان نے کہا کہ دوستی کی نسبت جو آپ فرماتے ہیں وہ تو میرا بھی عین مدعا ہے
مگر میں ایک سپاہی آدمی ہوں۔ میں لہورات ملکی و مالی کو اتنا نہیں سمجھتا ہوں۔ میرا دربار میں اتنا محض
فضول ہے جی طرح سلطان محمد شاہ مرحوم کے زمانے میں معین ہو گیا ہے اور وہ وصیت کر

ملا ہے۔ آپ اسی طرح سے سلطنت کے کاموں کو انجام دیتے رہیں۔ سوائے اسکے امرائے ترک کا شہر سے باہر رہنا بہتر ہے۔ کیونکہ یہ ایک جاہل قوم ہیں۔ اگر شہر میں رہے تو دکنی اور حبشیوں سے انکوبات چیت کا اتفاق ہوگا۔ اگر کسی نے ایک دوسرے سے کچھ بحث کی اور رنجش بڑھ گئی تو نہ معلوم کیا کشت و خون ہو۔ ایسی ہی کچھ دیر تک فریقین میں گفتگو رہی۔ بعد اُسکے یہ ٹھہر گئی کہ ملک جن حسب دستور سابق فقط وکیل السلطنت رہے۔ باقی عہدے جن کا وہ کام تک کرتا ہے دوسروں کو دئیے جائیں۔ چنانچہ شورے کے بعد وزارت قوام الملک کبیر سر لشکر وزیر گل کو دی گئی۔ اشرف قوام الملک صغیر سر لشکر راجہندی کے حصے میں آئی۔ اور نظارت دلاور خان حبشی کو ملی۔ قائم بیگ سرنوبت اور فریاد الملک کو تو اس شہر ہے۔ اور ایسے ہی اور عہدے بھی امرائے آپس میں تقسیم کر لیے۔ بعد اسکے بادشاہ کے پاس آئے۔ اور سلطان محمود شاہ سے ہر ایک کو خلعت دلا دی گئی۔ اس کے بعد یوسف عادل خان نے مہمات سلطنت میں کچھ دخل نہ دیا۔ اور دو تین مہینے تک مغل ترک دکھنی اور حبشی علی اور آبنوس کے مہرون کی طرح باہم ملے جلے رہے۔ کچھ جھگڑا منٹا منوا کل فساد جاتا رہا تھا۔ اور سر لشکر اس تفصیل سے تھے۔

یوسف عادل خان	(۱) بیجاپور	مین
دستور دینار حبشی	(۲) حسن آباد گلبرگہ	"
نظام الملک دکھنی	(۳) دولت آباد	"
ملک حسن نظام الملک	(۴) جننیر	"
قوام الملک صغیر	(۵) راجہندی	"
قوام الملک کبیر جس نے عادل خان دکھنی کو وہاں اپنا نائب مقرر کر رکھا تھا۔	(۶) وزیر گل	"

(۷) کاویل مین فتح اللہ عمار الملک جس نے اپنے بیٹے
عمار والدین کو اپنی جگہ بھیج دیا تھا۔

(۸) ماہور خداوند خان جہنشی

۱۵۶- دکنیوں اور ترکوں کی لڑائی قوام الملک کبیر کو ترک تھا۔ مگر اس کو یوسف عادل خان سے کچھ عداوت تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ یوسف کو کسی طرح عداوت کر ڈالے۔ اس لیے وہ ملک حسن کا دوست ہو گیا تھا مگر کچھ عرصہ اور مال اندیش نہ تھا۔ اسے یہ خبر نہ تھی کہ ملک حسن بڑا جالاک ہے۔ اور خود اس کا بھی دشمن ہے۔ ملک حسن نے یوسف عادل خان کے قتل کی اس سے صلاح کی۔ اور عادل خان دکنی کو جو قوام الملک کبیر کی نیابت کے طور پر درنگل کی طرفاری کا کام کرتا تھا اور خیم خطابی کے سبب سے یوسف عادل خان کا سخت جانی دشمن تھا درنگل سے اور فتح اللہ عمار الملک کو جو اگرچہ یوسف عادل خان کا دوست تھا مگر دکنی نسل تھا برار سے بہ بہانہ مبایکد طلب کیا۔ یہ دونوں درنگل اور برار کے لشکروں کو ساتھ لائے۔ اور شہر کے باہر گزرا و شاہ کی خدمت میں جریدہ حاضر ہوئے۔ اور پیشکش گزار خیمت پایا۔ اب ملک حسن نے عادل خان دکنی سے کہا کہ ترکوں کو تو قتل کر ڈال۔ اگر تو نے قوام الملک کبیر یا یوسف عادل خان کو قتل کر دیا تو مجھے انکی سرنگری دلا دوں گا۔ اور قوام الملک کبیر سے کہا کہ یوسف عادل خان کے قتل کے روز آپ مکان میں رہیے۔ باہر نہ نکلیے۔ تاکہ آپ پر کوئی الزام نہ آئے۔ یہ سادہ لوح اصل حقیقت کو نہ سمجھا۔ اور ملک حسن کی بات کو قبول کر لیا۔ مگر فریاد الملک کو تو اس سمجھ گیا۔ اس نے قوام الملک کبیر سے کہا کہ یوسف عادل خان تو خوب بہوشیار ہے۔ اس کے مارنا آسان نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ملک حسن تیرا ہی اس بہانے سے کام تمام نہ کر دے۔ مگر اس نادان نے اسکی رائے پر توجہ نہ کی اور ملک حسن کی دوستی کا اس کے دل نقش جا دیا۔ اب ملک حسن نے عادل خان

دکھنی اور فتح اللہ عباد الملک کے کھلا بھیجا کہ اپنے اپنے لشکروں کو لا کر بادشاہ کو ملاحظہ کریں۔ اور رخصت ہو کر اپنے اپنے علاقوں کو جائیں۔ محمود شاہ کو تو جو کوئی کچھ کم دیتا تھا وہ ہی کرنے لگتا تھا ملک حسن کے کئے سے قلعے اک کے برج پر جا بیٹھا۔ دونوں سردار فوجوں کے ساتھ سلام کو آئے محمود شاہ نے بلا کر ان سے کہہ کر ترک بڑے سرکش ہو گئے ہیں آنکھوں تا دیکھا کہ وہ چونکہ فتح اللہ یوسف عادل خان کا دوست تھا۔ اس لیے ملک حسن نے اسے تو وہیں ٹھہرایا۔ اور دونوں لشکر عادل خان دکھنی کی ماتحتی میں یوسف عادل خان کی فوج پر جو شہر کے اندر تھی پل پڑے تو ام الملک کبیر عین غفلت میں پہلے ہی مارا گیا۔ فرما دیا کہ کو تو الگ رفتار ہوا۔ مگر تغرش خان اور قدم خان ترک لڑتے بھڑتے دروازہ شہر تک پہنچ گئے۔ اور دریا خان کو جو شہر کا غلہ سنکر دس ہزار فوج سے دروازہ پر لگایا تھا۔ دروازہ تو ڈکرا نہ گھسا لاسے گلی کوچوں کا مقام تھا ایک دن دو دن میں لڑائی کا فیصلہ ہونا مشکل تھا۔ بنیل روز تک متواتر لڑائی جاری رہی۔ ایک طرف ملک احمد۔ اور دوسری طرف یوسف عادل خان سردار تھے۔ طرفین کے تین چار ہزار آدمی مارے گئے جنہیں ترکوں کے بہت سردار قتل ہو گئے جب فریقین لڑائی سے تھک گئے تو علما اور صلحا بیچ میں پڑے اور صلح کرادی یوسف عادل خان صلح کے بعد سبجا پور چلا گیا۔ اب ملک حسن کے خوب گھرے ہوئے۔ ملک احمد اپنے بیٹے کو اس نے پرگنات بیڑا ودھار جاگیر میں دیے۔ فخر الملک دکھنی کو جو محمود کا وان کا غلام زادہ تھا منصب ہزاری اور خواجہ جہان کا خطاب دیا۔ فتح اللہ عباد الملک قوام الملک کبیر کی جگہ وزیر و میر حید ہوا۔ اور علاء الدین اس کا بیٹا نیابت پر برار کو بھیجا گیا۔ عادل خان دکھنی سر لشکر درنگل کیا گیا۔ قاسم برید سربوبت کو کو تو الی بھی مل گئی جس نے جنگ میں ترکوں کو خوب قتل کیا تھا۔ قوام الملک صغیر راہمندری کو روانہ ہوا۔

۱۵۷- دلاور خان اور ملک حسن کا جھگڑا اس سب جھگڑے قضیے کے بعد ملک حسن نظام الملک اور فتح اللہ عہد الملک والدہ سلطان محمود شاہ کی سیل جول اور ملک احمد کا جنیر پر تقریر -

سے چار سال تک امن عین سے کام چلاتے رہے۔ سب اختیار نظام الملک کو تھا۔ فتح اللہ عہد الملک بھی ماسکی اطاعت سے گذارا کرتا تھا۔ مگر دلاور خان حبشی اپنی بے اختیار سے گمبہ گیا۔ اس نے محمود شاہ کو خلوت میں سوچھایا کہ نظام الملک اور فتح اللہ کے آپکی والدہ کی صلاح سے کام کیا کرتے ہیں۔ اور آپ کو ابھی تک لڑکا ہی سمجھتے ہیں۔ بادشاہ تو بیوقوف تھا کٹھن تکی کی طرح دوسروں کی مرضی پر چلتا تھا۔ کہہ دیا کہ تو ان کو قتل کر ڈال۔ اتفاقاً یہ دونوں ایک روز رات کو سلطان کی ماں کے پاس گئے ہوئے تھے۔ اور وہاں سے لوٹ کر آ رہے تھے دلاور خان اور ایک اسکے ساتھی نے انہیں گھیر لے مگر چونکہ ان کے پاس تلواریں تھیں۔ اور فن شمشیر بازی میں انکو کمال حاصل تھا۔ دلاور خان کی دلاوری کچھ نہ چلی۔ نظام الملک کچھ زخمی ہوا مگر دونوں صحیح و سلامت نکل گئے۔ اور شہر سے باہر جا کر اپنے لشکروں کو جمع کیا۔ اور قاسم برید کو بھی ہوشیار کر دیا۔ قاسم برید نے قلعہ اک کے دروازے بند کر دیے۔ اور باہر سے اندر جانکی سب کو مانعت کر دی۔ کہ جس سے محمود شاہ نہایت حیران و پریشان ہو گیا۔ اور مجبوراً نظام الملک کے پاس آؤی۔ جیکر عذر خواہی کی۔ انہوں نے اسے اس شرط پر منظور کیا کہ دلاور خان قتل کر دیا جائے مگر دلاور خان سنتے ہی فوراً مع اپنی فوج کے بھاگ گیا۔ اور چند روز میں برہانپور جا پہنچا۔ ملک حسن و ملک احمد دونوں شہر میں پھر آگئے لیکن فتح اللہ عہد الملک ان جھگڑوں سے ایسا پریشان ہوا کہ وہ اپنی سر لشکری برہانپور کو چلا گیا۔ اب ملک حسن نے بھی اپنے استحکام کی فکر کی۔ دو دکنی شخص ملک وحید اور ملک اشرف جو گئے بھائی تھے اور جو پہلے محمود کا دان کی نوکری کرتے تھے۔ اور بعد ازاں شاہی سحرار و نمین

بھرتی ہو گئے تھے۔ اس زمانے میں انہوں نے ملک حسن کا ساتھ دیا تھا۔ اس لیے ملک حسن
 نے اُن کا رتبہ بڑھادیا اور امیر بنایا۔ اور پھر ان دونوں اور فخر الملک دکنی مخاطب بنوا جہان سے قسین
 لین کہ وہ ملک احمد اُس کے بیٹے سے کبھی دغا بازی نہ کریں جب یہ عہد و پیمان ہو گئے تو ملک
 وحید کو سر لشکر کی دولت آباد جو آج کل خالی تھی عنایت کی۔ اور ملک اشرف کو بھی وہیں جاکر دے کر
 اُس کا تابع کیا۔ اور فخر الملک دکنی کو علاقے پر بندہ و شولا پور دیکر وہاں کو روانہ کیا۔ اس علاقے
 کے گیارہ محال یا پرگنوں تھے جسے اُس زمانے میں پٹہ کہا کرتے تھے اور چھ لاکھ ہون آدمی
 تھے جب زین خان فخر الملک کے بھائی نے سنا تو اُس نے کچھ عرصے کے بعد محمود شاہ سے
 درخواست کی کہ اسکو بھی اسمین سے نصف حصہ ملے۔ چنانچہ محمود شاہ نے ساڑھے پانچ پٹہ
 شولا پور کے زین خان کو دیدیے۔ مگر فخر الملک نے پھر شولا پور کے اوکھین اُس کے علاقے پر
 زین خان کو قبضہ نہ دیا۔ غرض دو تین مہینے بعد بادشاہ سے ملک حسن نے اجازت لی۔ اور ملک
 اپنے بیٹے کو سونپا دی اور اپنا تمام مال و اسباب دیکر اپنی نیابت پر جنیر کو بھیج دیا یہ واقعہ ۱۱۹۱ھ کا
 ہے۔ اسی اثنا میں عادل خان دکنی کا انتقال ہو گیا۔ تو ام الملک صغیر نے راجہ بندری سے آکر
 درنگل پر قبضہ کر لیا۔ چونکہ یہ ایک بڑا معاملہ تھا۔ اس لیے ملک حسن نے محمود شاہ کو لیا۔ اور
 شہر پیدر کی حفاظت ایک شخص واپسند خان اپنے آوردے کے حوالے کی۔ جسے اُس نے
 ادنیٰ درجے سے امارت کے درجے پر پہنچایا تھا۔ اور فوج لیکر درنگل کو توام الملک کے قلعہ
 کے لیے روانہ ہوا۔ توام الملک کو اتنی طاقت کہان تھی جو ملک حسن کی شاہی سے مقابلہ کرتا۔
 اس لئے وہ سنستے ہی راجہ بندری کو بھلا گیا۔ اور محمود شاہ کو لکھ بھجوا کہ میں اس لیے آیا تھا کہ
 ملک حسن نے بہت سسر اٹھایا ہے۔ اور آپ کا میں تابع ہوں۔ محمود شاہ کو ملک حسن کا ایسا خوف
 تھا کہ توام الملک کو اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ یہ خط ملک حسن کے ہی پاس بھیج دیا۔

۱۵۸۔ ملک حسن نظام الملک کشتورخان غلام محمد کاوان کو جب بندر گوا وغیرہ جاگیر میں لایا تھا۔ تو اس نے ایک شخص نجم الدین گیلانی کو اپنا نائب مقرر کر کے وہاں بھیجا تھا۔ اور خود سیدر میں ہی باکرتا تھا۔ جب نجم الدین مکرنا تو ہوا گیلانی کے ہاتھ سے اس کا قتل

جسے نجم الدین نے بندر گوا کا کووال کر رکھا تھا اسکا جانشین ہوا۔ اور بندر گوا سے بندر وابل کو لا پور لکھ پنا تک قابض و متصرف ہو گیا اور یوسف عادل خان کی تحریک سے بند چول وغیرہ پر بھی جو ملک احمد کی جاگیر میں تھے لوٹ مار کرنے لگا تھا۔ اور اسی طرح زین الدین علی باس جاگیر دار جاکنہ بھی جو ملک احمد کے توابع میں سے تھا یہ لگتا تھا کہ باؤنہ سلطنت کو جب تک خود نہیں دیکھنے کا میں کبھی اطاعت نہ کروں گا۔ اسی لیے یہ سب حالات ملک احمد نے اپنے باپ کو لکھ کر بھیجے اور پوچھا کہ اس میں کیا کیا جائے۔ اس وقت ملک حسن محمود شاہ کے ساتھ دہلی میں مقیم تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کو لکھا کہ زین الدین علی کا پہلے دفعہ کیا جائے۔ اور ملک حمید اور فخر الملک دکن کی طرف سے احمد کی امداد کے لیے خط بھیجے۔ زین الدین علی نے بھی یوسف عادل خان سے مدد مانگی۔ چونکہ زین الدین علی محمود کاوان کا رشتہ دار تھا۔ اس لیے یوسف عادل خان نے پانچ چھ ہزار سو ادا کی امداد کو بھیجے۔ اور انہیں حکم دیا کہ قلعہ انداپور کے پاس قیام کریں جس وقت ملک احمد زین الدین پر حملہ کرے تو اسے روکیں۔ یہاں محمود شاہ اور اس کے تمام حوالی مالی استیلائے ملک حسن سے پہلے ہی ناراض ہو رہے تھے جب انہوں نے سنا کہ یوسف عادل خان نے ملک احمد پر فوج بھیجی ہے تو وہ بڑے خوش ہوئے۔ اور ملک حسن ان کی نظروں میں خفیف چمکنے لگا۔ قاسم برید اور دستور دینا حبشی سے ملکر بادشاہ سے اس کی برائیاں کہیں۔ محمود شاہ نے ان سے کہہ دیا کہ اگر موقع ملے تو اسے مار ڈالو۔ لیکن یہ خبر ملک حسن کو بھی لگ گئی۔ اس لیے وہ فوراً آدھی رات کو لشکر سے فرار ہوا۔ مگر شامت جوائی بجائے

جنیر کے بیدار کو پہنچا کہ وہاں ہاکر دل پسند خان کے ذریعے سے خزانہ شاہی پر قابض ہو جائے
 دلپسند خان نے اُسکی اطاعت کی۔ اور شہر میں بلالیا۔ ملک حسن نے ملک احمد کو جنیر سے بلایا اور جزائے
 کو خراج کر کے محمود شاہ کے مقابلے کے لیے فوج جمع کرنا شروع کی۔ محمود شاہ نے بھی اُس وقت
 بڑا کمال کیا۔ فوراً ہی بیدار چیل کی طرح جھپٹا۔ نظام الملک نے چاہا کہ خزانہ لیکر ملک احمد کے پاس چلا جائے
 مگر دلپسند خان نے کسی بہانے سے اُسے روک لیا۔ اور بادشاہ سے خفیہ کمال بھیجا کہ میں
 آپ کا تابع ہوں۔ ملک حسن کو میں نے آپکے انتظار میں اب تک روک رکھا ہے۔ محمود شاہ نے
 کہا کہ اگر تو سچا ہے تو اُسکا سر کاٹ کر بھیج دے۔ دلپسند خان نے ملک حسن کے احکامات کو
 فراموش کر دیا۔ اور پانچ سو آدمی لیکر اُس کے پاس قلعہ ارگ میں گیا۔ اور اُس سے کہا کہ مجھے آپ سے
 چند باتیں نہایت ضروری علیحدہ کہنی ہیں۔ ملک حسن اپنا خاص خیر خواہ جانکر اُسے ایک حجرے میں
 لے گیا۔ دلپسند خان بڑا قوی جوان تھا اور ملک حسن بوڑھا ہو گیا تھا۔ دلپسند خان نے پہلو کر اُسکا
 گلا گھونٹ دیا۔ اور سر کاٹ کر ہاتھ میں لیے یہ کہتا ہوا باہر نکل آیا کہ جو شخص اپنے مالک کو ساتھ
 ننگ حرامی کرے اُسکی یہ سزا ہے۔ پھر بادشاہ کے پاس اُسکا سحر سجدیا۔ اب محمود شاہ شہر میں آیا
 دلپسند خان دھننی اور غفلت اور ترکون کا پھر عروج پڑھا۔ اور وہی مہمات شاہی کے مدار علیہ ٹھہرے
 یہ موقع اچھا تھا۔ محمود شاہ کو کامل آزادی مل گئی تھی۔ اگر لیاقت ہوتی تو اپنی قوت بڑھا سکتا تھا۔ مگر وہ
 پھر بدستور سابق شراب و کباب، ناچ و رنگ، رنڈی بھڑوون میں مشغول ہو گیا شب و روز معشوقانہ
 ناز میں کی صحبتیں گرم، ہنسنے لگین۔ دنیا و مافیہا سے اُسے کچھ غرض نہ رہی۔ چند روز میں یہ نوبت
 ہوئی کہ بخلاف شاہانِ مافیہ کے جنہوں نے تختِ فیروزہ میں علی التسلل جواہرات زیادہ کیے
 تھے اس نے اُکھیر اُکھیر طرحی دیا لے میں لگائے۔ اور نیز ان سے حاشیہ بساط
 شراب نوشی اور تنبور خاصے کو مرصع کیا۔

۱۵۹۔ ملک احمد کی مستقل حکومت | ملک احمد جب تک کہ باپ سے فرصت ہو کر جزیرہ کو آیا تھا اس نے یہاں اپنی مستقل حکومت جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ چونکہ اس نے ابتداءے ایام شباب میں ہمالک راجہ مندری میں رہ کر اڑیسوں کے تجربے خوب حاصل کر لیے تھے۔ اسکو یہاں کامیابی ہونے لگی تھی۔ پہلے اس نے اپنی نئی جاگیر پٹیر وغیرہ پر توجہ کی مگر یہاں پر خواجہ جہان محمود کا دان کی طرف سے مرہٹے قابض تھے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک بادشاہ اپنے کاموں کا خود مختار نہ ہو جائے اسوقت تک ہم تیری اطاعت نہیں کر سکتے اس لیے یہ خود قیام لیکر وہاں چڑھ گیا۔ اور اگرچہ قلعہ پٹیر مضبوط تھا مگر اس نے اسکو زبردستی فتح کر لیا۔ وہاں پانچ برس کا محصل جمع تھا وہ سب اس کے ہاتھ لگ گیا۔ جس سے اسکو بڑا فائدہ ہوا۔ اور اس نے نئے امیر اور بہت سے سپاہی اکٹھے کر لیے۔ اور قلعہ جات جو تدمار کر تکی بردلی کندہ پورندھر لورپ جیوون گردگ منجن ماہولی پالی بھی چند روز میں ہاتھ لگ گئی۔ غرض کہ قریب قریب تمام کوکن کا علاقہ قبضے میں آ گیا۔ اب اسوقت دندرا جیووی کی تسخیر کے درپے تھا کہ باپ کے قتل کی خبر پہنچی تو جزیرہ کو لٹ کر چلا آیا۔ اور باپ کی تعزیت سے فارغ ہو کر نظام الملک کا خطاب اپنے نام کے ساتھ چپاں کیا۔ اور ملک اور سپاہ و رعیت کا نہایت ہی توجہ کے ساتھ انتظام کرنا شروع کیا۔

۱۶۰۔ دکنی حبشیوں کا محمود شاہ | ادھر دل پسند خان کو ملک حسن کے ساتھ تک حرامی کرنے سے یہ امید تھی کہ اسکو محمود شاہ کے پاس ملک حسن کا سامتر بلجائیگا مگر اسکی امید کے خلاف ایسا نہوا۔ بلکہ مغل اور ترکوں کی قدردانیت کی قیمت زیادہ ہو گئی۔ دکنی گر گئے۔ دل پسند خان نے بہت کوشش کی کہ بادشاہ دکنی اور حبشیوں کو پہلا سامترہ دے۔ مگر کچھ فائدہ نہوا۔ آخر لاچار دکنیوں اور حبشیوں نے صلاح

کی کہ محمود شاہ کو قتل کر کے کسی اور کو خاندان بہمنی سے بادشاہ بنائیں۔ اور قلعہ ارک کے تمام خدام کو اس سازش میں شریک کر لیا۔ یہاں تک کہ فیلبان حاجب اور کو تو ال پرودہ دار و دربان وغیرہ سب اس سے متفق ہو گئے۔ صلاح و مشورے کے بعد جب خوب گھصوت کر لی گئی تو ایک ہزار دھننی عیسیٰ ۶۱۔ ذیقعدہ ۸۹۲ھ کی رات کو قلعے میں گھسے۔ اور مخلون ترکوں کی روک کے واسطے اندر سے دروازے بند کر لیے اور سید سے بادشاہ کے پاس پہنچ گئے محمود شاہ اپنے یاران جلسہ کے ساتھ عیش و عشرت میں مصروف تھا۔ جان بچا کر شاہ برج کو بھاگ گیا۔ عزیزخان ترک اور اورچا ترک غلام اور حسن علیخان سبزواری اور سید مرزائی مشہد علی الملعب بلوخان جو اس وقت موجود تھے مار گئے۔ اور صاحب تاریخ قطب شاہی کے قول کے بموجب سلطان قلی بھی دس سلاخوں سے یہاں موجود تھا۔ اس کے پانچ سلاخوں کا کام آئے اور سلطان کی جان بچ گئی۔ اور وہ شاہ برج پر چاہو پٹیا۔ اب غوغائیںوں کا تمام قلعہ ارک پر قبضہ ہو گیا۔ صرف ایک شاہ برج اور خاص حرم سرا باقی رہ گیا۔ اور وہ شاہ برج پر چلے۔ وہاں محمود شاہ کے پاس سلطان قلی اور پانچ سلاخوں اور چند ترک وغل تھے جو اس کے ساتھ ہمیشہ ہم کا سہ و ہم نوا رہا کرتے تھے انہیں میں سے ایک شخص کسی طرح نکل کر باہر چلا گیا۔ اور جاکر مغلوں اور ترکوں کو خبر کر دی۔ فرما جان قاسم برید شیرخان اردستانی محمودخان گیلانی و کشورخان غلام محمود و کائوان تین چار سو غل ترک ترکش بن لیکر قلعہ ارک کو آئے۔ دروازے تو بند تھے مگر وہ کنہ بن واکر شاہ برج پر چڑھے صرف آٹھ ہی آدمی اوپر چڑھے تھے کہ انہوں نے جاکر نعرے مارنے شروع کیے۔ دھننی سمجھے کہ تمام ترک قلعے میں آ گئے بزدلی کر کے بھاگ گئے قلعے سے کچھ آدمی نکلے کہ اوپر سے پچیس سلاخ سبزواری انہیں دروازے پر ملے آپس میں لڑائی ہوئی۔ دھننی پیچھے ہٹتے ہٹتے دروازے میں اندر کو گھسے اور چاہا کہ دروازہ بند کریں مگر سلاخوں نے دروازہ نہ بند کرنے دیا۔ کہیں یہ خبر کشورخان

کو لگ گئی وہ صفت ہی سو آدمیوں سے آپہنچا۔ اور دروازے پر قبضہ کر لیا۔ تو بھی مغل ترک بہت مارے گئے۔ آدھی رات تک یہی شور و غوغا رہا۔ جب آدھی رات کو چاند نکل آیا۔ اور ایک دوسرے کو پہچاننے لگے تو غریبوں کو غالب دیکھ کر جو خدام شاہی دیکھیں وہ جھینون سے مل گئے تھے اب ان سے پھر گئے اور غلامان و ترکوں کی طرف ہو گئے۔ دیکھیں وہ کو مارنے لگے انکے گھروں میں آگ لگا دی۔ اب سلطان نے جہانگیر خان ترک کو جسکو ملک الموت کہا کرتے تھے قلعے کے دروازے پر سامو کر لیا۔ اور جہانگیر خان ترک کو شہر و بازار کی محافظت کو بھیجا۔ اور انکے آدمیوں کو شاہی اہل سے گھوڑے ویرے جمع ہوتے ہی بادشاہ تخت پر بیٹھا اور دیکھتی جہانگیر خان قتل عام کا حکم دیدیا۔ تین دن تک برابر قتل ہوتا رہا۔ ہزار ہا بندگان خدا کردہ و ناکردہ گناہ تلف ہو گئے۔ وہ یہی بچ گئے جو بھاگ کر نکل گئے کسی کی مجال نہ تھی جو بادشاہ سے انکی شفاعت کرے۔ آخر تین دن کے بعد شاہ محب السدی اولاد میں سے کوئی بزرگ صاحب گنہ اور بادشاہ سے منت حاجت کی تب قتل ہو قوف ہوا۔ اس کے بعد محمود شاہ نے اس آفت ناکہانی سے بچ جانے کی بڑی خوشی کی۔ چار روز تک شہر کے تمام کوچہ و بازار میں روشنی ہوئی نہ چ روز تک کیے گئے۔ اور شاہ برج کے پاس جسے وہ اپنے لیے نہایت مبارک سمجھتا تھا ایک محل تعمیر کرایا اور پھر بدستور سابق عراق و خراسان مادر النہر دہلی لاہور کے رنڈی بھڑوے اکٹھے کیے۔ اور عید شہر میں بسر کرنے لگا۔

۱۶۱۔ سلطان قلی کی اہلیت سلطان قلی قریہ سعد آباد ملک جہان کار سینہ والا امیر نژادہ اور قرخان کے خاندان سے تھا۔ قرخان کے آبا و اجداد قدیم زمانے سے فرمان رواے سلطنت ترکستان ہوتے رہے تھے۔ جب قرخان کا بیٹا اغر خان مسلمان ہو گیا۔ تو قرخان کو ناگوار گذرا۔ جس سے باپ بیٹوں میں لڑائی ہوئی۔ اور قرخان مارا گیا۔ اسکے بعد قرخان نے ستر برس ترکستان کی

بادشاہی کی ۹۹۵ھ میں جب کہ چنگیز خان نے تاتار سے خروج کیا ہے تو اسی کے خاندان میں کا
 ایک شخص امیر تورہ بیگ زرستان میں حکومت کر رہا تھا چنگیز خان کے خوف سے اپنے آبائی ملک کو
 چھوڑ کر دیار بکر کی طرف چلا گیا۔ اور وہاں کچھ علاقے پر قبضہ کر کے چھوٹا سا حاکم بن بیٹھا۔ پھر اس
 خاندان میں امیر قرا محمد ہوا۔ اس کے زمانے میں عراق عرب کا حاکم اپنے باپ شیخ حسن کے
 مرثیہ کے بعد سلطان اولیس ہوا۔ اور اسکے سرداروں کی بغاوت کے سبب سلطان امیر قرا محمد نے
 متحمل و سنجا اور واسط اور ارجیس کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ پھر جب دیس مر گیا تو امیر قرا محمد نے سلطان
 احمد اسکے بیٹے کو مدد کر کے بادشاہ کر دیا جس سے انہیں بڑی محبت ہو گئی۔ اور ایک دوسرے کی
 بذریعہ ازدواج رشتے پیدا کر لیے۔ مگر پھر کچھ دشمنی ہو گئی کہ اسی میں امیر تیمور نے ۸۵۷ھ میں تبریز کی طرف آیا
 اسوجہ سے نفسی نفسی کی لڑائی۔ سلطان احمد بغداد کو چلا گیا۔ اور امیر قرا محمد امیر تیمور کی فوج سے لڑتا رہا۔
 اور اپنے اخیر دم تک اپنی آزادی کو قائم رکھا جب وہ ۸۵۷ھ میں مر گیا۔ تو اس کا بیٹا امیر قرا یوسف
 ارجیس کا حاکم ہوا۔ اسکے وقت میں امیر تیمور کے لشکر نے اس ملک کو فتح کر لیا۔ اور سلطان احمد اور
 امیر قرا یوسف کو مجبوراً اپنا ملک چھوڑ کر شام کو ہجرت کر لیا۔ والی روم نے انکے لیے کچھ وظیفہ مقرر کر دیا
 جب امیر تیمور نے سنا کہ یہ لوگ وہاں ہیں تو اس نے والی روم کو ان کو گرفتار کر کے بھیج دینے کے لیے
 لکھا۔ اس سبب سے یہ دونوں وہاں سے بھاگ آئے۔ اور بغداد کے قرب وجوار میں حاکم ہو گئے۔
 جب ڈوبرس بعد امیر تیمور کی فوج پھر پہنچی تو یہ پھر وہاں سے بھاگ گئے اور والی مصر کے پاس
 جا کر پناہ لی۔ مگر اس نے امیر تیمور کے اشارے سے انہیں قید کر لیا۔ لیکن امیر تیمور کی وفات پر
 انکی خلاصی ہو گئی۔ اور پھر وہاں سے بھاگ کر قرا یوسف دیار بکر کو چلا آیا۔ اور ۸۵۷ھ میں قلعہ ونیک
 پر قابض ہو کر آذربائیجان کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ اسوقت خاندان تیموریہ کا شاہزادہ مرزا ابو بکر فارس میں حاکم
 تھا۔ وہ فوج لیکر مقابل ہوا۔ لشکر چغتائی کو شکست ہوئی۔ اور تبریز پر قرا یوسف کا قبضہ ہو گیا۔ سلطان احمد

پھر قندوز میں آقا قاضی ہو گیا تھا۔ قرا یوسف نے اس فتح کے بعد اپنے بیٹے بر بوداق کو ۱۲۳۵ھ میں
 تخت نشین کیا۔ اور چند روز میں قزوین اور بہمان و اصفہان وغیرہ بھی فتح کر لیے۔ اور پھر سلطان احمد
 کو مارکر بغداد پر بھی ۱۲۳۵ھ میں قاضی ہو گیا۔ اور شاہزادہ محمد کو وہان کا حاکم مقرر کر دیا۔ جو ۱۲۳۵ھ
 وہان حکمرانی کرتا رہا۔ اور آخر وقت میں اپنے بھائی سہند سے شکست کھا کر موصل کی طرف ہلا گیا
 اور ۱۲۳۷ھ میں ہی بہمان میں مارا گیا۔ اُس کا ایک بیٹا شاہ علی تھا۔ پھر قرا یوسف نے شروان شاہ
 کو بھی مطیع کر لیا۔ ۱۲۳۸ھ میں جب شاہزادہ بر بوداق مر گیا تو قرا یوسف تخت نشین ہو گیا۔
 اور قرا عثمان کو جو دیار بکر میں شور و غوغا مچا رہا تھا اس کے بعد مطیع کر لیا۔ اور حلب تک اُس کا
 قبضہ ہو گیا۔ پھر شاہزادہ جہان شاہ نے شام و جزیرہ والی اصفہان سے سلطانیہ اور قزوین
 بھی جاکر لے لیا۔ جس پر مرزا شامی حاکم ہرات و لاکھ فوج لیکر قرا یوسف پر چلا۔ اور قرا یوسف بھی
 سو لاکھ فوج اپنی دار السلطنت سے لیکر نکلا۔ مگر دو تین منزل چلکر ۱۲۳۸ھ میں بقضائی آئی
 مر گیا۔ اور تمام لشکر بے لڑے بھڑے پر لگندہ ہو گیا۔ اُس کے بعد تبریز میں اُس کا بیٹا اسکندر
 ۱۲۳۸ھ میں تخت نشین ہوا۔ اور شامی کو شکست دی۔ مگر اُس کا بھائی ابو سعید شامی
 سے بل گیا۔ جس سے اسکندر کو شکست ہو گئی۔ اور دیار بکر میں پناہ لینا پڑا۔ وہاں قرا عثمان کو
 مار کر اور بکر فوج فراہم کر کے ابو سعید کو قتل کیا۔ اور ۱۲۳۸ھ میں پھر مملکت آذربائیجان کا مالک
 ہو گیا۔ اب شامی نے جہان شاہ و شاہ علی ابن شاہزادہ محمد ابن قرا یوسف کو اپنی طرف بلالیا
 اور اسکندر پر چڑھائی کی۔ جس سے سکندر کو بھاگنا پڑا۔ اور اُسی کے بیٹے شاہ قباد نے ۱۲۳۸ھ
 میں اسے مار ڈالا۔ اُس کے پانچ بیٹے تھے الوند یار علی قاسم حسن بیگ شاہ قباد بعد از ان
 جہان شاہ شامی کی طرف سے حاکم ہوا۔ اور جب ۱۲۳۸ھ میں شامی مر گیا تو مستقل بادشاہ
 ہو گیا۔ پھر ملک جرکس پر چڑھائی کی۔ اور سلطانیہ اور قزوین لینے کے لیے سلطان محمد بن بایسنقر

۸۲۳ھ

۸۲۴ھ

۸۳۸ھ

۸۴۱ھ

ابن شاپرہج سے لڑنے کو چلا۔ مگر سلطان محمد کو اپنی بیٹی دیکر صلح کر لی۔ پھر جب مرزا بابر نے اپنے بھائی سلطان محمد کو قتل کر ڈالا تو جہان شاہ نے سادہ اور قسم کو لیکر اصفہان کا لادہ کیا مرزا بابر بھی فوج لیکر فارس اور عراق کو چلا۔ چونکہ جہان شاہ مرزا ابوالوند ابن اسکندر حاکم دیار بکر کے استیصال کے درپے تھا اس لیے وہ شیراز میں آکر مرزا بابر سے مل گیا۔ مگر چونکہ خراسان میں علاء الدولہ نے بغاوت کی اس لیے مرزا بابر اس کی تنبیہ کو اہم سمجھ کر لوٹا۔ جس سے اصفہان پر پرہوداق ابن جہان شاہ نے قبضہ کر لیا۔ اور جب جہان شاہ اور بابر کی لڑائی کا خاتمہ ہو گیا تو شاہزادہ ابوالوند سیستان میں جا کر قابض ہو گیا۔ اور کرمان کو بھی فرخ زاد بیگ جہان شاہ کے ایک سردار سے چھین لیا۔ اس لیے جہان شاہ نے اپنے بیٹے شاہزادہ یوسف کو شاہزادہ ابوالوند کے دفعیہ کے لیے بھیجا۔ اس زمانے میں عراق فارس حدود آذربائیجان سے لیکر ساحل بحر عمان تک جہان شاہ کی حکومت میں داخل ہو گیا تھا۔ اور بغداد بھی اپنے بھائی کے بیٹے اسد سے لے لیا تھا۔ اب جب شاہزادہ مرزا بابر مرگیا تو وہ برات جا کر شاپرہج کے تخت پر بیٹھا اور شاہزادہ ابوالوند کے بیٹے پیر قلی کو شاہزادے یوسف کی بیٹی خدیجہ بیگم اور کرمان کے بجائے ہمدان کا علاقہ ابوالوند کو دیکر مطیع کر لیا۔ مگر اسی زمانے میں جہان شاہ کے بیٹے حسن جلی نے بغاوت کی۔ اور سلطان ابوسعید نے بھی آب مرغاب سے بڑھ کر حملہ کیا۔ اس لیے مجبوراً جہان شاہ نے خراسان ابوسعید کو دیکر صلح کر لی۔ پھر حسن علی گرفتار ہو گیا۔ چونکہ شاہزادہ پرہوداق نے بھی سرکشی کی تھی اس لیے اس سے زبردستی ملک فارس لیکر دوسری بیٹی یوسف کو دیدیا۔ جب پرہوداق نے بغداد میں بھی جا کر خود سری اختیار کی تو اسے گرفتار کر کے شہر میں قتل کر دیا۔ اس وقت تمام عراق عرب و عجم فارس کرمان و سواہل عمان و ہند و گردستان میں شام اور روم تک بجز حسن بیگ ابن قراغمان حاکم دیار بکر کے اور کوئی جہان شاہ کا دشمن نہ رہا اس لیے اس نے شہر میں اسپر لشکر کشی کی۔ مگر حسن بیگ نے چالاکی سے

جہان شاہ کو بیستیس برس کی حکومت کے بعد مار ڈالا۔ اور جو داؤد بائیمجان کے ملک کا مالک ہو گیا
 اور شاہزادہ اوند کے مرنے پر پیر قلی اس کا جانشین ہوا۔ چونکہ پیر قلی ہمیشہ سیر و شکار و عیش و عشرت
 میں مشغول رہتا تھا۔ اور ملک صالح ہولانی کی بیٹی مریم خاتون اس کے بیٹے اولیس قلی کو منسوب
 ہوئی تھی۔ اس سبب سے گو حسن بیگ نے قوم قزاقوں کو کے شاہزادوں کا استیصال کیا۔ مگر
 پیر قلی سے کچھ پر خاش نہ کی چہرۂ ۸۷ عین پیر قلی مر گیا۔ اور دلاور کے اولیس قلی اور اشد قلی چھوڑ گیا
 اور اسی سال شب عید الفطر کو امیر حسن بیگ نے بھی انتقال کیا۔ اور اسکے بجائے اس کا بیٹا
 خلیل سلطان تخت نشین ہوا۔ یہ بھی باپ کی طرح اولیس قلی سے متعرض نہ ہوا۔ مگر جب
 یعقوب بیگ اس کے بیٹے کا عہد آیا۔ اور اس نے شاہزادگان قزاقوں کیلئے کی تجسس و تفتیش کی
 تو اولیس قلی نے اپنے بیٹے سلطان قلی کو اپنے بھائی اشد قلی کے ہمراہ ہندوستان کو
 بھجکا دیا۔ تاکہ دشمن کی شناسیر سے محفوظ رہے۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ سلطان قلی محمد شاہ شکر
 کے وقت میں آیا۔ اور غلاموں میں شامل ہو گیا۔ اور چونکہ اسے علم حساب و سیاق میں اچھی مہارت
 تھی۔ محلات کی خدمت و شہر قی اسے مل گئی۔ اور چونکہ اس زمانے میں ممالک تہلک و ناکہ اکثر علاقہ
 اہل حرم کی جاگیر میں تھا اور وہاں بیکاری رہتی تھی۔ ایک اہل حرم کی سفارش سے محمد شاہ نے اسے
 وہاں بھیجا۔ اور اس نے تمام قطعات الطریق اور تہذیبوں کو نکال کر اس میں بھیلادیا جس سے محصل
 خوب وصول ہونے لگا۔ مگر یہ روایت قرین قیاس نہیں ہے۔ کیونکہ سلطان قلی کی عمر محمد شاہ
 کے مرتبہ کے وقت سولہ سال سے کم تھی۔ بلکہ صاحب تاریخ قطب شاہی کی روایت زیادہ عقل
 کے مطابق ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ اپنے چچا کے ساتھ محمد شاہ کے زمانے میں آیا۔ اور یہاں کے
 بادشاہ اور مر سے مل ملا کر عراق کو چلا گیا۔ چونکہ یہاں اسکی خاطر بہت ہوئی تھی۔ اور اپنے وطن
 میں دشمن سے اندیشہ تھا اس لیے سلطان قلی کے باپ نے اسے پھر کن کو بھیج دیا۔ اشد قلی

نے امر کے توسط سے محمود شاہ سے ملاقات کی اور جو تحفے کہ ایران سے لایا تھا وہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے۔ بعد کو سلطان قلی کا چچا اپنے وطن کو چلا گیا۔ مگر بادشاہ نے اسے نہ جانے دیا۔ اسی ایام میں ایک روز بادشاہ شکار کھیلنے گیا تھا وہاں اس کے شکار کھیلنے سے ایسا خوش ہوا کہ ڈیڑھ سو عربی ترکی گھوڑے اور خلعت دیکر اسے کوڑنگل کا علاقہ جاگیر میں بدیا اور خواص خان کا خطاب بھی عنایت کیا۔

۱۶۲۔ ملک احمد نظام الملک کی فتح چاکستین اور شیخ مودی عرب پر

اب محمود شاہ کی عملداری میں کچھ علاقہ سید رکا تھا۔ اور ملنگانہ کا ملک باقی صوبہ دار اپنے اپنے صوبوں کے مالک تھے۔ چونکہ اسکو دکھنی حبشیوں سے بخش ہو گئی تھی۔ اس لیے وہ چاہتا تھا کہ ملک احمد کو کسی طرح تباہ کر دے لیکن جس سے وہ کہتا تھا کوئی اُس کے مقابلے کو منظور نہ کرتا تھا۔ اکثر تو کمزوری کے باعث سے اور بعض اس خیال سے کہ اگر ملک احمد پر محمود شاہ کو کامل غلبہ ہو گیا تو ہم کو نقصان نہ پہونچے چنانچہ محمود شاہ نے یوسف عادل خان سے ملک احمد کے دفعیہ کی درخواست کی تو اُس نے بادشاہ سے کچھ عذر کر دیا اور تعزیت پر سی کے طور پر ملک احمد نظام الملک کے پاس پہنچ گیا کہ محمود شاہ کا یہ ارادہ ہے ہوشیار رہنا چاہیے۔ اور جو فوج کہ زین الدین علی کی امداد کو بھیجی تھی وہ بھی واپس طلب کر لی۔ اور بخلاف استدعا سے محمود شاہ ملک احمد کو مدد بھی دینے کا وعدہ کیا۔ ملک احمد نے ظریف الملک افغان کو امیر الامر اور نصیر الملک کو اپنا امیر جملہ بنایا اور زین الدین کو کلا بھیجا کہ ہا آب کا ہمسائیگی کا تعلق جو بہتر ہے کہ آپ بھی ہماری حکومت میں شریک بنیں وہ سمجھ گیا اور اُس نے اطاعت کا اقرار کیا۔ اسی زمانے میں محمود شاہ کے حکم سے شیخ مودی عرب مخاطب بہ بہادر الزمان بارہ ہزار سوار سے ملک احمد کے قتل کا بیڑا اٹھا کر آیا۔ اور پرنزدہ کے قلعے کے پاس پہونچا۔ تو زین الدین علی نے ارادہ کیا کہ اُس سے ملکر ملک احمد کی خبر لے

اس لیے ملک احمد نے اپنے اہل و عیال سیر کے مضبوط قلعہ میں بھجبدئے اور مودلی کے مقابلے کو پہنچا۔ مگر چونکہ اسکی فوج کم تھی نہایت احتیاط سے پڑا رہا۔ اسپر حملہ نہ کیا بلکہ نصیر الملک اور زین الملک کو لشکر میں چھوڑا۔ اور کچھ جدیدہ جدیدہ مسلحہ راو چند منصب دار کر کے حکومت نظام شاہیوں کے یہاں حوالدار کرتے تھے اپنے ہمراہ لیے اور ننگار کے بہانے سے ننگار جاکتہ میں داخل ہوا۔ اور لکڑی کے زینے لگا کر جو اس کے ساتھ تھے قلعے میں گھس گیا۔ اگرچہ قلعے میں اسوقت سات تیر انداز تھے۔ مگر رات کا وقت تھا عین عالم غفلت میں وہ سو رہے تھے سب کے سب مارے گئے۔ جاکتہ کا قلعہ فتح ہو گیا۔ جب نصیر الملک نے اس فتح کی خبر سنی تو اس نے بھی چاہا کہ ملک احمد کے آنے سے پیشتر یہ بھی کوئی کار نمایان کر رکھے۔ اس لیے تین ہزار سوار سے اسپر حملہ کیا۔ شیخ مودلی نے اس کے مقابلے کو فوج بھیجی۔ نصیر الملک نے ان کو بھگا دیا پھر شیخ مودلی نے اسی روز کچھ اور فوج بھیجی اسے بھی شکست ہوئی۔ اس لیے شیخ مودلی خود فوج لے کر آیا۔ اب نصیر الملک شکست کھا کر بھاگا۔ اور بحالت خستہ و خراب خلیف الملک کے پاس آکر پناہ لی۔ ملک احمد ذول دہی کو طور نصیر الملک کی بہت تسلی و تسفی کی۔ اور پھر فوج لے کر شیخ مودلی کو بلا کر شیخ مودلی اور اس کے بہت سے آدمی مارے گئے اور اس کا تمام خیمہ و ترنگاہ احمد نظام شاہ کے ہاتھ لگ گیا۔

۱۶۳۱۔ جمادی الثانی پر اب محمود شاہ کو اور بھی غصہ آیا عظمت الملک دیر کو اٹھا رہا اسے نامدار احمد نظام الملک کی فتح

پہلے ہی سوچ کر کھا تھا کہ ایسا وقت آنے والا ہے۔ اس لیے فوج و رعایا کی نہایت دلہی کر رہا تھا۔ اپنے اچھے ساز و سامان سے قادر آباد کے میدان میں دشمن کے سامنے آ مقابل ہوا جب سلطان کا لشکر میری گھاٹ کے قریب پہنچا تو احمد نظام الملک بحری نے تین ہزار آدمی لیے اور بحری کی طرح بیدار و انقلاب پر چھٹا مارا اور دربان شہر سے توڑ جوڑ لگا کر رات کے وقت تیرے کلف

شہر میں جاگھڑا۔ اور اپنے باپ کے اہل و عیال کے پاس پہونچا اور پالکیوں میں بیٹھا معتبر آدمیوں کے ساتھ خیر کوڑا دیا۔ اور خود تمام شہر میں پھرا۔ جو سردار کہ اُسکے مقابلے کے لیے گئے تھے اُنکے بال بچوں اور عورتوں کو قبضے میں کر لیا۔ اور صبح کو نکل نہایت تیز پر دازی سے بیڑ بوتا ہوا پریندہ کو چمپت ہوا۔ لیکن کیسے زن و فرزند کی بے حرمتی نہ ہونے دی۔ بلکہ بڑی عزت سے اُن کو رکھا۔ اہل لشکر بھی احمد نظام الملک کی سید پر تاخت کی خبر سنا کر اُسکے تعاقب میں چلے تھے۔ پیر کے قریب دونوں کا سامنا ہو گیا۔ امرائے کھلا بھیجا۔ کہ تو نے ہمارے اہل و عیال کی تعظیم و تکریم میں کمی نہیں کی اس کے تو ہم حسانندہ ہیں۔ مگر چوٹوں کی طرح سے جانا اور عورات کے ساتھ تعرض کرنا جو بگڑ فگڑی کے مذہب میں بھی روا نہیں ہے۔ بہت ہی نازیبا ہے۔

نظام الملک اس سے بہت ہی نادم ہوا۔ اور فوراً تمام امرائے اہل و عیال کو بل عزت و حرمت بھیج دیا۔ اور پریندہ کو چلا گیا۔ اب ایک سخت سرزنش امیر فرمان محمد شاہ نے امر کو لکھا۔ اور اونکی بے خبری اور غفلت پر بڑی لعنت و ملامت کی۔ امرائے بیڑ کے میدان میں قیام کیا اور عظمت الملک پر اس کا الزام لگایا۔ اس لیے محمد شاہ نے اُسے واپس بلا لیا۔ اور جمالیہ خان کو لاس سے بلا کر بجائے اُسکی سر لشکر می برتین ہزار سوار دیکر بیڑ کو بھیجا۔ اسکی شجاعت کی اسوقت دکن میں بڑی شہرت تھی۔ امر اس کے ہمراہ پریندہ کو روانہ ہوئے۔ خواجہ جہان جاگیر دار پریندہ و شولا پور بھی پریندہ میں آیا اور اپنی بیٹے اعظم خان کو نظام الملک کے ہوا کیا۔ نظام الملک نے اسکی بدست لشکر کے مقابلے میں دھان ٹھیرنا مناسب نہ سمجھا اور بیڑ کو چلا گیا۔ پھر فتح اللہ عباد الملک سے مدد مانگی۔ مگر اُس نے کچھ توجہ نہ کی۔ جمالیہ خان بیڑ میں پہونچا۔ نظام الملک خیر حلا آیا۔ اور جیور کے گھاٹ سے اوپر آکر کوہستان میں مورچہ بندی کی اب نصیر الملک بھی قادریا د سے مع فوج و سامان سدا و خزا نہ نظام الملک سے آملا۔ گھاٹی کا راستہ بند کر دیا۔ اس لیے جمالیہ خان جیکا پور کے گھاٹ

سے قصبہ ٹیکاپور میں نظام الملک کے راستے پر جا پڑا۔ اور برسات کے سبب سے ایک مینے تک
 نظام الملک پر حملہ نہ کر سکا۔ چونکہ نظام الملک کو بھگوان سمجھا لیا تھا اُس کے آدمی رات و دن عیش و عشرت
 ناسخ تماشے اور شراب و کباب میں مشغول ہو گئے۔ ۳۰ جب ۹۵ھ میں رات تھی۔ نظام الملک نے
 اعظم خان کو ساتھ لیا۔ اور پچھلی رات روانہ ہو کر صبح ہی عین عالم غفلت میں جہانگیر خان کے لشکر کو
 آلیا۔ جہانگیر خان سید اسحاق سید لطف اللہ نظام خان فتح اللہ خان بڑے بڑے
 امیر مارے گئے اور جو باقی بچے گرفتار ہو گئے۔ جہانگیر خان کا تمام لشکر قتل ہو گیا۔ نظام الملک نے
 اُن امرا کے جو گرفتار ہوئے تھے سوائے شہر کے کپڑے پھڑوا دیے اور بیلوں پر سوار کر اپنے
 لشکر میں بھر کر چھوڑ دیا کہ وہ سید کو چلے جائیں۔ یہ فتح اسکو ایسی نصیب ہوئی کہ پھر دشمنوں کا اس کے
 سامنے حوصلہ پست ہو گیا۔ و حقیقت سلطنت نظام شاہی کی ابتدا اسی فتح سے شروع ہوئی
 ہے۔ پھر نظام الملک نے اس قصبہ کے پاس جہان فتح ہوئی تھی اپنی فتح کی یادگار میں ایک باغ
 لگایا اسکا نام نظام باغ رکھا۔ اور اسکو نہایت رونق دی جس سے اس جنگ کا نام جنگ باغ
 مشہور ہو گیا۔ اسکی اولاد اس مقام کو اپنے لیے نہایت مبارک سمجھتی تھی۔ برہان نظام شاہ نے
 وہاں قلعہ بنکر اسے اپنا مسکن کیا۔ سوا ساس کے احمد نظام الملک نے قصبہ جیور علیا اور شیخ
 کے لیے وقف کر دیا۔

سلاطین ہندیہ دکن کے غلاموں کی سلطنتیں

سلاطین نظام شاہیہ احمد نگر عادل شاہیہ بیجاپور عدا شاہیہ برار برید شاہیہ بیدر

قطب شاہیہ گولکنڈہ

جب ملک احمد نظام الملک کو یہ فتح نصیب ہوئی تو اُس نے

بادشاہ سے تمام تعلقات ترک کر دیے۔ اور یوسف علاؤ الدین

۱۶۴۔ احمد نظام الملک یوسف عادل شاہ

فتح اللہ عدا الملک کا خطبہ چیتہ

وفتح اللہ علیہ عدا الملک کے پاس ایلچی بھیجے کہ خطبوں میں محمود شاہ کے نام کے بجائے اپنے اپنے
 نام درج کریں اور جو لوازم شاہی میں انہیں علانیہ اختیار کریں اور خود سب سے پہلے ۸۹۵ھ
 کے آخر میں اپنا نام خطبہ میں چڑھوایا۔ اس زمانے میں بادشاہانِ دہلی گجرات مالوہ کا پتر شاہ
 سفید ہوا کرتا تھا۔ اور سوائے بادشاہوں کے اور کسی کی مجال نہ تھی کہ پتر لگائے۔ ملک احمد
 نظام الملک نے اپنا پتر بھی سفید بنوایا اور بادشاہوں کی طرح سر پر لگایا۔ لیکن اس سے اسکے
 بعض دوست رنجیدہ ہو گئے۔ خواجہ جہان حاکم پرندہ نے کہا کہ محمود شاہ کے زندہ ہوتے
 ہوئے آپ کو یہ سزاوار نہیں ہے۔ احمد نظام الملک نے اس وقت بڑی داناہی کی اور تمام سرداران
 سپاہ کو جمع کر کے کہا کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں اس سے مجھے کچھ عذر نہیں ہے خطبہ سے
 میرا نام نکال ڈالا جائے۔ لیکن پتر تو دفعِ حرارتِ آفتاب کے لیے ضروری چیز ہے کچھ سلطنت کے
 لوازمات سے نہیں ہے اسکو میں رہنے دوں گا۔ انہوں نے کہا کہ اگر وہ سلطنت کی علامت
 نہیں ہے تو اسکی ہر ایک کو اجازت دی جائے اس لیے احمد نظام الملک نے پتر لگانے کی
 اس تاریخ سے سب کو اجازت دیدی۔ اپنے پتر میں فقط ایک سترچ پھول کا امتیاز رکھا۔ باقی
 تمام پتر بالکل سفید ہوتے تھے۔ اسی زمانے سے دکن میں علی العموم پتر لگانے کا دستور
 ہو گیا۔ حالانکہ ہندوستان میں مدتِ ہائے دراز تک پتر لگانا علاماتِ شاہی میں تصور
 کیا جاتا تھا۔ احمد نظام الملک کی اس نرمی سے اسکے تمام امرا خوش ہو گئے۔ اور جب غور
 کیا۔ اور محمود شاہ کی کمزوری اور نالائقی اُنکے خیال میں آئی اور احمد نظام الملک کی شان و شوکت
 اور اقتداراتِ شاہانہ کو دیکھا۔ اور جانا کہ السیف لمن ضرب والملائک لمن غلب تو سب نے
 بالاتفاق دو مہینے کے بعد اس سے درخواست کی کہ خطبے میں وہ اپنا نام داخل کر لے۔ اگرچہ
 دل میں وہ راضی تھا مگر بظاہر کچھ دنوں تک انکار کر کے آخر راضی ہو گیا۔ اور خطبہ اپنے نام کا

جاری کر دیا جس زمانے میں کہ یوسف عادل خان بیدر سے نکل کر گیا تھا تو دکنی جیشی امیر
اُس سے ناراض ہو گئے تھے گو اُسکی فوج اور وہ سب اچھی تھی مگر چونکہ وہ شیعہ مذہب تھا
جسکے معتقدین دکن میں بہت کم تھے اسلئے اس عرصے میں اُس نے کسی سے پرغاش
نہیں کی لیکن جب ملک حسن نظام الملک مارا گیا۔ اور دکنی امرا کو ایمان بیدر میں جگہ نہ ملی اور
اُسکے رفیق و ملاطفت کو دیکھ کر ان لوگوں میں سے اکثر اُسکے پاس چلے گئے اور اُس نے
اپنے امثال و اقوان کے تعلقات گرد و نواح میں دیکھے۔ اور احمد نظام الملک نے بھی اُس سے
کہا تو اُس نے بھی ۹۹ھ میں بادشاہ بننے کا اظہار کیا۔ اور پانچ ہزار غریبوں اور ترکوں
نے اُسکی بادشاہی کا اقرار کیا۔ اور اُس نے خطبہ اپنے نام کا پڑھوا کر خبر لگایا پھر تو اسی
سن میں فتح اللہ عباد الملک بھی صاحب خطبہ اور پھر بنالہ احمد نظام الملک فتح اللہ عباد الملک نے شاہ کا
لفظ اپنی حین حیات کبھی استعمال نہیں کیا۔ لیکن یوسف نے خان کے بجائے لفظ شاہ
بھی اپنے نام کے ساتھ چسپان کر لیا۔ اور یوسف عادل خان سے یوسف عادل شاہ
بن گیا چونکہ یہ سادہ کار سنہ والا تھا اس لیے سادے کے بجائے اسے ہندوستانوں
نے سوائی بھی لقب دیدیا تھا۔ اور اُسے یوسف عادل شاہ سواہی کہا کرتے تھے جس سے
ایک اور ایک ربع کے معنی نکلتے ہیں۔

۱۶۵۔ ملک قاسم برید کا خود مختار ہونا قاسم برید ترک ایک مدت سے سرنوبت اور کوتوال شہر تھا۔

اب اُس نے جب دیکھا کہ محمود شاہ نرے میان ٹھہر ہی ہیں۔ تو منصب وکالت اور طوفا
حوالی تخت گاہ پر قبضہ کر لیا۔ اور قصبہ جات قندہار اور دیگر کلیان اپنی جاگیر میں لے لیے
جب وہاں کے قلعوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ تو بادشاہی قلعہ دارون نے قبضہ دینے
سے انکار کیا محمود شاہ نے اُن امرا کو قاسم برید کے دفعیہ کا حکم دیا تو اُس نے دو تین مرتبہ

شکست دی۔ اور قریب تھا کہ محمود شاہ کو بیدار سے نکال دے کہ اتنے میں دلاور خان حبشی جو
 ۸۹۱ھ میں ملک حسن کے خوف سے برہانپور کو بھاگ گیا تھا اور مدت سے موقع کا منتظر تھا
 اس وقت ۸۹۶ھ میں ایک معقول فوج لیکر محمود شاہ کے پاس آگیا اور اس کے حکم سے
 قاسم برید کو ایسی شکست دی کہ وہ کوگنڈہ کی طرف بھاگا دلاور خان تعاقب میں روانہ ہوا۔ جب
 کولاس کے قریب پہونچا تو ایک دست ہاتی نے جو دلاور خان کے لشکر میں چھوٹ گیا تھا
 دلاور خان کو مار ڈالا۔ یہ تو معمولی فائدہ ہے کہ سردار کے مارے جاتے ہی پھر لشکر نہیں اڑا کرتا
 قاسم برید اس لطیفہ غلبی کو سہتے ہی لڑتا۔ دلاور خان کے تمام لشکر کو لوٹ کر پھر بیدار واپس
 چلا آیا۔ محمود شاہ نے بھی بہ مقتضائے وقت دکن کی رسم کے موافق قبولِ مہ اسکی عفو و تقصیر
 کا لکھ بھیجا اور منصب و کالت اسے عنایت کیا۔ پھر وہ دار الخلافہ میں آیا۔ اب اس کی حکومت
 ایسی مستقل ہو گئی کہ محمود شاہ کی بادشاہی بحر نام کے مطلق نہیں رہی۔ اور اسی وقت سے
 قاسم برید کی بادشاہی بھی در حقیقت شروع ہو گئی۔

۸۹۶ھ

۱۰۰۰ھ - راے بیجا نگر اور بہادر گیلانی اس وقت تک یوسف عادل شاہ نے کوئی فوجی کارروائی نہیں
 کی تھی جس سے اسکا کسی پر خوف بیٹھتا۔ جب قاسم برید کو
 بادشاہ پر اس قدر غلبہ ہو گیا۔ تو نہ معلوم اس نے کیوں اور سب سے قطع نظر کی اور یوسف عادل
 شاہ کی تخریب کر دے ہوا۔ امیر قاسم برید متی تھا۔ یوسف عادل شاہ شیعہ تھا۔ غالباً یہی سبب
 معلوم ہوتا ہے ورنہ ملک گیر کے لیے تو دستور دینا راجا حکم لگے۔ اور خداوند خان حبشی حاکم ہوا
 وغیرہ موجود تھے ان پر پہلے فوج کشی کرنا چاہی تھی اس نے ان سے تو کچھ پر خاش نہ کی۔ بلکہ
 یوسف عادل شاہ سے خلاف مصلحت اڑائی مول لی۔ راے بیجا نگر کو لکھا کہ یوسف عادل خان
 نے بادشاہ سے مخالفت کر کے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا ہے۔ اگر آپ مدد کر کے اس کو دفعہ

کردین تو فو آریا پھر رو مد گل آپ کو دیدیا جائیگا۔ اس زمانے میں راجہ تو خرو سال تھا مگر مسکا
 وزیر تراج ملک کا مالک ہو رہا تھا۔ اور پہلے کی بہ نسبت اس وقت یہ راج پھر زور پر گیا تھا۔ تراج
 ایک لشکر کثیر سے یوسف عادل شاہ کے ملک پر حملہ آور ہوا اور خوب تاخت و تاراج کر کے
 راجہ اور مد گل پر متصرف ہو گیا۔ بہادر گیلانی حاکم گوانے بھی اس زمانے میں بڑی ترقی کی
 تھی اس وقت بندر دہل چول کلہر پنالہ کولا پور سوار بلکوان مرج تک اسکے
 قبضہ اقتدار میں تھا۔ اسکی فوج میں بارہ ہزار سوار اور بہت سے پیادے تھے۔ جزیرہ
 مہام (بہیلی) جو شاہان گجرات کے قبضے میں تھا اسپر قابض ہو گیا تھا۔ اور جب محمود شاہ
 بیکرہ گجراتی نے کمال خان و صفدر خان کو براہ دربارہ روانہ کیا تو انکو بھی کمال شکست دیکر قید
 کر لیا۔ اور تمام اثاثہ شاہی ان سے چھین لیا تھا۔ وہ اب احمد نظام الملک اور یوسف عادل
 شاہ کی کچھ حقیقت نہ سمجھتا تھا۔ اس لیے قاسم برید نے اسے بھی یوسف عادل شاہ کے
 برخلاف پر بھڑکایا۔ بہادر گیلانی تو اشارہ ہی چاہتا تھا فوراً یوسف عادل شاہ کے قلعے
 جام کھنڈی پر دھڑکایا اور جاتے ہی اسے قبضہ کر لیا۔ اور ارادہ کیا کہ یوسف کو بیجا پور سے
 نکال دے۔ اب یوسف عادل شاہ میں اتنی کمان جان تھی کہ ان دونوں دشمنوں میں سے
 کسی ایک ایک سے بھی مقابلہ کر سکے۔ اس وجہ سے یوسف عادل شاہ بہت گھبرایا۔
 اور جو اسکے محرم اسرار تھے ان کو خیال ہوا کہ اب کارخانہ بالکل بگڑ گیا۔ بھاگ کر جان بچانا چاہیے
 یوسف تو شیعہ تھا اس نے کہا کہ میں ہمیشہ ائمہ معصومین اور شیخ صفی رحمۃ اللہ کی راج پر فتوح
 سے استعانت کیا کرتا ہوں اور وہ مجھے مدد دیا کرتے ہیں امید ہے کہ وہ اب بھی میری اعانت
 کریں گے اور میں مظفر اور منصور ہوں گا اور عہد کیا کہ اگر ان بلاؤں سے نجات ملجائے تو خطبہ مذہب
 اثنا عشری پڑھاؤں گا۔ اور مذہب شیعہ کو رواج دوں گا۔ بعد اسکے جی گروالون کو وہ سب علاقہ

ویدیا جو انہوں نے فتح کر لیا تھا۔ جس سے وہ اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔ اور بھاؤ گیلیانی کو جبراً اپنے علاقے سے نکالا لیکن قلعہ جام کھنڈی کو چھوڑ دیا۔

۱۶۷۔ احمد نظام الملک کی ملک شرف
۸۹۶۔ احمد نظام الملک نے ۸۹۶ء میں دندارا چوہری کی تسخیر کے لیے کوکن پر حملہ کیا۔ اور خود دس بارہ مہینے تک محاصرہ کر کے اسے

فتح کر لیا پھر یہ ارادہ کیا کہ دولت آباد پر بھی قبضہ کیا جائے مگر اس کا لینا آسان نہ تھا ملک وحید اور ملک اشرف نے اس ملک کا خوب انتظام کر رکھا تھا۔ دولت آباد کے مشہور و معروف مہر سہ متہزون اور قطاع العریقو کا کامل استیصال کر دیا تھا سرحد سلطان پورا اور ندر بار میں بکلا تیک تیانہ میں کھٹکتا تھا جس قدر مہر سہ تھے وہ سب با من و امان گذران کرتے تھے۔ عیا یا راضی

اور خوش اور ملک آباد و شاد تھا۔ دونوں بھائی ملک حسن کی عنایت کو یاد کر کے احمد نظام الملک سے دوستانہ برتاؤ کرتے تھے۔ اس لیے احمد نظام الملک نے فتح دندارا چوہری کے بعد

اپنی بہن بی بی زینب ملک وحید سے منسوب کر دی ایک ہی سال میں اس سے ملک وحید کے ایک بیٹا بھی پیدا ہوا۔ لیکن جب ملک اشرف نے دیکھا کہ ملک وحید اور احمد نظام الملک سے

دوستانہ تعلق بہت بڑھ گیا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ ملک وحید کے بعد یہ حکومت جھکولے اس لیے اس نے اپنے بھائی ملک وحید کو نادھون کے ذریعے سے قتل کرا دیا۔ اور اس کے

بعد احمد نظام الملک کے بھانجے کو زہر دیا۔ جب احمد نظام الملک سے انتقام کا اندیشہ ہوا تو اس نے حکام خاندین و برار سے دوستی پیدا کی۔ اور محمد شاہ سیکرہ بادشاہ گجرات کو عریض

اور تحفے بھیجے جب شوہر کے قتل کے بعد بی بی زینب جنیر کو بھائی کے پاس چلی آئی اور اس نے انتقام کے لیے فریاد چلائی تو احمد نظام الملک نے فوج لیکر دولت آباد پر ۸۹۹ء میں حملہ کیا

تیسری کی۔ اور قصبہ ٹیکاپور کے پاس باغ نظام میں آ پڑا۔

۱۶۸۔ یوسف عادل شاہ کو مصر حب یوسف عادل شاہ کو بھاگ کر لایا اور یہاں گروالون سے فرصت کا حلقہ قاسم برید پر۔

ساتھ جن میں اکثر مغل ایرانی اور ترک شامل تھے برید کی طرف بڑھا قاسم برید نے بھی مقابلہ کی تیاری کی اور احمد نظام الملک کے یہاں تاج الدین دکنی اور دیو داس پنڈت کو بھیج کر امداد چاہی اور لکھا کہ اگر آپ اس وقت یوسف عادل خان کے دفعیہ میں مدد دینگے تو میں آپ کا نہایت احسان مند ہو گا اور پھر دولت آباد کے محاصرے میں آپ کو مدد دے گا۔ نظام الملک نے خواجہ جہاں حاکم پرندہ کو ساتھ لیا اور باغ نظام سے دولت آباد کا ارادہ ترک کر کے قاسم برید کی امداد کو روانہ ہوا۔ برید سے پہنچ کر اس پر ہتھیار صحن کا مقابلہ ہوا۔ قاسم برید محمود شاہ کو بھی لایا تھا تھلک میں بادشاہ اور مہینہ پراچہ نظام الملک اور میسرہ پر تو اچھے جہان اور اس کا بھائی کمان کر رہا تھا۔ امیر برید پسر قاسم برید ایک ہزار سوار سے ملک کے لیے الگ مستعد تھا۔ ادھر یوسف عادل شاہ کے مہینہ پر دریا خان اور میسرہ پر فخر الملک ترک تھے اور غضنفر بیگ برادر رضاعی یوسف عادل شاہ جو اسی زمانے میں سادہ سے آیا تھا ایک ہزار مغل تیر انداز لیے الگ کھڑا تھا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ یوسف عادل شاہ اور دریا خان نے دشمن کو شکست دیکر بھگا دیا۔ مگر نظام الملک نے یوسف عادل شاہ کے میسرہ کو بڑا نقصان پہونچایا۔ فخر الملک ترک زخمی ہو کر بھاگا۔ اب یوسف عادل شاہ نے چاہا کہ احمد نظام الملک سے خود معرکہ آرا ہوا مگر غضنفر بیگ نے کہا کہ ہمارا مقصد قاسم برید کی شکست تھی جب قاسم برید بھاگ گیا تو لڑنا بے فائدہ ہے۔ اس لیے عادل شاہ اور نظام الملک میں پیغام سلام ہوئے۔ اور وہ ویسے ہی گھوڑوں پر سوار اپنے اپنے ملکوں کو لوٹ گئے مگر عامی ناظم عادل نامہ نے اس لڑائی کو دوسری طرح بیان کیا ہے جو قرین قیاس ہے وہ لکھتا ہے کہ یہ لڑائی حوالی نادر گدگ میں ہوئی۔ اور احمد نظام الملک اس میں موجود نہ تھا۔ بلکہ خواجہ جہاں

دکھنی مہاراجہ کی طرف سے آیا تھا فتح قاسم پور کی ہوئی یوسف عادل شاہ بیجا پور کو بھاگ گیا۔ اور آخر ملک احمد اور بہادر گیلانی سے مصالحت کر لیا۔

۱۶۹۔ یوسف عادل شاہ کا بیجا پور

والوں سے مدد لیا پھر کراچی واپس لایا

چونکہ اس وقت راجہ بیجا پور کی خرد سالی کے باعث امرایے بیجا پور

میں باہم شکر رنجی ہو رہے تھے اور اسپین خوب چھن رہی تھی۔

اس لیے یوسف عادل شاہ نے ادھر سے فرصت پاتے ہی اپنے علاقے کی واپسی کو واسطے

کوچ کیا راستے میں سیر و شکار کرتا ہوا کشنہ کے کنارے پہنچا۔ وہاں عیش و عیاشی میں

مصروف ہو کر بیمار پڑ گیا اور علی التواتر دو مہینے گھر سے باہر نہ نکل سکا۔ چونکہ غضنفر بیگ سرانجام

مہمات کیا کرتا تھا۔ اس لیے لوگوں کو یوسف کے مرنے کا گمان ہوا۔ اور یہ خبر تمام اطراف واکشا

ت میں پھیل گئی۔ نمران نے سُننے ہی راجا کو ہمراہ لیکر پانچوڑ کو کوچ کیا مگر اتنے میں یوسف عادل

شاہ کو صحت ہو گئی۔ اور سادات کربلا کی کوصدقات تقسیم کیے گئے۔ اور بیس ہزار ہون خواہ علیہ

ہر ذی کو ساوی میں مسجد بنانیکے لیے دئے گئے یہ مسجد بنائی گئی اور اب تک وہاں مسجد غریبان

کے نام سے مشہور ہے۔ غرض کہ یوسف عادل شاہ نے اپنی فوج کا شمار کیا تو آٹھ ہزار سوار

دوا سپہ و سدا سپہ اور دوسو ہاتھی نکلے جو اُس زمانے کے ساز و سامان سے نہایت عمدہ طور

پر آراستہ و پیراستہ تھے پھر غضنفر بیگ مرزا جہانگیر و حیدر بیگ و داد خان امرایے لشکر کی صلاح

سے آگے بڑھا۔ جب فریقین قریب ہوئے تو یوسف نے اپنے لشکر کے گرد خندق کھدوا کر بوجہ

بندی کی۔ ماہِ رجب ۱۰۸۹ھ میں لڑائی ہوئی بیجا پوریوں کے پانچ سو آدمی قتل ہوئے۔ اور تمام

فوج منتشر ہو گئی۔ مگر عادل شاہ نے کچھ دور بھاگ کر غضنفر بیگ کی صلاح سے نقارہ عو بجوایا جس

سے مرزا جہانگیر قریب پانچ سو سوار منسلک لیکر آگیا پھر داد خان بھی سات سو افغان راجپوت

سے واپس آگیا۔ اب عادل شاہ سوچ رہا تھا کہ کیا کرنا چاہیے کہ اتنے میں اُس کا ایک سوار

سویک بھادراؤ بک اکرو لاکھ ابھی دشمن کے ہاتوں میں قید ہو گیا تھا اور وہ مجھ کو پکڑ لے گا
تھے میرے متھیا اور گھوڑا دونوں نے پھین لیا میں پیادہ پریشان پھر ہاتھ لکھ ایک شخص
گھوڑے پر سے گڑھا میں نے جھپٹ کر اس کا گھوڑا پکڑا اور چڑھ کر ادھر کو بھاگ آیا بیجا نگر
والوں کی فتح ہو گئی اور لوٹ مار میں لگے ہوئے سب منتشر ہو گئے ہیں۔ اگر آپ اس وقت ان پر
حملہ کریں تو ابھی فتح پوری جاتی ہے۔ یہ سنتے ہی یوسف کو ہمت بند ہی اور اس پر تین ہزار آدمی
جو اس وقت تک جمع ہو گئے تھے لیکر دشمن پر حملہ کیا۔ تھرج بھی آٹھ ہزار سوار اور پیادے تفنگچی اور
تین سو ہاتی سے مقابل ہوا۔ مگر اس وقت ہندوؤں کو شکست ہوئی۔ راجہ زخمی ہو کر میدان سے
نکل بھاگا اور راستے میں بیجا نگر کو جاتے ہوئے مر گیا۔ چونکہ اس کے مرنے کے بعد امرا میں فتنہ
و فساد پیدا ہو گئے تھے۔ اس لیے راجپوتوں و گڈل پر چند روز میں یوسف عادل شاہ کا قبضہ ہو گیا
یوسف عادل شاہ جب واپس آیا تو بیجا نگر کی لوٹ میں سے دوز بھتی جوڑے چار گھوڑے
جن کے زین لکام مصرع اور سیڑ میں نعل زرین بند ہے ہوئے تھے محمود شاہ کو بطور ہدیہ بھیجے
۷۰۔ محمود شاہ والی گجرات کا اس زمانے میں بہادر گیلانی کا بڑا زور ہو رہا تھا وہ کسی سے نہیں ڈرتا تھا
محمود شاہ بہمنی کو بہادر گیلانی احمد نظام الملک اور یوسف عادل شاہ کے علاقے پر نوہ ہاتھ صاف
کی شکایت لکھتا۔ کیا ہی کرتا تھا۔ دو سو جہاز یا قوت حبشی کے ہمراہ بھیج کر پہلے جزیرہ مہاب
کو لے چکا تھا۔ اب گجرات والوں کے ملے کو جو بیٹیں جہاز جاتے تھے اس نے انہیں بھی
لوٹ لیا۔ اور اس وقت اس کا ارادہ تھا کہ براہ دریا بندر سورت پر جو شاہان گجرات کے قبضے میں تھا
حملہ کرے اس سے محمود شاہ بادشاہ گجرات کو بڑا غصہ آیا۔ اور اس نے ہاشم تبریزی کے ہاتھ
ایک خط محمود شاہ بہمنی کو بھیجا اور اس میں یہ سارا حال درج کر کے لکھا کہ اگر میں فوج بھیجتا ہوں تو آپ
کے ملک میں سے راستہ ہے۔ اور دریا سے بہت سی فوج جا نہیں سکتی۔ یا تو آپ اسکا بندوبست

کر کے۔ اور اگر آپ میں جان نہ تو مجھ کو لکھیں کہ میں کسی سردار کو بھیج کر اسے نیست و نابود کروں۔
 اس خط کو دیکھ کر محمود شاہ بہمنی کی رگ غیر سنے حرکت کھائی۔ اور قاسم برید سے مکہ فوج کشی کی
 عبدالملک شمس تری کو جو ایک معزز شخص تھا یوسف عادل شاہ کے پاس بھیجا اور ایسے
 ہی احمد نظام الملک کے پاس بھی کسی کو روانہ کر کے طالب امداد ہوا۔ یہ لوگ تو پہلے ہی بہادر گیلانی سے
 خار کھائے بیٹھے تھے۔ فوراً امداد کے لیے تیار ہو گئے۔ یوسف عادل شاہ نے پانچ ہزار آدمی
 کمال خان دکنی سرنوبت کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں بھیجے اور ایسے ہی پانچ ہزار آدمی
 احمد نظام الملک نے بھی مینا خان یا مبارز خان پسر خواجہ جہان ترک کے ساتھ روانہ کیے فتح اللہ
 عماد الملک نے بھی ایک سردار کے ساتھ کچھ آدمیوں سے کمک کی۔ اب سلطان محمود شاہ
 نے بہادر گیلانی کو ایک فرمان بھیجا اور اسمین لکھا کہ کمال خان و صفدر خان کو مع تمام ان کے
 مال و اسباب کے ہمارے پاس بھیج دو۔ جب بہادر گیلانی کو معلوم ہوا کہ بادشاہ کا خدشہ گار
 فرمان لیے آتا ہے تو راہداروں کو حکم بھیج دیا کہ قصبہ مرج سے آگے نہ آنے دیں۔

۱۷۱۱ء - محمود شاہ کا بہادر گیلانی
 حاکم گواہر فوج کشی کر کے
 اسے قتل کرنا۔

جب محمود شاہ کو بہادر کی یہ کسر نشی معلوم ہوئی اور لشکر بھی جمع ہو گیا تو وہ قلعہ
 جام کھنڈی کو روانہ ہوا۔ اور قلعہ کی فتح کے لیے قطب الملک دکنی
 کو جو اس زمانے میں تلنگانہ کا طرفدار تھا مامور کیا۔ لیکن قطب الملک
 دکنی محاصرے کے زمانے میں ایک تیر کے لگنے سے مارا گیا۔ محمود شاہ نے اس کا تابوت
 دارالسلطنت کو بہ تو قیر تمام بھیج دیا۔ اور سلطان قلی خواص خان بہانی کو قطب الملک کا خطاب
 دیکر کونگیر دور کی وغیرہ پر گنت تلنگ جاگیر میں دیدے۔ چند روز میں اہل قلعہ نے بوجہ امان
 قلعہ محمود شاہ کے حوالے کر دیا محمود شاہ کا منشا تھا کہ وہ قلعہ سلطان قلی بہانی کو دیدیا جائے
 مگر قاسم برید نے محمود شاہ سے کہا کہ یہ مقام پہلے یوسف عادل شاہ کے متعلق تھا اب

فتح کے بعد بھی اُسی کو دینا مناسب ہے چنانچہ وہ قلعہ یوسف عادل شاہ کے سردار کمال خان کھنٹی کے سپرد کر دیا گیا۔ چونکہ بہادر گیلانی کو یہ خیال تھا کہ دوسری طرف سے یوسف عادل شاہ کسین حملہ نہ کرے۔ اس لیے وہ منگلیر کے قلعہ میں پڑا ہوا تھا جسے اُس نے مین بنالیا تھا۔ مگر جب جام کھندی کی فتح کے بعد محمود شاہ کا کوچ منگلیر کی طرف ہوا تو بہادر گیلانی وہاں سے بھاگ گیا۔ تین روز میں وہ قلعہ فتح ہو گیا۔ بعض اہل قلعہ فی بیان سے بھاگ کر مہرج بن جاگر پناہ لی۔ جب محمود شاہ مہرج میں پہنچا۔ تو قلعہ والے نکلے۔ اور ایک لڑائی لڑ کر قلعہ میں جا چھپے قاسم برید نے محاصرہ کیا۔ اور یہ صلاح ٹھہری کہ نقب لگا کر قلعہ کا پانی خندق میں لائیں تاکہ قلعہ والے لڑائی سے مجبور ہو جائیں۔ اور قلعے کے برجوں کے مقابلے میں باہر بھی برج بنائیں۔ جہاں سے قلعہ والوں پر تیر تفنگ برسائے جائیں ضابطہ قلعہ نے ان ارادوں کو نہ کر قلعہ بوندہ امن دیدیا۔ یہاں تک تو بیان ان لوگوں کے متعلق تھا جو قلعہ مہرج میں بھاگ کر گئے تھے مگر صاحب تاریخ قطب شاہی نے اس روایت کی زیادہ تفصیل کی ہے اُس نے لکھا ہے کہ قلعہ مہرج ایک مرتبہ بوٹہ نایک کے قبضے میں تھا جو بہادر گیلانی کے توابع میں سے تھا جسکے پاس بہت فوج تھی۔ محاصرہ کے زمانے میں دسویں ایک پسر بوٹہ فوج لیکر باہر نکلا۔ اور سلطان قلی خواص خان جہانی نے اسکو تلوار سے قتل کیا پھر بوٹہ نایک نے بہ خوف جان اطاعت قبول کی۔ بادشاہ نے اس جلدو میں سلطان قلی پر بڑی مہربانی کی۔ اور غالباً اسی جگہ خطاب بھی قطب الملک کا اسکو دیا۔ غرض کہ بعد فتح قاسم برید نے مغل اور ترک سپاہیوں کے گھوڑے اور ہتھیار چھین لیے۔ اور بادشاہ کی طرف سے حکم سنا دیا کہ جو شخص نگر کرے اسکو حسب حیثیت تنخواہ جاگیر دجائے گی۔ اور جو شخص کہ بہادر کے پاس جانا چاہے اسکو جانے کا اختیار ہے بہادر کے سپاہی بوٹے کہ قلعہ ہتھیار گھوڑے تو ہم نے آپ کو دیدیے اب ہم کس منہ سے بہادر کے پاس

جائیں۔ اس سے تو ہماری موت بہتر ہے بہن آپ قتل کا حکم دیجئے۔ یہ سنکر محمود شاہ کو اُن کا
 اخلاص نہایت پسند آیا اور اُنکے گھوڑے جتھیلار انہیں دلوادے۔ اب لشکر پاوہ میں گیا۔
 بہادر گیلانی کے دوست آشتنا جواب محمود شاہ کے لشکر میں کچھ شامل ہو گئے تھے انہوں نے
 بہادر کو لکھا کہ سلطان کی تحفہ عنایت ہے اگر تو پیش کش بھیجے اور مغدرت کرے تو یہ ملک ب
 تجھی کو دیکر واپس چلا جائے گا۔ اس نصیحت کا اُس پر قدرے اثر ہوا۔ اور اُس نے نعمت اللہ
 تبریزی کو اظہار اطاعت کے لیے بھیجا۔ اتفاقاً اُسی روز ۲۷۔ رجب ۹۹۵ھ کو محمود شاہ کے
 ۸۹۹
 یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام احمد رکھا گیا محمود شاہ کو بیٹے کے پیدا ہونے کی بڑی
 خوشی ہوئی۔ اور اُس کو سیمنت قدم خواجہ نعمت اللہ سے منسوب کیا۔
 اور اُس بہانہ سے بہادر گیلانی کا قصور معاف کیا۔ خواجہ نعمت اللہ نے
 بہادر کو لکھا کہ جلد آؤ۔ بادشاہ نے آپکی درخواست کو منظور کر لیا ہے۔ اسوقت محمود شاہ اور
 قاسم برید دونوں کو یہ منظور نہ تھا کہ بہادر گیلانی کو تباہ کریں۔ کیونکہ وہ یہ جانتے تھے کہ اگر اُس کو
 تباہ کر دیا گیا تو انہیں کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور اُنکے نئے مقرر کیے ہوئے عہدہ دار اُس ملک کو جو
 والاخلافت سے ایک فاصلہ بعید پر ہے احمد نظام الملک اور یوسف، عادل شاہ جیسے زبردست
 ہمایوں سے ہرگز پائ نہیں سکتے مگر اس بدو مانع نے معافی قصور کو اُن کی کمزوری پر محمول
 کیا۔ اور بادشاہ کے پاس نہ آیا۔ اسلئے محمود شاہ پاوہ سے کھڑک لگایا۔ یہاں بھی بہادر گیلانی
 نے ایک بڑا مضبوط قلعہ بنایا تھا مگر یہ بھی محمود شاہ نے لے لیا۔ جب لائٹس الدین طارمی نے
 جو بہادر کی طرف سے بندہ راول کا حاکم تھا سنا تو باتفاق کہ خدیایان محمود شاہ کی خدمت میں حاضر
 ہو گیا اب تو بہادر کی بہادری نے پرواز کیا وہ قلعہ پٹالہ میں جو سب سے مضبوط مقام تھا پناہ لے گیا
 محمود شاہ نے یہ سمجھ کر کہ اُس کی فتح میں عرصہ لگے گا کو لا پور کا رخ کیا کہ وہاں سے بندہ راول میں

جاکر سمندر کی سیر کری۔ بہادر نے اس لیے پناہ کو چھوڑا۔ اور کوہِ لاپور میں آیا۔ کہ بادشاہ کا راستہ
 روک کر رہے۔ مگر پھر ہراسان ہو کر بھاگ گیا۔ اس وقت اس کے خوف و اضطراب کو دیکھ کر اکثر لوگ
 اس سے جدا ہو گئے۔ انہیں سے کچھ تو بادشاہ سے مل گئے۔ اور کچھ یوسف عادل شاہ کے
 پاس چلے آئے۔ اب بادشاہ نے باستصواب قاسم برید خواجہ جہان و کھنئی حکم پر بندہ کو جو
 بادشاہ کی خدمت میں موجود تھا اور عین الملک اور مینا خان سر لشکر نظام الملک کو قلعہ پناہ کے ضبط
 کے لیے روانہ کیا تاکہ بہادر پھر پناہ میں نہ پہنچے اور خود برسات آجانے کے باعث کوہِ لاپور میں ٹھہرا
 اب بہادر کے چھکے چھوٹے۔ خواجہ نعمت اللہ تبریزی اور خواجہ مجاہد الدین کو عرضی دیکر بھیجا کہ
 اگر قولنا مہ بہ مہر اقدس و دستخط قاسم برید مرحمت ہو تو میں خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ محمود شاہ
 اور قاسم برید کو تو ملک گیر و ہاں کی منتظر ہی نہ تھی۔ فوراً قولنا بھیجا۔ اور مزید اطمینان کے لیے
 خواجہ نعمت اللہ کے ساتھ شرفِ اہل صدر جہان اور زین الدین حسن قاضی کو بھی روانہ کیا۔ ایک
 نالہ پر یہ لوگ ٹھہر گئے۔ خواجہ نعمت اللہ نے جاکر سب کیفیت بیان کی۔ مگر اس کی رائے پھر
 پلٹ گئی۔ قطب الملک اور قدم خان بھی گئے اور سمجھایا۔ گو اس نے ان کی تعظیم و تکریم کی۔ مگر
 نصیحت نہ سنی صدر جہان اور قاضی نے بھی جاکر جو کچھ کہنا تھا سب کچھ کہا۔ مگر اسکو قاسم برید کا
 ایسا خوف تھا کہ وہ ہرگز نہ آیا۔ بلکہ کہلا بھیجا۔ کہ اگر بادشاہ مہر کو چلا جائے اور خواجہ پناہ سے ہٹ جا
 تو میں حاضر ہوں گا۔ اس لیے محمود شاہ نے خواجہ کو بہادر گیلانی کی تادیب پر مقرر کیا۔ اور قطب الملک
 کو پناہ کی طرف بھیجا۔ کہ بہادر وہاں نہ جا چھپے جس سے قضیہ کو طول ہو۔ اب بہادر و ہزار سوار
 اور بارہ ہزار پیادے اور بہت توپ تفنگ لیکر خواجہ کے مقابل ہوا۔ نہایت سخت لڑائی ہوئی
 عین لڑائی میں ایک تیر بہادر کے پہلو میں لگا اور وہ فوراً مر گیا۔ زین خان خواجہ کے بھائی نے
 یا مینا خان نے اسکو نیزہ مار کر زین سے کھینچ لیا۔ خواجہ نے اسکا سر کاٹا۔ اور بادشاہ کی خدمت

میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے خواجہ پر بڑی عنایت کی اور اس جلد وین اُسے خلعت خاصہ وغیرہ دیکر اُسکے خطاب میں لفظ مخدوم کا زیادہ کر دیا پھر بادشاہ پناہ کو لگیا۔ اور ملک الیاس مخاطب بہ عین الملک کنعانی بہادر کے بھائی ملک سعید کو تسلی و دلاسا دیکر بہادر کے تمام مال و اسباب کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں لایا۔ اب محمود شاہ نے اسی عین الملک کو بہادر کے بجائے وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اور واپس کی سیر کر کے مراجعت کی۔

۱۷۲۔ محمود شاہ کی سید کو
براہیہ پور مراجعت اور
گجراتی ایلچین کی رخصت

جب محمود شاہ بیجا پور کے قریب پہونچا تو یوسف عادل شاہ نے غضب و عداوت سے آغا کو بعض امرا کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور بیجا پور کو تشریف لانے کی درخواست کی محمود شاہ نے قاسم برید کے مشورے سے لشکر کو بیدار نہ کیا۔ اور آپ اپنے امرا کے ساتھ سید کی طرف مراجعت کی یوسف عادل شاہ نے بڑے اعرار و اکرام کے ساتھ استقبال کیا۔ اور بیجا پور کے قلعہ تک میں جسے اُس نے ابھی گج و سنگ سے بنوایا تھا داخل روز تک ٹھہرایا۔ اور گلن محل میں تالار۔ اور بادشاہوں کی طرح سے اُسکی دعوت کی۔ اور بہت سے تحفے تحایف پیش کش کیے محمود شاہ نے صرف ایک ہاتی لے لیا۔ اور باقی کو واپس کر کے خفیہ کھلا بھیجا کہ اگر یہ میں لیجاؤں گا تو قاسم برید اُسے لے لیگا اِس لیے یہ امانت اپنے پاس رکھ لیجیے۔ اور کسی طرح سے مجھے قاسم برید کے ہاتھوں سے چھوڑا دیجئے۔ اُسکے بعد یہ میرے پاس بھیج دینا۔ اگرچہ یوسف عادل شاہ قاسم برید سے اُسے چھڑا سکتا تھا۔ مگر اُسے اپنے مصالح ملکی کے خلاف سمجھ کر اس بہانے سے ٹال دیا۔ کہ یہ کام بغیر بادشاہ نظام الملک و فتح اسد عدا الملک کے نہیں ہو سکتا۔ اِس لیے آپ دار الخلافت کو تشریف لیجائیے۔ میں ان دونوں کو متفق کر کے اسکا علاج کرونگا۔ بادشاہ خوش ہو گیا اور بیس ہزار ہون عادل شاہ نے خفیہ محمود شاہ کو دئے اور قطب الملک بہدانی اور قاسم برید

کو تحفے تحائف دیکر رخصت کیا۔ جب محمود شاہ بیدر میں آیا۔ تو محمود شاہ گجراتی کے ایلچیوں کو رخصت کیا اور بہت سے نقد و احم و ایض کو علاوہ چند تازی گھوڑے پانچ من مروارید بوزن دہلی پانچ ہاتھی۔ ایک خنجر صعب ہرسم سوغات سلطان محمود شاہ گجراتی کو بھیجے۔ اور کمال خان و صفد خان وغیرہ مردان گجراتی کو جہین بہادر گیلانی نے قید کر لیا تھا ان کے بیس جہازوں سمیت ایلچیوں کے حوالہ کیا۔

۱۷۳۳ء - دستور دینار کی محمود شاہ دستور دینا خواجہ سرسے حبشی ایک مدت سے حسن آباد کا لشکر سے سرکشی اور اس کا انجمن تھا۔ اور دریائے ہینورہ اور تلنگانہ کے درمیان گلبرگہ ساغر

اور تیکر اللہ گجراتی وغیرہ کے پرگنات سب اس کے قبضے میں تھے۔ اور جب سرکے قطب الملک دکنی مارا گیا تھا تلنگانہ کا انتظام بھی اسی کے سپرد تھا۔ اسی لیے اسکو بھی بادشاہی کی ہوس ہوئی

مگر محمود شاہ نے سلطان قلی خواص خان قطب الملک ہمدانی کو کوکن سے آتے ہی ۹۰۱ھ

میں تلنگانہ کا طرفدار مقرر کیا۔ اور گوگنڈہ اور ونگل اسکی جاگیر میں اور زیادہ کر دیا اب دستور دینار

کے پاس صرف وہی گلبرگہ کا صوبہ رہ گیا۔ چونکہ کوکن کی طرف تمام منصب دار بہادر گیلانی کے

ساتھ ہو گئے تھے۔ اور بادشاہ سے بناوٹ کے وقت بہادر کا ساتھ دیا تھا۔ اس لیے

یہاں گلبرگہ میں جس قدر منصب دار تھے قاسم برید نے دستور دینار کی طاقت گھٹانے کی واسطے

اُس سے جدا کر کے شاہی خاصہ خیل میں شریک کر لیے۔ پھر اُس زمانے سے یہ منصب دار

زمرہ امر میں کمی داخل نہیں ہوئے ہمیشہ لشکر شاہی میں سواروں کی طرح رہا کیے۔ یہ منصب دار

جو سواروں میں شامل ہوئے جیسی سے پانصد ہی تک کے تھے اور ان کو سرکردہ اور حوالدار

بھی کہتے تھے۔ باقی اس سے اوپر کے منصب دار امر سمجھے جاتے تھے۔ غرض اس سے

دستور دینار کو بڑا غصہ آیا۔ اور ملک احمد نظام الملک کو لکھا کہ یوسف عادل شاہ کی امانت سے

فتح اللہ عدا الملک صاحب خطبہ و سکہ ہو گیا مگر آپ مجھ پر مہربانی کریں تو میں بھی آزاد ہو کر منصب شاہی حاصل کروں۔ چونکہ ملک حسن و ستوردینار کو اپنا فرزند کہا کرتا تھا۔ اس لیے احمد نظام الملک نے اس کی اعانت کرنا منظور کر لیا۔ اب ستوردینار نے قصبات و مواضع قرب و جوار پر جنگاوار خلافت سے تعلق تھا قبضہ کر کے قاسم برید کے دوستوں کو ہٹا دیا اور اپنا خطبہ پڑھوایا۔ اس وجہ سے ملک قاسم برید نے محمود شاہ کی طرف سے یوسف عادل شاہ کو ملک کے لیے یہ قیام بھیجا۔ یوسف عادل شاہ کو اب اپنی طاقت پر اطمینان حاصل تھا۔ اس لیے وہ چاہتا تھا کہ سیطرح و ستوردینار کو مار کر اس علاقے پر قبضہ کرے فوراً غضنفر بیگ آغا کو مع امرے معتمد روانہ کیا۔ اور بادشاہ کو لکھا کہ میں خود اس سبب سے نہیں آیا ہوں۔ کہ اگر میں آؤں گا تو ملک احمد نظام الملک بھی آئیگا۔ اور جھگڑا زیادہ بڑھ جائیگا۔ مگر اسی میں خبر آئی کہ خواجہ جہان ملک احمد کے اشارے سے فوج لیے ستوردینار کی مدد کو جا رہا ہے۔ اور ملک احمد بھی سفر کی تیاری میں مصروف ہے۔ اس لیے یوسف عادل شاہ بھی خود غضنفر بیگ کے ساتھ آکر شامل ہو گیا۔ اور قاسم برید کو معہ بادشاہ کے طلب کر کے ستوردینار پر چڑھ گیا۔ محمود شاہ نے لڑائی کے وقت میمنہ پر یوسف عادل شاہ و فخر الملک دکنی کو اور دیرہ پر قاسم برید اور اسکے بڑے بیٹے جمانگیر خان کو مقرر کیا۔ اور قطب الملک کو امداد کے لیے رکھا۔ ستوردینار کے پاس آٹھ ہزار فوج تھی۔ اس کے مقابل میں خواجہ جہان کے بارہ ہزار آدمی تھے۔ فریقین میں خوب لڑائی ہوئی۔ محمود شاہ کے میمنہ اور دیرہ والوں نے دشمن کے میمنہ اور دیرہ کو منتشر کر دیا۔ مگر ستوردینار نے قلب لشکر پر حملہ کیا۔ اور کسی قدر نقصان پہنچایا کہ یکایک قطب الملک اپنی فوج سے آگے بڑھا۔ اور ستوردینار کی فوج میں تزلزل پیدا ہوا جس سے ستوردینار ہار گیا۔ اور قاسم برید نے بادشاہ سے اس کے قتل کا حکم لے لیا۔ مگر یوسف عادل شاہ نے جب غور کیا تو اس سے قاسم برید کو فائدہ ہوتا تھا۔ اور ملک اس کے

ہاتھ مارتھا۔ اس لیے یوسف عادل شاہ نے بادشاہ سے سفارش کی اور دستور وینا کو اس کا ملک بدستور سابق دلوا دیا جس سے اُسے کو فائدے ہوئے۔ ایک قاسم برید کی قوت بڑھی دوسرا ملک احمد سے بھی اس وقت کچھ جھگڑا نہ ہوا۔ اس وقت قلعہ ساغر میں کچھ باغی جا کر چھپے تھے۔ اس لیے بادشاہ وہاں پہنچا۔ اور محاصرے کے بعد قلعہ سیرونی کے فتح ہونے پر مصورین نے بوعدہ امن قلعہ خالی کر دیا۔ بادشاہ نے یہ قلعہ یوسف عادل شاہ کو دیدیا۔ اور دارالسلطنت کو مراجعت کی

۹۰۲ھ

۱۶۴۳ء قاسم برید کے قبضے سے

محمود شاہ کی آزادی مگر بے قایدہ

۹۰۲ھ میں یوسف غلام وکھنی تغرش خان وکھنی و مرزا شمس الدین و نعمت اللہ وغیرہ نے صلاح کی اور دولت خانہ کے ترکون کو بھی جو قاسم برید کے تسلط سے ناراض ہو رہے تھے اپنے ساتھ ملا لیا اور ارادہ کیا کہ قاسم برید کو قتل کر ڈالیں مگر یہ راز فاش ہو گیا۔ قاسم برید نے ان سب کو قتل کر دیا۔ اور ان کے شر کا کی فکر نہیں ہوا۔ چونکہ اس سے قاسم برید کی قوت بڑھتی تھی جسکی روک تھام بھر مشکل پڑ جاتی۔ اس لیے دستور دینا نے جو اس وقت اس کا بڑا مخالف تھا اور یوسف عادل شاہ نے جو اس کا جانی دشمن تھا اور اسکی وجہ سے قطب الملک نے اتفاق کر لیا۔ اور چاہا کہ قاسم برید کو تنگ میں ملا دیں مگر قاسم برید محمود شاہ کے پاس تیغ و کفن لیکر چلا گیا اور منت و سماجت کر کے اپنا قصہ و معاف کروا لیا۔ اس پر اس نے قطب الملک کو توسط سادات لکھ بھیجا۔ کہ اب اس کا قصہ و معاف کر دے قطب الملک نے سب کو بطریق دوستانہ اپنے اپنے ملکوں کو واپس کر دیا۔ اور قاسم برید کو لکھ دیا۔ کہ وہ میر کو جھوڑ کر اس وقت ہمارے طرف چلا جائے اور وزارت سے کچھ تعلق نہ رکھے۔ مگر محمود شاہ ترکون سے ایسا ناراض ہوا کہ ایک مہینے تک کسی کا سلام نہ لیا۔ تب انہوں نے شاہ محبہ اسد کی وساطت سے معذرت چاہی اور اس نے طوعاً و کرہاً اسے منظور کر لیا۔ مگر پھر اسی شراب و کباب زندگی بھر وون میں جا پڑا کہ جس سے اس کی صیولت و عظمت اقصی دادانی کے دل سے

جاتی رہی۔ اور قاسم برید کے قبضے سے جو اسکا آزادی ملی تھی اُس سے اُسے کچھ فائدہ ہوا۔

۹۰۳ھ

۱۷۵۔ یوسف عادل شاہ کی گلبرگہ

۹۰۳ھ میں محمود شاہ نے اپنے بیٹے احمد چار سالہ کی بی بی سستی یک سالہ دفتر عادل شاہ سے منگنی کی درخواست کی

لینے کی تدبیر اور اُس پر حملے۔

اور گلبرگہ میں جو بیدار اور بیجا پور کا وسط سے دونوں سہری جمع ہوئے۔ براتیوں میں قطب الملک

گوکندہ سے اور قاسم برید اوسہ قندھار سے اور خواجہ جہان پرندہ سے آئے عبد السمیع قاضی

عسکر نے نکاح پڑایا اور یہ ٹھیکر کہ جب اڑکی دس سال کی ہو جائے تو دولہ کے پاس بھیج دیا

اس تقریب سے محمود شاہ کا تو یہ مطلب تھا کہ قاسم برید کے مقابلے میں مجھے آزادی ملے

اور یوسف عادل شاہ کا یہ مقصد تھا کہ کسی طرح گلبرگہ اللہ گنجولی کلیان ہاتھ آجائے۔ چنانچہ

یوسف عادل شاہ نے محمود شاہ سے کہا کہ اگر آپ قاسم برید سے خلاصی چاہتے ہیں تو حن آباد

گلبرگہ مجھے دیدیجیے۔ میں یہاں اپنی فوج رکھوں گا۔ اور جس وقت موقع ہوگا قبل اس سے

کہ احمد نظام الملک کو خبر ہو بہت جلد میں قاسم برید کا کام تمام کر دوں گا۔ محمود شاہ کے پاس ایسی

باتوں کا جواب بجز ہان کے اور کیا تھا۔ اُس نے کہہ دیا کہ بہت اچھا۔ یوسف عادل شاہ تو پہلے

ہی تجویز کر کے گیا تھا۔ اور قطب الملک کو بھی گانٹھ لیا تھا وہ ہم مذہبی کے باعث سے یوسف

کی طرف ہو گیا گو دستور دینار دعویٰ کر رہا تھا کہ دریا سے بہینورہ سے گلبرگہ اٹیکر تک اسکا ہی

ملک ہے مگر غفلت میں پڑا تھا کہ یکایک یوسف عادل شاہ نے مارنا شروع کیا۔ چونکہ محمود شاہ

تو کسی لائق ہی نہ تھے قاسم برید سے اُس نے فریاد کی۔ مگر قاسم برید اور خواجہ جہان اس وقت

کچھ نہ کر سکے۔ اور مجبوراً ان تینوں کو اندکی طرف بھاگنا پڑا۔ اب محمود شاہ یوسف عادل شاہ و

ملک قطب الملک و ملک الیاس عین الملک حاکم گواشا دی کو طے کر کے اُن کے پیچھے گئے

گنجوتی کے میدان میں لڑائی ہوئی۔ گو ملک الیاس عین الملک مارا گیا۔ مگر یوسف عادل شاہ کی

فتح ہوئی۔ اور قاسم برید وغیرہ اور دھڑ بھاگ گئے۔ بادشاہ نے یوسف عادل شاہ کی سفارش سے ملک الیاس کے بیٹے میان محمد کو اس کی جگہ حاکم کو مقرر کر دیا اور عین الملک کا اُسے بھی خطاب عنایت کیا۔ چونکہ اس وقت زیادہ گنجائش نہ تھی اس لیے یوسف عادل شاہ نے قاسم برید کی سرکوبی کو سال آئندہ پر موقوف رکھا۔ اور سب اپنے اپنے مقامات کو واپس چلے گئے۔

اب قاسم برید پھر سید برین آگیا۔ اور محمود شاہ کو ایسا مجبور کر دیا کہ وہ قاسم برید کی بلا اجازت پانی بھی نہیں پی سکتا تھا۔ سنہ ۱۱۵۷ میں یوسف عادل شاہ نے دستور دینا پر چڑھائی کی۔ مگر دستور دینا قاسم برید کی رائے کے بموجب ملک احمد نظام الملک کے پاس چلا گیا۔ ملک احمد آئندہ ہی کی طرح سے یوسف عادل شاہ پر جھپٹا کہ اُسے جی پور کو واپس آنے کی فرصت نہ ملی۔ اور اُسے مجبوراً بیدر کو بھگانا پڑا۔ اور اُس نے قطب الملک اور فتح احمد عادل الملک سے مدد کی درخواست کی محمود شاہ نے ملک احمد کو لکھا۔ کہ وہ یوسف عادل شاہ کے ملک پر دست درازی نہ کرے۔ اس لیے ملک احمد نے اولاً کٹارہ کشی کی۔ اور سلطان کو ایک عرضی لکھ کر بھیجی کہ دستور دینا حسن آباد گلبرگہ کا ایک قدیمی مقطع دار ہے براہ مہربانی یوسف عادل شاہ سے کمد کیجئے کہ وہ اُسے وق نہ کیا کرے۔ اس لیے بادشاہ نے یوسف عادل شاہ کو اس وقت اُسکے چیمبر نے سے منع کر دیا۔

۱۱۶۶۔ احمد نظام الملک کے دولت آباد پر حملے اور احمد نگر کی بن۔

جب سنہ ۱۱۵۷ میں احمد نظام الملک قاسم برید کی مدد سے واپس پھرا (دیکھو فقرہ ۱۷۸) تو اس واپسی کے ہی وقت اُس نے دولت آباد کا محاصرہ کر لیا مگر دو مہینے کے بعد اُس کو اُس قلعہ کے موقع سے معلوم ہوا کہ اُسکی سنی آسان نہیں ہے اس لیے محاصرہ اٹھا کر جنیر کی طرف روانہ ہوا۔ جب نظام باغ میں پہنچا تو اُس نے یہ سوچا کہ اس جگہ ایک شہر بنایا جائے اور لشکر رکھا جائے جب خلیفہ و ربیع میں

فصل کے درو کا وقت آئے تو اس لشکر سے دولت آباد پر تاخت و تاراج کیجا یا کرے اس سے ممکن ہے کہ اہل قلعہ غلہ کے نہ رہنے کے باعث طالب امان ہو کر قلعہ دیدین۔ اس لیے باغ کے مقابل سین ندی کے کنارے جو دریا سے پہنورہ میں آکر ملتی ہے ایک شہر کی بنیاد ملی۔ یہ اس نے سنا تھا کہ احمد شاہ گجراتی نے احمد آباد گجرات کا نام احمد آباد اس وجہ سے رکھا ہے۔ کہ اس کا اور اس کے وزیر اور اس کے قاضی کا نام احمد تھا۔ اب یہاں بھی یہی صورت ہوئی کیونکہ نظام الملک کا اور نصیر الملک گجراتی وزیر نظام الملک اور قاضی شہر کا نام احمد تھا۔ اس لیے اس نے اس شہر کا نام احمد نگر رکھ دیا۔ اور سال میں دو دفعہ دولت آباد پر حملے کرنا شروع کیے۔ اور ہر حملے میں زراعت اور غلے کو تباہ بر باد کر دیتا اور مکانوں کو جلادیا کرتا تھا۔

۱۷۷۷۔ احمد نظام الملک کا میران عینا کی مدد کے لیے سلطان محمود شاہ گجراتی سے مقابلہ۔

میران عینا کے زمانے میں خاندیس کی حکومت کو بڑا استقلال ہو گیا۔ رایان اطراف کو اس نے مطیع کیا۔ مقدم گوٹہ دانہ و گڑھ اس کے فرمان بردار ہو گئے۔ گولی اور بھیلون نے جن کا پیشہ چوری اور قطع الطریق تھانیک چلتی اختیار کر لی۔ آسا اہیر کے قلعہ کے رو برو ایک اور قلعہ بنا کر اس کو نہایت استحکام دیا۔ اور برہانپور کے قریب دریاے تاپتی کے کنارے قلعہ بنا کر اس کو اپنا اقامت گاہ کیا۔ چونکہ اس کے ملک کا بڑا حصہ گوٹہ دانہ کا جنگل تھا اس لیے اپنا نام سلطان جبار کھنڈی مشہور کیا۔ فتح احمد عباد الملک سے دوستی پیدا کی۔ احمد نظام الملک سے یہاں تک رسوخ پڑایا۔ کہ دولت آباد کی تاخت کے لیے علی الدوام دو سوار سوار اسکے ہمراہ بھیج کر تاق تھا اس وجہ سے اس کو ایسا غرور ہو گیا کہ کئی سال تک محمود شاہ والی گجرات کو معمولی خراج نہ بھیجا۔

۱۷۸۰۔ ناپارٹھن میرن سلطان محمود شاہ گجراتی میران عینا کی تادیب کے لیے روانہ ہوا۔ اسی میں ملک اشرف نے اس کی تیاری سفر کی کیفیت سنا کر اسے ایک عرضی بھیجی کہ دولت آباد کا قلعہ

ایک عرصے سے میرے قبضے میں ہے سلطان محمود شاہ بہمنی کو امر نے مغلوب کر رکھا ہے۔
 اس لیے احمد نظام الملک حاکم احمد نگر ہر سال اپنی فوج یہاں لایا کرتا ہے اور اب بھی محاصرہ کیے
 ہوئے ہے۔ اگر اس بلا سے آپ مجھے نجات دلا دیں تو میں معقول پیش کش اور تحفے خدمت
 میں گزاراؤں گا۔ جب محمود شاہ گجراتی سلطان پور نند بار کے قریب پہونچا اور اُس نے پہلے
 خاندیس کا ارادہ کیا تو میران عینا نے احمد نظام الملک سے امداد چاہی۔ سینتی ہی احمد نظام الملک
 پندرہ ہزار سوار سے براہ پور روانہ ہوا۔ اور فتح احمد عدا الملک بھی میران عینا کی مدد کو پہونچا۔
 اس عرصے میں محمود شاہ گجراتی اسیر میں جا پہونچا۔ احمد نظام الملک کے وزیر احمد نصیر الملک گجراتی
 نے محمود شاہ سے مراسلت شروع کی۔ اور نصیر الملک نے سلطان کے ایک مقرب کو تحریر کیا
 کہ یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ سلطان محمود شاہ الیسا بڑا بادشاہ ہے کہ میران عینا سے
 اُس کے یہاں بہت سے امیر ہیں اور پھر وہ اُس سے مقابلے کی داسطے خود لشکر لیکر آیا ہے
 خصوصاً ایسے وقت میں جب احمد نظام الملک بھی اُسکی مدد کو آیا ہے اُسے کہ میں قسۃ
 قلباً لے لیا یا نہیں میں اگرچہ احمد نظام الملک کا نوکر ہوں مگر چونکہ میرا وطن بگڑت ہے۔ اس لیے
 مجھے سلطان کی خیر خواہی ہی فرض ہے اُس سے عرض کر دیجیے کہ اگر اُسکو فتح ہوئی تو اُسکی
 کچھ عورتیں بڑھ جائیگی اور اگر قضیہ سنکس ہو گیا۔ تو سلطان کی کیسی بڑی بے ناموسی ہوگی۔
 اُس امیر نے یہ خط مجھ سے سلطان کو دکھا دیا۔ اب سلطان متروک تھا کہ کیا کرے۔ لڑے یا صلح
 کر کے چلا جائے۔ یہ واقعہ مشہور ہوا ہے۔

۹۰۶ھ

سلطان محمود گجراتی کا ایک ہائی بحری سال نام بڑا بڑا دست اور
 مست تھا اُسکے نیسا بان کو احمد نظام الملک نے بہت کچھ نقد
 دیکر کاٹھ لیا اور اپنے مطلب کی خوب پخت پز کر لی۔ ایک دن

۱۷۸۔ احمد نظام الملک کا سلطان

محمود شاہ گجراتی کو دھوکے سے

انک دینا۔

اندھیری رات کو اُس نے پانچ ہزار سوار تیر انداز اور پانچ ہزار پیادے تفنگچی کماندار اور باندار ساتھ لیے اور لشکر گجرات کے قریب جا چھپا۔ جب نصف شب گزری تو اُس نمک حرام فیلبان نے حسب وعدہ اُس ہاتی کو کھول دیا۔ جس نے لشکر گجرات میں اپنی مار دھاڑ سے شور مچا دیا۔ اب دوسرے نظام الملک کے پیادے اور سوار نکلے اور نقارہ اور نقیر بان بجائیں۔ اور تیر اور تفنگ اور بان برسنا شروع کیے۔ سلطان خاندیسون اور دکھنیون کے ضعف کے خیال سے غفلت کی نیند سو رہا تھا اب اُسے یاد آیا وہ کہ نظام الملک کے پاس سلاطین بھنبیہ کے چار ہزار سوار جمع ہو گئے ہیں جن سے وہ کہا کرتا ہے کہ میں خاص سلطان محمود پر حملہ کر دنگا پھر فتح و شکست خدا کے ہاتھ ہے یا یہ سوچ کر وہ اپنے سر پر وہ سے دس بارہ خادمون کے ساتھ فوراً ایک طرف کو نکل گیا۔ اُس کے نکلتے ہی وہ ہاتھی اُسکے خیمہ پر پہنچا۔ اور اہل حرم کی آوازیں مضطربانہ بلند ہوئیں۔ اُسکو یقین ہو گیا کہ نظام الملک ہی ہے۔ اور میرے خیمے تک آگیا ہے بے توقف دو تین سو آدمی سے جو اُسکے پاس اب تک جمع ہو گئے تھے نکل دو تین کو سبھاگ گیا۔ اتنی میں امرائے لشکر فوجیں آراستہ کر کے دکھنیون کے مقابل ہوئے۔ دکھنی تھوڑی دیر تک لڑے زیادہ طاقت کھان تھی۔ اندھیرے ہی میں واپس چلے گئے اب اعیان لشکر سب جمع ہوئے اور بادشاہ کے خیمے کے سر پر وہ پر مبارکباد کے لیے حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ بادشاہ نہیں ہے یہ سنتے ہی بہ بہانہ تعفن ہوا و تغیر منزل سلطان کے پیچھے روانہ ہوئے۔ اور اگر بادشاہ سے ملے۔ دکھنیون کے فریب سے سلطان کمال حیران رہ گیا۔ اور جہاں پہنچ گیا تھا لوٹنا مناسب نہ سمجھ کر وہیں قیام کیا۔ اب صبح ہوتے ہی دکھنیون نے اس مقام پر جہاں سلطان کے ڈیرے خیمے پڑے ہوئے تھے ڈنڈا ڈیرا ڈال دیا ۵

کہ یہ صمد لشکر جہاںمیر نہ نشود

کار ہا راست کند عاقل کامل بہمن

بعد اُسکے طرفین سے پیغام سلام ہوئے اور صلح ہونے پر فریقین اپنے اپنے مسکنوں کو چلا آئے معلوم نہیں کہ صلح کی شرائط کیا تھیں موزین نے رعایتاً تفصیل نہیں کی ہے۔

۱۷۹- کشکاش یوسف عادل شاہ
واحد نظام الملک نسبت ملک گیری۔
اس زمانے میں سلطنت ہمنیہ کے حسب تفصیل ذیل
امرا نے حصے بخر کر رکھے تھے۔

- ۱- بیجا پور مین یوسف عادل شاہ
- ۲- مریچ کلہر پٹالہ گوا وغیرہ مین میان محمد عین الملک
- ۳- جنیرہ مین احمد نظام الملک
- ۴- پرنیڈہ و شولارہ مین خواجہ جہان
- ۵- دولت آباد مین ملک اشرف
- ۶- گلبرگہ گنجونی اند وغیرہ مین دستور دین رحبتی
- ۷- بیدردار الخاغت واوسر و قندہار وغیرہ مین خاسم برید
- ۸- وزیرگل علاقہ تانگانہ کے ایک حصے مین سلطان قلی قطب الملک
- ۹- راجمندری علاقہ تانگانہ کے دوسرے حصے مین قوام الملک صغیر
- ۱۰- کاویل ایچپور برار کے ایک حصے مین فتح اسد عدا الملک
- ۱۱- ماہور کلم مکر برار کے دوسرے حصے مین خداوند خان حبشی

ان میں سے ہر ایک انا و لاغیری کا دم بھرتا تھا۔ لڑائی جھگڑے رستہ تھے۔ لیکن نہ تو سب ایک سی لیاقت کے آدمی تھے۔ اور نہ سب کے ایک ہی سے وسائل تھے۔ فوجی لحاظ سے یوسف عادل شاہ سب سے زبردست مانا جاتا تھا۔ مگر تشیع کے سبب اُسے پھونک پھونک کر قدم کھنا پڑتا تھا اب اُس کا ایک ہم مذہب بھی تانگانہ میں قطب الملک پیدا ہو گیا تھا۔ اور بہادر گیلانی کے بجای

ایک نہایت نرم آدمی میان محمد مقرر ہوا تھا اسکو صرف احمد نظام الملک کی طرف سے کھٹکاتی تھی۔
 اس لیے اُس نے اُسے لکھا کہ وہ درویش درگیمے خستہ و دو بادشاہ درالقیمنہ نگینہ۔ دکن
 کا ملک ایک چھوٹا سا ملک ہے اس میں اتنے بادشاہوں کی گنجائش نہیں ہے آپ کسی کی طرف داری
 نہ کیجیے میں بھی کسی کی طرف داری نہیں کرتا جن پر آپ سے ہو سکے قبضہ کر لیجیے اور جہاں مجھے
 ہو سکے میں قبضہ کروں۔ دولت آباد پرزیدہ کالہ آپ کا ہے گلبرگہ گنپتی گوا وغیرہ میں لے لو
 فتح اللہ خداوند خان کو دبا لیے قطب الملک تلنگانہ کا مالک رہے اور کچھ تھوڑا حصہ بیدر
 دار الخلافہ کا قاسم بن کر لیے چھوڑ دیجیے وَنَصَفَ لَكَ هَذَا الْقَوْمَ جَاهِلُونَ۔
 ملک احمد بھی باہر راضی ہو گیا۔ اور دستور دینار کی معاونت کا خیال چھوڑ دیا۔

۱۸۰۔ میان محمد جاگیر گوا یوسف عادل شاہ نے میان محمد عین الملک کو اطاعت کے لیے لکھا۔
 کا یوسف عادل شاہ چونکہ میان محمد ابھی چند روز ہوئے کہ باپ کی جگہ مقرر ہوا تھا۔ اور ابھی
 کا سیطع ہونا۔ نوجوان بچہ تھا اس لیے کچھ رعب و اب اسکا ملک میں نہ تھا۔ سوا سے
 اسکے اس کے تقرر کے لیے یوسف عادل شاہ نے سفارش کی تھی۔ یہ اسکا احسان بھی تھا
 اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ کچھ صاحب جو صلہ نہ تھا۔ اس لیے اسی کو بہتر سمجھا۔ کہ اطاعت
 کرے۔ اس لیے پہلے تو اس فرمان کے پہونچنے کی گوا میں ایک ہفتہ تک خوشی منائی۔
 بعد اسکے چھ ہزار سوار سے یوسف عادل شاہ کے سلام کو آیا۔ اور اُس نے اُس کا سلام
 بادشاہوں کی طرح سے لیا اور غلعت و خیرہ عنایت کیا۔

۱۸۱۔ سلطان گجرات کا حملہ
 جب احمد نظام الملک خاندیس سے واپس آیا تو اُس نے سترہ
 میں دولت آباد کی طرف کوچ کیا۔ اور لشکر کو محاصرہ پر مقرر کر کے خود
 بالا گھاٹ میں نیلوہ کے پاس قیام کیا۔ وہاں کچھ باغبان آدم لیکر
 کا دولت آباد وغیرہ پر قبضہ

آئے اور بولے کہ جب آپ پہلے سال یہاں آئے تھے تو کچھ آدم شکر والوں نے کھائے تھے اور گٹھلیاں چھوڑ گئیں تھیں وہ گٹھلیاں آگ آئین اور اب سات سال کے بعد انہیں ایسے پھل لگے کہ جنہیں ہم یہاں لائے ہیں۔ گویا انہیں یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ اس قدر عرصے سے آپ اس قلعہ کی تسخیر کے لیے آیا کرتے ہیں۔ غرض کہ ملک اشرف اب تنگ ہو گیا۔ آخر اس نے محمود شاہ گجراتی کو لکھا کہ میں آپ کا بالکل مطیع ہوں۔ اور اس قلعہ کو آپ اپنا سمجھئے اور مجھے اس بلا سے نجات دلانے۔ میں بلج و خراج آپ کو دیا کروں گا۔ سلطان گجراتی کو احمد نظام الملک کے اپنے الفعال کا تدارک بھی منظور تھا کیونکہ اہل دکن خاندیس کے شیخوں کے بعد اسے بیکہ یعنی کمزور کیا کرتے تھے جس سے وہ بہت نادم ہوتا تھا۔ اور اب یہ اسد عاجی ہوئی۔ اس لیے بڑی شان و شوکت سے دکن کو چلا اور جب وہ پشن کے پاس آیا۔ تو احمد نظام الملک محاصرہ اٹھا کر احمد نگر کو چلا بنا۔ ملک اشرف محاصرے سے نکلا۔ اور سلطان قطب الدین مبارک شاہ غلجی کی مسجد میں سلطان محمود گجراتی کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اس کے لشکر میں گیا۔ اور بہت بڑا پیش کش ادا کیا۔ اور ہر سال خراج کے بھیجتے کا وعدہ کیا۔ سلطان اس سے بہت راضی ہوا پھر سلطان نے یہاں سے خاندیس کو کوچ کیا اور میران عینا سے کئی سال کا خراج لیکر احمد آباد کو مراجعت کی۔ احمد نظام شاہ پھر اس سال کے اخیر میں دولت آباد آیا۔ چونکہ ملک اشرف کے مرہٹہ سردار سلطان محمود گجراتی کے خطبہ پڑھوانے سے ناراض ہو گئے تھے اس لیے انہوں نے قلعہ حوالہ کر نیکیے لیے احمد نظام الملک کو پینام بھیجا جب یہ پینام نظام الملک کو دیاے گنگا پر پہنچا تو اسی رات کو اس نے دولت آباد پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ قضا الملک اشرف کو مرہٹوں کی سازش معلوم ہو گئی جس سے اس کو سخت رنج ہوا۔ اور بیمار ہو کر پانچ چھ دن میں مر گیا۔ متحصنین نے اس کے مرتے ہی کلید قلعہ احمد نظام الملک کی خدمت میں پہنچا دی۔ اور قلعہ اس کے قبضے میں گیا۔ اسکے بعد نظام الملک نے قلعہ کی مرمت کرائی اور اپنے مستمدون کو سپرد کر کے احمد نگر

چلا گیا۔ مگر پھر بھی کچھ سستی اور غفلت نہ کی۔ بلکہ اسکے بعد نہایت ہی جانفشانی کے ساتھ ۹۰۹ھ و ۹۱۰ھ میں راجہ ہارے کا لٹہ و بٹکانہ کو مطیع کیا۔ اور اُن سے پیش کش لیے۔

۹۰۹ھ
۹۱۰ھ

۱۸۲۔ قاسم برید کی موت
اور یوسف عادل شاہ کا لگ بھگ مشہور ہو گیا تھا اس لیے سب نے حتی الامکان اپنا اپنا بندوبست کر لیا تھا۔ مگر یوسف عادل شاہ کو طرح طرح کے پس و پیش تھے وہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح کارروائی کرے۔ اس میں قاسم برید سب سے شروع میں مر گیا۔ اور اس کا بیٹا امیر برید سکا جانشین ہوا۔ محمود شاہ کو اُس نے اپنے باپ سے بھی زیادہ تنگ پکڑا جو کہ احمد نظام الملک اپنے جھگڑوں میں مصروف تھا۔ اور قاسم برید بھی مر گیا۔ تو اب یوسف عادل شاہ فی دستور دنیا سے ملک لینے کا مضبوط ارادہ کیا۔ اور عین الملک کو ساتھ لیکر لگ بھگ کی جانب بڑھا۔ دستور دنیا نے امیر برید سے کہلا بھیجا۔ کہ اپنے والد کی طرح آپ مجھے مدد دیجیے ورنہ یوسف عادل شاہ آج میرے لیے ہے تو کل آپ کے لیے بھی ہے۔ امیر برید یہ سنتے ہی اس کی مدد کو آیا۔ اور خواجہ بہاؤ

۹۱۰ھ

حاکم پڑھ بھی منہ اپنے بھائی زین خان کی اعانت کے لیے باج ہزار فرج لایا۔ قرقین چار باج کو اس کے فاصلے پر پڑے۔ یوسف نے غضنفر بیگ کو دو ہزار تیر انداز اور دو ہزار سوار نیزہ باز کے ساتھ بطور ہراول کے آگے بھیجا۔ جس نے اکراول دستور دینار کو اطاعت کی نصیحت کی اور جب اُس نے برعکس جواب دیا۔ تو قرقین کے ہراولوں میں جنگ ہوئی مگر دستور دینار کے لوگ کچھ ایسے خائف تھے۔ کہ فوراً بھاگ گئے۔ پھر چھپے سے یوسف عادل شاہ بھی آگیا۔ اور دو سے روز دستور دینار بھی مقابل ہوا۔ یوسف عادل شاہ کے میمنہ پر غضنفر بیگ اور میسرہ پر حیدر بیگ تھا اور دوسرے مرزا جہانگیر قمری کے حوالہ تھا۔ دستور دینار کی صفیں ہندوستان کی طرح قائم ہوئیں اور اُن کے پاس اراہماے توپ و تفنگ و بان و ضرر جن لشکر کے آگے

لگائے گئے تھے۔ طرفین میں خوب جان توڑ کڑائی ہوئی و ستورویتا مارا گیا۔ اور ایک تیر غرضنفر بیگ کی پیشانی پر کرا لیا لگا کہ اسکا بھی کام تمام ہو گیا۔ یہ یوسف کا اعیانی یا رضاعی بھائی تھا۔ گو یوسف کو اُس کا بچہ ہوا۔ مگر فتح کی خوشی نے سب دور کر دیا۔ گلبرگہ ساغر ابتکر وغیرہ تمام ملک ستورویتا کا یوسف کے قبضے میں آ گیا۔ اور یوسف کو اب کمال استقلال ہو گیا۔

۱۸۳- یوسف عادل شاہ کا
علی الاعلان اپنے مذہب
شیعہ کو جاری کرنا۔

یوسف عادل شاہ غالباً خواجہ جہان محمد وکاوان کے سبب شیعہ ہو گیا تھا۔ اور جیسا کہ نئے مذہب والوں کا قاعدہ ہوتا ہے اس مذہب کا بڑا پابند اور کمال متعصب تھا۔ یا یہ کہ وہ ایرانی اور شیعہ

خاندان سے تھا اور اپنے مذہب کا بڑا پکا تھا۔ مگر چونکہ چارون طرف سنی ہی سنی تھے بظاہر و مبین مار سکتا تھا جب عین الملک حاکم گوانسی المذہب اسکا مطیع ہو گیا۔ اور احمد نظام الملک کی طرف سے بھی اُسکی خاطر جمع ہوئی تو اُس نے سنہ ۱۱۷۷ھ میں امرائے شیعہ مذہب کو جمع کیا۔ ایک بڑے عظیم الشان مجلس ہوئی مرزا جہانگیر بیگ قمی و حیدر بیگ و ستیدا احمد ہروی صدر وغیرہ شیعہ مذہب کے امراء اعلیٰ جمع ہوئے۔ یوسف نے اُسی قسم کی باتیں کہیں جیسے کہ شیعہ مذہب کے معتقدوں کا ہمیشہ کا دستور ہے وہ بولا کہ جبوقت خواب میں حضرت خضر علیہ السلام نے مجھکو سلطنت کی بشارت دی تھی تو اُس وقت مجھے کہا تھا کہ جب تکو بادشاہت نصیب ہو تو سادات اور مہمان اہل بیت رسول آخر الزمان کی تعظیم و تکریم کیا کرنا اور مذہب ائمہ اثنی عشر کی تقویت میں کوشش کرنا۔ میں نے خدا سے عہد کیا۔ ہر کہ اگر خدائے ملک بخش مجھے ملک دے گا تو میں شیعہ مذہب کو رواج دوں گا اور اُس منابر کو القاب ائمہ اثنی عشر سے مزین کروں گا۔ اور جس وقت نمرانج اور سادر گیلانی نے دونوں طرف سے شور و غوغا مچایا۔ اور مجھکو یہ معلوم ہوا کہ ملک میرے ہاتھ سے جاتا رہے گا تو میں نے اسکو اپنے عدم ایفاء عہد کا اثر سمجھ کر راقف الضمائر سے عہد کیا ہے

کہ جب مجھ کو اس بلا سے نجات مل جائیگی تو میں مذہب شیعہ کو رواج دوں گا۔ آپ سب صاحب مجھ کو اس
 بارے میں کیا اصلاح دیتے ہیں؟ مسامعین میں سے بعض نے کہا کہ: بسم اللہ مبارک ہو، لیکن
 جن لوگوں کے مزاج میں حزم و احتیاط تھی یا سنی تھے انہوں نے کہا کہ: ابھی نئی نئی سلطنت قائم
 ہوئی ہے۔ اور محمود شاہ بہمنی جو وارث ملک ہے ابھی زندہ موجود ہے۔ ملک احمد نظام الملک اور فتح اللہ
 عوامد الملک دامیر برید سب سنی ہیں سو اسے اس کے اکثر آپ کی فوج کے سردار بھی حنفی مذہب میں
 مسابو کوئی ایسا فتنہ اٹھے جس کا تدارک مشکل ہو جائے، اس پر یوسف نے کہا کہ: اگر میں اس
 عہد کو پورا کروں جو میں نے کیا ہے تو خدا مجھ کو مدد دیگا، مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہ معاملہ
 اس طرح ہو گیا۔ لیکن جب امیر قاسم برید مر گیا دستور دینا رک ملک یوسف کے ہاتھ آ گیا۔ اور
 احمد نظام الملک اپنے ہی فتوحات میں دولت آباد بکھلائے وغیرہ کی طرف مصروف رہا۔ اور فتح اللہ
 کو خداوند خان کی قوت سے کمین نکلنے کا موقع نہ ملا اور تنگ گانہ میں قطب الملک شیعہ مذہب
 کا حاکم اچھی طرح متقل ہو گیا۔ اور اب خبر آئی کہ ایران میں شاہ اسماعیل صفوی نے خطبہ ائمہ اثنا عشر
 پڑھوایا ہے اور شیعہ مذہب کو رواج دے رہا ہے تو یوسف کو بھی ہمت بندھی اور ذی الحجہ ۹۱۰ھ
 بروز جمعہ بیجاپور کی مسجد واقع قلعہ ارک میں آیا۔ اور نصیب خان نے جو ایک شخص سادات مدینے
 سے تھا منبر پر چڑھ کر پہلے اذان میں الشہد ان علیاً ولی اللہ زیادہ کیا پھر خطبہ ائمہ اثنا عشر
 کے نام کا پڑھا اور باقی اصحاب کبار کے نام خطبہ سے نکال ڈالے۔ یہ پہلے ہی مرتبہ ہے کہ
 ہندوستان میں شیعہ مذہب کا خطبہ پڑھا گیا ہے۔ لیکن یہ اس کی بڑی تعریف کی بات ہے کہ
 اُس نے جہاں شیعہ کو اس وجہ سے کہ یہ یسینوں کا ناکس ہے ایک سخت حکم دیدیا۔ کہ کہیں کوچہ
 و بازار میں شیعہ مذہب کا تذکرہ اور عیاذاً باللہ و معاذ اللہ اصحاب پر تبرائے کیا جائے اور ایسا اچھا
 بندوبست کیا کہ اس حکم کی خوب تعمیل ہوئی کسی کی مجال نہ تھی کہ صریحاً یا کنایتاً کوئی شخص اصحاب

ثالثہ کی نسبت حقارت کا لفظ زبان سے نکالے۔ سینوں کا یہ تو عام قاعدہ ہے کہ جب تک اُنکے آگے تیرا نہ کیا جائے اُن کو شیعہ مذہب والوں سے کبھی پر خاش نہیں ہوتی اس لیے کوئی مذہبی جھگڑا اسکی حکومت میں نہ اٹھا سواے اس کے اُس نے میان محمد عین الملک کو سپہ سالاری سے معزول کیا۔ اور بجائے جاگیر قدیمی کے جو بہادر گیلانی کی اُسکے پاس تھی اُس سے لیکر پرگنہ ملگری و بلکان اُسکو دیدے اُس سے ایک زبردستی کا زور گھٹ گیا اور ایسے ہی اور بھی سنی امرا کے ساتھ کیا۔ اور اسی کے ساتھ جو امرائے خفی مذہب رہے اُن سے کہہ دیا کہ لکھ دیتے تم کو قی دین وہ اپنے اقطاع میں اپنے مذہب کی اذان پتہ اور نماز پڑھتے رہے۔ اُن سے کچھ مزاحمت نہ کی۔ اور تمام امرا اور متعبداروں کے یہاں منبر لگا رکھے کہ اگر کوئی شخص فساد اٹھانا چاہے تو اُس کا تدارک قبل از وقت کر لیا جاوے۔

۱۸۴۲- امیر برہکی یوسف عادل شاہ اگرچہ مذہب کے لحاظ سے تو کسی سنی کو کچھ برا معلوم نہ ہوا۔ مگر امیر برکٹ کرشی اور اُس کا بھائی - برید نے اپنے ملکی اغراض سے محمود شاہ کو برا لگتے کیا اور

اُس نے قطب الملک بہمانی و فتح اللہ عادل الملک و خداوند خان حبشی کو لکھا کہ یوسف عادل خان نے آجکل اطاعت چھوڑ دی ہے اور مخالفت اختیار کی ہے اور بلاد اسلام میں رسوم متبدلہ و روافض کو جاری کیا ہے۔ چاہیے کہ ذرا اپنی اپنی فوجیں لیکر آپ لوگ یہاں حاضر ہوں فتح اسد اور خداوند خان نے ایک دوسرے کے خوف سے اپنا دار الحکومت چھوڑنا مناسب نہ سمجھا۔ اور بادشاہ سے عذر کر دیا۔ قطب الملک گو شیعہ تھا اور خدا سے جانتا تھا کہ یہ مذہب جاری ہو مگر مصلحتاً اور امرائے تلنگ کی تحریک سے اُس نے اس وقت بادشاہ کی ظاہری اطاعت کو ضروری سمجھا اور فوج لیکر آمو جو ہوا اس سے امیر برید نہایت مضطرب ہوا کیونکہ اُس نے خیال کیا کہ اگر قطب الملک اور یوسف عادل شاہ ہم مذہبی کے باعث مل گئے تو سخت خرابی ہوگی پس نے

احمد نظام الملک بھری کو مدد کے لیے لکھا اس لیے احمد نظام الملک باتفاق خواجہ جہان حاکم
 پرندہ وزیر خان حاکم شولاپور دس بارہ ہزار فوج اور ایک زبردست توپخانہ کے ساتھ احمد آباد میر
 مین سلطان کے پاس آمو جو دھوا یوسف عادل شاہ نے دیکھا کہ اب معاملہ بگاڑا ایسے دشمنوں
 سے مذہبی جوش کے پیرا یہ مین مقابلہ کرنا غیر ممکن ہے اُس کے جوش و حماس جاتے رہے
 اب اُس نے دیکھا کہ فتح اللہ کے سوا اور ایسا کوئی نہیں ہے کہ جہان اُسکو کسی طرح کی امداد کی
 کچھ امید ہو اس لیے اُس نے اپنے بیٹے شاہزادہ اسماعیل کو جو اس وقت پانچ سال کا تھا کمال خان
 دکنی سرنوبت کے حوالے کر کے تمام احمال و ائصال کے ساتھ بیجا پور بھیج دیا تاکہ وہ تلے مین
 راجہ ملک کی حراست کرتے رہیں اور دریا خان و فخر الملک دکنی کو لکھنؤ و ساغر والدہ سپر کیا۔ اور
 خود پانچ چھ ہزار سوار اور عین الملک کنعاوی کو لیکر براہ بیڑ براہ کو بھاگا اور پرگنہ بیڑ مین جانا اور غارت
 کرنا شروع کیا۔ ملک احمد نے اپنا ملک خراب ہونے دیکھ کر محمود شاہ کو ساتھ لیا اور یوسف
 کے تعاقب مین روانہ ہوا۔ اس سے یوسف نہایت تنگ ہو کر دولت آباد کے علاقے مین
 لوٹا غارت کرتا براہ کو بھاگا گیا۔ فتح اللہ نے دیکھا کہ اگر اس وقت یوسف کی دوستی کے باعث
 بادشاہ سے مقابلہ کرنا بہن تو میری بھی خرابی آتی ہے۔ اس لیے اُس نے یوسف سے کہا کہ
 مین تیری بظاہر مدد نہیں کرتا اور تو مجھ سے تالا ض ہو کر یہاں سے اس وقت براہ پور چلا جانا اُس کے
 بعد قطب الملک اور مین کوئی ایسی تدبیر کرینگے جس سے تیرا مقصد پورا ہو جائیگا۔ یہ مصلحت
 یوسف کو بھی پسند آئی۔ اور وہ بظاہر رنجیدہ خاطر ہو کر براہ پور کو چلا گیا۔ اور بیجا پور کو حکم بھیج دیا کہ وہاں
 سنیوں کا چار یا رسی خطبہ پڑھا جائے اب فتح اللہ نے ملک احمد کو ہینا بھیجا کہ ”مذہب کا ہمانہ کر کے
 امیر برید پر چاہتا ہے کہ یوسف عادل شاہ کو تباہ کرے اور بیجا پور پر قابض ہو جائے وہ ایک
 ایسا چالاک اور متفنی شخص ہے۔ کہ باوجود اس چھوٹی سی پٹریا کے جو اُس کے پاس ہے

بادشاہ کی مثنوی اور فرضی پناہ میں ٹیکھ کر کسی کسی حرکت میں کر رہا ہے جس سے تمام دکن پریشان ہو رہا ہے۔ اگر اوسکو بیجا پور کا سالک مل گیا۔ تو چین چین اور بھاری اولاد کو دکن میں رہنا غیر ممکن ہو جائیگا۔ سو اسے اس کے ہم لوگ سپاہی ہیں ہم کو دوسروں کے مذہب سے کیا کام۔ شہنشاہ کو اپنے دین و ایمان کا کامل اختیار ہے۔ جو جیسا کرے گا وہ خود اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے ہر کو کسی دوسرے کی قبر میں۔ ذنا نہیں۔ مذہب ہر ایک کا اپنے اپنے ولی اعتقاد پر موقوف ہے کسی کے دلی خیالات کو ملنا خدا کا کام ہے اس پر زبردستی کرنا مناسب نہیں علاوہ اسکے یوسف نے میرے سامنے اپنے مذہب سے قویہ بھی کی ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں رافضی مذہب پر اب نہیں چلؤنگا اور یہی پور میں خطبہ آغا شری کو موقوف کرلو رہا ہے ساری حالت میں یہ ضروری ہے کہ آپ اپنے ملک کو تشریف لیجائے اور کسی کی مدد نہ کیجئے۔ سچ ہے مذہب تو انسان کا دلی اعتقاد ہے اسے کوئی آدمی پلٹ نہیں سکتا۔ اس لیے عقلا نے ہر کسی کو اپنے اپنے خیالات پر چھوڑنا مناسب سمجھا ہے پھر ہر مذہب والے یہی خیال کرتے ہیں کہ اپنے پیدا کنندہ اور بنانے والے کی مرضی کے مطابق چلیں اور گناہوں سے جو انسان کے خمیر میں ملے ہوئے ہیں نجات حاصل کریں۔ ایک صلح کل نے اس اعتقاد اور خواہش کی نسبت ایک مثال لکھی ہے وہ کہتا ہے کہ خدا گویا ایک مکان میں بیٹھا ہے جس کے بشمار دروازے ہیں۔ اب جس دروازے سے کوئی اس مکان کے اندر داخل ہوگا۔ خدا تک پہنچ جائیگا۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار کہتے ہیں نظم

گناہ خلق در دیوانت رفت
گر فنار علی گشتے و بو بکر
گئے آن یک بود از کار معزول
چو حلق ماندہ بردر تراچہ

الا اے در مصب جانت رفت
دلے اثا بلی پرزرق و پڑ مکر *
گئے این یک بود نزد تو مقبول
گراں بہتہ روان بہتر تراچہ

<p>ہمہ عمل اندرین محنت نشسته یقین دائم کہ فرما پیش حلقہ چہ گویم جسدہ از دشت ارنگویند الہی نفس کا فرار از بون کن دل باز بخود مشغول گردان</p>	<p>ندائم تا خدا را کے پرستے یکلی کردند ہفتاد و سہ فرقہ چونیہ کو بنگری چو باے اویند فضولی از دماغ من بردن کن تعصب جوے را معزول گردان</p>
<p>غرض کہ اس بوڑھے عقلمند کی باتوں کو سن کر ملک احمد کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ اودھر قطب الملک اسی غرض سے بادشاہ کی ظاہری تائید کو کیا تھا کہ درحقیقت یوسف کو اس منحصہ سے نجات دلائے اور امیر برید کی امداد کا حصہ بہانہ تھا۔ اُس نے بھی ملک احمد کو سمجھایا۔ اور بغیر اس کے کہ بادشاہ سے کچھ صلاح و مشورہ کرین آدمی رات کو دونوں نے کوچ کر دیا۔ اور اپنے اپنے ملکوں کو چلے گئے۔ اب صبح ہوئی تو دیکھتے کیا ہیں کہ دونوں زبردست پہلو ٹوٹ گئے۔ محمود شاہ اور امیر برید دنگ رہ گئے۔ کہ کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ لاچار فتح اللہ کو پیغام بھیجا کہ جاری مدد کرو چلکر جیسا پور فتح کرین اُس نے چند روز تک انہیں لیت و لعل میں رکھا۔ اور نجفی طو پر یوسف کو برہان پور سے بلایا۔ جب وہ اگیا تو کھلا بھیجا۔ کہ آپ بیدار ٹھنڈے ٹھنڈے چلے جائیے۔ لیکن جب امیر برید نے نہ مانا تو فتح اللہ اور یوسف دونوں فوجیں لیکر بادشاہ سے لڑنے کو تیار ہوئے۔ مجبوراً محمود اور امیر برید نے ڈیرہ وغیمہ چھوڑ چھاڑ بیدر کو بھاگ کر جان بچائی۔ یوسف عادل شاہ نے بادشاہ کے لشکر کو غارت کیا۔ اور فتح اللہ سے رخصت ہو کر بیجا پور کو آیا۔ اور پھر وہی خطبہ شائع شری جاری کر دیا۔ مگر اپنے مذہب کی بہت سی انوکھی باتوں سے جو اُس نے ایجاد کی تھیں اُسے کنارہ کش ہونا پڑا۔ عین الملک کنعانی اور کمال خان و فخر الملک ترک کار تہہ جو سنی امیر تھے زیادہ کیا۔ اُن پر نواز شین کین جس سے یہ لوگ راضی ہو گئے۔ اور سید احمد ہروی کو کچھ تحفے اور تبرکات دیکر شاہ اسماعیل صفوی والی ایران</p>	<p>غرض کہ اس بوڑھے عقلمند کی باتوں کو سن کر ملک احمد کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ اودھر قطب الملک اسی غرض سے بادشاہ کی ظاہری تائید کو کیا تھا کہ درحقیقت یوسف کو اس منحصہ سے نجات دلائے اور امیر برید کی امداد کا حصہ بہانہ تھا۔ اُس نے بھی ملک احمد کو سمجھایا۔ اور بغیر اس کے کہ بادشاہ سے کچھ صلاح و مشورہ کرین آدمی رات کو دونوں نے کوچ کر دیا۔ اور اپنے اپنے ملکوں کو چلے گئے۔ اب صبح ہوئی تو دیکھتے کیا ہیں کہ دونوں زبردست پہلو ٹوٹ گئے۔ محمود شاہ اور امیر برید دنگ رہ گئے۔ کہ کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ لاچار فتح اللہ کو پیغام بھیجا کہ جاری مدد کرو چلکر جیسا پور فتح کرین اُس نے چند روز تک انہیں لیت و لعل میں رکھا۔ اور نجفی طو پر یوسف کو برہان پور سے بلایا۔ جب وہ اگیا تو کھلا بھیجا۔ کہ آپ بیدار ٹھنڈے ٹھنڈے چلے جائیے۔ لیکن جب امیر برید نے نہ مانا تو فتح اللہ اور یوسف دونوں فوجیں لیکر بادشاہ سے لڑنے کو تیار ہوئے۔ مجبوراً محمود اور امیر برید نے ڈیرہ وغیمہ چھوڑ چھاڑ بیدر کو بھاگ کر جان بچائی۔ یوسف عادل شاہ نے بادشاہ کے لشکر کو غارت کیا۔ اور فتح اللہ سے رخصت ہو کر بیجا پور کو آیا۔ اور پھر وہی خطبہ شائع شری جاری کر دیا۔ مگر اپنے مذہب کی بہت سی انوکھی باتوں سے جو اُس نے ایجاد کی تھیں اُسے کنارہ کش ہونا پڑا۔ عین الملک کنعانی اور کمال خان و فخر الملک ترک کار تہہ جو سنی امیر تھے زیادہ کیا۔ اُن پر نواز شین کین جس سے یہ لوگ راضی ہو گئے۔ اور سید احمد ہروی کو کچھ تحفے اور تبرکات دیکر شاہ اسماعیل صفوی والی ایران</p>

مروج مذہب امامیہ کے پاس مبارکباد کے لیے بھیجا۔ اور یہاں کے تمام وکمال حالات سے

اسے اطلاع دی۔

۱۸۵- احمد نظام الملک کی

میران داؤد خان حاکم خاندیس

پر لشکر کشی۔

سینتالیس برس حکومت کر کے میران عینا سلطان جھڑکھٹ ٹری

۱۲- ربیع الاول ۹۰۷ھ کو مر گیا۔ اور برہانپور کے محلہ دولتمندان

میں مدخون ہوا۔ چونکہ اُس کے اولاد نہ تھی۔ اس سے اُس کا

بھائی میران داؤد خان تخت نشین ہوا۔ اس کے امرا میں حسام علی اور یار علی دو بہائی تھے

وہ اس وقت نہایت سربرآوردہ سمجھے جاتے تھے۔ حسام علی کا خطاب ملک حسام الدین تھا

اور یہی بادشاہ کا بڑا محترم تھا ۹۰۹ھ میں میران داؤد خان نے چاہا کہ احمد نظام الملک کے بعض

سرحدی دیہات پر قبضہ کر لے۔ ملک احمد یہ سستے ہی خاندیس میں پہنچا۔ اور داؤد خان قلعہ

اسیر میں متحصن ہوا۔ نظام الملک نے ملک کو خوب لوٹا۔ سلطان محمود شاہ غلجی والے مالوہ

۵۳۲ھ میں مرجحہ تھا۔ اُس کے بعد اُس کے بیٹے سلطان غیاث الدین غلجی نے تینتیس برس

مالوہ میں حکومت کی ۹۰۷ھ میں اُس کے بیٹے ناصر الدین نے اُس سے تخت چھین لیا۔ اور

باپ کو زہر دیکر مار ڈالا۔ اس وقت یہی وہاں کا بادشاہ تھا۔ جب داؤد خان بہت تنگ ہو گیا۔ تو

اُس نے سلطان ناصر الدین سے مدد مانگی۔ چونکہ ایسے وقت میں کسی بادشاہ سے مدد مانگنے

کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ متعین معین کا مطیع ہونا چاہتا ہے۔ اس لیے ناصر الدین نے بنام نہاد

ادائے حق ہمسایگی اپنے ایک امیر اقبال خان نامی کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ میران داؤد

خان کی مدد کو بھیجا۔ اقبال خان کے اقبال سے احمد نظام الملک احمد نگر کو چلا آیا۔ مگر اقبال خان

نے برہانپور میں اگر کچھ روز قیام کیا۔ داؤد خان نے سلطان ناصر الدین شاہ کے نام کا وہاں خطبہ

پڑھوا دیا۔ اور اقبال خان کو راضی کر کے مع تحف و ہدایا شادی آباد مانڈو کو روانہ کیا۔

۱۸۶۔ محمود شاہ گجراتی کا عادل خان جمادی الاول ۱۱۳۳ھ میں سات سال کی حکومت کے بعد گجرات کی تخت نشینی کی حکومت دلانا۔

داؤد خان بھی مر گیا۔ ملک حسام الدین وغیرہ امرا سے دولت نے اُس کے بیٹے غزنین خان کو بادشاہ بنایا خدا جہا نے کیا سبب ہوا کہ دہلی کی حکومت کے بعد ملک حسام الدین نے زہر دیکر اُسے قتل کر دیا۔ اب داؤد خان کا اور کوئی بیٹا نہ تھا خاندانہ عالم خان ایک شخص جو سلطانین خاندیس کی اولاد میں سے تھا کچھ عرصے سے احمد نیر میں احمد نظام الملک کے پاس چلا آیا تھا۔ ملک حسام الدین نے احمد نظام الملک اور فتح اللہ عماد الملک کے مشورہ سے اُسے اپنے پاس بلا کر خاندیس کا بادشاہ بنایا۔ اکثر امرا اور ارکان سلطنت نے اُس کو بادشاہ مان لیا۔ مگر ایک امیر ملک نادون نے ملک حسام الدین کے بادشاہ بنائے ہوئے سے مخالفت کی۔ اور اُس کے خوف سے قلعہ اسیر میں متحصن ہوا نصیر خان فاروقی کے بیٹے حسن خان کو محمود شاہ گجراتی کی بیٹی جو سلطان مغفر شاہ گجراتی کی حقیقی بہن تھی منسوب تھی۔

اُس سے ایک بیٹا عادل خان نام کہیں تھانیسر کی طرف رہا کرتا تھا۔ جب اُس نے داؤد خان کے لاویدہ مرنے کی خبر سنی تو اپنے نانا محمود شاہ گجراتی کو اپنی مان کی وساطت سے ایک عرضی بھیجی کہ وہ اُسے خاندیس کی حکومت و لادے۔ چونکہ یہ ایک بڑا معاملہ تھا اس لیے محمود شاہ گجراتی نے خود بذات خاص خاندیس پر توجہ کی۔ اب ملک حسام الدین نہایت مضطرب ہوا۔ اور بہت وساحت احمد نظام الملک اور فتح اللہ عماد الملک کو مدد کے لیے بلایا۔ یہ لوگ اپنی اپنی فوجیں لیکر خاندیس پہنچے۔ عالم شاہ ایک شخص تھانیسر علاقہ خاندیس کا تادم دار تھا۔ جب اُس نے سنا کہ محمود شاہ گجراتی رمضان ۱۱۳۳ھ میں دریا سے زہر دے کے کنارہ پر رہ کر شوال میں آگے بڑھا چلا آتا ہے تو عزیز الملک قلعہ دار سلطان پور علاقہ گجرات کی وساطت سے سلطان کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ دکنی سرداروں نے جب لشکر خاندیس کی دورنگی اور لشکر گجرات کی

شان و شوکت ملائطہ کی تو عالم خان اور حسام الدین کی مدد کو چار چار سوار چھوڑ کر کاویل اور
 احمد نگر کو چلے آئے۔ لیکن جب سلطان نے حسام الدین اور عالم خان کی تادیب کے لیے جو
 اس وقت نصف خاندیس کے مالک ہو رہے تھے فوج بھیجی تو یہ دکنی فوج بھی اپنے حاکمون
 کے پیچھے پیچھے چلی آئی۔ اور ملک لاون اور ملک حسام الدین دونوں سلطان کی خدمت میں
 حاضر ہو گئے۔ اور عالم خان پھر دکن کو چلا آیا۔ اور نظام الملک کے پاس رہنے لگا۔ اب محمود شاہ
 نے عادل خان کو بروز عید الفصحی ۹۱۳ھ کو غاندیس کے تخت پر بٹھایا اور انظم بہاؤن اسے خطاب
 دیکر سلطان مظفر شاہ گجراتی کی بیٹی سے اسکی شادی کر دی۔ اور ملک لاون کو خطاب
 خان جہان اور موضع بناس جو اس کا مولد تھا جاگیر میں دیا۔ اور ملک ماکھا ولد عماد الملک اسیری
 کو خطاب غازی خان و ملک عالم شاہ تھانہ دار تھانیر کو قطب خان و ملک حافظ کو مونی فظ
 خان اور اسکے بھائی ملک یوسف کو سیف خان کا خطاب دیکر انظم بہاؤن کے پاس چھوڑ دیا
 اور نیز ملک نصرۃ الملک و مجاہد الملک گجراتی کو بھی وہاں چھوڑ آیا۔ اور ۱۷ ذی الحجہ ۹۱۳ھ کو
 وہاں سے روانہ ہوا۔ اول ہی منزل سے ملک حسام الدین منل کو شہر یار کا خطاب دیکر
 رخصت کیا۔

۱۸۷- عادل خان اعظم بہاؤن کا امراے باغی کو قتل کرنا۔
 چونکہ عادل خان اور ملک لاون کو ملک حسام الدین سے رنج تھا۔
 اس لیے ملک حسام الدین قلعہ تھالین میں چلا آیا۔ اور وہاں رہنے لگا
 اور عالم خان کو ملک خاندیس میں پھر تخت نشین کرنے کے لیے نظام الملک سے مراسلت کی
 اس لیے احمد نظام الملک نے خانزادہ عالم خان کو ساتھ لیا۔ اور راجہ کالٹہ کو ہمراہ لیکر اپنی سرحد پر
 پہنچا۔ جب عادل خان کو ملک حسام الدین کی مراسلت کا حال معلوم ہوا۔ تو اس نے ملک
 حسام الدین کو بلایا۔ ملک حسام الدین چار سوار سوار سے برہانپور آیا عادل خان نے قین ہزار گجراتی

سواروں سے اسکا استقبال کیا۔ اور خلعت دیکر قیام کی اجازت دی۔ بعد ازاں قتل کی تجویز کر کے عادل خان نے ملک حسام الدین کو دیار میں بلایا۔ ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد ملک حسام الدین کا ہاتھ پکڑ کر مشورت کے طور پر خلوت خانے میں لے گیا۔ اور پان دسے کر رخصت کیا۔ ابھی وہ مڑا ہی تھا کہ دیارِ شمشیر گجراتی شمشیر بردار عادل خان نے ایک ہی تلوار میں اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ پھر ملک برہان عطاء اللہ گجراتی وزیر اعظم ہالیوں نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ حرام خوردن کو قتل کر دو۔ ملک مالکساغازی خان معد اور بہت سے سرداروں کے جو حسام الدین کے طرفدار تھے مارے گئے۔ اور نصف ملک خاندیس جو اس کے قبضہ و تصرف میں تھا اعظم ہالیوں کے ہاتھ آ گیا۔ پھر اعظم ہالیوں اسیر میں آیا۔ اور قلعہ کی سیر میں اسے معلوم ہوا کہ شیر خان و سیف خان جو وہاں کے قلعہ دار تھے اس سے برگشتہ ہیں۔ اس لیے وہ قلعہ سے فوراً نکل آیا۔ اور سلطان محمود شاہ گجراتی کو نام کیفیت لکھ کر بدوطلب کی۔ سلطان محمود نے بارہ لاکھ تنگہ نقد اور دلاور خان و صفدر خان امر کو مع سامان و فوج کے بھیجا اور لکھا۔ کہ احمد نظام الملک بھٹیوں کے غلام کی کیا مجال ہے کہ تمہارے ملک میں آکر حضرت پہونچائے اسی زمانے میں ملک احمد نظام الملک نے بھی ایک قاصد کے ہاتھ سلطان محمود گجراتی کو ایک خط بھیجا کہ خانزادہ عالم خان کو خطہ خاندیس میں سے ایک حصہ دلایا جاوے تو مجھ پر احسان ہوگا چونکہ سلطان محمود گجراتی کو احمد نظام الملک سے پہلے ہی سے رنج تھا اور اب اعظم ہالیوں نے اس کی شکایت بھی لکھی تھی۔ اس لیے سلطان نے احمد نظام الملک کے سفیر کو بڑا ڈانٹا کہ غلام زادہ سلاطین بھٹیہ کو بادشاہوں کی خدمت میں بجائے عرضیاں پیش کرنے کے خطوط بھیجنے کی جرات ہو گئی اگر وہ اپنی اس ناروا بیباکی اور گستاخی پر نامد اور تائب نہ ہوگا تو اس کی اچھی طرح گوشمالی کی جائیگی۔ اس پر ملک احمد نے زیادہ جسارت مناسب نہ سمجھی اور خانزادہ کے ساتھ

احمد نگر چلا آیا۔ اس کے بعد شیر خان و ملک یوسف مخاطب بہ یوسف خان اسپر کا قلعہ اعظم حایون کو دیکر کاویل چلے آئے۔ اعظم حایون نے لشکر گزات کی مدد سے راجہ کالند پر تاخت کی جو احمد نظام الملک کا تابع تھا۔ اور اُس سے پیش کش وصول کر کے برہانپور واپس چلا آیا۔

۱۸۸۔ احمد نظام الملک کی نصیر الملک و کھنئی ۹۱۲ھ میں مر گیا۔ احمد نظام الملک نے مکمل خان و کھنئی کو اُسکی جگہ مقرر کیا۔ اسکے بعد وہ خود بھی بیمار ہوا جب دو تین مہینے گزرے اور افاقہ نہ ہوا تو اراکین سلطنت کو بلایا۔ اور شہزادہ

برہان کو ولیعہد کیا۔ اور سب سے عہدہ چھین لیا کہ اُس کے ساتھ وفاداری کریں۔ اور پھر اسی ستمین قاصد اجل کو لبیک کہا۔ یہ شخص نہایت پرہیزگار تھا بدکاری کی نیت سے کبھی کسی عورت کی طرف نگاہ بھی نہ کی۔ کہتے ہیں کہ ایک نہایت حسین لڑکی کسی قلعہ سے بکڑی آئی

نصیر الملک نے بادشاہ کے لایق سمجھ کر اُس کی خدمت میں بھیجی۔ چونکہ ایام شباب تھا احمد نظام الملک نے اُسی رات کو اپنے کمرے میں بلایا۔ شروع مکالمہ میں اُس سے اُس کے مان باپ وغیرہ کا حال پوچھا۔ اُس نے کہا کہ میرے مان باپ اور میرا شوہر آپ کی قید میں ہیں۔ یہ سنستے ہی احمد نظام الملک نے وہ کام کیا جسے خصال ملکی سے سمجھنا چاہیے یعنی اُسے فوراً رخصت کر دیا۔

اور صبح دربار میں آتے ہی اُسکے شوہر کو بلا کر اُسے حوالہ کیا۔ سب پاہی کا بڑا قدر دان تھا۔ لنگی ذرہ ذرہ حالات سے باخبر رہتا تھا۔ خود بذات خاص اُنہیں پہچانتا تھا۔ لشکر کے ایک ایک آدمی کی کیفیت لڑائی کے وقت اُسکی نظروں میں ہوتی تھی شیرازی میں اسکو بڑا کمال تھا۔

اسی وجہ سے اس کے ملک میں شمشیر بازی کا نہایت شوق ہو گیا تھا۔ جیسے بلا د اسلام میں مکتب اور مدارس ہوا کرتے ہیں اس کے وقت میں شمشیر بازی کے جا بجا ورزش خانے ہو گئے تھے۔ اس سے بہتر لوگ اوکسی نہر کو نہ سمجھتے تھے۔ جہاں دیکھو وہاں اسی کا چرچا

رہتا تھا۔ اور دکن کے دستور کے بموجب اس فن میں ہر ایک شیخی مارا کرتا تھا۔ اکثر جوانوں میں
 اسی بات میں بحثیں ہوتی تھیں۔ اور جب فیصلہ نہیں ہوتا تھا۔ تو اچھڑ نظام الملک تک جھگڑا پہنچتا
 تھا۔ اس نظام الملک یہ فیصلہ کیا کرتا تھا۔ کہ ان دونوں متنازعین کو لڑنے کا حکم دیتا تھا۔ ان
 میں سے جو شخص کہ اپنے مخالف پر تلوار کا پہلے وار کرتا وہ ہی بہتر سمجھا جاتا تھا۔ اور چونکہ ہر روز
 کثرت سے بادشاہ کے حضور میں شمشیر بازی کے لیے لوگ آتے تھے۔ دو چار آدمیوں کی
 ہر روز لاشیں بھی نکلا کرتی تھیں۔ اس سبب سے اسکو اپنے روبرو اس فیصلہ کرانے سے
 نفرت ہو گئی تھی اور اس نے قلعہ کے باہر چہان کا لاجپورہ بنا ہوا تھا اکھاڑا مقرر کر دیا تھا۔ اور
 حکم دیدیا تھا۔ کہ طرفین کے طرفدار متخاصمین کو شمشیر بازی سے منع نہ کیا کریں۔ اور جب کوئی
 اپنی مرضی سے لڑے اور مارا جاوے تو اسکا قصاص بھی نہ لیا جائے۔ یہ نامعقول رسم
 اہل دکن کو کچھ ایسی مرغوب ہو گئی تھی کہ رفتہ رفتہ نام دکن میں مروج ہو گئی تھی۔ اور پھر اس سے
 ایک عرصہ دراز تک کوئی طبقہ نہ بچا۔ علما مشائخ امرا و مالوک سب اس خطہ میں مبتلا رہے
 اور اسکو بڑی قابلیت سمجھتے تھے۔ اگر کسی کی اولاد ایک سے ایک ہو کر رونے سے کنارہ
 کرتی تو وہ اپنے کو بد نصیب سمجھتا۔ اور اسکو سوزن نش کرتا تھا۔ یہ رسم اٹلہ بھرمین محمد قاسم صنا
 تیار خ فرشتہ نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ سید مرتضیٰ اور سید حسن دُور
 بھائی تھے جبکی ڈاڑھیان سفید تھیں اور ابراہیم عادل شاہ ثانی کے یہاں ان کی بڑی عزت
 تھی۔ اتفاقاً کسی اورنی بات پر ایک اور شخص دکھنی سے ان کی تکرار ہو گئی۔ اس شخص کے بھی
 بھائی اور تھے۔ ان میں یکی یکی کی ٹھہری۔ اول سید مرتضیٰ کا بیٹا جو بیٹل سال کا نوجوان تھا۔
 باپ کی حمایت کے لیے نکلا۔ اور دکھنی سے لڑ کر قتل ہوا۔ پھر سید مرتضیٰ اپنے بیٹے کے قتل
 پر دوسرے دکھنی سے لڑا اور مارا گیا جب سید حسن نے اپنے بھتیجے اور بھائی کا حال دیکھا تو وہ

بھی آمادہ پر خاش ہوا اور تیسرے دکھنی سے لڑ کے خاک میں مل گیا۔ ابھی ان تینوں کی لاشیں بیجاپور کے بازار سے اٹھائی بھی نہیں گئی تھیں کہ وہ تینوں دکھنی بھی اُن زخموں سے عدم کو سدھارے جو انہیں کشتی میں مخالفین کی تلواروں سے لگے تھے۔ اس طرح پر ایک ساعت میں بغیر کسی پہلی عداوت کے چھ آدمی غارت ہو گئے۔ حقیقت میں اہلی دکن کو اُس زمانے میں شمشیر بازی میں ایسی مہارت تھی کہ اس فن میں اُن سے کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ مگر گھوڑے کی سواری تیر اندازی تیر بازی و چوگان بازی میں بڑے ناقص تھے۔ اگر اُن کا اتفاق کسی غیر دکھنی سے ہوتا تھا تو ہمیشہ ذلیل و خوار رہتے تھے۔ مگر کوچہ و بازار کی لڑائی میں بے نظیر تھے

۱۸۹ - ہندوستان کے ساحل غربی پر دوسری صدی ہجری میں کچھ مسلمان فقراے عرب حضرت سلمان کی آبادی۔

کو آتے تھے باوجود مخالف کے باعث ہلیار کے کنارے کہ نکلور یعنی کلی کوٹ میں آگئے چونکہ اسلام کی عظمت و شان اُس زمانے میں بہت ہو رہی تھی۔ ان کو راجہ کے دربار میں بھی جگہ مل گئی۔ اور راجہ اُن کا معتقد ہو کر خفیہ مسلمان ہو گیا۔ پھر اپنا ملک امرا میں تقسیم کر کے اُن درویشوں کے ساتھ مکہ کو روانہ ہوا۔ راستے میں اُسکا انتقال ہوا۔ قبل ازاں انتقال اُس نے مالک بن حبیب کو جو ان مسلمانوں کا سرگروہ تھا اپنے امرا کے نام سفارش کا ایک خط دیا۔ کہ وہ ان مسلمانوں کو اپنے ملک میں قیام کرنے کی اجازت دیں اس خط کو دیکھ کر حاکم کہ نکلور نے مسلمانوں کی بڑی خاطر کی۔ مسلمانوں نے کہ نکلور میں مسجد بنائی اور رہنے کے مکان تعمیر کیے باغات لگائے۔ پھر مالک اپنے عیال و اطفال کو لیکر کولم چلا گیا۔ وہاں بھی مسجد و مکانات بنائے اور حرقین و رفین قندریہ خالیات فاکنور مشکور و کالنجور کوٹ میں سفر کیا۔ اور جہاں تک ان سے ہو سکا دین و حق کی اشاعت کی۔ یہ لوگ شافعی مذہب تھے۔ اب تک بھی وہاں اکثر شافعی مذہب کے مسلمان ہیں

پھر وہاں کے بعض سردار بھی رفتہ رفتہ مسلمان ہو گئے۔ اور بندر گاہ ہائے گوا دابل جبیل وغیرہ میں بھی کئی کوٹ کے دیکھا دیکھی مسلمان مسافریں کو وہاں کے راجاؤں نے بھی اقامت کی اجازت دیدی۔ عرب سے اور مسلمان بھی وہاں آنے جانے لگے۔ ان نواندگان کو اس زمانے میں نواندہ کہا کرتے تھے۔ جو رفتہ رفتہ بدل بدلا کر نواست ہو گیا ہے اس زمانے میں وہ عیسائی مسلمانوں سے بہت چلتے تھے جو یہاں پیشتر سے آکر آباد ہو گئے تھے۔ اور یہاں کی تجارت سے بہت بڑا فائدہ اٹھا رہے تھے۔ ان ہی کی وساطت سے ممالک مسیحی سے ہندوستان کی تجارت ہوا کرتی تھی جسے ان مسلمانوں کے آنے سے بہت حد تک پہنچا تھا۔ اور اب مسلمان ہی مسلمان تھے۔ عیسائی دل ہی دل میں جل جل کر جیتے تھے اور ان کا کچھ نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ دکن کی اسلامی حکومتیں خوب عروج پر تھیں۔

۱۹۰۔ برنگیزوں کا کھلے کوٹ
مین آنا
ہندوستان کا بڑا ذریعہ ملک ہے اس میں اقسام اقسام کے میوے طرح طرح کے گرم مصلحے لونگ الائچی مرچ

زیرہ رنگ رنگ کے رنگ خوشبوئیں جواہرات اور نیز اور اور قسم کی معدنیات والوں و اقسام کے حیوانات ہوتے ہیں۔ پھر پیداوار اس کثرت سے ہوتی ہے کہ اگر ملک میں امن چین رہے تو تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ ایسے ایسے چودہ ہندوستان کے لیے بخوبی پرورش کر سکتی ہے۔ اس افراط اور سپادار کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ یہاں کا مال باہر کو بآسانی بھیج دیا جاتا ہے۔ کہ جب مسلمان ساحل غریبی پر آکر آباد ہوئے اور عرب سے آمد و رفت جاری ہو گئی تو یہ مال و اسباب عرب کے تاجروں کی بدولت یورپ کے عیسائی ملکوں میں پہنچنے لگا۔ اور تجارت بخوبی قائم ہو گئی۔ یورپ کے سوداگردن کو اس کے لین دین میں بڑا نفع ہوتا تھا۔ مگر وہ خود خشکی کے راستے سے آکر اس تجارت سے نفع نہیں اٹھا سکتے تھے۔ کیونکہ بڑی بڑی

بسیا بانوں پہاڑوں دریاؤں وغیرہ کی قدرتی دقتوں کے سوا سچ میں روم (ترکی) اور ایران کی مسلمانی سلطنتیں حامل تھیں۔ جہاں معمولی نظم کی وجہ سے ان بیگانے غیر مذہب الودعا گذر آسان نہ تھا۔ اس لیے یہ لوگ ہندوستان کے بحری راستے کی تلاش میں تھے۔ پرتگال بڑائی دنیا کے مغرب کی طرف پر ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ وہاں کے باشندے جو اپنے تعصب مذہبی میں مشغول رہیں پہلے تو مسلمانوں کے زیر حکومت تھے۔ مگر پندرہویں صدی عیسوی سے وہ خود مختار ہو گئے تھے۔ انہیں مسلمانوں کی عداوت نے انہیں سپاہی اور شایستہ بنا دیا تھا۔ انہوں نے ہندوستان کا بحری راستہ ڈھونڈنے میں سب سے پہلے قدم رکھا۔ کچھ کم ایک سو برس تک تلاش میں لگے رہے۔ آخر امانوال بادشاہ نے لسن اپنی دارالسلطنت سے واسکو ڈیگاما کو تین جہاز دیکر جولائی ۱۴۹۷ء میں روانہ کیا۔ اُس نے افریقہ کے جنوب میں پہرہ ۲۰ رمضان ۹۰۳ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۴۹۷ء کو بندر قندریہ علاقہ کلی کوٹ میں آکر لنگر ڈالا۔

۶۱۳۹۵
ص ۹۰۳

۱۹۱۔ پرتگالیوں کے راجہ باسکوین ایک مسلمان باشندہ ٹونس کے واسطے سے کلی کوٹ کے دکلی کوٹ سے جمعہ گئے۔ راجہ سامری سے جسے انگریزی کتابوں میں زیورون لکھا ہے۔ واسکو ڈیگامانی ملاقات کر کے تجارت کرنے کی اجازت چاہی۔ راجہ کو تو کچھ خبر نہ تھی کہ تجارت کے لیے کسی کو اجازت دینا یا نہ دینا کیسا ہوتا ہے۔ مگر عرب کے مسلمان جو اس وقت سواحل ہند کی تجارت کے مالک ہو رہے تھے پرتگالیوں کو خوب جانتے تھے۔ انہوں نے راجہ سے کہا کہ ان کا آنا تمہاری حکومت کو بڑا نقصان پہونچا دینا گا گو یہ اپنے کو سود اگر ظاہر کرتے ہیں۔ مگر درحقیقت بحری قزاق ہیں یہ سنکر راجہ کا دل بھگیا۔ اور واسکو ڈیگاما کوئی مہینہ تک ساحل پر بڑا بڑا واپس بلا گیا جب وہ ۲۲ محرم ۹۰۵ھ مطابق ۲۹ اگست ۱۴۹۹ء کو پرتگال میں

۶۱۳۹۹
ص ۹۰۵

پہونچا تو ہندوستان کا راستہ معلوم ہونے سے وہاں کے لوگوں کو بے انتہا خوشی ہوئی اور
 تمام یورپ میں اُس کی ایک دھوم مچ گئی دوسرے سال الواز کا برل کے امیر البحر میں تیرہ
 جہازوں کا بیڑہ بارہ سو آدمی کے ساتھ روانہ ہوا۔ اٹھ پادری بھی عیسائی مذہب کی ہدایت
 کے لیے اُس کے ساتھ ہوئے۔ اپنے مذہبی تعصب میں یہ کچھ ایسے اندھے تھے کہ
 اگر کسی نے ان کی ہدایت سے روگردانی کی اسے فوراً قتل کر ڈالنا اور اگر بس چلے تو اس کے
 گھر بائیں آگ لگا دینا۔ یہ ان کے بائیں ہاتھ کا داؤن تھا۔ یہ جہاز ۱۸۰۰ صفر ۱۱۹۸ مطابق
 ۱۲ ستمبر ۱۷۸۵ء کو کلی کوٹ میں آئے۔ اور راجہ سے میل جول کر کے کوٹھی بنانے کی اجازت
 لے لی۔ کلی کوٹ اور کوہین کے راجاؤں میں باہم اتفاق تھا۔ ان پرنگالیوں نے راجہ کے خیر خواہ
 بننے کے لیے کوہین کے راجہ کے جہاز لوٹ کر والی کلی کوٹ کو دیدیے۔ اس سے پرنگالیوں کی
 جرات کی شہت ہوئی جس سے علیباری ان سے کھٹکنے لگے۔ اب پرنگالی یہ چاہتے تھے۔
 کہ کبھی تجارت کو رونق ہو۔ اور یہ بغیر اس کے کب ہو سکتا تھا کہ مسلمانوں کی تجارت کو نقصان
 نہ پہونچے اور ان کی تجارت چل جائے۔ اس سبب سے فریقین میں رخ شروع ہوا۔ پرنگالیوں
 نے راجہ کو سوجھایا۔ کہ مسلمانوں کی آمد و رفت عرب کے اپنے ملک میں بند کر دو ہماری تجارت کے
 آپ کو ان کی نسبت زیادہ نفع ہوگا۔ راجہ نے دل سے تو اس بات کو قبول نہ کیا۔ مگر ان سے
 کہہ دیا کہ تم سے جو ہو سکے وہ کرو۔ اسی اثنا میں الواز کا بریل نے مسلمانوں کا ایک جہاز پکڑا
 اس کا سارا اسباب اُتار کر اپنے جہاز میں بھر لیا راجہ کے پاس مسلمان فریادی گئے۔ اُس نے
 ان سے بھی کہہ دیا کہ جو تمہارا جی چاہے تم بھی کر لو۔ مسلمان ان کی کوٹھی پر جا لپکے۔ لڑائی
 جنوب ہوئی خشکی میں تو مسلمان غالب آئے مگر بانی میں پرنگالیوں نے مسلمانوں کے جہازوں
 کو خوب لوٹا اور جلا دئے اور شہر پر بھی خوب گولے برسائے۔ اور کوہین کو چلے گئے۔ کوہین

۱۷۹۸ء
 ص ۹۰

کاراجہ کلی کوٹ کے راجہ کا مطیع تھا۔ مگر چاہتا تھا کہ کسی طرح اُسکی اطاعت سے آزاد ہو جائے
اُس نے پرتگالیوں کی دلیوری اور ہتھیاروں کو دیکھ کر سوچا کہ ان سے میں جہول کرنے میں
کلی کوٹ والوں کے مقابلے میں بڑی مدد ملیگی۔ اس لیے اُس نے اپنی بڑی آؤ بھگت
کی۔ پرتگالیوں نے مال تجارت وہاں سے لیا۔ اور کتنا نور کو دیکھتے بھالتے راجہ کلی کوٹ
کے بیڑہ سے بچتے ہوئے جو ان سے لڑنے کو آیا تھا اپنے ملک کو چلے گئے۔
مطابق ۱۵۰۲ء میں واسکو دیگاما آیا۔ اور کلی کوٹ میں بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا اور راجہ کو چین
سے دوستی کر کے چلا گیا۔ اب راجہ کلی کوٹ نے راجہ کو چین پر چڑھائی کی کو چین والے بھی
لڑنے کو تیار ہوئے۔ مگر آخر کو چین ہل گئے شکست کھائی۔ راجہ جزیرہ دانی بین میں چلا گیا
شاہ پرتگال نے اُس کی امداد کے واسطے الفونسو البوکرک اسیر البحر کی ماتحتی میں جہاز اور آدمی
بھیجے۔ کیونکہ اب اُس نے مستحکم راہ کر لیا تھا کہ یہاں اپنی سلطنت قائم کر کے کو چین کو
اُس کا مرکز بنائے۔ پرتگالیوں کو دیکھ کر کلی کوٹ والے چلے گئے راجہ کو چین اپنی گدی پر
از سر نو بیٹھا۔ دریا کے کنارے پر یہاں ایک مسجد بنی ہوئی تھی اُسے توڑ کر پرتگالیوں نے
گرہ بنا لیا۔ یہ سب پہلا کر جا ہے جو ہندوستان میں بنایا گیا ہے۔ جب راجہ کلی کوٹ
کو شکست ہوئی تو اُس نے پرتگیزیوں سے صلح کر کے انہیں کلی کوٹ میں کوٹھی بنانے کی
اجازت دیدی۔ مگر پھر کچھ دن بن ہو گئی۔ اور البوکرک پرتگال کو چلا گیا۔ ایک شخص پاشی کو
پھونڈ گیا۔ کلی کوٹ کے راجہ نے موقع دیکھا پچاس ہزار آدمی سے راجہ کو چین پر پھر چڑھائی کی
مگر کو چین والوں کو پرتگیزی سپاہیوں کی بدولت غلبہ رہا۔ مطابق ۱۵۰۵ء میں پرتگال
والوں نے الیڈ کو بھیجا۔ اور گوہندوستان میں پرتگال والوں کا ملک ایک چہ بھر بھی نہ تھا
مگر اسکو شاہ پرتگال نے وائسیرے یعنی نائب السلطان کا خطاب دیا۔ اور نواب بے ملک

۱۵۰۲ء
۹۰۱ھ۱۵۰۵ء
۹۱۱ھ

بنایا۔ جب یہ ساحل ملیبار پر آیا۔ تو عجیب مذاق کی بات ہوئی کہ راجہ بیجا نگر نے اس کے پاس اپنا ایلچی تحفے تحایف دیکر بڑے تزک و احتشام سے بھیجا۔ اور پیغام دیا۔ کہ اُس کی بیٹی باکرہ اور حسین ہے۔ اُسکی شادی اپنے بادشاہ کے بیٹے سے کرادیجیے۔ المیدا نے اس پیغام کا جواب تو معلوم نہیں کیا دیا۔ مگر سفیر کی بڑی خطرداری کی۔ اب المیدا کو چین میں آیا بندر گاہ کو لم جسے اب کولان کہتے ہیں کالی مرجون کے منڈی تھی یہاں اُس نے مسلمانوں کے جہازوں کا اسباب اُتر واکر کھچ کھچ اپنے جہازوں میں بھر لیا۔ اور کہہ دیا۔ کہ پرتگیزوں کے سوا کوئی دوسرے چین بھی نہیں لے سکیگا۔ یہ فرعون کی حکم مسلمانوں اور ہندوستانیوں کو سخت ناگوار ہوا۔ یونہی سی آپس میں لڑائی ہوئی۔ اور پرتگیز لوٹ لاٹ کر چلتے بنے۔

۱۹۲۔ پرتگالیوں کی سلطانِ بکرات
دوسرے راجہ کالی کوٹ سے لڑائیاں
اس زمانے میں مصر کی حکومت خلفائے عباسیہ سے
نکل گئی تھی ایک شخص قانصور ملک مصر کا مالک تھا۔

پرتگالی اُس کے جہازوں کو بھی حیران کیا کرتے تھے۔ راجہ کالی کوٹ نے تنگ ہو کر والی مصر و بکرات و دکن کو لکھا۔ کہ پرتگالی میرے ملک پر نظر رکھتے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ مسلمانوں کو بھی تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں جہاں تک مجھے ہو سکا میں نے ان کی حمایت میں کوئی وقیفہ اٹھانہیں رکھا اب میری قدرت سے اسکا تدارک باہر ہے۔ اب آپکا فرض ہے کہ مسلمانوں کی خاطر میری مدد کریں۔ اسپر والی مصر نے ایک بیڑا امیر حسین کے ماتحت اور سلطان محمود شاہِ بکراتی نے ملکِ یازامیر الامرا کی زیر حکومت روانہ کیا۔ یہ جہاز بندر دیو میں جمع ہوئے۔ چار سو غراب سامری کے اور حاکم گوا کے بھی کچھ جہازوں کے ساتھ تھے۔ المیدا نے یہ خبر سنتے ہی اپنے بیٹے کو جہاز دیکر مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ اور کہا کہ کسی ہندوستانی امیر کو اپنا رفیق نہ لینا۔ وہ اس غرض سے بندرِ جیول میں آیا۔ کہ مصریوں کے جہاز سامنے آگئے۔ لڑائی شروع

ہوئی۔ خوب لڑائی ہوئی۔ مصریوں کے کئی جہاز پرتگالیوں نے پکڑ لیے۔ مگر ملک ایاز کی ملک
 وقت پر پہنچ گئی جو بندر دیو سے آ رہا تھا۔ اسکے آتے ہی ہو پلٹ گئی۔ اور پرتگالیوں کا شکست
 ہو گئی۔ المیدا کا بیٹا مارا گیا۔ ایک جہاز پرتگالیوں کا مسلمانوں نے پکڑ لیا مگر قیدیوں کے ساتھ
 نہایت انسانیت برتی۔ اب المیدا نے انتقام کا ارادہ کیا۔ اتنے میں الفسویہ کو کرک
 ۹۱۳ء مطابق ۱۵۰۷ء میں بجائے اُس کے گورنر جنرل مقرر ہو کر آیا۔ مگر المیدا نے اُسکو
 اپنی خدمت کا اہتمام نہ دیا۔ خود فوج لیکر چل دیا۔ وابل میں پہنچا یہاں کے باشندوں کو کچھ خبر
 بھی نہ تھی۔ المیداعین قلعے کے نیچے ایسی جلدی سے آ گیا۔ کہ جب قلعے سے گولے
 مارے گئے۔ تو وہ اُس کے سپاہیوں کے سروں پر چلے چلے گئے۔ اور ان کو کچھ نقصان
 نہ پہنچا۔ پرتگیزی قلعہ میں گھس گئے۔ اور قتل عام کرنے لگے اسوقت پرتگیزیوں کی سیرجی
 لکھنے سے ہاتھ کاہنتا ہے۔ مابین اپنے معصوم بچوں کے لیے ڈارہن مار مار کر دیتی تھیں
 اور بچے اپنے ننھے ننھے ہاتھ پاؤں گلے میں ڈال کر چٹے جاتے تھے۔ مگر یہ ظالم کچھ
 حکمران کیے بغیر نہیں چھوڑتے تھے۔ جب خون بہاتے بہاتے ٹھک گئے۔ تو المیدا
 نے شہر کو آگ لگا دی۔ جاندار تو اس آگ میں جل بجھے اور بیجان چلنا ہوا ڈھیر بن گئے۔ اب
 ظالم بندر دیو میں آیا۔ ملک ایاز نے میر حسین سے کہا۔ کہ بند گاہ سے آگے نہ بڑھنا۔ مگر وہ اپنی
 پہلی فتح کے نشے میں آگے بڑھ گیا۔ لڑائی ہونے لگی۔ کبھی لڑائی کا پلادھم اور کبھی دھم
 بھاری ہوتا تھا۔ مگر آخر المیدا کو فتح ہوئی۔ بعد اس کے المیدا اور ملک ایاز میں صلح ہو گئی۔ اور
 ملک ایاز نے اُس کے قیدی بڑی انسانیت کے ساتھ اُسے دیدے۔ جب المیدا لوٹ کر
 کنانور میں آیا تو اس نے ہندوستانی قیدیوں کو جو اسکے پاس تھے بڑی بے رحمی سے فوج
 کر ڈالا۔ بعد اسکے المیدا البوکرک کو اپنی خدمت کا اہتمام دیکر پرتگال کو روانہ ہوا۔ مگر راستے میں

وحشیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اب البورک نے ۱۰۔ رمضان ۱۱۵۰ھ مطابق جنوری ۱۷۵۰ء
 میں کئی لوٹ پر حملہ کیا۔ اس وقت سامری دہان نہ تھا۔ پڑگالی اس پر قابض ہو گئے۔ جامع مسجد
 کو جلا دیا۔ جب یہ لوگ لوٹ مار میں مصروف ہو گئے۔ تو نائرون نے صلاح کی اور تیس ہزار آدمی
 ایک سخت پڑگالیوں پر آپڑے پانچ سو آدمی انکے مار ڈالے پڑگالی بھاگ کر جازون میں
 سوار ہوئے اور بندہ کو کمین چلے گئے۔ اور وہ سان کچھ سٹ پٹ لڑا کے شہر سے
 دو میل پر ایک چھوٹا سا قلعہ بھی بنالیا۔

۱۱۵۳۔ پڑگالیوں کا بندہ گواکولینا اور شکست کھا کر چلا جانا۔
 اب البورک نے سوچا کہ بغیر اسکے کہ کوئی بڑا شہر ہاتھ آئے اور
 اسکو ملجا دیا جائے گا جسے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ قزاقوں کے

یا قزاق ہی ہو کر تے ہیں تنجوجی نام ایک بحری قزاق اس کا دوست تھا۔ اس نے بندہ گوا
 لینے کی راہ دی۔ البورک کی سمجھ میں بھی آگئی۔ تمام جازون کا ساز و سامان کر اور تنجوجی کو ساتھ
 لے کر اپنا پہونچا۔ قلعہ پر سے کچھ روک ہوئی مگر پڑگالیوں نے قلعہ لے لیا۔ شہر ایک سو دو گروں
 کی مندی تھا۔ بہت سے سوداگر رہتے تھے۔ اور بہت سے آئے ہوئے تھے۔ وہ سوچا
 کہ اگر شہر پر حملہ ہوا اور وہ فتح ہوا تو معلوم نہیں کہ ان کی دولت و عزت کا کیا حال ہوگا۔ اسلئے
 اس شہر پر سارا شہر البورک کے حوالے کر دیا کہ ان کی جان و مال پر آفت نہ آئے۔
 البورک سارے شہر پر قابض ہو گیا۔ ملکی و مالی انتظام کرنے لگا۔ کسی ہندوستانوں کو
 ملکی عہدے دیدئے۔ راجاؤں اور بادشاہوں کے پاس سفیر بھیجے شروع کیے۔ جب
 یوسف عادل شاہ کو یہ خبر ہوئی۔ تو اس نے دو تین ہزار خاصہ خیل اور کچھ دکھنی حبشی لیے
 اور فوراً پانچویں روز گوا جا پہونچا۔ گو پڑگالیوں نے اسکے مقابلے میں کوئی بات جرات و
 ہمت کی اٹھانہ تھی مگر شکست کھائی۔ اور شہر خالی کر کے جازون میں چلے گئے۔ پھر

پرانگلیوں نے ایک مرتبہ چند روز بعد ایک شیخون مارا اور تو پختانہ وغیرہ بہت سامان لوٹ لیکے
جہاں ہی اڑائی ان بھی کچھ کچھ ہوتی رہیں بعلج کے بھی پیغام سلام ہوئے۔ مگر اسکا انجام کچھ غیر
نہ ہوا۔ یوسف عادل شاہ کو اپنے معتبر آدمیوں کے حوالے کر کے چلا آیا۔

۱۹۴- انتقال یوسف عادل شاہ یوسف عادل شاہ اب بہت بوڑھا ہو گیا تھا۔ پچھتر برس کی عمر
تھی۔ اور طرح طرح کے تنکڑاں بھی رہتے تھے۔ بیمار ہو گیا۔ اور مرض دارالقنہ سے ۹۱۶ھ
میں انتقال کیا اور اس پتہ پیر شیخ جلال المشہور بد شیخ چندا کی قبر کے پاس قصبہ کہہ کر کی من جب
وصیت و دفن کیا گیا۔ یہ شیخ چندا شیعہ مذہب تھا۔ مگر اس کی اولاد اکثر سنی ہو گئی تھی۔ یوسف
عادل شاہ نہایت خوبصورت اور اچھے ڈیل ڈول کا جوان تھا۔ خوشنویس بھی تھا۔ علم عربی اور
علم موسیقی میں خوب دخل تھا۔ طنبو را و عود و باجون کو خوب بجاتا تھا۔ گواکشی ذاتی شجاعت میں
شک نہیں۔ مگر مذہبی پس و پیش اسے کرنا پڑتا تھا۔ اگر شیعہ مذہب کا تعصب نہ ہوتا۔ تو
اسکی سلطنت بہت بڑھ جاتی اور تعجب نہیں کہ تمام ہمینی حکومت کا یہ بنگلہ ہو جاتا یہ اس کی
بڑی لیاقت کی بات ہے کہ اس نے اس ملک میں جہاں اس کثرت سے سنی ہیں شیعہ
مذہب کو علی الاعلان برتاؤ سلطنت میں نقصان نہ آنے دیا۔ انداپور کے قرب وجوار میں ایک
مرہٹہ ونکٹ را و نام حکم تھا۔ وہ یوسف عادل شاہ کی اطاعت نہیں کرتا تھا۔ اس نے اس پر
لشکر کشی کی۔ ونکٹ را و قتل ہوا۔ اور اس کی بہن سولہ برس کی گرفتار ہوئی۔ یوسف عادل شاہ
نے اسکو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ اس لڑکی کا نام پوچی تھا۔ اس سے ایک لڑکا آئیل اور
تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ اور تینوں سنیوں۔ سے منسوب ہوئیں۔ مگر سلطانہ منکوجہ برہان نظام شاہ
دوسری خدیجہ سلطانہ زوجہ علی والدین عماد الملک میسری بی بی سنی زوجہ احمدیہ مسیحی محمد شاہ بہمنی۔
بیجا پور کو اس نے اپنا دار الحکومت مقرر کیا۔ اور ایک قلعہ بنایا جو قلعہ ارک کے نام سے مشہور ہے۔

عید گاہ قدیم بھی اسی کی بنائی ہوئی ہے جو علی عادل شاہ کے زمانے میں حصار کے اندر آگئی ہے۔
 بٹ بادل کے چشے سے قلعہ میں تہجر کا ٹکڑا ایک تہر بھی لایا تھا جو اب بالکل پٹ گئی ہے۔ کلہر گہن
 شیخ محمد سراج حیدری کا روضہ و درمنارے بھی اسی کے بنائے ہوئے ہیں۔ یہ بیجا پور شہر بھی بہت
 پرانا شہر ہے۔ اطوار الابرار میں شیخ حسین الدین گنج نے لکھا ہے کہ علاؤ الدین خلجی کی طرف سے
 سنہ ۷۰۰ھ میں میان ملک عز الدین ابو جاحاکم مقرر تھا۔ اس نے میان ایک چوٹی مسجد بنائی
 تھی۔ پھر جب اس کا بیٹا کریم الدین ابو جاحاکم ہوا تو اس نے سنہ ۷۱۰ھ میں سنگین جامع مسجد
 بنائی۔ قلعہ ارک کے اندر جو مسجد ہے اس پر اتناک کریم الدولہ کا نام تہجر رکندہ کیا ہوا موجود ہے
 یوسف عادل شاہ کی فوج میں بارہ ہزار سوار اور چودہ ہزار پیادے اور سینئیں ہوتی تھیں۔

۱۹۵۔ اسماعیل عادل شاہ کی تخت نشینی
 یوسف کے بعد اسماعیل اس کا چودہ سال بیٹا تخت نشین ہوا
 اور گوا کا پرتگیزوں کے قبضے میں جانا
 اور کمال خان دکنی سے نوبت متولی مقرر ہوا۔ شیخص

سلطان محمود شاہ کے امراء کے بارے میں تھا جو بعد عہد و پیمان کے یوسف عادل شاہ کے پاس
 چلا آیا تھا۔ یوسف عادل شاہ اس سے بہت خوش تھا۔ مرتے وقت اسے منصب و کالت بھی
 دے گیا تھا۔ اور اپنے کل امراء کو اس کی اطاعت کے لیے کہہ مرا تھا۔ چونکہ کمال خان سنی
 تھا اس لیے اب اس نے سنی مذہب جاری کر کے خلفائے راشدین کا خطبہ پڑھوایا۔

ابو کرک اس وقت کناؤر میں تھا۔ اس نے اپنے جہازوں کی وہان درستی کی۔ اور جب بیجا پور
 کے اس انقلاب کا حال سنا۔ اور معلوم ہوا کہ بندر گوا کی فوج نے بادشاہ کی تخت نشینی کے
 لیے بیجا پور گئی ہوئی ہے۔ تو وہ گوا پر آیا۔ گوا کے گرد اس وقت ایک نئی تفصیل بنگلی تھی۔ اور
 خندق کھدی ہوئی تھی۔ اس کے آگے لکڑیوں کا بارہ پانی میں کھڑا تھا۔ جس کے نیچے جانا
 بے خوف و خطر کھڑے ہوئے برجون کا کام دیتے تھے۔ یوں ایک قلعہ خشکی میں اور دوسرا

حصار پانی میں تھا۔ البتہ کرک نے کچھ تو اہل قلعہ کو شہوت دی اور کچھ تو پگولوں سے کام لیا۔ اور قلعہ و شہر پر قبضہ کر لیا۔ کمال خان سے اس وقت کچھ بن نہ پڑی اور صلح اس بات پر ہو گئی کہ قلعہ پر نگالیوں کے قبضے میں رہے۔ مگر اسکی حوالی میں وہ کچھ دخل نہ دین۔ اس وقت سے آج تک گو اہل نگالیوں کے قبضے میں ہے۔

۱۹۶۔ علاؤ الدین عباد شاہ کا

احمد نگر پر حملہ اور شکست

برہان نظام شاہ کی عمر جو ایک شیعہ استر آباد کی بنجر کے بطن سے تھا احمد نظام الملک کے انتقال وقت صرف سات برس کی تھی

مکمل خان بدستور سابق پیشوا اور امیر حلیہ رہا۔ اور اس کا بیٹا میان جمال الدین مخاطب بہ عزیز الملک سرنوبت کیا گیا۔ اور تمام سلطنت پر انہیں باپ بیٹوں کا حکم چلنے لگا۔ رومی خان و کرم خان و منیر خان جو بڑے امیر تھے اس بات سے جلتے تھے۔ انہوں نے بی بی عایشہ برہان نظام شاہ کی دلی کو گانا بھایا۔ اور راجا جیو برہان کے چھوٹے بھائی کو جو چار برس کا تھا اور جسے وہ اکثر اپنے مکان کو لے جاتا کرتی تھی زنا نہ لباس پہنا کر قلعے سے باہر نکلا دیا۔ تاکہ برہان کو معزول کریں اور اسے تخت نشین کریں کہ جس سے مکمل خان کا غریب جاتا رہے ابھی یہ رومی خان کے مکان تک پہنچے تھے کہ قلعے میں بچے کے غائب ہونے کی خبر ہو گئی اور جابجا تلاش ہونے لگی۔ کچھ آدمی دالی کے پیچھے بھی چلے اور دایہ کو مع بچے کے پکڑ لے گئے جب مکمل خان کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے شاہزادوں کی کمال احتیاط کی۔ اور برہان شاہ کی تعلیم میں ایسی کوشش کی کہ دس برس کی عمر میں وہ کافیہ پڑھنے لگا۔ اسکا خط بھی اچھا ہو گیا غرض کہ ان امر میں جب نا اتفاقی زیادہ ہوئی اور مکمل خان کے سامنے کسی کی پیش نہ گئی۔ تو یہ سب امیر بنی چان کو خوف ات کی وقت آٹھ ہزار آدمیوں سے براہ کو بھاگ گئے۔ اسی سال ۹۱۶ھ میں فتح احمد عباد الملک مرحوم کا تھا۔ اور اس کا بیٹا علاؤ الدین تخت پر بیٹھا تھا۔ اس لیے بچا

ملک کے لفظ شاہ کا اپنے نام کے ساتھ لگایا اور علاؤ الدین عماد شاہ بنا۔ قلعہ کاویل کو اپنا
 مستقر قرار دیا۔ جب ان امرے نظام شاہی نے کہا کہ احمد نگر یا سانی فتح ہو سکتا ہے تو علاؤ الدین
 نے فتح جمع کی اور سرحد مالک احمد نگر پر آیا۔ اور چند مواضعات و قصبہ بن پر قبضہ کر لیا۔ مکمل خان
 نے برہان نظام شاہ کو مع فوج کے ساتھ لیا اور خواجہ جہان دکھنی کو بھی بلا کر دشمن کے
 مقابلے کے لیے کوچ کیا۔ حوال قصبہ رانوری میں لڑائی ہوئی۔ اس وقت برہان آفرخان
 مکمل خان کے ساتھ سوار تھا۔ برار والون کی شکست ہوئی۔ احمد نگر والون نے تعاقب کیا
 دشمنوں کے پیر الپچور میں بھی نہجے وہ سب برہان پور میں بھاگ گئے۔ مانیا والے دشمن وہاں
 بھی ہوئے۔ مگر عادل خان اعظم بہایون والی خاندیس کی توجہ سے وہاں علاؤ الدین شایخ کی دست
 سے صلح ہو گئی۔ فریقین اپنے اپنے گھروں کو لوٹ آئے۔

۱۵۷۰- امیر برید اور کمال خان کے
 بادشاہ ہونے کی تجویزیں۔
 اندرونی انتظام کی طرف توجہ کی۔ اور ملک میں اپنی طاقت

بڑھانا شروع کی اور جاکہ خود ملک کا مالک بن بیٹھے۔ دریاخان اور فخر الملک عادل شاہی بھی
 اس سال مر گئے۔ کمال خان نے ان کی جاگیریں اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں کو دیدیں۔
 مرزا جہانگیر حیدریگ۔ سے بھی کچھ پرگنات لیکر اپنے اعوان و انصار کو دیدیے اور یہ دستور
 کر لیا۔ کہ جو کوئی مرے یا خطا کرے اس کی جاگیر اپنے آدمیوں کو دیدیجا۔ سے اب امیر برید کو لکھا
 کہ اس وقت بیجا پور اور احمد نگر میں بچوں کی حکومت ہے۔ علاؤ الدین والی بڑا ایک نوجوان اور
 عیش دوست ہے۔ اگر آپ مدد کریں تو ہم آپ ملک کو بانٹ لیں۔ اور یہ ٹھیکہ لیا کہ امیر برید
 دستور دنیا کا علاقہ لے لے باقی بیجا پور کمال خان کا ہے۔ اور اسماعیل کو کچل یا قتل کر دیا جا
 ۹۱۷- صرین احمد نظام الملک کے مرشد کے بیٹے خان کی مدد کر کے یہ سف عادل شاہ

نے شولا پور کے سارے پانچ ٹپہ پر زین خان کا قبضہ کر دیا تھا۔ اس لیے شولا پور کے علاقے کی بابت یہ ٹھیکرہ کہہ بھی کمال خان لے لے۔ جب یہ سلاح تھیکرہ کی تو دونوں نے اپنا اپنا کام شروع کیا۔ امیر برید نے محمود شاہ کو اپنے مکان میں قید کیا۔ اور لشکر لیکر حسن آباد لکھنؤ گیا۔ اور قائمہ دستہ آبا دوسا غواہ تکیہ وغیرہ کے تمام علاقے تلہ گڑ پر جو دریائے سندھ پر سے گلابرہ کی طرف تھا قابض ہو گیا۔ پھر گلابرہ کا محاصرہ کیا۔ اور کمال خان نے اسماعیل اور اس کی ماں پونجی خاتون کو قلعہ ارک میں قید کیا اور اپنے بیٹوں کو محافظ مقرر کر کے شولا پور چلا گیا۔ چونکہ زین خان کی کسی نے مدد نہ کی۔ اس لیے دو تین مہینے کے محاصرے کے بعد زین خان نے کل سارے پانچ ٹپہ جان و مال کی امن کے وعدے پر اسے دیدئے۔ امیر برید نے گلابرہ سے اسے تہنیت کا خط لکھا۔ کمال خان لوٹ کر جیو پور آیا۔ اور اسماعیل کو باہر لاکر سب آدمیوں سے اسے سلام کرایا۔ تاکہ مخلوق کو کچھ شک نہ گذرے۔ تین ہزار مغل خاصہ خیل میں سے صرف تین سو منتخب کر کے باقی یک قلم موقوف کر دیے۔ اور حکم دیدیا کہ اگر ہماری قلم و زمین انیس سے کوئی شخص ایک ہفتے کے بعد ملک کا تو فوراً قتل کر دیا جائیگا۔ پھر اپنے سلطنت کی شہرت بڑھانیکے واسطے جھوٹے عہدے بنائے۔ ہزاری کو سٹہ ہزاری کا خطاب دیا۔ اور اچھے گھوڑوں کے بجائے کیسے ہی برے گھوڑے ہوں ان کو فوج میزما بھرتی کیا۔ جس سے جھوٹی تعداد بڑھ گئی۔ اور ہزار میں دو سو گھوڑے بھی کام کے نہ رہے۔ ایسے لشکر کو اصطلاح دکن میں کوڑہ رادت کہا کرتے تھے۔

۱۹۸۔ کمال خان کا قتل غزوہ صفر ۱۱۹۸ھ کو کمال خان نے شمار کیا تو اس کے پاس بیس ہزار دکنی اور حبشی سوار تھے۔ اس نے اپنے دونوں سے تخت نشینی کے باب میں صلح لی۔ سب متفق الافظ ہوئے کہ ہم راضی ہیں جلدی کرنا چاہیے۔ مگر منجھون نے کہا کہ یہ چندہ دن

اچھے نہیں ہیں۔ سولہویں روز تخت پر بیٹھنا۔ اس لیے کمال خان اُن ایام کو منحوس سمجھ کر قلعہ
 میں ایک مضبوط مقام میں جا بیٹھا۔ اور کہدیا کہ میرے سر میں درد ہے کوئی سیرے پاس
 نہ آئے۔ اور صفدر خان اپنے بیٹے کو کام سپرد کر دیا۔ اب یہ خبر تمام میں مشہور ہو گئی کہ کمال
 خان کا ایسا ارادہ ہے۔ پونجی خاتون نے اس وقت بڑا کام کیا۔ یوسف ترک اپنے بیٹے
 کے کوکھ کو بلایا اور کہا کہ اگر کمال خان بادشاہ ہو گیا تو تجھے سب سے پہلے قتل کر دے گا۔ کیا یہ
 بستر نہیں ہے کہ تجھے کوئی کام بن پڑے اور ہماری جان بچ جائے۔ اُس نے کہا کہ اسمعیل
 بر سے میں کیا اگر ہزار جان میری ہوں تو بھی بکرے کی طرح قربان کرنے کو موجود ہوں۔ جب
 پونجی خاتون نے اُسے راضی پایا۔ تو پوری پوری اپنے کامیاب ہونے کی تجویز کر لی۔ ایک
 بوڑھیا جو محلات کی خبریں کمال خان کو پہنچایا کرتی تھی اُسے خوب رویہ دیکر راضی کیا اور کہا
 کہ میں نے سنا ہے کمال خان کی کچھ طبیعت اچھی نہیں ہے۔ میں بارہ ہزار ہونے لگی ہوں
 یہ لیجا کر اُس کے سر پر سے تصدق کر دے۔ جب وہ لیکر چلی تو اُسے بلا کر کہا کہ یوسف کا کام
 جج کو جانا چاہتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ کمال خان جب تک اپنی رضامندی سے رخصت نہ کرے
 اُس وقت تک میں نہیں جاؤں گا۔ اس کو کمال خان تک پہنچا دے کہ یہ اجازت حاصل کر لے
 کمال خان بیڑہ رخصتی خود اُسے عنایت کر دے۔ اور پروانہ اپنی مہر سے حاکم بن دروہل
 مصطفیٰ آباد کے نام لکھ دے۔ جب بڑھیا پہنچی۔ اور پونجی خاتون کی طرف سے شفقت کی
 باتیں اُس کے کان میں پہنچیں ہوں بھی تصدق کیے اور اُس نے یوسف ترک کے ارادہ
 جج کو سنا جو اُس کے دلی منشا کے موافق تھا تو اُس نے یوسف کو اپنے سامنے بلایا۔ اور اپنی
 ہاتھ سے بیڑہ رخصتی دیا۔ دکن کا قاعدہ ہے کہ رخصتی بیان ادباً ہاتھوں میں چادر کو پھیلا کر
 لیا کرتے ہیں۔ اس نے چادر کے نیچے خنجر چھپا لیا۔ اور چادر پھیلا کر اور آگے بڑھا۔ جب

ٹھیک اپنی زد پر دیکھ لیا تو اس زور سے اسکے خنجر مارا کہ فقی سے جان نکل گئی۔ یہاں کمال خان کی بی بی بھی پونجی خاتون کے ہی جوڑ کی تھی۔ اُس نے یوسف ترک اور اُس کی بڑھیا کو اُسی وقت قتل کر دیا۔ کمال خان مقتول کو زندون کی طرح لباس میں بٹھائے رکھا اور محلات کے آدمیوں سے کہہ دیا کہ کوئی اسکے مرنے کا نام نہ لے۔ اور نہ آہ و بکا کسی کو کرنے دیا۔ پھر فوراً صفدر رخاں کو بلایا۔ صفدر رخاں اپنے باپ کی نعش دیکھتے ہی چلا یا۔ مگر اُس کی مان نے اُسکے منہ کو بند کر دیا۔ اور کہا کہ یہ وقت تدبیر کا ہے رونے دھونے سے کام بگڑ جائیگا۔ مرد بن اور اسمعیل اور اسکی مان کا جاکر کام تمام کر۔ پھر اپنے باپ کی ہیکہ تو بادشاہ بن اسوقت اگر صفدر رخاں بھی اپنی مان کی طرح بہادر اور عاقل ہوتا تو بیشک تدبیر نہایت معقول تھی۔ مگر وہ بزدل تھا۔ بولا کہ ہمارے آدمی اگر اسل حقیقت کو سن لینگے تو فوراً منتشر ہو جائینگے اس سے بہتر ہے کہ ہم بھی کہیں بھاگ نکلیں۔ اس پر اُس جبری اور خوش تدبیر عورت نے اُسے بڑی غیرت دلائی۔ جس سے آخر کو اُس نے بیدلی سے اُسکی تدبیر پر عمل کیا قلعہ کے دروازے بند کر دئے اور کمال خان کی طرف سے اپنے لوگوں کو حکم دیا کہ اسمعیل اور پونجی خاتون کا سر کاٹ ڈالو۔ اور گلن محل کو چلا۔ ادھر پونجی خاتون کو یہ خیال ہوا کہ یوسف سے کچھ نہ ہو سکا۔ اور کمال خان پر بھید کھل گیا ہے۔ مگر کام کرنے والا سب کام درست کر لیتا ہے اُس نے ہمت کی۔ صندل خواجہ سر کو دیوان خانے کے چوکی پرہ والون کے پاس بھیجا۔ اتفاقاً اُس روز انہیں مغلوں کی باری تھی جنہیں کمال خان نے باقی رکھ چھوڑا تھا۔ سو اُسے ان کے دو تین سو دو کنتی حبشی بھی تھے۔ اب پونجی خاتون خود پردہ کے پاس آکر اندر کھڑی ہوئی۔ اور پردہ والون سے کہا اسمعیل شاہ کا حکم ہے کہ کمال خان کا سر کاٹ ڈالو جسے بادشاہ کی رفاقت منظور ہے وہ رہے اور باقی چلے جائیں۔ دو سو پچاس مثل

اور سترہ دکھنی حبشی رہ گئے۔ باقی لوگ صفدر خان کے پاس چلے گئے۔ پونجی خاتون اور دل شاد آتے جوں جو یوسف عادل شاہ کی دایہ زادی تھی مردانہ لباس پہنا اور گلن محل کی چھت پر چڑھ گئیں پھر مغلوں کو بھی اوپر بلا لیا۔ صفدر خان بھی فوج لیکر پہونچا۔ مغلوں نے اوپر سے تیر اور غورتوں نے پتھر مارنا شروع کیے۔ جب شور مہو تو مصطفیٰ آقا رومی جو پہلے قلعے کی حفاظت کیا کرتا تھا اور جسے کمال خان نے جو وضعیف سمجھ کر نکالا نہ تھا چاس تفتنگ لیکر اسمعیل کی مدد کو آہنہ پنجارتی پکڑ کر اوپر چڑھ گیا۔ اب صفدر خان کی مان نے صفدر خان سے کہلا بھیجا۔ کاس طرح تجھے نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے۔ تو بین منکا کر دیوار توڑو اور صفدر خان کے آدمی تو بین لینے گئے۔ پونجی خاتون نے دوسری تدبیر کی۔ مغلوں کو مکان میں پیچھے اس طرح پر چھپا دیا کہ دشمنوں نے جانا وہ بھاگ گئے۔ اور مکان میں اب کوئی سپاہی نہیں ہے۔ اس لیے صفدر خان پھر آگے بڑھا اور دروازہ گلن محل توڑنا شروع کیا۔ اندر سے کسی نے مزاحمت نہ کی۔ دروازہ ٹوٹ گیا۔ صفدر خان اور اس کے ساتھی اندر گئے۔ جب یہ احمق موقع پر پہونچ گئے۔ تو مغل نکل پڑے۔ جگہ بہت تنگ تھی۔ صفدر خان کے آدمی بہت مار گئے۔ صفدر خان کی آنکھ میں ایک زخم لگا۔ کہ زخم کچھ گہری نہ تھا۔ مگر صفدر خان ایک دیوار کی پناہ لیکر نیچے جا کھڑا ہوا۔ وہاں اتفاق سے اسمعیل عادل شاہ اوپر کھڑا ہوا تھا اس نے پونجی خاتون کے اشارے سے ایک پتھر اڑا دیا۔ جس سے صفدر خان دب کر مر گیا۔ اس کی فوج کمال خان کے پاس بھاگی۔ لیکن جب معلوم ہوا۔ کہ کمال خان بھی مارا گیا تب بے توقف جدھر بھاگا اٹھا اُدھر چلے دیا۔ عین الملک اور جھیمان بھی جو بڑے بڑے سردار اور کمال خان کے رفیق اور شہداء ہو گئے تھے اُدھر اُدھر بھاگ گئے۔

۱۹۹۔ جیہا پور میں شیعہ مذہب کا زور بڑا پانا کمال خان کے زمانے میں تمام سلطنت بیجا پور میں

دکھنی حبشی یعنی سُستی پھیل گئے تھے کسی کو مُغل اور ترکوں یعنی شیعہوں کا خیال بھی نہ رہا تھا۔ مگر اس
 ہنگامہ سے اسماعیل عماد شاہ کی طبیعت بدل گئی۔ اُس نے دوسرے روز دربار عام کیا۔
 اور اپنے رفیقوں کو مناصب و جاگیریں عطا کیں خسرو ترک غلام کو جو لارکار ہنہ والا تھا اسد خان کا
 خطاب دیا۔ اور بلکوان جو عین الملک کی جاگیر میں تھا اُسے عنایت کیا۔ یوسف کرنی غلام کو دیوان
 مقرر کیا۔ خوش کلائی آقا و سکند آقا رومی و مصطفیٰ آقا و مقرب خان گرد و غفر خان رودباری
 و خواجہ عنایت الدین کاشی و محمد حیدر ظہرائی سلحدار سے امیر کر دیے۔ مرزا جہانگیر قلی کو جو احمد نگر
 چلا گیا تھا اور میر حیدر بیگ و سہو جنگ بہادر وغیرہ کو جو ممالک اطراف میں منتشر ہو گئے تھے
 پھر بولا لیا۔ اور حکم دیدیا۔ کہ مُغل یعنی ولایتی شیعہ کے سوا کوئی نوکر نہ رکھا جائے تمام دکھنی
 حبشی حتیٰ کہ مُغل زادے بھی نکال دیئے۔ بارہ برس تک یہی حکم جاری رہا۔ مگر بارہ سال کے
 بعد مغلوں کی سفارش سے مُغل زدون کی اجازت ہو گئی اور راجپوت و افغان بھی ضرورتاً
 رکھ لیے جاتے تھے۔ تمام سپاہ کو حکم دیدیا تھا۔ کہ تاج سرخ دوازہ ترک کا سر پر رکھا کریں۔ اور
 جس کے سر پر تاج نہ ہوتا اُسے سلام کی اجازت نہ تھی۔ اگر کوئی ایسا کرتا تو اُس سے بارہ بکریاں
 جرمانہ میں لی جاتیں۔ بازاریں اُسکی گڑھی اتار کر پھینک دی جاتی اور اُسپر نہایت شدت کی جاتی
 تھی۔ کسی سپاہی کی مجال نہ تھی کہ بغیر تاج کے شہر میں نکل سکے غرض کہ اب شیعہ مذہب
 جس کے پیروں کی امداد سے اسماعیل اور اُس کی مان کی جان بچی تھی یہاں اب بڑی سختی
 سے جاری ہو گیا۔ اور نئی بالکل نکل گئے۔

۲۰۰۔ سلطان قلی اور گوگندہ کی چونکہ سلطان قلی خواص خان قطب الملک ہندانی کو جو دکن کی شرقی
 آبادی۔ اور اُس کی تاریخ۔ سمت میں حکومت کر رہا تھا۔ معاملات مذکورہ بالا سے بہت ہی
 کم تعلق رہا ہے اس لیے ہم نے ملنگانہ کا اس زمانے سے کچھ ذکر نہیں کیا۔ جب سے کہ

وہ وہاں کا حاکم مقرر کیا گیا۔ اب ہمیں ایک موقع اُس کے ذکر کا ہاتھ آیا ہے اس لیے اُس کا حال ابتدا سے بیان کرتے ہیں۔ چونکہ اِس خاندان کی کوئی جمعہ تاریخ نہیں ہے بلکہ ایک عرصہ دراز کے بعد تحریر ہوئی ہیں۔ اِس سبب سے سلطان قلی کی فتوحات کی تاریخیں مفصل دریافت نہیں ہوئیں۔ جہاں تک ممکن ہوا ہے ہم نے بیجاپور احمد نگر وغیرہ کی تواریخ سے تعین تاریخ کیا اور سلسلہ ملایا ہے۔ غرض کہ سلطان قلی ایک متوسط درجہ کی فہم و فراست کا آدمی تھا۔ اسکے مزاج میں بڑی سلامت رومی تھی۔ لڑتا بھی تھا اور جب موقع پڑتا تو الحوب خد عتہ پر عمل کر کے مکر سے بھی کام نکالتا تھا۔ اور صورت کے وقت بھاگ بھی جاتا تھا۔ جہاں تک ہو سکتا زبردست سے ہرگز چھیر چھڑ نہیں کرتا تھا۔ کمزور دن کو مطیع کرتا۔ اور ہندو زمینداروں کو دباتا رہتا تھا۔ اِس نے آنے ہی محمذ نگر گولکابڈہ کو جسے پہلے پانگل کہتے تھے اپنا مستقر مقرر کر کے ایک قلعہ کی وہاں تعمیر کی دولت خانا کے پاس مسجد اور اُسکے پاس حمام بنایا۔ اُس میں غسل کرنیوالوں کے لیے لنگیان سرکار سے ملتیں اور جہم موتراشی کے لیے موجود رہتے تھے پھر ایک حصہ اکھنچکر شہر بسایا۔ اُس میں بڑے بڑے مکانات اور بازار بنوائے اُسے خوب رونق دی۔ گویا ایرانی نسل تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اسکو کچھ ذمی علم لوگوں کی طرف توجہ نہ تھی اسی سبب سے اسکے زمانے میں اِس کے حالات اچھی طرح قلمبند نہ ہوئے۔ اسے رنڈی بھڑودن سے بھی شوق نہ تھا۔ بیجاپور والوں کی طرح تلچ گانے وغیرہ کی مجاہدین اسکے یہاں گرم نہیں رہتی تھیں البتہ سپاہیوں کی قدر کرتا تھا۔ اور اسی قسم کے کچھ لوگ اُسکے پاس جمع ہو گئے تھے۔ اپنے اقارب اور ہم قوموں کو ملازم رکھتا۔ اور انہیں کو مراتب دیتا تھا۔ ایرانی جو ایران سے دکن میں آئے وہ پہلے بیجاپور میں آتے تھے اور وہیں رہ جاتے تھے جن کی یہاں کئی جہ سے قدر نہ ہوتی یا وہ یہاں سے آزرہ ہوتے تو وہ اس کے پاس چلے آتے تھے ورنہ

براہ راست اس ملک تک ایران سے بہت ہی کم آدمی آتے تھے۔ یہ بھی ایک بڑی وجہ تھی کہ سلطان قلی کے پاس ذی لیاقت آدمی کم تھے۔ چونکہ سلطان قلی خاندان شیعہ سے تھا اس لیے اُس نے اُس ملک میں قومی ہونے کے بعد شیعہ مذہب کا برتاؤ کیا۔ اور اذان میں اشہد ان علیاً ولی اللہ بڑھا کر اصحاب کبار کے نام خطبے سے نکال دالے۔ اور تمام اپنے علاقے میں موزن اور اماموں کے نام شیعہ مذہب کے برتاؤ کے احکام جاری کر دیے۔ یہ تمام مضمون تاریخ قطب شاہی میں لکھا ہے۔ مگر قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکو مذہبی تعصب نہ تھا لہٰذا خود شیعہ تھا۔ مگر کسی سنی کا مزاحم نہیں ہوتا تھا۔ یہاں سنی شیعوں میں اُس کے وقت میں کبھی کچھ جھگڑا نہیں ہوا۔ وہ جیسا اچھا سپاہی تھا ویسا ہی اچھا عابد و زاہد بھی تھا دوسروں کا دل کبھی نہیں دکھاتا تھا اپنی عبادت خلوص نیت سے اپنے عقیدے کے بموجب کرتا تھا۔ خصوصاً اہل اُلی کے وقت ہمیشہ نماز پڑھ کر اُلی کا آغاز کرتا اور بضع و خشوع خدا سے دعا مانگتا اور فتح ہوتی تو خدا کی درگاہ میں شکرانے کے سجدے کرتا تھا۔ اُس کا چال چلن بھی بہت اچھا تھا۔ بدکاری کا مطلق خیال بھی نہ تھا۔

جیسے اور اطراف میں محمود شاہ کی نالائقی سے جگہ جگہ سردار دم خندا و لاخیری کا بھر رہے تھے اُس سطح سے تلنگانہ کے زمیندار بھی خود مختار بن بیٹھے تھے۔ سلطان قلی نے

۲۰۱۔ سلطان قلی کا راجگڑھ دیوگنڈہ
پاکل کرہ پورہ کو تلنگانہ کا فتح کرنا۔ اور
اپنے نام کا خطبہ پڑھوانا۔

انہیں مطیع کر کے اپنا ملک بڑھانا مناسب سمجھا۔ راجگڑھ میں ایک شخص فکلی نایک زمیندار تھا پہلے یہ جا کر اُسے معہ رفقا قید کر لایا۔ اور اُس علاقے پر قبضہ کر لیا۔ دیوگنڈہ کا قلعہ ایک پوماڑی پر بڑا مضبوط بنا ہوا تھا۔ کٹن راے والی بیجا نگر کے توابعات سے تھا۔ موقع پر چند روز کے بعد یہ اُسپر جا چھپٹا اور اُس پر بھڑکرا سپر بھی قابض ہو گیا۔ گردنوں کے زمینداروں اور

چودھریوں کو مطیع کر لیا۔ لیکن اب یہ بڑی آفت آئی۔ کہ جب بیجا نگر کے گماشتے یہاں سے
بھاگ کر بیجا نگر گئے تو راجہ کشن رائے والی بیجا نگر نے تیس ہزار سوار اور ہیشمار پیادے لیکر سلطان
قلی پرچہ ہائی کی۔ مگر اُس زمانے میں بیجا نگر کی حالت اچھی نہ تھی۔ سلطان قلی بھی پانچ ہزار سوار اور
تیس ہزار پیادوں سے مقابل ہوا۔ پانکل کے پاس لڑائی ہوئی ہندوؤں کو کثرت تعداد سے
غلبہ ہوا چاہتا تھا۔ کہ سلطان قلی نے ڈیڑھ ہزار چیدہ سوار سے عین قلب دشمن پر جہان راجہ
کشن رائے کھڑا تھا حکم کیا جس سے ہندو بھاگ نکلے۔ اور مسلمانوں کو فتح ہو گئی۔ بہت سا
مال غنیمت ان کے ہاتھ لگا۔ اب سلطان قلی نے قلعہ پانکل کا محاصرہ کیا۔ جہاں کثرت سے
جنگل تھا اور بیجا نگر والوں کے قبضے میں تھا۔ جب رائے بیجا نگر نے یہ حالت دیکھی تو اُس نے
پھر کچھ فوج بھیجی۔ شب کو ان لوگوں نے شیخون مارا اور قلعہ والے بھی نکل آئے مگر کچھ مسلمانوں
کو ہی فتح ہوئی اور قلعہ والے قلعہ میں جا چھپے۔ اب رائے بیجا نگر کی جان پر بنی ہوئی تھی دو مہینے
تک اہل قلعہ لڑتے رہے مگر جب لاچار ہو گئے تو قلعہ کے سردار نے جو رائے بیجا نگر کے
خاندان سے تھا جان کی امان پر قلعہ حوالہ کر دیا۔ اور اُس کا تمام علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں
آ گیا۔ اب سلطان قلی کو اور بھی ہمت ہو گئی اس لیے کہ منپورہ کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ جو پانکل اور کوٹلکند
کے درمیان واقع ہے۔ یہ قلعہ بھی ایک پہاڑی پر تھا۔ اس کے دو طرف دو گھاٹیاں تھیں
جنہیں ہو کر قلعہ تک جا سکتے تھے سوائے اُس کے اور کوئی راستہ نہ تھا۔ ان دونوں گھاٹیوں پر
برج بنے ہوئے تھے جن پر توپیں چڑھی ہوئی تھیں۔ سلطان قلی نے قلعہ والوں کو اول اعط
کا پیغام بھیجا۔ مگر وہ اس استحکام کے سامنے کب گردن نیچے کرتے تھے۔ انہوں نے توپ
سے جواب دیا۔ سلطان قلی نے اُن رجوں کے رد پر توپیں لگا دیں دو مہینے تک گولہ نازی
ہوتی رہی۔ آخر ایک روز پیچھے سے جہاں انسان کے چڑھنے کا خیال بھی نہ تھا چپکے سے فوج

کو چڑھا لے گیا۔ اولاد ہر سے تو پون سے دونوں برج توڑ دیئے اور ایک ایک دباوا کر دیا قلعہ
 واسے بہت سے کشت و خون کے بعد آخر مطیع ہو گئے۔ اب وہ کوٹلکٹہ کو کب چھوڑ دیا
 تھا۔ اس کا بھی ایک عرصے دراز تک محاصرہ کیا۔ اور قلعہ توڑ کر اندر گھس گیا۔ اور اس پر
 قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد تمام اطراف کے مقدم اور نایک دارلہون کو جنہون نے اطاعت
 کے خلعت وغیرہ سے سرفراز کر کے اور تسلی و دلاسا دی کہ یہاں آباد کیا۔ اور آپ ملک کا
 انتظام کر کے دارالسلطنت واپس چلا آیا۔ اس وقت محمود شاہ کی سلطنت میں کچھ دم
 باقی نہیں رہا تھا۔ اس لیے اس نے بھی ۹۱۸ھ میں اس کا نام خطبہ سے اڑا دیا۔
 اور باوجود اس سلطنت مختصر کے شاہانہ ٹھاٹھ جھادئے۔ اور قطب الملک کے بجائے
 قطب شاہ اپنا لقب مقرب کر لیا۔ ایرانی بادشاہوں کے طور طریق پر متنبہ لگا۔
 دن میں شاہان ایران کی طرح پانچ مرتبے نوبت بجاتا تھا۔ حالانکہ جیسا پور احمد نگر کا دلی میں
 یہ قاعدہ جاری نہ تھا۔ مگر سلطان محمود کو شطرنج کا بادشاہ مانتا تھا۔ اور اس کے حقوق کو یاد کر کے
 تحفے تحایف نذرانے کی صورت میں اور پانچ ہزار ہون مخفی برابر باہر بھیجا کرتا تھا۔ تاکہ امیر برید
 نہ لے لے۔

۲۰۲۔ امیر برید کا اسماعیل عادل شاہ پر
 حملہ اور شکست۔
 امیر برید اس زمانے میں اپنا کام برابر کرتا رہا۔ دستور دینار
 حبشی حاکم سابق گلبرگہ کا ایک اہل نبلا بیٹا جہانگیر خان تھا

اُسے دستور الملک کا خطاب دیا اور گلبرگہ اُس کی جاگیر میں مقرب کر لیا۔ اُس نے دکنی حبشی امیر
 فرہم کر کے تمام ملک کا انتظام اور قلعوں کا محاصرہ کیا۔ ادھر اسماعیل کو جب کمال خان سے
 نجات ملی تو اُس نے مرزا جہانگیر کو گلبرگہ جاگیر میں دیدیا۔ اُس نے وہاں جا کر امیر برید کے چار سو
 آدمی جن میں امیر برید کے بھائی بھی تھے مار ڈالے جن کی شجاعت کا شہرہ تمام دکن میں

ہو رہا تھا۔ اور قلعوں کا محاصرہ اٹھا دیا۔ اس سبب سے امیر برید کو غصہ آیا۔ چونکہ امیر برید
 یہ سمجھا تھا کہ یوسف عادل خان بیجا پور کا طرفدار تھا۔ جب وہ مر گیا تو وہاں کی حکومت کا اختیار
 محمود شاہ بادشاہ کی طرف سے مجھ کو ہے۔ اس لیے اس نے بیجا پور کے قبضے کا منصوبہ
 کر کے علاء الدین اور سلطان قلی سے مدد طلب کی۔ اور خزانہ ہمنیہ کو خرچ کر کے بیس ہزار
 آدمی جمع کیے۔ اور محمود شاہ کو لیکر بیجا پور پر ۹۲ھ میں حملہ کیا۔ چونکہ محمود شاہ امیر برید کے ہمراہ
 تھا اسماعیل کا یہ حوصلہ نہ ہوا کہ بیجا پور سے آگے بڑھے۔ اپنی فوج کو آراستہ کر کے بیجا پور میں
 بہ کمال استعظام دشمن کا انتظار کرتا رہا۔ جب امیر برید ملک کو غارت کرتا بیجا پور کے قریب
 السد پور میں پہنچا جسے یوسف عادل شاہ نے آباد کیا تھا اور اس کا محاصرہ کیا۔ تو اسماعیل بیجا پور
 سے نکلا۔ اور بارہ ہزار سوار سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ مانگے مانگے کی فوج اب دل دینے والی
 تھی۔ امدادی فوج رنجو چکر ہوئی امیر برید شکست کھا کر لٹا بھاگا۔ اور یہاں تک جو اس باختہ ہوا کہ
 محمود شاہ کی خبر بھی نہ رہی۔ محمود شاہ اور اس کا بیٹا احمد لشکر سے جدا ہو گئے اور ملاطمت افواج میں محمود
 شاہ گھوڑے پر سے گڑا جس سے کچھ چوٹ بھی آگئی۔ اسماعیل کے آدمیوں نے اس کو گھبرایا۔
 اسماعیل نے بڑی خطرداری کی۔ اور سواری کے لیے گھوڑے وغیرہ بھیج دیے اور چاہا کہ اسے
 بیجا پور لیجائے اور امیر برید کی قید سے نجات دلا دے مگر محمود شاہ نے اسے منظور نہ کیا وہیں
 قصبہ السد پور میں کچھ روز ٹھہرا۔ مرزا الطاف السد پیر شاہ محب السد نے اس کی بیماری کی۔ اس کی
 چوٹ کو آرام ہو گیا۔ اب محمود شاہ نے بی بی سنی ہمشیرہ اسماعیل کو طلب کیا جو اسکے بیٹے کی منگوہ
 تھی اسماعیل نے درحقیقت گلبرگہ کے انتظام کرنے کے لیے اور بظاہر ایک مبارک مقام میں
 رسومات شادی کی انجام دہی کے واسطے محمود شاہ سے کہا کہ گلبرگہ میں مرقد سید محمد گیسو دراز
 کے پاس رسومات شادی کی بجآوری بہتر ہوگی۔ چنانچہ محمود شاہ اور اسماعیل وہاں آئے۔

اور گلبرگہ پر قبضہ کر کے وہاں خوب جشن کیے۔ بی بی سنی کو شاہزادہ احمد کے حوالہ کر دیا۔ اسکے بعد محمود شاہ اسماعیل کی چار پانچ ہزار فوج لیکر سید روانہ ہوا۔ امیر برید اس فوج کو دیکھ کر پیدہی قصبہ اوسم کو چلا گیا۔ محمود شاہ کچھ دنوں خوب خوشیاں اڑاتا اور ناچ تماشے میں مصروف رہا۔ لیکن جب اسماعیل کی فوج رخصت ہو کر چلی گئی تو امیر برید دوسرے ہی دن پھر آپہنچا۔ چونکہ تمام آدمیوں کو بخوبی یقین ہو گیا تھا کہ محمود شاہ اور اُس کا بیٹا دونوں نالایق ہیں اس لیے قلعے کے دروازے کھول دئے اور امیر برید کو کسی نے قلعہ میں آنے سے نہ روکا۔ قلعہ کے ساتھ امیر برید کا بادشاہ پر بھی قبضہ ہو گیا۔ مگر چونکہ محمود شاہ اُس کا ہمیشہ سے عادی ہو گیا تھا۔ اس لیے اس کا زیادہ خیال بھی نہ کیا۔

۲۰۳ - سلاطین حجاز کا ایک بزرگ شیخ صفی الدین حضرت موسیٰ کاظم کی ایک سوین پشت میں گذرے ہیں جو شیخ زاہد گیلانی کے مرید اور داماد تھے قصبہ درویش سلاطین صفویہ ایران سے تعلق

علاقہ آذربائیجان میں رہا کرتے تھے وہاں سالکان طریقت کو تعلیم و ارشاد کیا کرتے تھے۔ جب ۱۰۶۰ ذی الحجہ ۳۵۷ھ کو مر گئے۔ تو ان کے بیٹے صدر الدین اور پھر ان کے بعد ان کے بیٹے شاہ قاسم اور پھر ان کے بیٹے خواجہ علی پھر ابراہیم پھر سلطان جنید کے بعد دیگرے جانشین ہوتے رہے اس عرصے میں سیری مریدی کا قاعدہ جاری رہا سلطان جنید کے مشائخ کے زمانے میں ان کا ارشاد اس قدر بڑا کہ عرائین کے حاکم مرزا جہان شاہ نے ان کو بیاعت خوف و بار بکر کی طرف نکال دیا۔ جہان کے حاکم حسن بیگ نے ان کی خاطر کی۔ اور اپنی بہن سے ان کا نکاح کر دیا۔ پھر یہ اپنی مریدوں سمیت ۵۶۷ھ میں گرجستان پر جہاد کے لیے چڑھ گئے اور شہر ان شاہ کے ہاتھ سے مارے گئے۔ پھر ان کے بیٹے سلطان حیدر کا زمانہ آیا جو حسن بیگ کا داماد تھا۔ اس کے بعد بھی کثرت سے درویش ہوئے اُس نے سمرخ ٹوپی ان کو تقسیم کی۔ جس سے وہ قزلباش یعنی

سرخ تاج والے کہلائے یہ بھی لڑا اور ۸۹۳ھ میں مارا گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا اسمعیل جو قسطن
ایک سال کا تھا شروانشاہ کے ہاتھ لگ گیا۔ جب بڑا ہوا تو بھاگ کر گیلان چلا گیا۔ وہاں اُس کے باپ
کے مرید اُس سے اکر مل گئے۔ اور کثرت سے جمع ہو گئے۔ یہ قزلباش ملکر ۹۰۰ھ میں البندیک
حاکم شروان پر غالب آئے اور رفتہ رفتہ یہ اسمعیل جبکہ اسمعیل صفوی کہتے ہیں ایران کا بادشاہ
ہو گیا۔ شخص نصف شیعہ تھا بلکہ شیعہ کرتھا۔ اس نے تمام گرد و نواح کے مسلمان بادشاہوں
کے پاس اپنے ایلچی بھیجے۔ اور اُن سے دوستی اس غرض سے پیدا کرنی چاہی کہ اُنکو کوئی سبب
سے شیعہ کرے۔ چنانچہ اُسکے ایلچی راجہ جیانگر اور بکرات اور دکن کے بادشاہوں کے پاس
بھی آئے تھے۔ اور انہوں نے ان کی بڑی خاطر کی تھی۔ لیکن جو ایلچی کہ محمود شاہ کے پاس آیا
تھا۔ اُسکو امیر برید نے بوجہ مخالفت مذہب کے دو سال تک پڑا رہنے دیا۔ اور کس سپرس کی
طرح ڈال رکھا۔ اُس نے اُس زمانے میں اسمعیل کو لکھا۔ اس لیے اسمعیل نے امیر برید کو دھکی
دی۔ کہ اُسے جلد رخصت کر دو۔ چنانچہ اُس نے رخصت کیا۔ جب وہ بیجاپور کی طرف آیا۔ تو
اسمعیل نے اسد پور میں اُس سے بہ پاس مذہب بڑی عزت کے ساتھ ملاقات کی اور بندہ اہل
مصطفیٰ آباد سے اپنا خط دیکر رخصت کر دیا۔ جب اسمعیل صفوی کو یہاں کا حال معلوم ہوا تو اُس نے
ابراہیم ترکمان کو اسمعیل کے پاس خط دیکر بھیجا۔ جس کا سرنامہ یہ تھا ”مجدد سلطنت و ہشتیمہ و الشوکتہ
والاقبال اسمعیل عادل شاہ“ اس لفظ شاہ سے اسمعیل بہت خوش ہوا۔ اور کہا کہ شاہی اب ہمارے
خاندان میں یقیناً آگئی۔ ایلچی کی اس قدر خاطر کی جو بیان سے باہر ہے۔ جمعہ اور عیدین میں حکم دیا کہ
مہربون پر شاہ اسمعیل صفوی کی فاتحہ سلامتی پڑھی جائے۔ چنانچہ یہ قاعدہ سلاطین ایران کے
نسبت علی عادل شاہ کو زمانے تک جاری رہا۔ مگر افسوس کہ یہ شاہ اسمعیل صفوی ۹۳۰ھ میں
عین عالم شباب میں ہی مر گیا اگر زندہ رہتا تو غالباً بہت کچھ کرتا۔

۲۰۴ - محمود شاہ کا برادر کو بھاگنا اور امیر برید اس بات کو جانتا تھا کہ محمود شاہ اور اسماعیل سے اب

علاء الدین کا امیر برید پر حملہ اور شکست

بڑا رشتہ ہو گیا ہے اس خیال سے چاروں طرف سے ناکے بندی کر دی۔ اور سچا پور کی طرف جانے کے راستے خوب روک لیے جب محمود شاہ بہت تنگ ہوا تو آخر بھاگ نکلا۔ اور برادر کا راستہ کھلا پا کر علاؤ الدین عماد الملک کے پاس چلا گیا۔

علاء الدین نے اس کی بڑی خاطر داری کی۔ اور بادشاہ بنا کر اس کے ہم کاب ہوا۔ اور فوج لیکر اس کی مدد کو امیر برید کے مقابلے کو چلا۔ اور تخت گاہ تک چلا آیا۔ امیر برید قلعہ میں جا چسپا ہوا

جب برہان نظام شاہ نے خواجہ جہان حاکم برہنہ کو اس کی مدد کے لیے بھیجا۔ تو امیر برید قلعہ سے نکلا۔ دونوں طرف سے فوجیں آراستہ ہوئیں۔ اسوقت بادشاہ سلامت کہ جن کی خاطر علاؤ الدین اس قدر روپیہ خرچ کر کے اپنی فوج کے گلے کٹوانے آیا تھا غسل کر رہے تھے۔

اس نے اپنے ایک امیر مقرر کو بھیجا۔ کہ عین لڑائی کا وقت ہے اسوقت جلد آئی تاکہ آپ کو دیکھ کر فوج کی ہمت بند نہ ہو۔ مگر جب اس امیر نے دیکھا کہ بادشاہ بے پردہ احام میں آرام کر رہا ہے۔ تو اس کے منہ سے بے ساختہ نکل پڑا کہ ایسے بادشاہ سے کیا ہونا ہے جو ایسے نازک

وقت میں ایسے بے ضرورت کاموں میں وقت رائیگان کھو رہا ہے۔ محمود شاہ کو یہ سن کر شرم تو نہ آئی بلکہ غصہ آیا۔ اور فوراً گھوڑے پر سوار ہوا۔ میدان میں آیا۔ اور جب لشکر کی صفوں کے پاس پہنچی۔ تو گھوڑا کودا ہوا عین معرکہ کے وقت لشکر علاؤ الدین سے نکل کر لشکر امیر برید میں چلا گیا۔

علاء الدین اپنا سامنہ دیکھتے رہ گئے اور بجز اس کے کچھ نہ بن پڑا کہ اپنے ملک کو لوٹ جائے امیر برید نے محمود شاہ کی ایسی گت بنائی کہ بادشاہ نہ تو زندوں میں تھا نہ مردوں میں۔ تمام فرائض قلعہ امیر برید کے ملازم تھے۔ بادشاہ کے قبضے میں اس نے صرف ایک قصبہ کٹھنا چھوڑ دیا

تھا جو والاسلطن سے دو تین کوس کے فاصلے پر تھا۔ باقی تمام علاقہ اپنے قبضے میں کر لیا تھا

اس کا قیام قندھار اور اوسہ میں رہا کرتا تھا۔ کبھی کبھی بادشاہ کے پاس بھی چلا آتا تھا۔ جب بادشاہ اُس سے تنگی خراج کی شکایت کرتا تو کہتا تھا۔ کہ وزیروں نے تمام ملک دبا لیا ہے۔ جو کچھ تھوڑا سا علاقہ میرے پاس باقی ہے اُسکی آمدنی خیل و شہم اور فیلخانہ کے خراج میں آجاتی ہے کچھ باقی نہیں بچتا۔

۲۰۵۔ ماہور کا علاؤ الدین کے ماتحت ہونا خداوند خان حبشی ماہور کا حاکم جب مر گیا۔ تو اُس کے بجائے اُس کا بیٹا ایٹا حاکم ہوا۔ جب اُس نے دیکھا۔ کہ اطراف کے سردار اپنا اپنا ملک بڑھا رہے ہیں۔ تو اُس نے بھی امیر برید کے علاقے پر ہاتھ بڑھایا۔ اور جب موقع ملا۔ تو پرگنات قندھار و دیگر کو لوٹ لیا۔ امیر برید نے بھی اُس کی تنبیہ کے سامان کیے۔ محمود شاہ کو ساتھ لیکر اُس پر چڑھائی کی۔ ماہور کے قریب لڑائی ہوئی۔ خداوند خان کا بیٹا اور نیز شہزادہ خان اُس کا پوتا دونوں مارے گئے۔ امیر برید غالب آیا۔ مگر خداوند خان کا ایک اور بیٹا غالب خان تھا۔ اُسنی علاؤ الدین سے استمداد کی۔ چونکہ علاؤ الدین کو خود اُس ملک پر دعویٰ تھا۔ اس لیے اُس کے استخلاص کیوڑے فوج لیکر وہ خود میدان میں آیا۔ اب امیر برید کے چھٹکے چھوٹے۔ مگر محمود شاہ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ ماہور کا علاقہ غالب خان کو دیدیا۔ اور اُسے علاؤ الدین کا تابع کر دیا۔ یہ واقعہ ۷۲۳ھ کا ہے

۲۰۶۔ سلطان قلی کا ایگنڈل اور قوام الملک صغیر حاکم راجہ مندری کے حالات کہیں کسی نے نہیں کھے ملنکو کو قوام الملک سے لینا۔

سوار اور دوس ہزار پیادوں کی فوج تھی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑا غافل تھا اور اپنی دار الحکومت ہند راجاؤں کو دے بیٹھا تھا۔ اس زمانہ میں وہ صرف ایگنڈل اور ماننگور کے علاقہ کا حاکم تھا۔ جس وقت سلطان قلی دیور کندہ وغیرہ کے جنوبی مہمات میں مصروف تھا۔ اُس زمانے میں شمالی اور شرقی سمت کے علاقہ پر قوام الملک نے کچھ دست درازی کی تھی۔ جب سلطان قلی اپنی دار الخلافہ کو واپس

کے انتظام سے فارغ ہو کر واپس آیا تو اُس نے قوام الملک کو لکھا۔ کہ انما المؤمنون اخوة آپ کو یہ مناسب نہ تھا۔ کہ جو وقت میں ہندوؤں سے لڑ رہا تھا آپ میرے ملک میں تاخت و تاراج کرتے بہتر ہے کہ آئندہ اُس کی تلافی کیجیے تاکہ دوستی میں فرق نہ آوے غالب ہے کہ ان کلمات کے ساتھ سلطان قلی نے معاوضہ نقصان بھی کچھ طلب کیا ہو گا۔ جس کے دینے سے قوام الملک نے انکار کیا۔ سلطان قلی نے فوج لی۔ اور ۹۲۳ھ میں ایگلندل کے پاس پہونچا۔ قوام الملک بھی ایک منزل آگے بڑھا مگر فریقین میں لڑائی ہوئی۔ سلطان قلی کی فتح ہوئی۔ اول تو قوام الملک ایگلندل میں جا چھپا۔ مگر سلطان قلی وہاں بھی پہونچا۔ اسلئے اسے چھوڑ دیا۔ سید ہار کو علاؤ الدین کے پاس چلا گیا۔ اس طرح ایگلندل اور ملکوڑ کا علاقہ سلطان قلی کے ہاتھ گیا۔

۲۰۷۔ محمود شاہ اور اُسکے سلطان محمود شاہ کا منشور شاہی نوروز جلوس سے ہی طے ہو چکا تھا اب بیٹے احمد شاہ کی موت اُس کا مفروضہ جیات بھی طے ہوا۔ اور ۹۲۴ھ کو دنیا اُس کے

۹۲۴ھ

دسمبر ۱۵۱۱ء

وجود بے سود سے خالی ہوئی۔ اور ۱۷ برس کے بعد اس خاندان سے سلطنت جاتی رہی۔ یہ بادشاہ بڑا پست فطرت خفیف العقل عیش دوست فراغت طلب تھا۔ اگر کچھ بھی اس میں لیاقت ہوتی تو اس کو بہت موقع ایسے حاصل تھے کہ یہ اپنے باپ دادا کی سلطنت کو اچھی طرح حاصل کر سکتا تھا اس وقت امیر برید کے پاس صرف تین چار ہزار سوار کی فوج تھی۔ دو تین ضلعوں سے زیادہ اُس کا ملک نہ تھا۔ اُس نے سوچا کہ اگر میں خود بادشاہ بننا ہوں تو میرے زیر دست ہمسائے مجھ کو کب چین لینے دینگے۔ اس سے بہتر ہے کہ خاندان بہمنیہ میں سلطنت کا نام چلا جائے تاکہ میری حکومت بے لنگہ باقی رہے۔ اُس نے محمود شاہ کے بیٹے احمد کو تخت نشین کیا۔ اور چونکہ یہ بھی عیاشی میں باپ کا باپ تھا۔ ملوڑ باد صراحی اور قرح مرصع جو محمود شاہ کا بگڑا تھا وہ اُس کے حوالہ کیا۔ اور آدمیوں کو متعین کر کے حکم کروایا۔ کہ وہ کسی غیر سے بات چیت نہ کرنے پائے۔ چونکہ

قطب الملک نے اب خرچ بھیجنا موقوف کر دیا تھا۔ اس سبب سے احمد شاہ کو شراب و کباب کے ہم
 پہونچانے میں تنگی ہونے لگی۔ اُس نے تاج بھینیہ میں سے جسکی قیمت چالاکھ ہون تجویز کی گئی
 تھی جو اہرات چھپا چھپا کر توڑے اور بیچا لے۔ جب امیر برید کو خبر ہوئی تو اُس نے بہت سے کلاوٹوں
 کو پکڑا اور قتل کیا۔ جس کے ڈر سے جو اہرات لوگوں نے بیجا نگر وغیرہ کے مالکین پہونچا دئے
 اب احمد شاہ نے اپنے سائے اسماعیل شاہ کو لکھا۔ کہ وہ کچھ مدد کرے۔ اسماعیل نے ایک ایلچی تحفے
 اور نغائس دیکر اُس کے پاس روانہ کیا۔ اور کچھ خفیہ صلاح و مشورہ بھی بتایا۔ مگر ابھی ایلچی وہاں پہونچا
 بھی نہ تھا کہ دو سال کے بعد شروع ۹۲۵ھ میں احمد شاہ خود مر گیا یا اسکو زہر دیا گیا۔

۹۲۵ھ
 ۱۵۲۰ء

۲۰۸۔ سلطان قلی کی علاؤ الدین پر فتح [جب قوام الملک کو شکست ہوئی۔ اور اُس کے علاقے قطب الملک
 قابض ہو گیا۔ تو اُس نے علاؤ الدین سے علاؤ الملک سے امداد کی درخواست کی۔ علاؤ الدین کو کچھ عرصہ
 ہوا تھا۔ کہ ماہور پر بھی حکومت مل گئی تھی۔ اور غالب خان اسکا ماتحت ہو گیا تھا۔ سو اسے اُس کے
 راکھیہ کے ساتھ پر گئے جو خاص مجبور شاہ کی جاگیر میں تھے اور اُس کی مدد معاش کیواسطے چھوڑا
 گئے تھے اُن پر بھی اب علاؤ الدین قابض ہو گیا تھا۔ اس لیے اُس نے قوام الملک کی امداد کو
 سامان کیے۔ سلطان قلی نے اُسے لکھا کہ قوام الملک نے مجھ سے لڑائی مول لی تھی وہ میرے
 ملک پر خود چڑھا تا تھا اس لیے میں نے اُس کا ملک چھینا ہے آپ اُس کی امداد نہ کیجیے اور نہ اسی
 اپنے ملک میں ٹھہرائیے بلکہ راکھیہ کا علاقہ مجھ کو دیدیجیے۔ محمود شاہ کی جاگیر کا میں زیادہ متقی ہوں کہ اُس کے
 مرنے وقت تک روپیہ سے خدمت کرتا رہا ہوں۔ علاؤ الدین کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ اور فوراً فوج
 لے کر حوالی راکھیہ میں پہونچا۔ سلطان قلی بھی پہلے ہی سے تیار تھا۔ اسی میدان میں تلاقی فرشتین
 ہوئی۔ عماد الملک کی فوج زیادہ تھی۔ سلطان قلی کو شکست ہونے کو تھی کہ اُس نے اپنے معمولی طریقے
 کے بموجب چیدہ فوج لیکر قلب دشمن پر حملہ کیا مخالف بہت سے قتل ہوئے اور جلیلان قسلی

کے میمنہ اور میسرہ سے بھی چلے ہوئے تو علاؤ الدین کی فوج کے پانوں اکھڑ گئے۔ علاؤ الدین
بھاگا۔ سلطان قلی نے بعد اس کے ہفت پٹہ قبضہ کر لیا اور لوٹ آیا۔ علاؤ الدین کا توراوہ ہوا۔ کہ سلطان
قلی سے بدلہ لے۔ مگر اسپرلیک اور آفت اپڑی۔ جس سے وہ انتقام نہ لے سکا۔

۲۰۹۔ برہان شاہ کا پاتری اس زمانے میں برہان نظام شاہ کے قدیمی برہمن رشتہ داروں نے
کو فتح کرنا۔ اور آئندہ رنجی جب سنا کہ من کے خاندان کی سلطنت احمد نگر میں قائم ہو گئی ہے۔ تو
سے نکاح کرنا۔ بیجا نگر سے چلے آئے۔ اور احمد نگر میں رہنے لگے۔ اور ان کا یہ ارادہ ہوا۔

کہ پاتری ان کا وطن بھی احمد نگر والوں کے قبضے میں آجائے جو اس وقت برہمن داخل تھا۔ اسی
کے کل خان نے برہان کی طرف سے ۹۲۶ء میں علاؤ الدین کو لکھا۔ کہ تعصب پاتری سے ہو گیا ہے

۹۲۶ء

تعلق ہے۔ اگر آپ یہ علاقہ مہین دیدین تو ہم پر کمال عنایت ہوگی۔ اور ہم اس کے عوض میں اس
زیادہ آمدنی کا مقام آپ کو دیدینگے۔ مگر اس نے اس کے دینے سے انکار کیا۔ اور جب دیکھا
کہ کل خان اس کے لینے کے لیے اصرار کرتا ہے تو اس نے دہان قلعہ بنانا شروع کیا۔ تاکہ
اٹالی کے وقت کام آئے۔ اس پر کل خان نے قلعہ بنانے کو منع کیا۔ مگر جب اس نے نہ مانا تو
قلعہ تیار کر لیا۔ تو وہ برہان کو ساتھ لیے ایک معقول فوج کے ساتھ ایلورہ کے غاروں کی سیر

کے بہانے سے چلا۔ اور دو منزل چل کر ایک پاتری کی طرف لوٹ پڑا۔ اور جاتے ہی بغیری
کے عالم میں قلعہ کا محاصرہ کر کے بہت جلد اسے فتح کر لیا۔ عظیم ہمایوں والی غائب ۱۰۔ رمضان
۹۲۶ء کو مر گیا تھا۔ میران محمد شاہ اس کا بیٹا اور بہادر شاہ بادشاہ گجرات کا بھانجا اسکی جگہ تخت
سلطنت پر بیٹھا تھا اس خاندان کا یہی پہلا شخص ہے جس نے اپنے نام کے ساتھ لفظ
شاہ کا لگایا ہے۔ علاؤ الدین نے اس سے مدد مانگی اور لکھا کہ کل خان کا ماہور لینے کا ارادہ ہے
اس سے تو کچھ نہ ہو سکا مگر اس نے حق ہمسایگی کا لحاظ کر کے اپنے نانا مظفر شاہ کو اسکی مدد

کے لیے درخواست کی اس پر مغر شاہ نے عین الملک حاکم طین کو لکھا کہ فریقین میں ایفاد صلح کرادی۔ اس لیے کل خان نے بادشاہ گجرات کے ڈر سے علاؤ الدین سے صلح کر لی۔ اور جگر واپس چلا آیا۔ چونکہ برہان کا اس وقت نیا نیا عالم شباب تھا ایک رنڈی آئینہ نامی پر بے طبع فرشتہ ہو گیا۔ اور اُس سے نکاح کر کے اپنے تمام حرم کی عورتوں سے اُس کا مرتبہ بڑھا دیا۔ اور شراب بھی پینے لگا۔ کل خان کو جس نے اُسکے باپ کی پرہیزگاری کا زمانہ دیکھا تھا یہ حالت کب پسند آ سکتی تھی۔ اُس نے اسکو دفع کرنا چاہا۔ مگر جب دیکھا کہ اُس کا دفع کرنا اُس کی قدرت سے باہر ہے تو برہان سے کہا کہ جب آپ کم عمر تھے تو میں آپ کی سلطنت کے کاموں کو دیکھا کرتا تھا۔ اب میں بوڑھا ہوا اور آپ جوان۔ میں چاہتا ہوں کہ اب گوشہ میں بیٹھ کر کچھ دنوں العادہ کروں آپ مجھ کو اجازت دیجیے۔ اول تو برہان نے اُسے بہت منگیا۔ مگر آخر اُس کا استعفا منظور کر لیا۔ اور منصب پیشوا شیخ جعفر دکنی ساکن قصبہ ٹیکا پور کو عنایت کیا۔

۲۱۰۔ اسماعیل شاہ کا راجپوت کی تسخیر جس زمانے میں کمال خان بیجا پور میں حکومت کر رہا تھا۔ تو اُسکی بد عملی کے زمانے میں راسے بیجا نگر نے راجپور اور مدگل کے علاقے پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب جب اسماعیل جوان ہو گیا۔ اور خانگی جھگڑوں سے فرصت پائی تو اُن کی واپسی کا خیال آیا۔ اور آخر ۹۲۶ھ میں عین ایام برسات میں فوج لیکر اُس طرف روانہ ہوا۔ اس وقت بیجا نگر میں تمراج حکومت کر رہا تھا جب شیورا سے ملتا تو اُسکے لڑکے نہایت خرد سال تھے۔ بڑا لڑکا راجہ بنایا گیا۔ مگر تمراج حکومت کرتا رہا۔ جب وہ بڑا حکومت کر نیلے لائق ہوا تو تمراج نے اُسے نہر دیکر مار ڈالا اور اُس کے چھوٹے بھائی کو راج کیا۔ پھر اُسے بھی دوکر دیا۔ اور خود ہی حکومت کرنے لگا۔ اور اکثر مل کو اپنا سطح کر لیا۔ تمراج اسماعیل کی چڑھائی کی خبر سنتے ہی فوراً راجپور کی طرف آیا اور دیارے کرشن پر آکر ڈیرے ڈالے۔ جو سردار کہ جھوٹ موٹ اسکی اطاعت کرتے تھے

مسلمانوں کے مقابلے میں وہ اُس کے ساتھ ہو گئے اور اُس کے پاس کثرت سے فوج جمع ہو گئی اسماعیل کو یہ خبر خوف ہوا۔ اور چاہا کہ حملہ نہ کرے۔ مگر کچھ کچھ لوگوں کے کہنے سے چل کھڑا ہوا۔ اور سات ہزار تاج پوش کو لیکر کشنہ کے اس کنارے دشمن کے مقابلے پر جا دھمکا۔ جب دریا کے کنارے کی ہوا لگی اور بارش نے لطف دکھایا۔ تو وہاں خوب شراب پی۔ اور اسی نشے کے عالم میں دریافت کیا کہ دریا پار جاکر دشمن پر حملہ کرنے میں کیا دیر ہے۔ نہ یمنوں نے کہا کہ ابھی صرف تین سو چرمی ٹوکڑے تیار ہوئے ہیں چند روز میں جب اس قدر تیار ہو جائیں گے کہ کل فوج پار ہو سکے تو حملہ کیا جائیگا۔ اُس نے اسکے جواب میں کچھ نہ کہا۔ اور ہاتی پر سیر کی غرض سے سوار ہوا۔ اور حکم دیا کہ سپاہ ہاتیوں پر سوار ہو کر پار چلے۔ جب لوگوں نے چلنے میں تامل کیا تو پہلے اپنا ہی ہاتی دریا میں ڈالا۔ اتفاقاً اُس وقت دریا پایاب تھا۔ سپاہی کچھ ہاتیوں پر اور کچھ ٹوکڑوں میں دوہڑا کے قریب پار ہو گئے۔ اور گھوڑے بھی قریب اسی قدر کے ٹوکڑوں میں پار ہوئے تھے۔ کہ دشمن کو خبر ہو گئی اور وہ مقابلے کو آ گئے۔ لڑائی شروع ہوئی۔ گو سکنت راے بیجا نگر والوں کا ایک بڑا سردار و بہت فوج اُن کی ماری گئی۔ مگر اُن کی بڑی کثرت تھی مسلمانوں کے بھی ڈیڑھ ہزار آدمی قتل ہوئے۔ صرف پانچ سو باقی رہے تھے۔ کہ ٹوٹنا ضروری سمجھ کر واپس ہوئے۔ اور دریا میں گھوڑا ڈالے۔ پانی اس وقت بہت تھا۔ صرف ایک ہاتی اسماعیل کا اور سات تاج پوش دریا سے اتر کر اس طرف پہنچے۔ باقی تمام سپاہی ڈوب گئے۔ اور ایسی شکست ہوئی کہ اسماعیل کی شکل سے جان بچی۔ اب بجز اس کے کوئی چارہ نہ رہا کہ بیجا پور کو بھاگ آئے۔ چنانچہ اسد خان لاری کی صلاح سے فوراً بیجا پور اکر دم لیا۔

مصر میں ایک شخص ابو القاسم محمد بن عبدالعزیز المدنی حاکم ہوا ہے۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ یہ مدنی نسل اسماعیل ابن امام جعفر صادقؑ سے تھا۔ مگر اہل سنت و جماعت

۲۱۱۔ شاہ طاہر کا ایران

سے ہندوستان کو بھاگنا

کے نزدیک وہ عبداللہ بن سالم مصری کی اولاد سے ہے۔ اور اہل عراق اُسے عبداللہ بن یونس
تقلح کی اولاد میں بیان کرتے ہیں غرض کچھ ہی ہو اُس کی سیادت میں بڑا کلام ہے۔ اور القادری
باللہ خلیفہ عباسی کے زمانے میں ایک محضر بھی اس باب میں لکھا گیا تھا کہ اُس کا نسب صحیح
نہیں ہے۔ اس ممدی کی اولاد میں مصر کی حکومت ۲۶۶ برس تک رہی۔ ایک شخص اسی خاندان
کا اوائل حکومت کے زمانے میں ہی درمیش ہو گیا تھا۔ اور کثرت سے مرید کرتا اور ضلالت کو بندہ
اشنا عشری کی دعوت کیا کرتا تھا۔ اُسکی اولاد میں اسی طرح ایک مدت تک سلسلہ شیعہ جاری
رہا۔ اور یہ خاندان مرجع طوائف انا مہو گیا۔ اور اس سے مذہب شیعہ کو تقویت ہوتی رہی۔
لیکن جب اس خاندان کی حکومت ۷۷۷ء میں خلع سے عباسیہ کے خاندان میں منتقل ہو گئی۔
تو ان لوگوں کی اولاد کو بحیثیت مشائخ جو درحقیقت دعوی داران ملک خیال کیے جاتے تھے
اُس ملک میں رہنا مشکل ہوا۔ اور یہ لوگ موضع خندمضاقت قزوین حدود گیلان میں چلا آئے
اور تین سو برس تک وہاں رہنے سے سادات خوندیہ مشہور ہو گئے۔ اس زمانے میں اس
خاندان میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام شاہ طاہر تھا یہ شخص بڑا متبحر عالم اور فصیح اللسان تھا۔
مصر و بخارا و سمرقند و قزوین کے شیعہ اُس کے مرید تھے چونکہ شاہ اسمعیل صفوی بادشاہ ایران
بھی پیری و مریدی سے بادشاہی کے منصب جلیل القدر کو پہنچ گیا تھا۔ اسکا ایسے شخص کا وجود
اپنے ملک میں نہایت گران گذرا۔ اور چاہا کہ سلسلہ مشائخ خوندیہ کا استیصال کرے۔ جب مرزا
شاہ حسین اصفہانی کو جو شاہ اسمعیل صفوی کا ناظر دیوان تھا اور جو شاہ طاہر کا بھی رفیق تھا یہ بات معلوم
ہوئی تو اُس نے شاہ طاہر کو تمام حقیقت لکھ بھیجی اس لیے شاہ طاہر نے ضرورتاً سلسلہ پیری و مریدی
کو بظاہر ترک کر دیا۔ اور کا شان میں بادشاہ کی اجازت سے مدرس ہو گیا۔ مگر اُس کے مرید اس کثرت
سے وہاں جمع ہوئے۔ کہ شاہی کارکنوں نے بادشاہ کو لکھا کہ فرقہ اسمعیلیہ کا حال کچھ محتاج بیان

نہیں ہے۔ شاہ طاہر اپنے مذہب کی ترویج میں بہت کوشش کر رہا ہے اور محدوزِ ندیق اُس کے پاس کثرت سے جمع ہو گئے ہیں شریعتِ محمدی کی رونق میں اُس سے فرق آتا ہے اور سلاطین اطراف سے اُس کی مِلّلت ہوتی رہتی ہے۔ اس پر شاہ اسمعیل صفوی نے اُس کے قتل کا حکم دیا مگر مرزا شاہ حسین نے اُس کو پروانہ قتل کے پہونچنے سے پیشتر خبرِ جمعیہ دی کہ جس سے شاہ طاہر آخر ۹۲۶ھ میں اپنے بال بچوں کو لیکر کاشان سے ایک بیک بھاگ کھڑا ہوا۔ اور عینِ ایامِ سمرامین ہندوستان کے ارادے سے بندہ خردون میں پہونچا۔ اتفاقاً اُسی روز ایک جہاز ہندوستان کو روانہ ہونا تھا اُس میں یہ جمعہ کے دن بیٹھ گیا۔ اور دوسرے جمعہ کو بندر گوا میں آؤترا۔ جہاز کی روانگی سے دو گھنٹے کے بعد شاہ اسمعیل کے سپاہی کاشان سے تعاقب کرتے ہوئے بندر خردون میں آئے مگر شاہ طاہر کی زندگی باقی تھی کہ وہ وہاں نہ ملا۔

۲۱۲۔ شاہ طاہر کا احمد نگر میں آنا۔ اس زمانے میں اسمعیل عادل شاہ شیعہ مذہب یہاں بہت مشہور تھا۔ شاہ طاہر سید ہا بیجا پور آیا۔ مگر اسمعیل کو درحقیقت شیعہ سنی مذہب سے تو بحث نہ تھی۔ اُس کا تو شیعہ مذہب حکومت کے واسطے تھا وہ ایسے شیعوں کی قدر کیا کرتا تھا جو سپاہی پیشہ ہوتے تھے اُسے مواویہ شائع سے کیا تعلق تھا۔ اُس نے شاہ طاہر کی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ اس لیے شاہ طاہر مابوس ہو کر واپس ہوا۔ اور تجویز کی کہ مکہ معظمہ کو چلا جائے اور کچھ ایام زیارات کر بلائے معلایین گذارے۔ جب ایران کی کوئی اور صورت ہو جائے تو پھر اپنے وطن کو مراجعت کریں۔ اتفاقاً رستمین آسٹا پر بندہ دین گذر ہوا۔ وہاں خواجہ جہان کو ایک معلم کی اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے ضرورت تھی ایسے زبردست عالم کا ملنا اُس نے ایک خدا کی عنایت سمجھا۔ اور اُس کو نہایت تعظیم کے ساتھ بڑی منت و سماجت سے ٹھیرایا اسی زمانے میں ملا میر محمد استاد برہان شاہ جو حنفی الذہب اور سیدہ سادہ سنی تھا برہان کا بھیجا ہوا کسی ضرورت سے وہاں آگیا۔

اس شخص کی برہان شاہ کے مستاد ہونے کے باعث اُس زمانے میں بہت بڑی عزت تھی۔
 دکن میں لوگ اُسکو بڑا عالم سمجھتے تھے۔ گو وہ ایک معمولی عربی دان تھا۔ جب اس سے اور شاہ
 طاہر سے ملاقات ہوئی تو ملاپیر محمد نے اُس سے مسجدِ طلی پڑھنی شروع کی جو علمِ ہیئت کی عربی زبان
 میں ایک مشکل کتاب ہے۔ سال بھر میں جب ختم کر لی تو ملاپیر محمد لوٹ کر احمد نگر گیا۔ جب لوگوں
 کو یہ معلوم ہوا کہ پرندہ میں ایک ایسا زبردست عالم آیا ہے کہ مولانا پیر محمد سا عالم اُسکا شاگرد
 ہے تو شاہ طاہر کا دکن میں ایک شہرہ اڑ گیا۔ اب ملاپیر محمد برہان شاہ سے ملا۔ تو اُس نے پوچھا
 کہ پرندہ میں اس قدر ٹھہرنے کا سبب کیا تھا۔ اُس نے شاہ طاہر کا حال بیان کر کے اُس کی
 نہایت تعریف کی۔ اور کہا کہ میں نے اُس سے اس عرصے میں کتابِ مسجدِ طلی پڑھی جو برہان شاہ
 اہل علم کا نہایت قدر دان تھا۔ اُس نے ملاپیر محمد سے استدعا کی۔ کہ ایسے عالم کو یہاں لائیے
 اُسے میں اپنے پاس رکھوں گا۔ چنانچہ ملاپیر محمد آیا۔ اور شاہ طاہر کو پرندہ سے لے گیا۔ تمام امرانے
 چاکر کوں تک استقبال کیا۔ اور برہان شاہ نے کمالِ خاطر داری سے اُسے اپنے اہل مجلس میں
 شامل کر لیا۔ یہ واقعہ ۹۲۸ھ تکا ہے۔

۲۱۳۔ امیر برید کا علاؤ الدین
 جب احمد شاہ ابن محمود شاہ مر گیا۔ تو اسی پہلے خیال سے امیر برید
 ابن احمد شاہ کو قتل کرنا۔ نے علاؤ الدین بن احمد شاہ کو بادشاہ بنایا۔ یہ شخص بخلاف اپنے باپ
 دادا کے عاقل اور عیش و عشرت اور شراب نوشی سے متنفر اور ہوشیار تھا اور اُس کو شب و روز
 فکر تھی کہ کیسے اپنی قدیمی سلطنت کو حاصل کرے۔ مگر امیر برید ایسا حاوی تھا کہ بغیر اُس کی اطاعت
 کے کوئی کام نہ کرنا غیر ممکن تھا۔ اس لیے سب سے پہلے اس نے اُس کے قتل کی تجویز کی۔ بظاہر
 اُسکو جرمی مدارت کے ساتھ دوست بنایا۔ اور ایسا اخلاص بتایا کہ امیر برید نے اُس کی قید بھی دو
 کر دی۔ اب علاؤ الدین نے اپنے خدام اور چند سپاہیوں کو آمادہ کر کے امیر برید کے قتل کا

مصرم ارادہ کیا۔ غرہ ماہ کو کچھ آدمی بالگردیوانہ نے مین بٹھالیے۔ جب حسب دستور امیر برید مع اپنے اقارب کے سلام کے لیے آیا۔ اور اندر دروازے میں گھسنے کا ارادہ کیا۔ تو ایک بوڑھا اُس کو جسے اصل حقیقت سے کچھ خبر نہ تھی اندر لیکر چلی۔ کہ اُن سپاہیوں میں سے ایک شخص کو اتفاقاً چھینک اُگئی۔ جب امیر برید کو ایک اجنبی آواز معلوم ہوئی۔ تو وہ فوراً احاطہ سے باہر اپنے آدمیوں میں چلا گیا۔ بوڑھا سے دریافت کیا۔ اور خواجہ رافون کو اندھیکر تحقیقات کی۔ تو اصل حال معلوم ہو گیا۔ جس سے امیر برید توجہ لیا۔ اور وہ سب مجرم مع علاؤ الدین کے مار گئیے یہ واقعہ ربیع الآخر ۹۲۵ھ کا ہے۔

۹۲۹ھ

۲۱۴۔ برہان شاہ سے میر محمد سلطان
 اُس کے قیدی اہلزمین سے جو باقی رہے اُن میں اسدخان
 لاری بڑا ہوشیار اور لائق تھا۔ اسماعیل نے اسکی لیاقت دیکھ کر اُس کا رتبہ بڑھایا اور سپہ سالار کر دیا
 اُس کی صلاح سے رائے بیجا نگر سے انتقام کے لیے یہ تجویز سوچی۔ کہ برہان شاہ کو اپنا دوست
 بنالیا جائے۔ اور امیر برید کو جس کے ہر کانے۔ سے رائے بیجا نگر اسماعیل کا دشمن جو گیا ہے تباہ
 کر دیا جائے۔ اس واسطے سید احمد ہروی کو جو پہلے شاہ ایزان کے پاس ایک مرتبہ سفارت پر
 جا چکا تھا اور شاہ طاہر کا دوست تھا احمد نگر کو سفارت پر بھیجا۔ اور اُس سے کہہ دیا کہ کسی تقریب سے
 برہان شاہ کو اس امر پر راضی کر کے کہ وہ اسماعیل کی بہن سے شادی کر لے۔ جب سید احمد وہاں گیا
 تو برہان شاہ کی اجازت سے شاہ طاہر کو استقبال کر لیا گیا۔ اور برہان شاہ سے اچھی طرح ملاقات کرادی۔ آخر
 بہت سے رسل و رسائل کے بعد یہ ہوا۔ کہ اسماعیل عادل شاہ اور برہان دونوں صلہ لاپور میں جسے اب
 شولاپور کہتے ہیں اپنے اپنے ملک سے آئے۔ اور ۱۴ رجب ۹۲۵ھ کو شاہ طاہر اسماعیل شاہ
 کے مکان میں آیا اسماعیل شاہ نے اپنے بڑے بیٹے ملو خان کو لیکر چند قدم اُس کا استقبال کیا۔

۹۳۰ھ

اور نہ معلوم اعتقاداً یا ازراہ غرضاً یہ یکدم کہا کہ اگر مجھ سے درویش کے مکان میں کوئی پیغمبر یا کسی پیغمبر کا خلیفہ آئے تو میں ایسا کونسا کام کروں جو اُس کی عورت کے سزاوار ہو غرض کہ بعد بچا آوری تکلفات رسمیہ کے شاہ طاہر نے مریم سلطانہ بنت یوسف عادل شاہ کے لیے پیغام دیا۔ اسمعیل نے اُسے قبول کر لیا۔ چند روز شادی کی خوب دھوم دھام رہی اور نکاح کے بعد فریقین اپنے اپنے ملکوں کو چلے گئے۔ اس شادی کے جب پیغام سلام ہوئے تھے تو اسد خان لاری نے اسمعیل کے اشارے سے اقرار کیا تھا۔ کہ شولا پور کے ساڑھی پانچ پٹے جس پر کمال خان نے قبضہ کر لیا تھا جہیز میں دیدے جائینگے۔ مگر اب اسمعیل نے اپنا ایک عمدہ علاقہ ہاتھ سے جاتا دیکھ کر صاف انکار کر دیا۔ کہ میں نے یہ وعدہ نہیں کیا تھا۔ اس سبب سے جانبین میں بد مزگی ہو گئی۔ گو اس وقت شاہ طاہر کے کہنے سے برہان شاہ نے کچھ نہ کہا۔ مگر دل میں بجاے رضامندی کے عداوت کا تخم جم گیا۔

۲۱۵۔ استر داد شولا پور کے لیے
برہان نظام شاہ کا اسمعیل عادل شاہ
پر حملہ اور شکست۔

جب برہان شاہ مریم سلطانہ کے ساتھ احمد نگر آ گیا۔ تو اُس نے اپنی اس نئی بی بی کی قدر نہ کی۔ بلکہ آمنت بی بی کی قدر نگاہت شاہی کی طرح قائم رہی۔ اس پر اسمعیل عادل شاہ نے برہان نظام شاہ کے ایلچی متعینہ بیجا پور سے کہا۔ کہ ایک رنڈی کو دختر باسے سلاطین پر فوقیت دینا اصالت سے بعید ہے۔ جب یہ خبر برہان کے پاس پہونچی تو اُسے بڑا غصہ آیا۔ شاہ طاہر کو امیر برید کے پاس اور ملا حیدر استر آبادی کو علاء الدین عماد شاہ کے پاس بھیجا اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ اور ۹۳۱ھ میں تیس ہزار سوار اور توپخانہ لیکر شولا پور کے استر داد کے واسطے آکر قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اسمعیل بھی دس ہزار فوج سے مقابلہ کو آیا۔ طرفین متواتر چالیس روز تک ایک دوسرے کے مقابل پڑے رہے۔ دونوں کو لڑائی میں سبقت کرنی

خوف تھا۔ جب امیر برید بھی آگیا۔ تو اکٹلا لے سو بہن دن نظام شاہ نے حملہ کیا۔ مگر مانگے کی فوج سب بہن کو بڑا نقصان پہونچا۔ سب سے پہلے علاؤ الدین اسد خان کے سامنے سے بھاگ نکلا۔ اور میدان برابر کو چلا گیا۔ امیر برید بھی اسکو دیکھ کر شکستہ قحط ہوا۔ اور نہ سون بہادر عادل شاہی کے مقابلہ میں پیٹھ دکھا کر بیدار رہا۔ اب مصطفیٰ قاقا و خوش کلائی آقا و دونوں اپنے ہزار ہزار سواروں سے نظام شاہ پر جا پڑے۔ اور ہر سے اسماعیل نے خود بڑی کوشش کی اسوقت عین ہنگامہ جنگ میں کثرت تشنگی سے برہان شاہ کو غش آگیا۔ لیکن جب خورشید نام غلام نے پانی دیا تو اُسے ہوش آیا۔ پھر شاہ طاہر کی راے سے ترکی حبشی غلام اُس کے ہتھیار کر کے کھو کر اُسے پالکی میں ڈال احمد نگر کو لے آئے۔ اسد خان لاری نے دینال میں بہت کچھ تکلیف دی۔ چالیس ہائی اور کتنی ہی توپیں چھین لین۔ ان دونوں خاندانوں میں یہ پہلی ہی لڑائی ہے۔ اسماعیل نے بیجا پور میں جا کر اس فتح کی بڑی خوشی منائی خوب جشن کیے۔ اور اپنے امر کو خوب خلعت و انعام بانٹے۔ اسد خان کو بیانچ ہائی وئے اور پاد کے مراسم دو چند کر دئے۔

۳۱۶۔ سلطان قلی کشتاب خان محمد و شاہ کے زمانے میں ایک شخص شتاب خان زمیندار نے درنگل پر قبضہ کر لیا تھا۔ کہ کم مٹ و ویکلنڈہ کا علاقہ بھی اسی کے

قبض و تصرف میں تھا۔ دس بارہ ہزار فنگچی بھی اُسکے پاس موجود تھے جب اُس نے دیکھا کہ سلطان قلی روز بروز بڑھتا جاتا ہے تو اسکے دفعیہ کی تیاری کی۔ اسوا سٹے سلطان قلی نے اڑا ہ دورانیشی اُس پر پہلے ہی حملہ کر دیا۔ اور ویکلنڈہ پر محاصرہ کیا اور کئی مہینے تک محاصرہ رہا۔

دونوں طرف سے تیر اندازی و گولہ باری ہوتی رہی۔ مگر سلطان قلی نے حملہ کر کے آخر کار اُسے فتح کر لیا اب شتاب خان بھی اپنی تمام فوج سے اکر مقابل ہوا۔ لیکن شکست کھائی۔ اور قلعہ کم مٹ میں پناہ لی۔ گردنواح کے زمینداروں کو لکھا کہ سلطان قلی سے جو اندیشہ کہ مجھکو ہے وہ ہی تمکو بھی ہے۔ جب

نچکواس نے مغلوب کر لیا۔ تو کم و کبھ چھوڑ دیا۔ اس سے بہتر ہے۔ کہ تم سب میرا ساتھ دو۔ یہ
 سنکر تمام زمیندار فرماہم ہوئے۔ اور راولی کا ارادہ کیا۔ سلطان قلی سقنتے ہی پھر فوج لیکر شتاب خان
 پر چڑھ دوڑا۔ طرفین سے خوب خوب حملے ہوئے۔ مگر پھر زمینداروں کو ہی شکست ہوئی۔ اور
 شتاب خان کا بھائی رام چندر دیوارا جھکنڈہ پٹی کے پاس بھاگ گیا۔ لہنگرو اندر کٹھہر و تباہ کٹھہر پٹی وغیرہ
 سلطان قلی کے قبضے میں آگئے۔ اب سلطان قلی نے قلعہ کھمٹہ کا محاصرہ کیا۔ کھمٹہ کا
 قلعہ دار خوب لڑا۔ کئی مہینے محاصرہ رہا۔ آخر اسے بھی زینہ لگا کر بڑی بہادری کے ساتھ مسلمانوں
 نے فتح کر لیا۔ جس سے ورنگل مع توابعات سلطان قلی کے قبضے میں آگئے۔ اور اسکی شان و
 شوکت بھی خوب بڑھ گئی۔ یہ واقعات ۹۲۶ھ سے ۹۳۲ھ کے مابین کے ہیں۔

۹۳۲-۹ھ

۲۱۷- علاؤ الدین اور برہان نظام شاہ
 کا پاتری چھبگڑ اور محمد شاہ والی غنائیں
 کی علاؤ الدین کو مدد۔

سے اب جو باندھ گئی تھی امداد کا وعدہ کیا۔ علاؤ الدین نے پاتری کی داپسی کا ارادہ کیا۔ اور سلطان
 قلی کی امداد سے ۹۳۳ھ میں جا کر لے لیا۔ اور برہان کے آدمیوں کو نکال دیا لیکن برہان شاہ
 خواجہ جہان حاکم پرندہ کو لیکر پاتری پر چڑھ گیا۔ اس وقت سلطان قلی اپنی ہی مہمات میں مصروف
 تھا مدد نہ دے سکا۔ اس لیے دو مہینے محاصرہ کر کے توپ اور ضرب بن کے گولوں سے برہان
 نے قلعہ کو ڈھایا۔ اور تمام پرگنہ پر پھر قبضہ کر کے اپنے رشتہ دار برہمنوں کی جاگیر میں دیدیا۔ جو
 تا ایام جلال الدین محمد کبرا و شاہ لپٹا بعد لپٹن اسپر قابض و متصرف رہے۔ اس کے بعد برہان
 علاؤ الدین کے تعاقب میں ماہور روانہ ہوا اور خداوند خان کے بیٹے کو نکال کر اس پر بھی قابض
 ہو گیا۔ پھر علاؤ الدین کا چھپا ایلچو پور میں بھی نہ چھوڑا جس سے وہ مجبور ہو کر آخر ہماچل چلا گیا۔ اس لیے

۹۳۳ھ

محمد شاہ نے شروع ۹۳۲ھ میں خود فوج لیکر علاؤ الدین کی مدد کے لیے کوچ کیا۔ دریا کے گنگ کے کنارے برہان نظام شاہ سے مقابلہ ہوا۔ علاؤ الدین اور محمد شاہ کی فوجوں نے برہان کو شکست دی مگر جب ان کے آدمی لوٹ کھسوٹ میں پراگندہ ہو گئے۔ تو برہان شاہ نے تین ہزار آدمیوں سے جو ایک گانوں کی آڑ میں چھپا کر کھڑے کر دئے تھے محمد شاہ کو اٹھیرا۔ اولیسی سخت شکست دی کہ علاؤ الملک کاویل کو میران محمد شاہ برہان پور کو بھاگ گئے۔ اور ان کے بہت سے ہاتھی اور توپ خانہ برہان شاہ کے ہاتھ آیا۔

۲۱۸۔ یمنیوں کے نام کے علاؤ الدین بن احمد شاہ کے قتل کے بعد امیر برید نے دلی اسد بن محمود شاہ بادشاہوں کا خاتمہ۔ کا نام بادشاہ رکھ دیا۔ اور روٹی کپڑا اسے بھی دیتا رہا جب تین برس کے بعد

اس نے بھی کچھ اپنے استحصا ص کی تجویز کی اور امیر برید کو معلوم ہوا۔ تو اسے حرم ہی میں قید کر دیا۔ بی بی اسکی بہت خوب صورت تھی امیر برید سے اسکی آنکھ لگ گئی۔ اس لیے اس کے شوہر کو مار بھینکا اب کلیم اللہ ابن احمد شاہ جو یوسف عادل شاہ کی دختر کے بطن سے تھا بادشاہ بنایا گیا۔ اس زمانے میں ہندوستان خاص میں ایک بہت بڑا انقلاب ہوا تھا۔ ایک شخص بابر تھا جو دھمیاں کی طرف سے امیر تیمور کے اونٹنیوں کی جانب سے چنگیز خان بادشاہ تاتار کی اولاد میں تھا اس کا باپ ملک فرغانہ کا جو کاشغور سے قند کے درمیان واقع ہے بادشاہ تھا۔ بابر ۱۵۱۹ء میں پیدا ہوا۔ باپ کے مرنے پر بارہ سال کی عمر میں باپ کے ملک کا وارث ہوا۔ مگر لڑائی جھگڑوں کے بعد وہاں سے خارج البلد ہوا۔ اور ۱۵۱۹ء میں آکر کابل پر قابض ہو گیا۔ پھر ہندوستان کی تسخیر کا شوق پیدا ہوا۔ اور پانچ چار مہموں کے بعد یکم صفر ۹۳۶ھ میں ہندوستان کی کامل فتح کے ارادہ سے بارہ ہزار فوج لیکر روانہ ہوا۔ اس وقت ابراہیم لودی ہندوستان کا بادشاہ تھا پانی پت کے میدان میں لڑائی ہوئی۔ ابراہیم ہار گیا۔ اور بابر ہندوستان کا بادشاہ ہو گیا۔ اس کی فتح سے ہندوستان میں ایک بڑا

نچو اُس نے مغلوب کر لیا۔ تو کم کو وہ کب چھوڑیگا۔ اس سے ہتر سہ۔ کہ تم سب میرا ساتھ دو۔ یہ سنکر تمام زمیندار فرماہم ہوئے۔ اور اڑائی کا ارادہ کیا۔ سلطان قلی سُننے ہی پھر فوج لیکر شتاب خان پر چڑھ دوڑا۔ طرفین سے خوب خوب حملے ہوئے۔ مگر پھر زمینداروں کو ہی شکست ہوئی۔ اور شتاب خان کا بھارا منہ در دیو راجہ کنڈہ پٹی کے پاس بھاگ گیا۔ نہ تکر و اندر کنڈہ و تبا لاکنڈہ پٹی وغیرہ سلطان قلی کے قبضے میں آ گئے۔ اب سلطان قلی نے قلعہ کھم مٹہ کا محاصرہ کیا۔ کھم مٹہ کا قلعہ دار خوب لڑا۔ کئی مہینے محاصرہ رہا۔ آخر اسے بھی زینہ لگا کر بڑی بہادری کے ساتھ مسلمانوں نے فتح کر لیا۔ جس سے ونگل مع توابعات سلطان قلی کے قبضے میں آ گئے۔ اور اسکی شان و شوکت بھی خوب بڑھ گئی۔ یہ واقعات ۹۲۶ھ سے ۹۳۲ھ کے مابین کے ہیں۔

۹۳۲-۹ھ

۲۱۷- علاؤ الدین اور برہان نظام شاہ
 کا پاتری بچھ گڑا اور محمد شاہ والی خاندان
 کی علاؤ الدین کو مدد۔

چونکہ برہان نظام شاہ کی شکست کی وجہ سے اُس کی بات میں فرق آ گیا تھا اور اسماعیل نے علاؤ الدین کو بھڑکایا۔ اور سلطان قلی نے جسکی تلنگانہ کی فتوحات

سے اب بڑبڑہ گئی تھی امداد کا وعدہ کیا۔ علاؤ الدین نے پاتری کی واپسی کا ارادہ کیا۔ اور سلطان قلی کی امداد سے ۹۳۳ھ میں جا کر لے لیا۔ اور برہان کے آدمیوں کو نکال دیا لیکن برہان شاہ خواجہ جہان حاکم پرندہ کو لیکر پاتری پر چڑھ گیا۔ اس وقت سلطان قلی اپنی ہی مہمات میں مصروف تھا مدد نہ دے سکا۔ اس لیے دو مہینے محاصرہ کر کے توپ اور ضرب زن کے گولوں سے برہان نے قلعہ کو ڈھا دیا۔ اور تمام پرندہ پر پھر قبضہ کر کے اپنے رشتہ دار برہمنوں کی جاگیر میں دیدیا۔ جو تاہم جلال الدین محمد اکبر بادشاہ بطناً بعد بطن اُسپر قابض و متصرف رہے۔ اس کے بعد برہان علاؤ الدین کے تعاقب میں ماہور روانہ ہوا اور علاؤ الدین خان کے بیٹے کو نکال کر اُس پر بھی قابض ہو گیا۔ پھر علاؤ الدین کا چچا الہ پور میں بھی نہ چھوڑا جس سے وہ مجبور ہو کر آخر برہان پور چلا گیا۔ اسی لیے

۹۳۳ھ

محمد شاہ نے شروع ۹۳۲ھ میں خود فوج لیکر علاؤ الدین کی مدد کے لیے کوچ کیا۔ دریا کے گنگ کے کنارے برہان نظام شاہ سے مقابلہ ہوا۔ علاؤ الدین اور محمد شاہ کی فوجوں نے برہان کو شکست دی مگر جب اسکے آدمی لوٹ کھسوٹ میں پراگندہ ہو گئے۔ تو برہان شاہ نے تین ہزار آدمیوں سے جو ایک گانوں کی آڑ میں چھپا کر کھڑے کر دئے تھے محمد شاہ کو اگھیرا۔ اولیسی سخت شکست دی کہ علاؤ الملک کا دل کو میران محمد شاہ برہان پور کو بھاگ گئے۔ اور ان کے بہت سے ہاتھی اور توپ خانہ برہان شاہ کے ہاتھ آیا۔

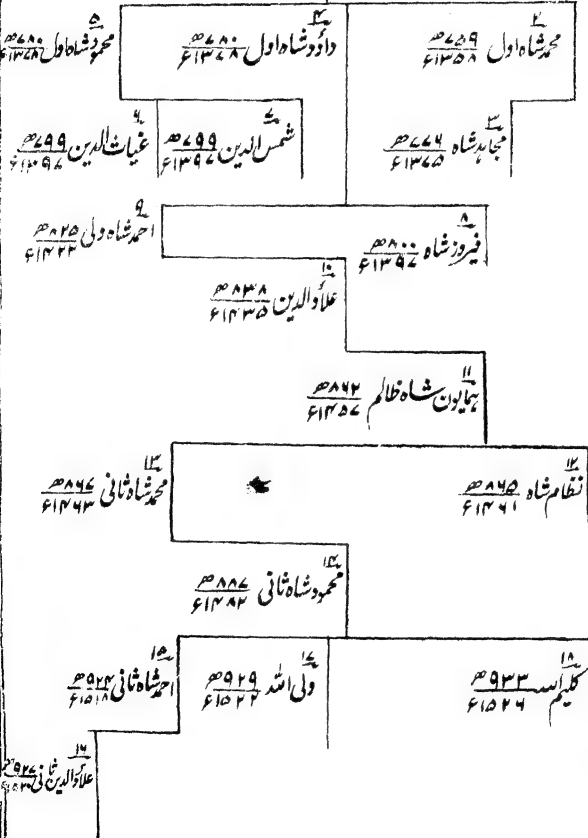
۲۱۸۔ یہینوں کے نام کے علاؤ الدین بن احمد شاہ کے قتل کے بعد امیر برید نے دلی اسلم بن محمود شاہ بادشاہوں کا خاتمہ۔ کا نام بادشاہ رکھ دیا۔ اور روٹی کپڑا اُسے بھی دیتا رہا جب تین برس کے بعد

اس نے بھی کچھ اپنے استخلاص کی تجویز کی اور امیر برید کو معلوم ہوا۔ تو اُسے حرم ہی میں قید کر دیا۔ بی بی اسکی بہت خوب صورت تھی امیر برید سے اُسکی آنکھ لگ گئی۔ اس لیے اُس کے شوہر کو مار پھینکا اب کلیم اللہ بن احمد شاہ جو یوسف عادل شاہ کی دختر کے بطن سے تھا بادشاہ بنایا گیا۔ اس زمانے میں ہندوستان خاص میں ایک بہت بڑا انقلاب ہوا تھا۔ ایک شخص بابر تھا جو دھیمال کی طرف سے امیر تیمور کے اوزنہیال کی جانب سے چنگیز خان بادشاہ تاتار کی اولاد میں تھا اُس کا باپ ملک فرغانہ کا جو کاشغور و سمرقند کے درمیان واقع ہے بادشاہ تھا۔ بابر ششہ دھرمین پیدا ہوا۔ باپ کے مرنے پر بارہ سال کی عمر میں باپ کے ملک کا وارث ہوا۔ مگر اڑائی چھ گھنٹہ دن کے بعد وہاں سے خارج البلد ہوا۔ اور ششہ دھرمین اگر کابل پر قابض ہو گیا۔ پھر ہندوستان کی تخریب کا شوق پیدا ہوا۔ اور پانچ چار مہینوں کے بعد یکم صفر ۹۳۲ھ میں ہندوستان کی کامل فتح کے ارادہ سے بارہ ہزار فوج لیکر روانہ ہوا۔ اس وقت ابراہیم لودی ہندوستان کا بادشاہ تھا پانی پت کے میدان میں لڑائی ہوئی۔ ابراہیم ہار گیا۔ اور بابر ہندوستان کا بادشاہ ہو گیا۔ اس کی فتح سے ہندوستان میں ایک بڑا

تسلیم کر گیا تھا۔ تمام ہندوستان کے سرداروں کی اُس طرف توجہ مائل تھی۔ حکام دکن بھی اس سے
 خالی نہ تھے۔ اسماعیل عادل شاہ و برہان نظام شاہ و سلطان قلی قطب الملک نے اُس کی خدمت میں
 اپنے اپنے سفیر بھیج کر اپنی اخلاص مندی ظاہر کی تھی۔ کلیم اللہ نے بھی یہ سن کر اپنے ایک خادم کو
 راضی کیا۔ اور لباس بدلوا یا۔ اور ایک عرضی لکھ کر بار کی خدمت میں بھیجی۔ مضمون اُس کا یہ تھا۔ میرے
 نوکروں نے اُس کو تقدیر کیلئے یا سو تدبیر سمجھے میرے ملک کو دیا لیا ہے۔ اور مجھ کو قید کر رکھا ہے۔
 اگر آپ اس طرف تشریف لائیں اور مجھے اس بلا سے نجات دلوادیں۔ تو علاقہ برار و دولت آباد میں
 آپ کی نذر کروں گا۔ چونکہ ابھی باہر خود ہی حکومت پر منتقل نہ ہوا تھا۔ علاوہ برہان شاہان مالوہ و گجرات
 راستے میں موجود تھے۔ اس پر کچھ نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ بلکہ جب یہ خبر فاش ہو گئی۔ تو اس کو اپنی
 جان بچانے کے لیے ۹۳۲ھ میں حیدر آباد پہنچا اور بھاگنا پڑا۔ مگر جب اُس نے دیکھا کہ خود اسماعیل کا
 مامون اُس کے خلاف ہے اور گرفتار کرنا چاہتا ہے تو وہ وہاں سے بھی بھاگا اور اٹھارہ سواروں
 سے احمد نگر چلا گیا۔ برہان شاہ نے اُس کی بڑی غلط کی۔ جس وقت کہ وہ برہان کے پاس آتا تو برہان
 اُس کے روبرو دست بستہ کھڑا رہتا۔ اُس کا ارادہ تھا۔ کہ کلیم اللہ کو بادشاہ بنا کر بیدر پر حملہ کرے
 اور دکن کا نام ملک لے لے۔ مگر شاہ ظاہر کی معاملات کو خوب سمجھتا تھا۔ اُس نے دیکھا۔ کہ برہان
 کی ایسی خاطر داری سے کلیم اللہ کی عزت امر کے دل میں بیٹھی جاتی ہے اگر ایسی ہی حالت رہی تو
 اُس کی عظمت بڑھ جائیگی اور لوگ اُس کے مطیع ہو جائیں گے۔ جس سے شاہ ظاہر کا ایک معتقد برہان
 شاہ ذلیل ہو جائے گا اور آخر شاہ ظاہر کو نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ کسی سنی و برہان شاہ ظاہر کی ایسی
 عزت ہونی مشکل تھی۔ اس لیے اُس نے برہان کو سوچھا یا کہ آپ یہ کیا غضب کرتے ہیں
 اپنی سلطنت اپنے ہاتھوں کھو تے ہیں۔ برہان کی سمجھ میں بھی بات اگے۔ اُس نے کلیم اللہ
 کو پھر اپنے پاس و برہان میں کبھی نہیں بولا یا۔ چند روز بعد نہ معلوم کہ زہر سے یا اپنی موت سے

کلیکم بعد بھی مر گیا۔ جو بہمنیوں میں نام کے بادشاہ ہوئے ہیں ان میں یہ آخری بادشاہ تھا اسکے بعد
پھر اس خاندان میں کوئی نام کا بادشاہ بھی نہ ہوا۔ یہ واقعہ ۹۳۲ھ کا ہے۔ شجرہ خاندان بہمنی مع تواریخ
جلوس نیچے درج ہے۔

سلطان علاؤ الدین حسن گانگوی بہمنی ۸۴۸ھ میں تخت نشین ہوا



۲۱۹- سلطان قلی کا کندہ پتی و اکبر رام چندر گتے خاندان کا راجا تھا اُس کا دار الحکومت کندہ پتی تھا اور راجہ مندر
ایلو کو مستح کرنا۔ وغیرہ کا علاقہ تمام اس کے قبضے میں تھا۔ اس کی حکومت بڑے زور شور پر

تھی۔ اُس کے پاس بڑا خزانہ اور فوج تھی۔ جب شتاب خان اُس کے پاس گیا۔ تو اُس نے اپنے خوف
سے اُسکی مدد کے بہانے سلطان قلی کے دفعیہ پر کمر باندھ ہی اور تین لاکھ پیادے اور تیس ہزار سوار فرما
کیے۔ گردنواح کے چھوٹے چھوٹے راجے بھی اُسکے ساتھ ہوئے۔ سلطان قلی بھی غافل نہ تھا۔

اُس نے سستے ہی علاؤ الدین عباد الملک کی مدد کو بلائے طاق رکھا۔ ۹۳۳ھ میں وہاں سے واپس

آنے ہی فوج جمع کی۔ اور بڑے ٹھٹھ سے اپنی سرحد پر ملنگور کے میدان تک جا پہنچا۔ دریا کے
کنارے دونوں لشکر مقابل ہوئے۔ رام چندر دس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادے اور تین سو ہاتھی
سے قلب میں کھڑا ہوا اور دیا واپسے بھتیجے کو دس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادے اور دو سو

ہاتھی سے میمنہ پر اور ہر چند و شتاب خان وغیرہ راجے دس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادے اور
دو سو ہاتھی سے میسرہ پر مقیم ہوئے۔ ہاتھوں کی پیٹھ پر تختیان کھڑی کی تھیں اور ان کی آڑ میں
تیر انداز بیٹھے ہوئے تھے۔ باز کا اور فٹنگی ہاتھوں کے برابر مدد کو کھڑے تھے۔ راجہ سلطان قلی

نے دستے بازو پر شاہزادہ حیدر خان کلا اور بایں پر فتح خان کو ڈھڑھ ڈھڑھ ہزار سوار سے کھڑا کیا
اور خود دو ہزار سوار سے قلب لشکر میں جگہ لی۔ اور اپنی عادت کے بموجب خدا سے دعا مانگی او
لڑائی شروع کی۔ مسلمانوں نے کثرت سے ہندو قتل کیے۔ و دیا و مارا گیا۔ رام چندر قید ہوا۔

دوسرے راجہ بھاگ گئے۔ چار لاکھ ہون نقد اور بے شمار مال و اسباب غنیمت میں ملا۔ علاقہ
راجندر کے اکثر حصے پر قبضہ ہو گیا۔ بعد اسکے کثرت سے تپنا نے توڑے گئے۔ اور ان کی جگہ
مسجد بنائی گئیں سلطان قلی نے کوندہ پتی میں شاہزادہ حیدر خان کو قلعہ دار مقرر کیا اور خوب
مستعد سپاہی اور نایک داری اُسکے حوالہ کیے۔ پھر راجہ مندر ہی اور ایلور کی طرف بڑھا اُس ملک

کو خوب غارت کیا۔ یہاں راجہ ہندری کے علاقہ میں کچھ دشمن کی فوج جمع تھی ان پر فتح خان و رستم خان کو بھیجا۔ انہوں نے دشمنوں کے کوئی دو ہزار آدمی قتل کر کے انہیں منتشر کر دیا۔ اور سلطان قلی کے پاس لوٹ آئے۔ گو وادری کے پار ایک راجہ حکومت کرتا تھا اُس کا نام و سنا دیو تھا۔ جب اُس نے سنا کہ رام چند رگرتا رہ گیا۔ تو اُس نے بہت سے تحفے تحائف بھیجے اور سلطان قلی کو راضی کر کے یہ نوشتہ لے لیا۔ کہ دریا کے پار سلطان قلی تاخت نہ کرے گا۔ اب ایلور پر سلطان قلی کا کامل قبضہ ہو گیا۔ جس سے اُس کے ملک کی شمالی حد دریا کے گو وادری مقرر ہوئی۔ یہ واقعہ آخر سنہ ۹۳۲ھ کا ہے۔

۲۲۰۔ اسماعیل کی برہان پر فتح اور
خدیو سلطان علاؤ الدین
عماد الملک سے نکاح۔

جب برہان نظام شاہ کو علاؤ الدین اور محمد شاہ پر ایسی فتح ہوئی تو اُس نے اُس شکست کو یاد کیا۔ جو اُسے اسماعیل کے مقابلہ میں ہوئی تھی اس سے وہ بہت شرمندہ تھا۔ فوراً فوج لیکر ۹۳۲ھ میں امیر برید کے اتفاق سے لڑائی کے لیے سجا پورا کیا۔ اسماعیل بھی بنیل کو س تاک آگے بڑھا۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ برہان شاہ کو سخت شکست ہوئی۔ خواجہ جہان اور اوچند امیر قید ہو گئے۔ برہان شاہ میدان سے نوک و دم بھاگا۔ اسہ خان نے حوالی پر نہ تک تعاقب کیا۔ میں ہاتی چھین لیے جن میں برہان کا اسد بخش نام ایک خاص سواری کا ہاتی بھی تھا۔ اسماعیل نے اسہ خان پر اس جلد و میں بڑی عنایت کی اور اُسے اپنا بیٹا بنایا۔ اور اس اسد بخش نامی ہاتی کے سوا سب ہاتی اُس کو دیدے۔ اب اسماعیل نے یہ تجویز کی کہ برہان کا بالکل استیصال کر دے۔ اس لیے اسہ خان کی رائے سے علاؤ الدین سے قصبہ اور جان میں اسی سال ملاقات کی اور خدیو سلطان اپنی بہن کا اُس سے نکاح کر دیا۔ اور ہر طرح اُس سے دوستی اور یگانگت کے عہد و پیمان لے لیے۔

۲۲۱۔ سلطان قلی کا کونڈیر پر
جب سلطان قلی کٹہہ پٹی پر لڑ رہا تھا تو جنوب کی جانب بیجا نگر کے
بعض توابعات نے سلطان قلی کے ملک میں آکر کچھ لوٹ کھسوٹ

کی تھی۔ اس لیے اُس نے اُدھر سے فرصت پاتے ہی ان کا تدارک ضروری سمجھا۔ اور
فوج لیکر کونڈیر پر روانہ ہوا۔ اور کونڈیر والوں سے لڑائی کے سامان کیے۔ یہاں چاچا کو س
پر کونڈیر سے اور دو قلعہ بلکٹہ و دو بلکٹہ بنے ہوئے تھے۔ ان قلعہ والوں نے سلطان قلی
کو تنگ کرنا شروع کیا اس لیے اُس نے پہلے قلعہ بلکٹہ پر چڑھائی کی۔ اور کچھ لڑائی بھڑائی
کے بعد اُس قلعہ کو لے لیا۔ اور سیسل خان اپنے ایک معتمد کے حوالے کر دیا۔ اسی میں خبر پہنچی
کہ کٹہہ پہلے میں ناگوار یوں نے شاہزادہ حیدر خان سے بغاوت کی ہے۔ اور اسکی بڑی نازک حالت
ہے سلطان قلی نے مجبوراً کونڈیر سے فوج اٹھا کر اُس طرف کوچ کیا۔ جب یہ خبر بیجا نگر میں پہنچی تو
راے بیجا نگر نے اپنے خواہر زادہ کو پچاس ہزار آدمی سے کونڈیر والوں کی مدد کو بھیجا۔ اُس نے
آکر سیسل خان کا قافیہ نگ کیا۔ سیسل خان نے اس وقت بڑی حکمت کی۔ ایک قاصد سر یع اسیر
کو سلطان قلی کی خدمت میں ایسی جلد بھیجا کہ وہ بجلی کی طرح اڑ گیا۔ اور بیجا نگر والوں سے وعدہ کیا
کہ تین دن کی ملت و دوین قلعہ خالی کر دوں گا۔ سلطان قلی پیغام کو سنتے ہی ایسا چھٹا کہ گویا بہین
دھرتھا بیجا نگر والے خوشی میں پڑے تھے کہ اب قلعہ خالی ہو جائیگا۔ سلطان قلی کے آنے کی خبر
سنتے ہی ہوش و حواس جاتے رہے۔ بیجا نگر کو سید ہے بھاگ گئے۔ اور تمام سامان جو وہ
ساٹھ ہاتھی پر کونڈیر والوں کی مدد کے لیے لائے تھے ایک لخت چھوڑ گئے۔ یہ واقعہ شروع
۹۳۵ھ کا ہے۔

۲۲۲۔ سلطان قلی کا کونڈیر والوں کو مطیع کرنا
اب سلطان قلی کونڈیر کی تسخیر پر متوجہ ہوا اور چند روز کی کش
اور کٹہہ پٹی کی بغاوت فرو ہونا۔
کے بعد قلعہ جو ہاڑ کے نیچے تھا فتح ہو گیا اور قلعہ والے

اور پہاڑ پر قلعہ میں چلے گئے۔ اور کھائی کو روک کر پڑ گئے۔ لیکن جب سلطان قلی کی فوج نے راستہ صاف کر لیا۔ تو اہل قلعہ گھبرائے۔ اور بوندہ امن کلید حصار حوالے کی۔ جب سچا گز میں اس کی خبر پہنچی۔ تو راجے سچا گز نے اپنے ایک رشتہ دار کو بہت سی فوج و سوار دیکر سلطان قلی کے دفعیہ کے لیے بھیجا۔ جس کے خوف سے سلطان قلی نے کوندہ پر قلعہ خالی کرنا ضروری سمجھا۔ اُس کے دروازے جلانے۔ برج توڑے اور قلعہ چھوڑ کر دو تین منزل پیچھے ہٹ گیا۔ دریا کے گنگ کے کنارے آکر قیام کیا۔ اب ہندوؤں نے سمجھا کہ مسلمان بھاگے وہ بے تکلف وزنی اسباب قلعہ میں چھوڑ آگئے ہرے چلے آئے مگر لڑائی میں ہندوؤں کے کئی ہزار آدمی مارے گئے۔ اور بقیۃ السیف کو قلعہ کوندہ میں پناہ لینا پڑی۔ اب سلطان قلی نے قلعہ کا جاکر محاصرہ کیا۔ اور نہایت سخت تنگ پکڑا۔ جس سے کچھ دنوں کے بعد اہل قلعہ نے تین لاکھ ہون سالانہ خرچ کے وعدہ پر صلح کا پیغام دیا۔ اور دو لاکھ ہون نقد بھیجے۔ ایک لاکھ ہون کے عوض دو تین راجوں کو گورکھا سلطان قلی نے اُسے منظور کر لیا۔ جب کوندہ پہلی کے ناکواریوں نے اس فتح کا حال سنا تو وہ بھی شائبہ حیدرخان سے امن کے خواستگار ہوئے۔ اور تیغ و کفن باندھ کر حاضر خدمت ہوئے۔ اور قلعہ پر شاہزادے کا مکر قبضہ ہو گیا۔ سلطان قلی نے بھی اس وقت سلطان بہادر شاہ کی آمد آمد کے باعث زیادہ جھگڑا پڑنا مناسب نہ سمجھا۔ اور ان کے عزرات کو قبول کر لیا۔ مگر تناظر دیکر ان ناکواریوں کو کوندہ پہلی سے کھینچ رہا اور کھینچ رہا والوں کو کوندہ پہلی تبدیل کر دیا۔ یہ واقعہ ۹۳۵ھ کا ہے۔

۲۲۳۔ سلطان بہادر شاہ گجراتی
 کا دکن چھوڑا اور دلیان دکن
 کی اُس کے مقابلہ کے لیے تیاری
 ۲۔ رمضان ۹۱۵ھ کو مر گیا۔ سیاحانِ یورپ اس بادشاہ کو بڑا
 مہیب اور بڑے رعب و اب والا اور ڈراؤنی صورت کا بیان کرتے
 ہیں اور کہتے ہیں کہ "اُس کے کھانوں کا بڑا حصہ زہرون سے مرکب ہوتا تھا۔ اور اُس کے

سارے جسم میں وہ بری غذا ایسی سرایت کر گئی تھی۔ کہ اگر کوئی لکھی اُس کے بدن پر پڑتی تو آٹا نما مین
 مرجاتی تھی۔ بڑے بڑے لوگوں پر جب وہ پان جبار تھوکتا تو وہ ہلاک ہو جاتی تھے، اور ٹیکر صاحب
 تو یہ کہتے ہیں کہ وہ سانپ بچھو اڑو ہا جنگلی میٹک تک کھا جاتا تھا، معلوم نہیں کہ یہ بات کہاں تک
 صیح ہے۔ اس کے بعد اس کا بیٹا مظفر شاہ تخت نشین ہوا۔ اور ۲ جمادی الاولیٰ ۹۳۲ھ کو مر گیا۔
 بعد اُس کے اُس کے دو بیٹے تخت پر بیٹھے۔ ایک مارا گیا۔ اور دوسرا آتا رہا گیا۔ اب تیسرا
 بیٹا بہادر شاہ ۹۳۴ھ میں شوال ۹۳۴ھ کو تخت کا مالک ہوا۔ اس کے وقت میں سلطنت کو بڑی رونق
 ہوئی۔ جب ۹۳۴ھ میں میران محمد شاہ والی خاندیس کو شکست ہوئی۔ تو اُس نے برہان نظام شاہ
 کی لڑائی کا سارا حال اُس کو لکھا۔ اور مدد طلب کی۔ اس پر بہادر شاہ نے مدد کا وعدہ کیا۔ اور ۹۳۵ھ
 میں بڑی زبردست فوج سے حملہ آور ہوا۔ پڑوہ میں سامان سیاہ کے لیے ایک مدت تک ٹھہرا رہا۔
 اور اپنے ملک کا انتظام کرتا رہا۔ جب بہت عرصہ ہو گیا۔ تو علاؤ الدین عماد الملک نے اپنے
 بیٹے خضر خان کو بھیجا۔ کہ برہان نظام شاہ کسی طرح راضی نہیں ہوتا۔ بغیر آپ کے تشریف لائے
 کام ہرگز نہ بنے گا۔ آخر سلطان بہادر شاہ روانہ ہوا۔ جب دریا سے قربا کے کنارے پہونچا۔ تو
 میران محمد شاہ اسے ضیافت کے طور پر برہان پور لے گیا۔ اور علاؤ الدین بھی جریدہ وہان خدمت
 سے مشرف ہوا۔ بعد اس کے سلطان برہان شاہ کی تادیب کے لیے بڑھا۔ چونکہ برہان اس وقت
 کو ہستان پیر میں پڑا ہوا تھا۔ اس واسطے اُس نے برار کی طرف سے دکن کا رخ کیا۔ اب برہان
 کے چھکے چھوٹے۔ ایسے زبردست کے مقابلے میں اُسکی کیا ہستی تھی۔ پہلے اُس نے ایک
 عرضی جو شاہ ظاہر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی متلبر تہیت جلوس و انظار اخلاص و اعتقاد بابر کی خدمت
 میں بھیجی اور اس میں بہت سے مؤدبانہ فقرے بھرے۔ بعد اسکے اسید طرح اُس نے اسماعیل عاود شاہ
 اور امیر برید اور سلطان قلی کو بھی لکھا۔ کہ میں ہوں یا آپ اس کے ہاتھ سے کوئی نجات نہیں پاسکتا

۹۳۲ھ

۹۳۴ھ

۹۳۵ھ

بہتر ہے کہ آپس کے رنج و فساد کو اس وقت بالائے طاق رکھو۔ اور اس بلا سے ناگمانی کے مقابلہ میں سب یک دل ہو جاؤ۔ جب سے امیر برید نے بیدرین کسی کو شاہی کے لیے نامزد نہیں کیا تھا۔ وہ ہر ایک سے ڈرتا رہتا تھا۔ خاص کر اسمعیل کی طرف سے اُسے بڑا اندیشہ تھا۔ اس لیے وہ اسمعیل کی اطاعت کرنے لگا تھا۔ اور اپنے آپ کو اُس کے امیر و نیرین سمجھتا تھا۔ اس سبب سے برہان کی تحریک پر وہ اسکی مدد کو موجود ہوا۔ اور جب اسمعیل نے بھی اپنی فوج بھیجی تو اُس کا افسر بھی امیر برید کو ہی کیا غرض کہ اسمعیل کی چھ ہزار فوج اور تین ہزار اپنی فوج لیکر امیر برید برہان شاہ کے ساتھ ہوا۔ سلطان قتلی نے امرائے دکن کا ساتھ دینے سے پہلو تہی کی۔ اور گتے راجاؤں کے ساتھ لڑائی بھڑائی میں مشغول ہونے کا بہانہ کر دیا۔ مگر اصل یہ ہے کہ اُس نے اپنی عادت کے موافق زبردست سے لڑائی مول لینا مناسب نہ سمجھا بلکہ امرائے دکن کے برخلاف باظہار اخلاص اُس نے اپنا لٹی بہادر شاہ کے پاس بھیجا۔ جس سے برہان اور اسمعیل وغیرہ دل میں سب اُس سے ناراض ہو گئے۔

۲۲۴۔ سلطان بہادر شاہ اب سلطان بہادر شاہ برار میں آیا۔ اور ماہور و پاتری کے استخلاص کی غرض سے کچھ عرصہ تک برار میں بمقام جالندہ پور ٹھہرا۔ یہاں تک کہ اُس کے اوضاع سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ خود برار پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ علاؤ الدین یہ دیکھ کر نہایت گھبرایا اور میران محمد شاہ سے اسکی شکایت کی۔ محمد شاہ نے کہا کہ خود کردہ راعلا سے نیست۔ یہ سننے بڑی بے عقلی کی ہے۔ اب صبر کرنا چاہیے۔ بعد اسکے محمد شاہ نے سلطان سے کہا کہ یہ برار کا ملک تو اپنا ہی ہے یہاں اپنے نام کا خطبہ پڑھو اگر احمد نگر کو چلے۔ اور علاؤ الدین کو اپنے ملازموں میں رکھ لیجیے۔ اور ایسے ہی علاؤ الدین نے بھی کہا۔ کہ یہ علاقہ تو میں آپ کی نذر کر چکا ہوں۔ احمد نگر فتح کر کے اُمین سے کچھ علاقہ دیجیے۔ کہ میں اپنے اہل و عیال کو وہاں چھوڑ دوں۔ اور خود آپ کی

کی خدمت میں حاضر رہا کر دن سلطان بہادر شاہ اس پر راضی ہو گیا۔ اور اپنے نام کا برابرین خطبہ پڑھوا کر احمد نگر کو چلا۔ علاؤ الدین بھی اس کے ہمراہ آیا۔ امیر برید نے مائیں قصبہ میں ونیز عین کوچ کے وقت گجراتیوں پر حملہ کیا۔ اور دو تین ہزار سواران کے قتل کر کے بہت سامان و اسباب اور خزانہ کے ستروٹ پکڑ لیے۔ سلطان بہادر شاہ نے یہ سنتے ہی روانگی موقوف کی اور خداوند خان وزیر کو بیس ہزار سوار سے انتقام کے لیے روانہ کیا۔ امیر برید واقعی بڑا بہادر تھا۔ اکیلا ہی لڑنے کو کھڑا ہو گیا۔ اور نظام شاہ کے آنے کا کچھ انتظار نہ کیا۔ جب مصغین جنگ کے لیے آراستہ ہوئیں تو امیر برید کچھ فوج لیکر اپنی فوج کے عقب میں جا چھپا۔ جب گجراتی بے تکلف اس کے آگے کے تھوڑے سے لشکر پر آپڑے۔ تو اس نے یکایک لشکران پر ایسا حملہ کیا۔ کہ ان کا لشکر زیر و زبر ہو گیا۔ اب سلطان بہادر شاہ نے اور بیس ہزار سوار عدا الملک کے ہمراہ بھیج دیئے اس لیے امیر برید اور خواجہ جہان نے جسے معلوم ہوتا ہے کہ اسمعیل نے اس وقت چھوڑ دیا تھا اس کثرت افزوں کو دیکھ کر پرندہ کارستہ لیا۔ چونکہ گجراتیوں نے پرندہ میں بھی ان کے سپرین جمنے دیئے اس لیے یہ جتیر کو چلے گئے۔ یہاں برہان کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اور اسی جگہ اسکو دفن کیا گیا اب سلطان بہادر شاہ نے احمد نگر آکر باغ نظام کے احاطہ میں قیام کیا۔ اس کے امر اشہر کے مکانات میں فروکش ہوئے۔

۲۲۵ - سلطان بہادر شاہ کا
ایک مہیب خواب دیکھنے کے
باعث احمد نگر کو چھوڑنا۔ اور
دولت آباد کو جانا۔

سلطان بہادر شاہ کا احمد نگر پہنچ کر یہ ارادہ ہوا کہ۔ یہاں کچھ روز قیام کرے اور اس ملک کو داخل ممالک محروسہ گجرات کرے۔ یہاں شہر سے باہر نظام باغ میں ایک خام چوتھرہ تفرج کے واسطے احمد نظام الملک کے وقت کا بنا ہوا تھا۔ اور کچھ مکانات بنانے کے لیے جو نا پختہ بھی ایک طرف کثرت سے جمع تھا۔ سلطان نے ایک ہی رات دن میں اس چوتھرہ کو اس مصاحفہ سے بچنے

بنوایا وہاں وہ صبح سے شام تک بیٹھتا تھا۔ اور بایکڑا اور بایعون اور ہنوں اور ہرنوں کی لڑائی دیکھا کرتا تھا۔ چالیس روز اس طرح گزر گئے جس سے اظہار معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ یہاں سے جانا نہیں چاہتا تھا مگر دکنی غافل نہ تھے۔ برہان نظام الملک کے آدمی چاروں طرف اور خصوصاً گجرات کے راستہ میں لگے ہوئے تھے۔ کہ رسد کو لشکر تک نہ آنے دیں۔ اس وجہ سے سلطان کے لشکر میں رسد کی قلت ہوئی۔ اور آدمی ہاتی گھوڑے بھوکے مرنے لگے اس لیے سلطان کے امر نے بادشاہ سے عرض کیا۔ کہ اگر اس ملک کی تسخیر منسلک بنا طر ہے۔ تو بہتر یہ ہے کہ پہلے قلعہ دولت آباد کو لے لیا جائے جو گجرات کے راستہ میں ہے تاکہ رسد وغیرہ کی تکلیف لشکر میں نہ ہو۔ بعد جب وہ فتح ہو جائے تو پھر اور قلعوں کا لینا آسان ہے۔ گو سلطان نے اسکو منظور کر لیا۔ مگر کچھ اسکو یہ جگہ ایسی مرغوب ہوئی تھی۔ کہ چھوڑنے کو دل نہ چاہتا تھا۔ اسی میں رات کو سلطان نے ایک خواب میں دیکھا۔ کہ بڑی بڑی ڈراؤنی شکل کے بھوت ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں آگ کے شعلے اور بڑے بڑے پہاڑ اور پتھر کی چٹانیں ہیں وہ سلطان کے پلنگ کی طرف آتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ وہ پتھر اس پر ڈال دیں۔ اس خواب سے چونکتے ہی اسے بڑی پریشانی ہوئی جب اپنے ندیموں سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا۔ کہ پہلے یہاں بہت کشت و خون ہوا ہے۔ ہندو مسلمان حالت ہستی میں مارے گئے ہیں جس سے ان کی روحیں آسمان پر ناپاکی کے باعث نہ جا سکیں وہ یہاں رہتے ہیں اور ایسی شکلوں میں نظر آتے ہیں۔ گو واقعی یہ بات ہے کہ خواب انسان کو بد ہنسی کے باعث دکھائی دیا کرتے ہیں اور ان خوابوں کو نیکی اور بدی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مگر سلطان پر ندیموں کی گفتگو کا ایسا اثر ہوا۔ کہ وہ پھر اس مقام پر نہ سویا۔ بلکہ جب تک کہ سامان سفر تیار نہ ہو تو میں دن تک اپنے خیمہ میں بھاگ رہا۔ بعد اس کے دولت آباد پہنچا۔ اور علاؤ الدین عمار الملک اور چند امرائے گجرات کو قلعہ کے محاصرہ کا حکم دیکر خود محمد شاہ

خاروقی کے ساتھ دولت آباد بالاکھاٹ میں مقام کیا۔

۲۲۶۔ گجراتیوں اور دکنیوں کی
دولت آباد کے قریب لڑائی

اب برہان نظام الملک نے اسماعیل عادل شاہ کے پاس ایک
ایلمچی بھیجا کہ آپ کی امداد کا میں بڑا ممنون ہوں۔ لیکن یہ موقع ایسا

مجھے کہ آپ خود آئیں تو کام چلے۔ اس پر اسماعیل نے پانچ سو آدمی حیدر الملک قزوینی کی سرداری
میں ادب بھیج دیئے۔ اور کہا کہ اگر میں خود آؤں گا تو بھائی گروا لے فوراً کشتنا سے آخر کر میرے ملک
میں تاخت کریں گے۔ اس سے میں خود نہیں آ سکتا۔ برہان نظام الملک اگرچہ مسلمان تھا۔ مگر چونکہ
ہندو مذہب کی راسخ الاعتقادی کا اثر اس سے نہیں گیا تھا۔ اس لئے وہ جس کو بزرگ صورت
دیکھتا اس کا معتقد ہو جایا کرتا تھا۔ احمد کے زمانہ میں کچھ ممدوی پٹھان احمد نگر میں گجرات
کی طرف آ گئے تھے۔ برہان ان کا نہایت معتقد ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ اپنی بیٹی بھی ایک
ممدوی کو دیدی تھی اور ان کا نہایت اعزاز و اکرام کرتا تھا۔ اس سبب سے
اہل سنت و جماعت اس سے ناراض تھے۔ اب شاہ طاہر کی طرف ہجرت ہو گیا تھا۔ ہر ایک معاملہ میں
وہ ہی وہ تھا۔ اس لئے مسلمان اس سے اکثر کشیدہ خاطر تھے۔ وہ دل سے کام نہیں کرتے
تھے۔ ہندوؤں کو بڑا اختیار تھا۔ برہان نے اس وقت اس بات پر غور کیا۔ اور اپنی غلطی کی
اس طرح اصلاح کی۔ کہ شیخ جعفر کو معزز دل کیا۔ اور بجائے اس کے ایک برہمن کا نو ترسی کو جو غالباً
اس کے باپ دادا کے رشتہ داروں میں سے ہو گا منصب پیشوائی عنایت کیا۔ اور اس کی
زائے سے احمد نگر میں آیا اور فوج جمع کر کے دولت آباد پہنچا۔ اور گجرات کے لشکر سے چاکر کس
کے فاصلہ پر پہاڑوں میں مورچے جمائے۔ دونوں لشکر میں جینے تک ایک دوسرے کے
مقابل پڑے رہے۔ دکنی جو بوقت موقع پاتے رسد وغیرہ گجراتیوں کی لے بھاگتے۔ مگر
میدان میں کبھی سامنے نہیں آتے۔ امیر برید نے اس بات کو پسند نہ کیا۔ اور کہا کہ اس طرح دون

کاٹنے اچھے نہیں۔ برہان کے بلا مشورے ایک دن فوج لے کر تیون کے مقابل ہو گیا۔ چونکہ برہان امیر ربید کی شجاعت کا قایل تھا وہ بھی فوج لیکر اُس کے پیچھے ہوا۔ اس متفقہ لشکر نے گجراتیوں کو اپنے سامنے سے بھگا دیا۔ اب سلطان بہادر شاہ نے خداوند خان و عضد الملک و صفدر خان وغیرہ امرا کی نامدار کودکھنیوں کے دفعیہ کے لیے روانہ کیا۔ عالم خان میوانی جو اورنگز کا ایک خاص سردار تھا اول ہی حملہ میں مارا گیا۔ دکنیوں کو اس سے بڑا خوف ہوا اور جان لیوا گجراتیوں سے میدان میں مقابلہ کرنا ان کی قدرت سے باہر ہے آخر وہ میدان سے بھاگ گئے اور پہاڑوں میں جا گئے۔

۲۲۷۔ سلطان بہادر شاہ کی اب برہان نظام الملک بہت گھبراہٹ اور کانوئرسی کی صلاح سے یران محمد شاہ گجرات کو واپسی۔ و علاء الدین کے پاس دوستانہ پیغام بھیجا۔ کہ میں تمہارے ہاتھی اور قلعے واپس کر دیتا ہوں۔ یہ دونوں خود ہی پرانگندہ خاطر ہو رہے تھے۔ اور اپنے کیے سے خود پشیمان تھے۔ فوراً راضی ہو گئے۔ خداوند خان و وزیر سلطان بہادر شاہ کے پاس گئے اور کہا ہم نے سلطان کو اس لیے بلایا تھا۔ کہ وہ ہماری مدد کر لیا۔ اور ہمارا ملک و مال دشمن سے ہمیں واپس لے لیا۔ اس لیے کہ وہ ہمارا ہی ملک ہم سے چھین لے۔ اس معاملہ میں کوئی ہماری بہتری کی تجویز نہ دے گا۔ خداوند خان نے کہا۔ کہ اگر آپ لوگ اپنے باہمی عناد و فساد کو برطرف کریں تو یہ بلا دور ہو سکتی ہے۔ اس نیک مراد کی صلاح نے دونوں کے دل پر جادو کا اثر کیا وہ ان سے آتے ہی علاء الدین نے فوراً جو اس کے پاس غلہ وغیرہ سامان رسد موجود تھا وہ میان منجمن قلعہ دار دولت آباد کے پاس بھیج دیا۔ رات کے وقت کچھ بارش ہوئی تھی۔ اس وقت چلتا پھرتا دریا دشوار ہو گیا تھا۔ علاء الدین نے اس کو حسن اتفاق تصور کر کے اپنا ڈیرہ خیمہ سیطرح چھوڑا اور چپ چاپ آ رہی رات کے وقت ایچھوڑ چل دیا۔ صبح کو جب سلطان بہادر شاہ کو خبر ہوئی تو اس نے محمد شاہ اور نیز

اور اورارکانِ دولت سے اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ سب نے بالاتفاق کہا کہ اب ایامِ پرست آگئے ہیں۔ دریاے تاجی خوب بڑھ اٹینگا۔ گرات اور خاندیس سے پھر غنہ نہ آسکیگا۔ اگر دکن کے سردار سب متفق ہو گئے اور ضرورتاً متفق ہو جائینگے۔ اس وقت سخت مشکل آپڑیگی۔ علاؤ الدین اور برہان سے اطاعت کا اقرار لیکر یہ ملک انہیں کو دیدیجیے۔ بادشاہ راضی ہو گیا۔ علاؤ الدین اور برہان دونوں نے اپنے اپنے ملکوں میں سلطان بہادر شاہ کے نام کے خطبے پڑھوائے اور تحفے تحایف نذرانہ بادشاہ کو بھیجے۔ اس کے بعد سلطان گرات کو آغاز ۷۳۶ھ میں چلا گیا۔ برہان بھی احمد نگر گیا۔ میران محمد شاہ نے یلغایے وعدہ کے لیے پیغام بھیجا۔ علاؤ الدین کے باب میں تو برہان نے کچھ جواب نہ دیا۔ مگر میران محمد شاہ کو وہ میں جاتی جو جنگ رانہری میں اُس سے لے لیے تحفے مع تحایف و نفایس بھیجے۔ جب میران محمد شاہ کا مقصد چائل ہو گیا تو اُس نے علاؤ الدین کے معاملہ میں پھر کچھ ذکر بھی نہ کیا۔ اور برہان کے آدمیوں سے خوب دوستی اور اتحاد کے ساتھ پیش آیا۔

۹۳۶ھ

۷۲۸ھ اسماعیل کا حیدر پور اسماعیل کا مدت سے بید پر دانت تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ امیر بریک کو پہلی غارت کرے۔ اس وقت اُسے ایک بہانہ بھی مل گیا۔ امیر بریک نے خدا معلوم بیجا جمیوٹ سلطان بہادر شاہ کی لڑائی کے زمانہ میں جب اسماعیل کی فوج اُس کے ہمراہ گئی تھی تو اُس کے امرا سے کہیں کہتا تھا کہ اسماعیل کو تخت سے اتار کر ملک باہر تقسیم کر لیں۔ یہ بات اسماعیل سے اُس کے امیر دن نے کہی۔ اس لیے اسماعیل کو غصہ آیا۔ برہان کو اُس نے لکھا کہ امیر بریک نے میرے ساتھ دغا بازی کی ہے۔ اس کا میں بدل لینا چاہتا ہوں آپ کی اسمین کیا مرضی ہے؟ چونکہ برہان پر اُس کا احسان بھی تھا۔ اور ابھی وہ سلطان بہادر کے غرض سے پورا پورا بخوف بھی نہ ہوا تھا۔ اس لیے اُس نے جواب دیا کہ میری وہ ہی مرضی ہے جو آپ کی مرضی ہے۔

جب اسماعیل کا برہان کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔ تو ۹۳۷ھ میں اسماعیل دس ہزار سوار سے بید
پر پہونچا۔ امیر بربد اس وقت بہت بوڑھا ہو گیا تھا اسے آنکھوں سے نظر بھی کم آتا تھا وزیر اس کا
ایک بہمن تموجی تھا جس کی صلاح سے اس نے قلعہ تو علی بربد اپنے بیٹے کے سپرد کیا۔
اور بنو ایک طرف جا پڑا۔ اب اسماعیل نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ امیر بربد کے آدمیوں سے اکثر
لڑائیاں ہوئیں طرفین ہمیشہ برابر رہے۔ اس میں سلطان علی امیر بربد کی مدد کو آیا۔ کیونکہ وہ جانتا
تھا کہ اگر اسماعیل نے بید کو لے لیا۔ تو ملکانہ گو وہ کب چھوڑنے والا ہے۔ علی بربد کے
تین ماموں تھے۔ ایک تو مرزا جگمیر کی رانی میں پہلے حسن آباد گلبرگ میں مارا گیا تھا دُوباقی تھے
وہ قلعہ سے باہر نکلے۔ ایک زمین جو میدان میں آیا۔ اور بولا کہ فوج کو لڑنا ناحق مخلوق کو قتل کرنا
مناسب نہیں۔ اسماعیل کو چاہیے کہ خود آئے اور بڑے۔ اسماعیل بھی ایک پہلوان کا بیٹا اور بہادر
تھا سنتے ہی نکل کھڑا ہوا۔ اور جاتے ہی اسے مار ڈالا۔ پھر اس کا دوسرا بھائی آیا۔ وہ بھی قتل
ہوا۔ اس پر سلطان قلی کی فوج نے حملہ کیا۔ اسد خان اس کے مقابلہ پر عین ہوا۔ اور سید حسن عرب نے
امیر بربد کو کیا اول سلطان قلی کی فوج میدان سے بھاگی۔ اس لیے اسد خان سید حسن کی مدد کو لگایا
چار سو آدمی امیر بربد کے مارے گئے۔ اور اسکی فوج کو قلعہ میں جانا پڑا۔

۲۲۹۔ امیر بربد کی گرفتاری | اب امیر بربد نے اپنے بھتیجے محمد خان کو علاؤ الدین عماد الملک کے
پاس بھیجا اور اسکو لکھا۔ کہ اسماعیل سے میری صلح کرادیجیے علاؤ الدین خود ہی پریشان ہو رہا تھا۔ وہ
چاہتا تھا کہ کسی طرح اسماعیل سے دوستی پیدا کرے۔ امیر بربد کی سفارش کے بہانہ سے وہ اسماعیل
کے پاس آیا۔ اسماعیل خود اس کے لشکر میں خیر مقدم کے لیے گیا۔ علاؤ الدین نے بجائے
سفارش کے فتح کی مبارکباد دی اور کہا کہ میرا بہانہ صرف آپ کی ملاقات کے واسطے ہے۔ امیر بربد
جانے اور آپ کا کام جانے جب انہی ایسی ملاقاتیں ہوئیں تو امیر بربد اور دیگر سے علاؤ الدین کے

پاس گیا۔ اور اُس سے کہا کہ جس طرح ہو سکے آپ صلح کر دیجیے بغیر آپ کی عنایت کے میرا کام کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ علاؤ الدین نے کہا کہ بیدر کا قلعہ اسماعیل کو دئے بغیر صلح ہو نا دشوار ہے۔ امیر برید اس بات سے کچھ ناراض ہوا۔ اور دہین علاؤ الدین کے لشکر کے قریب جا اُترا۔ اُس کے آدمی راستہ کی ماندگی سے نہایت پریشان ہو رہے تھے رات کو غافل سو رہے تعجب ہی کہ امیر برید جیسا جہان دیدہ اور گرگ باران دیدہ شخص ایسا لاؤ بالی بن جائے کہ ایسے پشیمین کے مقابلہ میں یہی اطور پر خوب مے خواری کرے اور مجلس عیش و نشاط میں غت رلود ہو جائے کمبخت نفسہ میمن سرشار میدان میں اسطرح سو رہا کہ جیسے کوئی زمانہ امن میں مغلون میں بے خطر ہو کر سوتا ہے۔ اسماعیل نے اسدخان لاری کو امیر برید پر بخون مارنے کے لیے بھیجا جب وہ اس کے لشکر کے پاس گیا تو کسی کی آواز ہی سنائی نہ دی۔ اس لیے اُس نے جا سوس بھیجے کہ جا کر دیکھیں لشکر جہان پڑا تھا وہاں ہے یا کچھ اور حالت ہے۔ دشمن نے کچھ دھوکا تو نہیں دیا ہے جا سوسوں نے انگریز بیان کیا کہ امیر برید کے لشکر میں تمام آدمی مست اور لالی عقل پڑے ہوئے ہیں۔ اور تصدیق کے لیے پگڈیاں اور تلواریں دکھائیں کہ یہ ہم امیر کے دربار سے اٹھا کر لائے ہیں۔ وہاں کسی نے ہم کو نہیں دیکھا۔ اسدخان کو نہایت تعجب ہوا۔ اُس نے اپنے پیچھے معتبر آدمی اور چپا نش سپاہی لیے اور لشکر کو ایک طرف کھڑا کر کے پایادہ برید کے لشکر میں آیا اور نہایت خاموشی کے ساتھ امیر برید کے دربار میں پہنچا۔ دیکھتا کیا ہے کہ چاروں طرف خم کے خم شراب کے رکھے ہوئے ہیں اور سپاہی شراب بھنگ بوزہ سے مست مدہوش پڑے ہوئے ہیں۔ اب اسدخان امیر برید کے خیمہ میں گیا۔ وہاں اس سے بھی زیادہ پیغمبری کا عالم تھا۔ رنڈی بھڑوسے مدہوش پڑے تھے کہیں کسی نے غم کی تھی کہیں شراب کے خم اور نہ سپاہی کے رہے تھے کسی کو اپنے تن بدن کا ہوش نہ تھا اُس نے ایسے نالایقوں پر ہتھیار اٹھانا جو انگریزوں کے خلاف سمجھا

امیر برید کا پلنگ جس پر وہ سو رہا تھا اپنے سپاہیوں سے اٹھوایا۔ اور جنازہ کی طرح اُسے لشکر سے باہر لے چلا۔ ایک بھولی کی کمین انکھل گئی وہ چاہتا تھا کہ کچھ شور کرے کہ اُس کی گردن مار دی جائے۔ اب اسد خان نے یہ بھی مناسب نہ سمجھا کہ ایسے جو لشکر پر کچھ ہاتھ صاف کرے۔ بلکہ وہ پلنگ کو سید ہا سمعیل کے پاس لے چلا۔ راستے میں کمین ہلنے ڈلنے سے بندگان عالی خواب مستی سے بیدار ہوئے۔ تو دیکھتے کیا ہیں کہ پلنگ چلا جا رہا ہے۔ خیال ہوا کہ جن مجھے لیے جاتے ہیں۔ اس ڈر سے چلائے۔ اسد خان سامنے آیا۔ اور کہا کہ خداوند یہ بندہ اسد خان ہے ڈرئے نہیں کوئی جن و شیطان نہیں ہے۔ تعجب کی بات ہے۔ یہ سن شریف دشمن کا مقابلہ اور ایسی غفلت تف ہے تیری حکومت پر۔ آخر امیر کا پلنگ اسمعیل کے رو برو پہونچا۔ وہاں عجیب قہقہہ اُٹا۔ برید کے ہاتھ پاؤ باندھے گئے اور عین دربار میں دھوپ میں کھڑا کیا گیا غرض کہ کسی صاحب سکہ و خطبہ کا ایسی شرمناک اور ذلیل حالت میں دشمن کے ہاتھ پڑ جانا کسی تاریخ میں نہیں دیکھا گیا۔

چونکہ اسمعیل امیر برید سے نہایت ناراض تھا۔ اُس نے اُس کے قتل کا حکم دیا۔ مگر امیر نے کہا۔ کہ اگر آپ مجھے قتل نہ کریں تو سید کا قلعہ میں آپ کو دے دیتا ہوں۔ اسمعیل نے العفو زکوۃ الظفر

۲۳۰۔ بید کے قلعہ پر اسمعیل کا قبضہ اور واپسی اور پیر پورہ مدگل کی فتح۔

کا خیال کر کے اُسے معافی بخشی۔ امیر نے اپنے بیٹوں کے پاس قلعہ میں آدمی بھیجے۔ کہ میں گرفتار ہو گیا ہوں۔ اور قلعہ دینے پر میری خلاصی ہوتی ہے قلعہ تم خالی کر دو۔ انہوں نے قاصد کی معرفت جواب دیا کہ تو بوڑھا ہو گیا ہے چند روز میں مرجاے گا۔ تیرے لیے ہم قلعہ دشمن کو نہیں دیں گے۔ اور خضیہ امیر سے کہلا بھیجا کہ اگر اس طرح کام چل سکے تو بہتر ہے ورنہ ہم قلعہ خالی کر دیں گے۔ اس جواب کے آنے پر اسمعیل نے ایک مست ہاتی منگوایا۔ اور امیر برید کے

قتل کا حکم دیا۔ امیر برید نے کہا کہ اس طرح مجھے قلعہ کے سامنے کھڑا کر کے میری یہ حالت دیکھ کر
 میرے بیٹے قلعہ خالی کر دیں گے۔ جب سامنے گیا۔ تو اپنے بیٹوں سے کہا کہ بغیر قلعہ خالی کیے
 کام نہ چلے گا۔ اس پر علی برید نے یہ شرط کی کہ اگر ہمارے زن و فرزند سے کوئی تعرض نہ کیا جائے
 اور نکلنے وقت ہماری تلاشی نہ لی جائے تو ہم قلعہ خالی کر دیں گے۔ بشرطیکہ اس شرط کے ایفا
 کے لیے اسد خان ہمارے پاس قلعہ کے دروازے میں بھیج دیا جائے۔ چنانچہ یہ شرط
 منظور ہوئی۔ اور اسماعیل کی گئی۔ قلعہ اسماعیل کے قبضہ میں آگیا۔ اور مصطفیٰ خان شیرازی قلعہ دار
 مقرر ہوا۔ بارہ لاکھ ہون نقد اور بے شمار اسباب ظالمی و فقرہ ہاتھ آیا۔ اسمین سے اسماعیل نے
 علاؤ الدین اور نیزملو خان و انو خان و ابراہیم خان و عبداللہ خان اپنے بیٹوں کو اور اسد خان
 کو ایک ایک لاکھ ہون دے۔ اور باقی سید علی عقیل کو کر بلا میں خیرات کر نیکے لیے اور سید احمد
 ہرادی کو بیجا پور میں علما کو بامٹے کیواسطے پچاس پچاس ہزار روئے اور بقیہ لشکر میں تقسیم کر دیے
 پھر امیر برید کو اپنے امرا میں داخل کر لیا اور برید کے سوا اس کا نام ملک پھر کسی کے حوالے
 کر دیا۔ اس شرط پر کہ وہ راجپور و مدگل کے حملہ میں اسماعیل کے ساتھ تین ہزار آدمیوں سے رہے
 اور ماہور و باتری کے استر و ادین علاؤ الدین کی مدد کرے۔ غرض کہ اسماعیل مع علاؤ الدین و
 امیر برید راجپور کو گیا۔ چونکہ اسے بیانگر میں اس وقت کچھ جھگڑا ہو رہا تھا۔ راجپور مدگل باسانی تمام
 سترہ سال بیانگر والوں کے قبضہ میں رہ کر تین مہینے کے محاصرہ کے بعد فتح ہو گیا۔ پھر سب
 انتظام ملکی درست کر نیکے بعد وہاں سے اسماعیل واپس چلا آیا۔ اور امیر برید کو قلعہ برید بھی اس
 شرط پر دیدیا کہ اس کے عوض میں قلعہ کلیان و قلعہ ہار اسماعیل کو دیدیا جائے۔ چونکہ اس زمانہ میں
 سلطان بہادر شاہ کے آنے کی پھر افواہ گرم ہوئی تھی۔ اس لیے امیر برید و علاؤ الدین اپنے
 اپنے ملکوں کو رخصت ہو گئے۔ یہ واقعہ شروع ۹۳۵ھ کا ہے۔

۲۳۱۔ برہان نظام الملک کا
شاہ طاہر کو گجرات بھیجنا
اور وہاں اُسکی فضیلت کی تہ

۹۱۷ء کے شروع میں برہان نظام الملک نے کچھ ماتی گھوڑے اور
تحفے تحائف دیکر شاہ طاہر کو سلطان بہادر شاہ کی خدمت میں بھیجا۔
چونکہ بہادر شاہ نے سنا تھا کہ برہان نے بجز ایک مرتبہ کے کچھ کبھی
اُس کا نام خطبہ میں نہ لیا۔ اس لیے اُس نے شاہ طاہر کو دربار میں نہ بلایا۔ مگر میران محمد شاہ
والی خاندیس نے لکھا کہ اگرچہ برہان نے امرائے دکن کی رعایت سے آپ کا نام خطبہ میں
نہ پڑھوایا مگر وہ آپ کا خیر خواہ ہے اس سفارش سے اُس نے شاہ طاہر سے ملاقات تو
کی۔ مگر کچھ اچھی طرح توجہ سے نہ ملا۔ خداوند خان وزیر علم دوست تھا۔ شاہ طاہر کی علمی لیاقت سے
واقف تھا۔ اُس نے بادشاہ سے اُس کی سفارش کی جس سے بہادر شاہ نے دوبارہ دربار
کیا۔ اور اُسکی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ جب محمود شاہ بیکرہ نے مرتے وقت شاہ اسماعیل صفوی والی
ایران کے ایلچی کے آنے کی خبر سنی تو اُس نے کہا خدا مجھے ایسے گمراہوں کا منہ نہ دکھائے
وہ ہی ہوا۔ یعنی وہ ایلچی اُس کے مرنے کے بعد گجرات میں پہونچا۔ اُس کے بیٹے مظفر شاہ نے
اُسکی بڑی خاطر و مہارت کی۔ یہ ایلچی اسماعیل صفوی کے ایلچی ہی نہ تھے۔ بلکہ یہ لوگ واعظین کا
بھی کام دیتے تھے اور شاعت تشیع کے واسطے ہندوستان میں بھیجے گئے تھے انہوں نے
جا بجا ہندوستان میں سوخ پیدا کیے۔ اُن ہی کے سبب سے گجرات میں شیعہ کثرت سے
آنے لگے۔ یہاں تک کہ گجرات اور خاندیس میں اس وقت شیعہ مذہب کے کثرت سے علما موجود
تھے۔ ہر ایک اپنے کو بڑا عالم سمجھتا تھا۔ بہادر شاہ نے بہت سے شیعہ عالمن کو بلوایا اور ایک
محفل منعقد کی۔ گو پہلے وہ لوگ اپنے کو فاضل سمجھتے تھے۔ مگر شاہ طاہر سے گفتگو کر کے سب اُسکی
مولویت و فضیلت کے قائل ہو گئے۔ جب بہادر شاہ کو یہ معلوم ہوا تو اُس نے شاہ طاہر کا
اور بھی بڑا اعزاز و اکرام کیا۔ یمن میں نے کے بعد اسے رخصت کیا۔ اس شاہ طاہر کی مولویت سے

برہان نظام الملک کو بڑا فائدہ پہونچا۔

۲۳۲۔ برہان نظام شاہ کا سلطان بہادر شاہ
گجراتی کی ملاقات کو برہان پور کو جانا۔
سلطان محمود خلجی والی مالوہ کا ۱۶۔ دلیقہ ۴۴۳ھ کو انتقال
ہو گیا۔ اسکی جگہ اسکا بڑا بیٹا غیاث الدین خلجی تخت نشین ہوا

۹۱۶ھ میں اس کے بیٹے ناصر الدین نے اسے نہر دیا۔ اور خود بادشاہ ہو گیا۔ اور جب یہ بھی
۹۱۶ھ میں چل بسا۔ تو اس کا چھوٹا بیٹا محمود ثانی خلجی تخت نشین ہوا۔ سلطان بہادر شاہ گجراتی
نے اس زمانہ میں اس پر چڑھائی کر کے ۹ شعبان ۹۳۶ھ کو گرفتار کر لیا۔ جس سے مالک مالوہ گجرات

میں داخل ہو گئے۔ اب برہان نظام الملک کو سلطان بہادر شاہ کا اور بھی خوف ہوا۔ اس لیے اس نے
شاہ طاہر اور کانوئرسی برہمن کو مبارکباد فتح کے لیے بھیجا۔ اتفاقاً سلطان بہادر شاہ اس وقت

برہان پور میں محمد شاہ کے پاس ٹھہرا ہوا تھا۔ محمد شاہ نے شاہ طاہر کی سلطان سے ملاقات کرادی
برہان کی طرف سے بڑا اخلاص جتایا۔ اور صلاح دی کہ برہان کو اپنا امیر بنا لیجیے۔ چونکہ سلطان بہادر شاہ
کے اس وقت بڑے بڑے ارادے ہو رہے تھے۔ اور دہلی کے بادشاہ ہمایون پسر بارہ سے

یہاں بری کا دعویٰ تھا اس نے محمد شاہ کی صلاح کو قبول کر لیا۔ محمد شاہ نے شاہ طاہر کو بھیجا۔ کہ اگر نگر
سے جا کر سلطان کی ملاقات کے واسطے فوراً برہان کو بلا لائے۔ اول تو برہان چپکچاپا۔ مگر کانوئرسی

کی صلاح سے شہزادہ حسین اپنے بیٹے کو احمد نگر میں اپنا قائم مقام کیا۔ اور کاروبار سلطنت کا اہتمام
کانوئرسی کو سپرد کر کے سات ہزار سوار سے برہان پور چلا گیا۔ اور خواجہ ابراہیم دبیر و ساچھی شیب

نویں کو اپنی کر کے آگے بھیجا کہ طرطقات و تعین پیش کش وغیرہ کا تصفیہ کرے۔ جب دریا
تپاچی کے کنارے موضع مانک دیوی میں برہان پور کے قریب پہونچا تو محمد شاہ استقبال کو آیا

اور یہ ٹھہرا یا کہ سلطان تخت پر بیٹھے اور نظام الملک سلام کر کے کھڑا رہا۔ اگرچہ برہان کی منہزی
نہ تھی کیا اس ذلت کے ساتھ ملاقات کرے۔ مگر شاہ طاہر نے جو بڑا چالاک شخص تھا کہا کہ ذرہ

۹۱۶ھ

۹۳۶ھ

دیر کے واسطے دنیا داری برتنا اس کے مقابلے میں کچھ سچا نہیں ہے کہ پھر تمام عمر کے لیے یہ کھٹکا مٹ جائے۔ شاہ طاہر نے بہادر شاہ سے کسی پہلی ملاقات میں کہا تھا کہ میرے پاس ایک قرآن شریف ہے جسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لکھا ہے۔ ملاقات کے وقت شاہ طاہر نے اُس قرآن کو سر پر رکھا۔ اور میران محمد شاہ و برہان نظام الملک کے ساتھ چلا۔ جب سلطان نے تخت پر سے اُسے دیکھا اور خداوند خان نے بتایا کہ یہ قرآن شریف ہے تو سلطان میا ختمہ اُس کی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کچھ دواستقبال کر کے اُسکو تعظیماً بوسہ دیا۔ اور اسی حالت میں کھڑے کھڑے برہان کا بھی سلام لیا۔ اور گجراتی زبان میں اُس کا مزاج پوچھا برہان نے فارسی میں جواب دیا۔ کہ یہ نیاز منداپ کی عنایت سے خوش ہے۔ پھر سلطان تخت پر جا بیٹھا۔ یہ تینوں کھڑے رہے لیکن جب شاہ طاہر سے اُس نے بیٹھنے کے لیے کہا۔ تو اُس نے برہان کے سامنے اوباً بیٹھنے سے انکار کیا جس سے سلطان نے برہان کو بھی اس کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت دی۔ اب ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگیں سلطان نے برہان کی باتوں سے خوش ہو کر اپنا بیٹکا کمر سے کھول کر اُسکی کمر میں باندھا اور اپنا خنجر اور اپنی تلوار اوس کو عنایت کی۔ اور کہا کہ نظام شاہی کا خطاب مبارک ہو۔ اس وقت تک برہان نے لفظ شاہ کا اپنے نام کے ساتھ نہیں لگایا تھا۔ پھر برہان کو اپنے غریب گھوڑے پر سوار کرایا۔ اور سفید چست جو سلطان محمود خلجی سے چھینا تھا اُسے عطا کیا۔ پھر ایسے ہی چتر لگائے ہوئے خداوند خان وزیر کو ہرا کر کے اُسے اپنے قیام گاہ کو رخصت کیا۔ جہاں کہ اُس کے لیے معمولی کاسن سرسبز کھرا کیا گیا تھا۔ پھر دوسرے روز دربار میں چار طلائی کرسیاں بچھانی گئیں۔ محمد شاہ برہان شاہ شاہ طاہر شیخ عارف جو ایک بزرگ تھے بلائے گئے اور اُن پر بٹھائے گئے۔ سلطان بہادر شاہ اور برہان نظام شاہ نے اس موقع پر دو گھڑی چوگان بازی بھی کی۔ اور پھر اسطرح سواد و نوش نص

باہر نکلے۔ خواجہ ابوسعید و ساباجی پیش کش لیے باہر کھڑے تھے۔ سلطان اُس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ ایک تلواریں پر غلاف عباسیہ میں سے کسی خلیفہ کا نام لکھا ہوا تھا اور ایک قرآن شریف لے لیا۔ باقی پیش کش کچھ نہ لیا۔ اور کہا کہ وکن سمیت یہ میں نے سب تم کو بخشا۔ اور اُسی وقت برہان شاہ کو رخصت کر دیا۔ برہان شاہ شیخ برہان الدین فرخ زین الدین کی زیارت کر کے اور صدقات اور نذرین بانٹتا ہوا خوشی خوشی احمد نگر پہنچا۔ اسمعیل اور سلطان قلی کے ایلچی مبارکباد کو آئے اور اس جرمی مصیبت کا اس خوشی کے ساتھ خاتمہ ہو گیا۔

۳۳۳- برہان اور اسمعیل
چوکانا امیر برید نے وعدہ کیا تھا کہ قنہ مارو گلیان اسمعیل کو دید ونگا۔
مگر ایسا وعدہ نہ کیا۔ جب تک کہ سلطان بہادر شاہ کا خرخشہ بیٹا
اُس وقت تک تو اسمعیل چپکا بیٹھا رہا۔ مگر جب ۹۳۸ھ میں اندیشہ

بالکل رفع ہو گیا تو اُس نے اُن کے لینے کا ارادہ کیا۔ امیر برید نے برہان نظام شاہ کو تمام کیفیت سے اطلاع دی۔ برہان شاہ نے اسمعیل کو لکھا کہ یہ خیال آپ دل سے دور کیجیے۔ اسمعیل نے جواب دیا کہ جب تم نے ماہور کو لیا تو میں نے کچھ مزاحمت نہ کی۔ اب آپ ایسی ناروا بات لکھتے ہیں کیا آپ شاہی کے خطاب اور چتر کے گھنڈ پر نازان ہیں۔ یہ خطاب آپ کو سلطان بگرات سے ملا ہے تو مجھے شاہنشاہ ایران سے عطا ہوا ہے۔ برہان نے جواب دیا کہ سلطان بگرات نے برا اور بیدار وغیرہ جھگڑو عنایت کیا ہے بہتر یہ ہے کہ آپ زمانہ ماضی کو حال اور مستقبل کی طرح ایک نہ سمجھیں۔ اور اس خیال کو دور کریں۔ یہ پینام اُس وقت اسمعیل کے پاس پہنچا کہ جب وہ جیلا پور سے نکل کھڑا ہوا تھا۔ جب تلدرگ کے مقام پر پہنچا تو اُس نے ایلچی کو رخصت کیا۔ اور کہہ دیا کہ باغ نظام سے باہر آئے۔ اور عادل شاہی بہادر و ان کی دلیری کو آزمائے اس پر نظام شاہ دوسرے ہی روز عادل شاہ کے مقابلہ کے لیے بڑھا۔ اور آئندہ پور میں آکر قیام کیا جسے بی بی آمنہ

شاہزادہ حسین کی والدہ نے آباد کیا تھا۔ اور پچیس ہزار سوار اور بہت سا توپخانہ لیکر با اتفاق امیر برید عادل شاہ کی سرحد پر پہنچا۔ اسمعیل کے پاس بارہ ہزار سوار تھے۔ فریقین میں خوب دل کھول کر لڑائی ہوئی۔ یہ قاعدہ ہے کہ دو میں سے ایک غالب دوسرا مغلوب ہوا کرتا ہے۔ نظام شاہ کی شکست ہوئی۔ اُس کا سر داغور شد۔ یحسان اور دو تین ہزار آدمی مارے گئے۔ اور شیخ جعفر دکنی جو اُس کا معزول وزیر تھا اسکو میدان سے بھاگنے لگیا۔ معلوم نہیں کہ اس وقت کانورسی اور شاہ طاہر کرمان اپنی پڑتائی اور مولویت بھنگا رہے تھے تاریخ میں کسی کا نام بھی اس مقام پر نہیں ہے۔ سوائے زبان درازی کے انہیں اور کیا آتا تھا۔ باقی اُس زمانہ میں جو سپاہی کا کام تھا اُس سے بالکل غاری تھے۔ اس وقت بیجا پور کے غریب زادوں نے جن کو فوج میں بھرتی ہونے کی کچھ دنوں سے اسمعیل شاہ نے اجازت دیدی تھی جرمی بہادری دکھائی۔ گواسمیل کی فتح اور برہان کی شکست ہوئی۔ مگر نتیجہ اُس کا برہان کی مرضی کے موافق ہوا۔ اگر اُس کی فوج ہوتی تو بھی غالباً یہی ہوتا۔ یعنی اسمعیل نے امیر برید سے قلعہ قندہار و گلپان لینے کا کچھ حوصلہ نہ کیا۔

سونہین چونکہ عادل شاہی گھرنے کے ملازمین میں ہیں اس لیے یہ بیانات کچھ بدل بدلا کر کتابوں میں لکھے گئے ہیں۔ اس لڑائی کے بعد برہان اور اسمعیل میں کچھ کبھی لڑائی نہیں ہوئی اسی وجہ سے ۹۲۵ھ میں بہت سے رسل و رسائل کے بعد دونوں بادشاہوں نے سرحد پر ملاقات کی۔

برہان نے امیر برید کی طرف داری کی۔ چونکہ سلطان قلی نے سلطان بہادر شاہ کی مصیبت میں مدد سے پہلو تہی کیا تھا اس لیے برہان اُس سے ناراض تھا۔ اور علاؤ الدین کا بھی ۹۳۳ھ کے اخیر میں انتقال ہو گیا تھا جس کا اسمعیل کو بہت بڑا خیال تھا۔ اس لیے یہ ٹھیکر کہ امیر برید اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ اور سلطان قلی کے ملک کو اسمعیل اور دریا عادل شاہ ابن علاؤ الدین کے ملک کو برہان فتح کر لے۔ اور فریقین میں سے کوئی کسی کا مزاحم نہ ہو۔

۳۴۳- اسماعیل کا تلنگانہ پر چونکہ سلطان قلی اور بیجا نگر والوں سے بھی اس وقت دشمنی ہو رہی تھی جب حملہ اُس کی وفات

اور دس لاکھ ہون اُس کی فخر کیے۔ اب تو اسماعیل کو اور بھی ہمت ہوئی۔ اور فوراً ۹۴۰ھ میں جس فوج سے تلنگانہ پر چڑ پائی کی قلعہ کو بلکنڈہ کا محاصرہ کیا۔ یہاں جعفر بیگ جو سلطان قلی کے بنی اعوام سے تھا قلعہ دار تھا۔ اُس نے قلعہ کا خوب بندوبست کیا اور سلطان قلی کو اطلاع کی۔ اُس کی تو عادت تھی کہ زبردست سے نہ لڑے۔ اس لیے اُس نے بہت تدبیریں کیں کہ لڑائی نہ ہو۔ برہان کو صلح کے واسطے لکھا مگر اُس نے کان بہرے کر لیے۔ اس لیے وہ بھی فوج لے اہل قلعہ کی امداد کو روانہ ہوا اور کھنپور میں پہونچ کر اسماعیل کو ایک خط لکھا کہ کفار کی اعانت کے لیے مسلمانوں سے لڑائی لڑنا خلاف مذہب اسلام ہے۔ مگر اسماعیل کو تخیل کے سامنے اسلام اور مسلمانوں کا کیا خیال تھا۔ اُس نے اُلٹے سیدھے جواب دے سلطان قلی نے علما سے اسماعیل کے مقابلہ کا فتویٰ لیا۔ سب نے کہا کہ ایسی حالت میں اُس سے لڑنا ناپسند ہے جیسا کہ کسی کافر سے۔ غرض کہ سلطان قلی نے اب فوج آراستہ کی اور میدان میں دشمن کے سامنے صف آرائی کی۔ عین الملک کو جو غالباً سیف خان عین الملک پہ فوج خان عمرادہ سلطان قلی کا بیٹا تھا اور جس کا ذکر آئندہ احمد نگر اور بیجا پور میں بہت کچھ آئے گا دست پاد فوج خان اپنی عمرادے کو دست چپ پاد اور شاہزادہ حیدر خان کو قلب میں کھڑا کیا۔ اور آپ ملک کے لیے پیچھے مقیم ہوا تین روز تک متواتر لڑائی رہی۔ اسماعیل نے سلطان قلی کو پریشان کرنے کے لیے کچھ فوج کو لکڑہ کو بھیجی۔ اس لیے سلطان قلی اپنا سب سامان کھنپورہ میں چھوڑ تین ہزار ارادے جو تھے روز دشمنوں کے عقب میں روانہ ہوا۔ راستہ میں اُن پر شیخون مارا اور پریشان کر کے بھاگ دیا۔ اب سلطان قلی نے دیکھا کہ میدان کی لڑائی میں وہ اسماعیل کے مقابلہ کے لائق نہیں ہے اُس نے

قزاقانہ لڑائی شروع کی۔ جب موقع پاتا مارتا اور کھنپورہ کو بھاگاتا۔ ایک روز دشمنوں نے لڑائی کے بعد بہت پیچھا کیا۔ اس لیے سلطان قلی بھی لوٹ پڑا اور لڑائی ہونے لگی۔ ایک دشمن نے کسی طرح درختوں سے نکل کر خود اس پر حملہ کیا۔ اور چہرہ پر ایک تلوار ماری جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ مگر پھر بھی دشمن پس پا ہو گئے۔ اب اسمعیل نے قلعہ کو لیکٹہ پر تو بین لگا دین اہل قلعہ نے فریاد کیا۔ ترکی بدترکی دیا تین مہینے کے عرصہ میں سلطان قلی اور اسمعیل کے لشکر سے پینا ایس لڑایا۔ ہوئیں گیارہ مہینے تک کو لیکٹہ کا محاصرہ رہا جعفر بیگ بھی مجبور ہو گیا تھا۔ تریب تھا۔ کہ قلعہ ہاتھ آجائے کہ اسمین اسمعیل بیمار ہو گیا۔ جب حالت تازک ہونے لگی تو اسے خان لاری اور امیر برید کو جو اس کی امداد کے لیے تلنگانہ میں لوٹ مار کر رہا تھا بلایا۔ اور کہا کہ میں گلبرگہ جانا چاہتا ہوں۔ یہاں کی آب و ہوا مجھے موافق نہیں ہے۔ تم یہاں رہو۔ جب میں اچھا ہوجاؤں گا۔ تو پھر آجائو گا۔ لیکن جانے سے پہلے ہی صبح کے وقت ۱۶ صفر ۹۴۱ھ کو ملک عدم کی فوج کو چلا گیا۔ اور وہاں سے اب تک پھر نہیں لوٹا۔ یہ بادشاہ گو شیعہ مذہب تھا۔ اور اپنی آزادی حاصل کر چکے وقت کمال خان اور درکھنیوں کا رعب و داب مٹانے کی غرض سے اس نے ایرانیوں کو بھرتی کیا۔ اور درکھنیوں سے بہت بڑی عداوت برتی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ فوج کے معاملہ میں اس نے مذہبی تعصب کو ذرا بھی دخل نہ دیا سنیوں سے برابر میل جول رکھا۔ بلکہ اپنی دونوں بہنیں سنیوں کو دین۔ اور جابرانی صرف مذہبی خیال سے بیجا پور میں آئے ان کی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ سلطان قلی شیعہ مذہب والے سے لڑنے کو کھڑا ہو گیا۔ اس کی فوج کی حالت اس زمانہ کے لائق اچھی تھی تھوڑی فوج سے بڑے بڑے کام نکل آتے تھے اخلاق کا بھی اچھا تھا۔ جو لوگ اس کے پاس تھے وہ آخر دم تک اس کے پاس خوشی و خرمی رہے زمانہ بچپن میں گوا تھوڑے در اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ مگر اس نے گلبرگہ راجپور مدگل وغیرہ کا علاقہ فتح کر لیا۔ امیر برید کو اپنا امیر بنایا۔

گو یا سید کی کل سلطنت پر قریب قریب مشرف ہو گیا۔ دل کا سخی کھانے پینے کا شوقین تھا۔
مجرمون کو سزا کی نسبت معاف کرنا زیادہ پسند کرتا تھا اور خشن گالی کبھی نہیں بکتا تھا۔ گانا بجانا باپ
کی طرح خوب آتا تھا۔ فارسی کے لغو عاشقانہ شعر بھی کہا کرتا تھا۔ اس کا کلام متین ہے۔
وفائی تخلص تھا۔ عیاشی کے باعث اس کی زندگی نے وفات کی۔ جوانی ہی میں عدم کو چھٹا بنا۔

۲۳۵۔ بیرو برین ملو خان کی تخت نشینی
کے بعد براہیم عادل شاہ کا تخت چڑھنا

اسمعیل کے بیٹوں میں ملو خان جس کے عنفوان شباب کا
زمانہ قریب آگیا تھا سب سے بڑا اور ولیعہد تھا مگر براہیم
جو اسد خان لاری ہی کا داماد تھا اس کی حکومت سے راضی نہ تھا۔ باپ کے مرنے کے وقت یہ
دونوں وہاں موجود تھے۔ اسد خان لاری نے اول تو اسمعیل کی موت کو چھپایا۔ اور جنازے
کو بالکی میں رکھا۔ اور اسپر برقع اڑھایا اور کہا کہ محلات کی کوئی عورت جاتی ہے۔ پھر اسی قصبہ کو کی
کو بھیج دیا۔ جہاں وہ اپنے باپ کے پاس مدفون ہوا۔ پھر اسد خان نے دونوں شاہزادوں
سے کہا کہ تخت نشینی کی رسم گلبرگہ میں سید محمد کیسودار کی قبر کے پاس ادا کی جائیگی کیونکہ وہ مقام
متبرک ہے شہزادوں نے بے چون و چرا اسے منظور کر لیا۔ اور چپ چپاتے وہاں چلے
گئے۔ اسد خان ملو خان سے راضی نہ تھا۔ مگر چونکہ وہ بڑا تھا اور اسمعیل نے اسے ولیعہد بھی
کر دیا تھا اور اس کی تخت نشینی کی وصیت کر گیا تھا اس کو مجرم الارث بھی نہ کر سکتا تھا۔ اس لیے
ملو خان کو تخت نشین کیا۔ اور شاہزادہ ابراہیم کو قلعہ مرتضیٰ آباد پرچ میں قید رہنے کے لیے بھیج دیا
یونہی خانوں کی طرف سے خوب سمجھا بھجا کر اور اس سے خوب ہوشیار کر کے خود اپنی جاگیر بکھول
کو چلا گیا۔ ملو خان بڑا بدکار تھا۔ اس نے میدان خالی پاتے ہی شراب اور بیکاری شروع کی۔
اور بصدق نہاد فی الطنبور نغمہ بے سران صبح المنظر پرائل ہو گیا۔ اور سستی کے نشہ میں ایسا
ڈوبا کہ خوبصورت لوٹھون کو زبردستی بکڑے لگا۔ یوسف ترک شحمہ دیوان کے ایک بیٹے پر

جو نہایت پاکیزہ صورت تھا ملو خان فریقہ ہو گیا۔ اور اپنی بتیا بانہ فریقہ کی کے جوش میں سے
 بلا بھیجا۔ یوسف ایک جلیل القدر سردار اور تلج پوش امرا میں بڑا صاحبِ عوت تھا جو
 ایسی ذلت کو کب گوارا کرتا اُس نے بیٹے کے بھیجنے سے انکار کیا۔ ملو خان نے حکم دیا۔ کہ
 اُسے زبردستی پکڑ لائیں۔ اور یوسف اگر انکار کرے تو فوراً اسے قتل کر ڈالیں۔ بھلا یہ حکم کب
 چل سکتا تھا۔ یوسف ملو خان کے آدمیوں کو مار پیٹ کر اور اپنے اہل و عیال کو لیکر علانیہ
 اپنی جاگ کر چلتا بنا۔ اب تمام لوگ ملو خان سے ناراض ہو گئے۔ پونجی خاتون بھی سخت کسیدہ
 خاطر ہوئی۔ اور یوسف شحمہ کو مخفی پیغام بھیجا۔ کہ ملو خان کو معزول کر کے مین ابراہیم کو تخت نشین
 کرنا چاہتی ہوں۔ یوسف نے اسد خان خسر براہیم کے پاس آدمی بھیجا اس کو راج کیا۔ اُس نے
 کہا کہ مین ملو خان کی بلنتی کے باعث پہلے ہی بیجا پور چھوڑ کر چلا آیا ہوں۔ جو پونجی خاتون
 چاہیں وہ میری عین مرضی ہے۔ اب یوسف نے باطنیان تمام بندوبست کر کے پونجی خاتون
 سے اس کام کے لیے ایک دن مین کیا۔ اُس روز دوسو سپاہی تلج پوش لیکر بیجا پور میں آیا۔ اور
 سیدہ قلعہ ارک مین چلا گیا۔ قلعہ دار کو مار کر باطن کو قید کر لیا۔ اور پھر اسی روز اس کے اعیانے بھائی
 انو خان کو کھول کیا۔ اور شاہزادہ ابراہیم کو تخت پر بٹھایا۔

۲۳۶۔ سلطان قلی کا حملا میر برید پر
 اور گجول و دیپور کو میر کی فتح۔
 جب سلطان قلی کو اسمعیل کے جھگڑے سے فرصت ملی۔ اور
 اسد خان صلح کر کے شاہزادوں کو پھلاستان کر گریز لے گیا۔ تو
 سلطان قلی گولکنڈہ واپس آ گیا۔ اور جعفر بیگ تغق دار و ناگواریان قلعہ کو ایک گنڈہ کو خوب انعام
 واکرام دے۔ چونکہ امیر برید نے اسمعیل کی لشکر کشی کے وقت اُسے بہت ستایا تھا اس لیے اُسے
 سب سے پہلا کام یہ کیا۔ کہ فوج لیکر سید پر پونجی۔ امیر برید اب اتنا بڑا ہو گیا تھا کہ جنگ و جدل
 کے قابل نہ رہا تھا۔ اور پھر انکھون سے بھی سفور تھا۔ لیکن تب بھی میدان میں آیا۔ سلطان قلی کی طرف

دیکھتا تھا۔ کہ سنیوں کا مذہب عام پسند ہے یہودی اپنی قوم نبی اسرائیل کو تمام جہان سے اعلیٰ و افضل سمجھتے تھے۔ اُن کا مذہب کبھی تمام مخلوق میں نہیں پھیلا۔ اس لیے اہل سنت و جماعت کے مذہب میں کسی حسب و نسب کی بزرگی سے سروکار نہیں۔ کسی خاندان اور کسی ملک کا باشندہ ہو جہاں اُس نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھا وہ سب مسلمانوں کے برابر ہو گیا۔ اور اچھے کام کرنے سے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰی اَکْم کا مستحق قرار پایا۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس سے اسلام میں تمام قومیں ملکر بھائی ہو گئیں اور رشتہ اخوت ایسا مضبوط ہوا کہ آج تک نہ تو اسکو جنبش ہوئی اور نہ کسی کو مذہب اسلام میں داخل ہونے سے عار ہوئی ہے۔ اِن کا مذہب فطرت و اخلاق کے مطابق ہے۔ اُن کو کچھلے تاریخ جھگڑوں سے تعلق نہیں۔ وہ اسلام کے محسنوں کو جن سے دنیا میں اسلام کا بول بالا ہوا۔ اور جن کی دانشمند اور لائق ماحموند سے خدا کا دین دنیا میں پھیلا اُنہیں محسن سمجھتے ہیں اور اُن کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ اُن کی توہین کو اپنی توہین جانتے ہیں۔ بلکہ جن سے خطائیں سرزد ہوئیں اُن کے برائے کو بھی اخلاق کے خلاف تصور کرتے ہیں۔ وہ اہل بیت رسول اللہ کو ساتھ جس قدر عقیدت رکھتے ہیں اُس سے زیادہ عقیدت رکھنا عام میں مقبول نہیں ہو سکتا۔ بلکہ فطرت کے خلاف ہے۔ وہ اپنے پیغمبر علیہ السلام کی آل پاک کی مطالبیت پر جو بعض سنگدل اور ظالم بیدردوں کے ہاتھ سے ظلم ہوئے۔ سخت افسوس کرتے ہیں۔ مگر نودا و اولاد بناوٹی رونے دہونے کو بیاہر نہیں سمجھتے کیونکہ جو مصائب کسی دوسرے پر تیرہ سو برس پہلے گزر چکے ہوں اُن پر اب سچے دل سے کسی کو کبھی رونا نہیں آ سکتا۔ بلکہ جو تکلیف اور درد کچھ عرصے پہلے خود ہم پر ہی گزرا ہو اُس پر اب رونا دہونا غیر ممکن ہوتا ہے۔ البتہ وہ عورتیں اور رفیق القلب مرد اس سے مستثنیٰ ہیں جو صدمات اٹھاتے اٹھاتے گریہ وزاری کے عادی ہو گئے ہوں۔ اور اُن کے دلوں میں جن میں نامردی کا زہر سرایت کر گیا ہو۔ پھر سنیوں کے مذہب سے کسی

دوسرے کے دل پر کچھ برغ نہیں گذرتا۔ وہ جہان چاہیں علانیہ اپنے مذہب کو برت سکتے ہیں۔ اُن کو اپنے مذہب کے چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ غرض کہ یہ اور اسی قسم کی اور بھی چند باتیں اُس کے دل میں ایسی گزریں کہ جس سے وہ سنیوں کو زیادہ پسند کرنے لگا تھا۔ اُس نے تخت پر بیٹھتے ہی باپ دادا کے خلاف ہستی مذہب اختیار کیا۔ اور شیعہ مذہب کے خطبے کو دور کر کے مذہب حنفی کے موافق خطبے پڑھوایا۔ یہاں تک تو اُس نے جو کچھ کیا اچھا کیا۔ کیونکہ ہر شخص کو اپنے اپنے مذہب کا اختیار ہے کوئی اُسمین اعتراض نہیں کر سکتا۔ لیکن اُس کا یہ کام حق سے خالی نہ تھا۔ کہ اُس نے اسد خان لاری و خوش کلاری آقا سے رومی و شجاعت خان گردو یوسف ترک شیعہ کے سوا تمام ائمہ غریب کو معزول کر دیا۔ تین ہزار غریب مین سے صرف چار سو رکھے باقی کو نکال دیا۔ جو اُس کے دشمنوں کے پاس جاکر اُن کی تقویت کا اور ابراہیم کی کمزوری کا باعث ہوئے۔ دوازدہ ترک کا تاج جو اُس وقت شیعہ فوج کا لباس تھا پناہ بوقی کیا۔ دکن کی جنگیں اس پر پیدائے فوج میں ہندو بھرتی کیے۔ اور بجائے قواعد و ان تجزیہ کا فوج کی کورہ رات فوج بتائی۔ جو کوڑی کے لائق نہ تھے فارسی دفتر اٹھا دیا۔ کاغذات سرکاری کو ہندی میں لکھنے پڑھنے کا حکم دیا گو بڑی بڑی تحریرات فارسی ہی میں ہوتی رہیں۔ مگر کچھ بھی باہری پڑ گئی۔ مسلمانوں کے بجائے ہندوؤں کی پوچھ زیادہ ہونے لگی خصوصاً حساب کتاب کے معاملات میں تو ہندو بالکل ذلیل ہو گئے۔

۲۳۹۔ بیجا نگر راج شیعہ رائے شیورائے دیورائے کا بیٹا ۱۱۷۷ھ میں بیجا نگر کی گدی پر بیٹھا۔

۲۸ سال راج کر کے ۱۱۷۸ھ میں مر گیا اُس کے بعد بیٹے بعد دیگرے کے گھرانے سے نکل جاتا۔

۱۱۷۸ھ تھوڑے تھوڑے دنوں حکومت کر کے عدم کو خضعت ہوئے پھر اچاری رائے گدی نشین ہوا۔ اس کے وقت میں راج اچھا رہا۔ جو سلطان کہ باوجود ان اسلام کے یہاں سے کسی وجہ سے آزدہ خاطر ہو کر جانے اُنہیں اپنے پاس رکھ لیتا اور اُن کی خاطر داری کرتا۔ بیجا نگر میں مسلمانوں کو ایک

طرف زمین دیدی تھی۔ وہاں انہوں نے مکان بنائے اور مسجد بن تیار کی تھیں مراسم دینداری
 اور شعائر اسلام بالقرض پر تنے کا اُن کو اختیار تھا۔ جہاں مسلمان رہتے تھے اس محلہ کا نام ترک
 والہ تھا جب یہ ۸۹۹ھ میں مرآتو اس نے صرٹ ایک بچا تین مہینے کا اپنا وارث چوڑا۔ تھراج اسکا
 وزیر کام کاج کرنے لگا۔ لیکن جب لڑکا بڑا ہوا تو تھراج نے اسے زہر دیکر مار ڈالا اور کسی کو راغبائے خاندان
 میں سے گدی نشین کر دیا۔ اور خزانے لایق ہونے پر عدم کی راہ دکھائی جب تھراج ۹۳۵ھ میں
 مر گیا۔ تو اس کے بیٹھے رامراج نے ہاتھ پیر پہلائے اور اپنے باپ کا ہی طریقہ برتنے لگا۔
 بلکہ مزید سے یہاں یہ کیا کہ راجہ کے خاندان کی ایک لڑکی سے بیاہ کر لیا۔ اس لیے اُس کا درجہ بہت
 بڑھ گیا۔ اب اُس نے چاہا کہ علانیہ خود مختار راجہ بن جائے سرداروں نے یہ دیکھ کر بڑا شور و غوغا مچایا
 لہذا اُس نے راجہ کے خاندان سے ایک بچے کو مندر نشین کیا۔ اور ہوج نزل راج اُس بچے کے
 ماموں کو جو کچھ جنوبی ساتھ اُس کی تربیت پر مامور کیا جو لوگ کہ اُس کے برخلاف اُٹھے تھے اُنکے
 استیصال کی تدبیر کرنے لگا جب خاص راجہ ہانی کا بندوبست کر چکا تو اپنے ایک کارپرداز کو
 بیجا نگر میں بھجوا کر باہر کے سرداروں کا بندوبست کرنے بھلا گیا۔ جب وہاں زیادہ دن لگے تو خرچ کم
 ہو جانے پر دارالسلطنت سے پچاس لاکھ ہون کنجی بھیج کر طلب کیے جب اُس کے کارپرداز کی
 خزانہ پر نظر پڑی۔ تو اسکو کچھ اور سو بھی روپیہ بھیجنے کے بجائے اُس نے خود اُس سے فوج اکٹھے
 کی اور اجمی اس کے پوتے کو ہمراہ لیا۔ ہوج نزل راج کو اپنا متفق بنایا۔ اور رامراج سے بغاوت
 کی اور راجہ کو آزاد کرنے کے بہانہ سے اُن سرداروں کو اپنے ساتھ ملا لیا جو رامراج سے ناراض
 تھے راجہ کی رفاقت پر ایک عظیم الشان جمعیت ہو گئی۔ مگر میان چورون پر مور پڑے۔ ہوج نزل راج
 نے اپنی قوت بڑھانے کے لیے اس بہانہ سے کہ وہ رامراج کا آدمی ہے اور اس سے
 سازش رکھتا ہے فوراً قتل کر ڈالا۔ اور خود تمام فوج سے بامداد سرداران ہوا خواہ رامراج کے مقابلہ

تیار ہوا۔ راج نے دیکھا کہ جنگڑا بڑھتا ہے اس سے اسے بڑھکھکا ہوا اس فیہوج نزل راج کو صلح کا پیغام بھیجا۔ اور اس بات پر صلح کر لی۔ کہ پاسے تخت بجا لگ کر راجہ کا قبضہ رہے اور جس قدر ملک پر کہ راج قابض رہے وہ اس کا رہے۔ اس صلح کے بعد جو راجہ اور سردار کہ اسے بجا لگ کر کی مدد کو آئے تھے وہ اپنے اپنے علاقوں کو چلے گئے۔ مگر ہوج نزل راج اس پر راضی نہوا جب اس نے دیکھا کہ میدان خالی ہے تو اسے زلہ اپنے مہانجے کو مار ڈالا۔ اور خود مست نشین ہو گیا۔ مگر چونکہ ہمزاج اور دیوانہ سا تھا سب لوگ اس سے ناراض ہو گئے۔ اور راج کو اپنی اعانت کے لیے بلایا۔

۲۴۰۔ راج کا بجا لگ کر
ابراہیم عادل شاہ کے پاس چھ لاکھ ہون نقد اور بت سے تحفے بھیجے
اس وعدہ پر مدد کی درخواست کی کہ ہر منزل پر ایک لاکھ ہون دے جائینگے جب خدا چھپر ہار کے دے تو لینا کے بر معلوم ہوتا ہے ابراہیم عادل شاہ نے فوراً درخواست قبول کی۔ اور اچھے ساز و سامان سے ۹۴۲ھ میں بجا لگ کر کی طرٹ کوچ کیا۔ راج کا ارادہ تھا کہ ہوج نزل راج پر حملہ کرے مگر ابراہیم کے حملہ کو دیکھ کر وہ بڑا مضطرب ہوا۔ اور دانشمندی سے ہوج نزل راج کو پیغام بھیجا۔ کہ میں آپ کا تابع ہوں۔ میں نے جو کچھ تصور کیا اسے معاف کیجیے اور ابراہیم کو اٹا لوٹا دیکھیے ورنہ اگر اس ملک میں مسلمانوں کا گدہ ہوا تو شاہان ہنہیہ کے زمانہ کے موافق ہمارا ملک اور ہمارے معاہدہ سب خراب اور بے شمار ہندوؤں کے ہال بچے اسیر ہو جائینگے ہوج نزل راج میں اس قدر کہان عقل تھی جو بات کی تہ کو پہنچتا۔ وہ فریب میں لگیا۔ اور حساب کے بموجب جو ایس لاکھ ہون نقد بھیج کر ابراہیم کو لکھا کہ اب آپ براہ مہربانی تشریف لیجائے۔ چونکہ ابراہیم کو روپیہ لینا اور ہوج نزل راج کو خوش کرنا منظور تھا وہ ہو گیا۔ وہ روپیہ لیکر واپس چلا آیا۔ ابھی ابراہیم عادل شاہ دریائے کشنا سے

اسی طرف تھا کہ راج نے اسپر جرج کیا۔ اور بیجا نگر پہنچا۔ بسکے امیر کے ساتھ شریک ہو گئے۔ جو قلعہ کے محافظ تھے وہ بھی لالچ اور خوف سے اُس سے آئے۔ اب امر نے یہ تدبیر کی کہ بھوج نزل راج کو گرفتار کریں۔ چونکہ چاروں طرف سے راستے مسدود تھے۔ بھاگنے کا موقع نہ تھا۔ اس لیے اُس نے گھوڑوں کی کوچیں لگوائیں۔ ہاتیوں کو اندھا کیا۔ جو اہرات کو جبین صد ہا سال کے جمع کیے ہوئے یا قوت الماس زبرد مرد و غیرہ تھے چکی مین پسکڑ خاک مین ملایا۔ اور جب دربان دروازہ کھول کر رام راج کو شہر مین لائے تو بھوج نزل راج اپنے سینہ مین خنجر مار کر مر گیا۔ اور رام راج کے لیے راج کو بے کھٹکے چھوڑ گیا۔

۲۲۹۔ ادھوئی پراسد خان لاری
کا حملہ اور واپسی۔

حفظ ماتقدم کے لحاظ سے اُس برہمچاری سے فائدہ اٹھانا چاہا جو اس وقت وہاں ہو رہی تھی۔ اسد خان کو اپنی تمام فوج دیکر قلعہ اوصولی کی تسخیر کے لیے بھیجا۔ جو بیجا نگر کا ایک نہایت مضبوط قلعہ تھا۔ رام راج بھی اس قلعہ کی قدر و قیمت سے بخوبی واقف تھا۔ اُس نے بھی اپنے بھائی دینکٹا اور سی کو پیشہ مار فوج دیکر اسد خان کے دفعیہ کوروا نہ کیا۔ اسد خان اس وقت قلعہ کے محاصرے مین مشغول تھا۔ دینکٹا درمی کی خنجر نگر محاصرہ کو ملتوی کیا۔ اور پہلے اس سے ہنہر دوہو نیکیے لیے باگیں اٹھائیں۔ ایک سخت لڑائی ہوئی۔ مسلمانوں کا بڑا نقصان ہوا۔ اور اسد خان کو سات کوس تک میدان سے بھاگنا پڑا۔ ہندوؤں نے تعاقب کیا۔ اور رات کو ایک کوس کے فاصلہ پر دونوں لشکر دن کا قیام ہوا۔ ہندو سمجھے تھے کہ مسلمانوں مین اب جان نہیں ہے۔ رات کو آرام سے سو رہے۔ اسد خان کی فوج کو کیسی ہی نہہرم ہو گئی تھی۔ مگر تربیت یافتہ تھی۔ رات کو اُس نے چار ہزار آدمی منتخب کیے۔ اور عین عالم غفلت مین دینکٹا درمی پر جا پڑا۔ جس سے ہندو

تمام خیمہ و خرگاہ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ وینکٹادری خود توجہ کیا۔ مگر اُس کے بچے گرفتار ہو گئے۔ اور تمام فوج اور ہرادر ہر شہر ہو گئی۔ اب وینکٹادری نے رام راج کو یہ سب کیفیت لکھی اور مدد مانگی۔ وہاں رام راج خود پریشان تھا ابھی کچھ تسلط نہیں ہوا تھا۔ اُس نے کہا۔ چونکہ اہل و عیال قید ہو گئے ہیں اور مین مدد نہیں دے سکتا۔ بہتر یہ ہے کہ جس طرح بن پڑے۔ براہیم عادل شاہ سے صلح کر لے صلح کی شرائط کچھ بیان نہیں کی گئیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ براہیم کی صلح ہوئی تھی۔ صلح کے بعد فریقین اپنے اپنے ملکوں کو واپس چلے گئے۔ یہ واقعہ آخر ۹۴۲ھ کا ہے۔

۲۴۲۔ ہمایون کی بہادر شاہ
گجراتی برج بھائی۔ اور پرتگیزوں
کا بہادر شاہ کو دغا سے قتل
کرنا۔ اور میران محمد شاہ کی قوت
کوہ ہمالیہ اور راجپوتانہ کے درمیان کا حصہ اور بہار کا بڑا حصہ اس کے قبضہ دخل میں تھا اس کے
بعد اس کا بیٹا ہمایون تخت و تاج کا مالک ہوا۔ اُس نے مرزا کا مرزا کو پنجاب پر اور ملغان اور مرزا
عسکری کو میوات اور مرزا ہندال کو سنیل کا صوبہ عطا کیا۔ یہ اس کے تینوں بھائی تھے۔ محمد زمان مرزا
ہمایون کی قید سے نکل کر سلطان بہادر شاہ گجراتی کے پاس چلا آیا تھا۔ اُس نے عبد ویمان کے
بموجب بہادر شاہ سے طلب کیا۔ اس نے اُسے کچھ جواب دیا۔ بلکہ براہیم بادشاہ سابق دہلی کے
چچا علاؤ الدین اور اُس کے بیٹے تانار خان کو جو بہادر شاہ کے پاس چلے آئے تھے روپیہ دیکر
چالیس ہزار فوج جمع کرادی جو ہمایون سے جاکر اُسے مکر میدان جنگ میں مارے گئے۔ اس پر ہمایون
کو غصہ آیا۔ وہ سلطان بہادر شاہ پر چڑھ آیا میران محمد شاہ اس وقت بہادر شاہ کے ہمراہ تھا مند سور
کے میدان میں خفیف سی لڑائی ہوئی بہادر شاہ کو شکست ہوئی۔ دو مہینے تک لشکر ایک دوسرے

کے مقابل پڑے رہے۔ رسد کی کمی کے باعث بہادر شاہ ماند کی طرف بھاگا۔ پھر ماندوین کچھ دنوں
مقصود پر چنپائیر کو چلا دیا۔ اور اسلئے سے میران محمد شاہ کو برہانپور بھیج دیا۔ جب ہمایون صفر ۹۴۲ھ
میں بیان بھی آیا۔ تو بہادر شاہ خزانہ لے کر احمد آباد چلا گیا۔ ہمایون دہان بھی پہنچا تو وہ بندرگاہ دیو میں
جائے ٹھہرا اور ایسا پریشان ہوا کہ پرتگیزیوں سے بندر دیو وغیرہ مقامات کے دینے کے وعدے پر
استعانت کی۔ اب ہمایون نے کچھ دن بیان قیام کیا۔ اور عیش عشرت کر کے ملک کو امرا میں تقسیم
کر تا ہوا برہانپور کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا۔ پہلے برہان نظام شاہ کے پاس ایک آدمی بھیجا۔ کہ اُس سے
پیش کش لاوے۔ اور اُس کو مطلع ہونے کے لیے راضی کرے۔ میران محمد شاہ نے برہان نظام
شاہ کو خط لکھا۔ کہ اس وقت کچھ مدد کیجیے۔ برہان تو اُس کا نہایت ممنون تھا۔ اُس نے فوراً ایک
جرالینا چوڑا خط ہمایون کو محمد شاہ کی سفارش میں لکھا۔ اور بیان ابراہیم عادل شاہ دریا عداد شاہ اور
سلطان قلی کو اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ کہ محمد شاہ کی مدد کریں۔ مگر ہمایون نے اپنے سرداروں
کی نا اتفاقی اور شیر شاہ افغان کے خروج کے باعث اس بات پر زیادہ زور نہ دیا۔ اور تاخت و تاراج
کر تا ہوا ماندو چلا گیا جس سے سلاطین دکن کو تکلیف کی ضرورت نہ پڑی۔ پھر بہادر شاہ دیو سے
آیا۔ اور ہمایون کے امرا اس مفتوحہ ملک کو حماقت کی راہ سے چھوڑ چھاڑ کر چلے گئے۔ ہمایون بھی
ماندو سے اگر چہ چلا گیا۔ غرض کہ یہی ۹۴۲ھ کے اخیر تک بہادر شاہ کا تمام پھر اُس کے قبضہ
میں آگیا۔ پرتگیزیوں سے کچھ مدد کا فائدہ تو نہ ہوا مگر انہوں نے مشروط بندرگاہوں پر قبضہ کر لیا۔
انہیں قلعہ و مکانات سے استوار کیا۔ دیو کے گرد فصیل بنائی تمام اسباب تجارت میں دسواں حصہ
لینے لگے۔ اس لیے بہادر شاہ کو اندیشہ ہوا۔ کہ کمین پرتگیزیوں کی گرت نہ دیا بیٹھیں۔ وہ سروسے جو ناگدہ
میں آیا۔ کسی عمارت کے بنانے پر پرتگیزیوں سے جھگڑا ہوا۔ جس سے بہادر شاہ نے پرتگیزیوں کو زور کو
بلایا۔ مگر وہ بیماری کا بہانہ کر کے ٹال گیا۔ بہادر شاہ دوستانہ طور پر خود کشتی میں سوار ہو پرتگیزیوں کے

بڑے جہاز پر چلا گیا۔ جب وہاں کا رنگ کچھ اور دکھیا۔ تو اپنی کشتی میں آنا چاہا۔ مگر ان دغا بازوں نے اپنی کشتی بٹھادی۔ جس سے بہادر شاہ سمندر میں گر پڑا۔ ایک غوطہ کھاکر اُس نے سر اٹھایا تھا۔ کہ ایک پرتگیزی نے اُس کے ایک نیزہ مارا کہ پھر اُس نے بروج نے سر نہ نکالا۔ جب لشکر گجرات نے یہ حال دیکھا۔ تو وہ بلا توقف احمد آباد گجرات میں چلا گیا۔ اور بندر دیو پور پرتگیزیوں کا بالکل قبضہ ہو گیا۔ اُس دن سے آج تک وہ ان کے قبضے میں ہے۔ یہ واقعہ رمضان ۹۴۳ھ کا ہے۔ چونکہ بہادر شاہ میران محمد شاہ اپنے بھانجے کو بہت چاہتا تھا۔ اور بارہا اُس کی ولیعہدی کی طرف اشارات کیے تھے اور بہادر شاہ کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ اس لیے امرامتیق ہوئے اور میران محمد شاہ کو جو اس وقت گجرات میں تھا غائبانہ بادشاہ تسلیم کر کے اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا پہلے اسکا نام محمد خان تھا مگر اب محمد شاہ کے نام سے مشہور کیا گیا۔ یہ بادشاہ اپنے خاندان میں اول ہی شخص ہے جس کے نام کے ساتھ شاہ کا لفظ لگایا گیا ہے۔ گجرات سے بہادر شاہ کا چتر تاج اُس کے واسطے آیا۔

دو پڑھ مہینے تک وہ گجرات خاندیس مالوہ کا تاجدار رہا۔ پھر ہمایوں پر ۱۳۱۳ھ واقعہ ۹۴۳ھ میں مر گیا۔ جنازہ اُس کا برہانپور میں آیا۔ اور خلیفہ عادل خان فاروقی میں دفن کیا گیا۔

۲۴۳ - فوجی آدمیوں کے مخزنوں کے نقشہ کے دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ کہ دکن کا ملک ہندوستان کے اختلاف سے دکن مالوہ گجرات وغیرہ ملکوں کی طاقتوں کا اختلاف -

اور اُس کے اور ہندوستان خاص کے درمیان جسے مالوہ مغربی شمالی کے نام سے موسوم کرتے ہیں مالوہ کا ملک ہے۔ دکن کے شمال و مغرب میں گجرات ہے۔ جب تک کہ یہ ملک سلطنتِ دہلی کے تابع رہے ان ملکوں کے فوجی آدمی پنجاب افغانستان اور توران تاتار وغیرہ سے جو دہلی میں اگر شاہی ملازم ہوتے تھے آتے رہے۔ لیکن جب یہ سلطنتیں خود مختار اور جدا جدا ہو گئیں۔ تو ان کی فوجی حیثیتیں بھی جدا جدا ہو گئیں۔ دہلی کی سلطنت کے ضعف کے

باعث افغانستان اور توران کے آدمیوں کی آمد کم ہو گئی۔ جب وہاں آمد کم ہوئی تو اس کے جنوبی ملکوں میں بھی یہ کمی ہونا لازمی امر تھا۔ مالوہ پہاڑی ملک ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے اور نیز اس وقت تک انگریزوں کے قبضہ میں پورا پورا نہیں آیا۔ وہاں مسلمانوں کے وقت میں ہمیشہ ہندو کی سلطنتیں رہیں اور اب انگریزوں کے عہد میں بھی وہاں راجپوت ہندوؤں کی حکومت دیگر اقطاع ہند سے بہت زیادہ ہے جس کے سبب سے اسے راجپوتانہ کہتے ہیں۔ اس وجہ سے وہاں مسلمانوں کی بود و باش اس قدر نہ تھی کہ ملک کی حراست کے لیے سپاہ کی تعداد کافی سمجھو بیچ سکے۔ سوائے اس کے جو کہ جنوب کی طرف آگے بڑھیں اسی قدر ملک کی آب و ہوا گرم ہوتی جاتی ہے جہاں کے آدمی فطرتاً آرام طلب اور کابل ہوتے ہیں۔ اس واسطے مالوہ کو سرد ملک کے بہادر اور توانا آدمیوں کی ضرورت تھی۔ مگر یہ ضرورت ایک حد تک اس طرح پوری ہوتی تھی کہ ہندوستان خاص سے کچھ بچے کچھ آدمی پنجاب کابل کے آجاتے تھے۔ گجرات میں ہندوستان خاص پنجاب افغانستان تاتار، توران وغیرہ کے مسلمانوں کا راستہ ہے۔ مسلمان گجرات میں ہولنج کے لیے مکہ معظمہ کو جایا کرتے تھے اس لیے وہاں یا تو افغانستان اور راجپوتانہ سے براہ راست کچھ آدمی آجاتے تھے یا ہندوستان میں ہو کر آدھر سے آدمی اسے مل جاتے تھے اس طرح سپاہ کا کام چل جاتا تھا۔ اور اس سبب سے مالوہ اور گجرات کی سلطنت قریب قریب مساوی طاقت پر رہا کرتی تھی۔ مالوہ کے بعد چاہیے تھا کہ خاندیس کی سلطنت کی طاقت ہوتی۔ اور اس کے بعد دکن کی۔ لیکن دکن کے پچھم پورب اور دکن سمندر ہے۔ پورب میں تو دور تک سمندر ہونے کے سبب سے کہیں سے آمد کی امید ہی نہیں دکن میں جزیرہ سر لنڈیپ ہے۔ وہاں مسلمان خود ہی بہت کم تھے دکن کے لیے کمان سے آتے البتہ پچھم میں ایران کا ملک ہے جو مسلمانوں کا گھر تھا۔ وہاں سے فوجی آدمی آجاتے تھے اس طرح سے دکن اگر ایک کھیت سے بیدخل ہوا تو دوسرا کھیت اس کے

ہاتھ اگیا تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ تو وہ مالوہ گجرات کا مطیع ہو جاتا۔ یا اسے دکن کے ہندو بر باد کر دیتے
اب خاندیس کے ملک کے لیے کوئی مقام نہ رہا جہاں اسے فوجی آدمی مل سکیں۔ شمال میں مالوہ
مغرب میں گجرات جنوب میں دکن نے وہاں بہادر وں کی آمد و رفت قریب قریب مسدود کر دی
جس سے وہ ہمیشہ کمزور سلطنت رہی۔ اور کسی نہ کسی کا اسے دست نگر رہنا پڑا۔ مالوہ میں یہ ملک
اس وجہ سے شامل نہ ہوا۔ کیونکہ یہاں بندھیا چل پہاڑ چال تھا۔ اور گجرات سے اس لیے محفوظ
رہا کہ اس سے فاصلہ بعید ہے۔ دکن والوں کو اپنے پڑوسی ہندوؤں سے فرصت نہ ملی کہ اسکی
طرف توجہ کرتے۔ اب اس وقت دکن کے بھی پانچ حصے ہو گئے۔ شمال مغرب میں احمد نگر۔

جنوب مغرب میں بیجا پور۔ شمال مشرق میں ایلچپور۔ جنوب مشرق میں گولکنڈہ۔ ان سب کے وسط میں
بیدر۔ احمد نگر بیجا پور میں ایرانیوں کی کثرت سے آمد و رفت رہی۔ اس سبب سے یہ دونوں سلطنتیں
باقی حکومتوں سے سر بآوردہ رہیں۔ ایلچپور بیدر گولکنڈہ کی سلطنتوں کو چاہیے تھا کہ یہ بھی اسی
حیثیت قرب و بعد سے کمزور ہوں۔ مگر ان میں دوسرے اسباب چل رہے تھے۔ جن کا آگے ذکر آتا
ہے۔ اس سبب سے گولکنڈہ کی سلطنت ان تینوں میں سب سے زبردست اور پائدار ہو گئی۔

۲۴۴۔ دکن میں شیعہ مذہب ان فوجی محمولوں کے اختلاف سے بھی نہ تھا کہ ان ملکوں کی طاقتوں
پھیلنے کے اسباب۔ میں ہی صرف اختلاف ہوتا۔ بلکہ اس کے باعث سے انکی اخلاقی حالت

پر بھی اثر ہوا۔ جس سے ان کے مذہبوں میں بھی اختلاف ہوا۔ مالوہ میں چونکہ شمالی ہند اور افغانستان
کے سنی مسلمان آتے تھے وہاں کے باشندے ہمیشہ سنی ہی رہے۔ اگر سلطنت اور عرصہ دراز تک
قائم رہتی تو بھی وہ سنی ہی رہتے۔ گجرات میں گو شمال ہند اور افغانستانی امر کی کثرت تھی مگر ایرانی بھی
جماؤں سے وہاں بکثرت پہنچتے تھے۔ اور قندھار بلوچستان کے لوگ بھی آتے تھے۔ اس لیے
قندھار کے مہمدی وہاں پھیلے اور ایرانی شیعوں نے بھی ایران کے قرب کے باعث آخر کو بہت کچھ

رسوخ پایا۔ اگر فطرتی موانع جس کا آگے ذکر آتا ہے شیعہ مذہب کے اجرا کے مانع نہ ہوتے تو ضرور یہ
 مذہب گجرات میں بھی جاری ہو جاتا۔ دکن میں ایرانی امرا محمود شاہ اول کے عہد میں آگئے تھے۔ اور
 اُن کی عزت گو درحقیقت فوجی اور علمی قابلیتوں کے سبب سے تھی مگر بنام نہاد سادات زیادہ مشہور
 تھے۔ یہ نہ کہ ان ہی دو کمالوں کے باعث سلطنت اُن کی قدر دان تھی مگر عام مسلمانوں کو اُس سے
 کچھ غرض نہ تھی جب وہ یہاں اسیر ہوئے تو اُن کی عزت امارت کی بنا پر سادات کے نام سے
 کی گئی۔ یہی وجہ تھی کہ احمد شاہ بہمنی سیدن کا معتقد ہوا۔ اور گو کہ کئی کہنی رہا۔ مگر شیعہوں کے
 سے برتاؤ برتنے لگا۔ لیکن دکن کی بڑی سلطنت تھی ایک تنہا بادشاہ کا شیعہ ہو کر اس قدر مہنی
 رعایا کو قابو میں رکھنا دشوار تھا کوئی بادشاہ شیعہ نہ ہوا۔ جب سلطنت کے ٹکڑے ہو گئے اور ٹکڑے
 بھی اسی سبب سے ہوئے تو اُن چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کو اب ضرور تھا کہ اُن کے اخلاق اور
 مذہب پر اُن ہم شیعہوں کا اثر پڑے۔ یوسف عادل شاہ یا تو شیعہ خاندان سے تھا یا شیعہوں
 میں پرورش پانے کے باعث شیعہ ہو گیا تھا۔ اور اُس کے دوست امرا اور فوجی تمام شیعہ تھے۔ اور
 اُس کا ملک ایران کے عین پڑوس میں تھا اُس نے سب سے پہلے شیعہ مذہب دکن میں پھیلایا
 سلطان قلی بھی قدیمی شیعہ تھا۔ اس کا مسکن ایسی جگہ تھا کہ جہاں بیجا پورا احمد نگر سے بچے بچے
 ایرانی جایا کرتے تھے۔ براہ راست وہاں آمد و رفت نہ تھی۔ اس سبب سے اُس جگہ شیعہ مذہب کا
 پورا زور ہونا دشوار تھا۔ مگر چونکہ وہاں مہنی بھی کم تھے اس لیے شیعہ مذہب جس قدر کم ہونا چاہیے تھا
 اُس سے کس قدر زیادہ رہا۔ اب برار اور بیدر کی سلطنتیں رہیں۔ ان میں سے بیدر میں بریدہ خاندان
 کا سردار اول تو تو مسلم نہ تھا جس پر شیعہ مذہب والوں کا جلدی اثر پڑ جاتا۔ دوسرے یہ کہ بیدر ایک
 مدت دراز تک سنی فرقہ دارا حکومت رہا تھا وہاں کے باشندے بھی بڑے سخت تھے۔ وہاں
 اس سبب سے ان کی دال نہ گئی۔ برار کی حکومت بہت دور تھی وہاں یہ لوگ بہت ہی کم جاتے تھے

وہ بھی اپنی حالت تسنن پر بنا رہا۔ اب احمد نگر رہا۔ جو ایران سے نہایت قریب تھا۔ اور اس کے پڑوس کی دو سلطنتیں شیعہ تھیں۔ جن میں سے سیجا پور کی شیعہ فوج سے اُسے معرکہ آرائی کا اتفاق چڑا کر تا تھا اور اُن کی بہادری کا سکھ ان پر جفا ہوا تھا۔ بار بار زکین اٹھا چکا تھا۔ حکمران خاندان کو نو مسلم ہونے کے باعث عقیدہ بد لےنے سے کچھ حجاب بھی مانع نہ تھا۔ برہان شاہ کی مان شیعہ مذہب تھی اُس کا شیعہ نہ ہونا تعجب تھا۔ اور اب اُسکو ایک موقع بھی ہاتھ آگیا جس سے اُسے شیعہ ہونے کا ایک بہانہ مل گیا جس کا آئندہ ہم ذکر کرتے ہیں۔

۲۳۵۔ برہان شاہ کے بیٹے جب سلطان بہادر شاہ گزرائی دکن سے واپس چلا گیا۔ اور برہان نظام شاہ کو اُس نے برہان پور کے مقام پر شاہی کا خطاب دیدیا۔ تو برہان شاہ نے شاہ طاہر کے علم و فضل اور اُس کی خیر خواہی کی وجہ سے شیعہ ہونے کی منت نہوٹا۔

اُس کی قدر کی۔ اور اُس کا نہایت معتقد ہو گیا۔ اور اُسکی فصیح و بلیغ گفتگو سننے کا ایسا مشتاق ہوا کہ قلعہ کے اندر جامع مسجد میں اُسکو درس و تدریس کی اجازت دیدی۔ ہفتہ میں دو مرتبہ شاہ طاہر وہاں آتا علما کی مجلس ہوتی۔ اور اُن کے بحث و مباحثہ کو برہان شاہ خود سننا کرتا۔ ایک روز اُس کو نہایت شدت سے پیشاب کی حاجت ہوئی مگر تقریر سننے کے شوق میں وہ روکے ہوئے تقریر تمام ہونے تک بیٹھا رہا۔ پھر جلدی سے حرم میں گیا۔ اور قضاے حاجت کی اور دایہ سے کما کہ مجھکو شاہ طاہر کی گفتگو سننے کا ایسا شوق ہے۔ کہ میں باوجود سخت تکلیف کے اتنی دیر تک وہاں بیٹھا رہا۔ پہلے برہان شاہ فرقہ مہدویہ کے علما کا معتقد ہو گیا تھا اور اُن سے بھی اُسکو ایسی عقیدت تھی۔ کہ اس فرقہ کے ایک شخص کو اپنی بیٹی بھی دیدی تھی۔ لیکن جب شاہ طاہر سے اُس کا اعتقاد بڑھا۔ تو اُس کے کہنے سننے سے فرقہ مہدویہ والوں سے ایسا متنفر ہوا۔ کہ اُن کو احمد نگر سے نکلوا دیا۔ اسی خوش اعتمادی کے زمانہ میں برہان شاہ کے بیٹے شہزادہ عبدالقادر کو بجا آیا۔ اور نہایت سخت بیمار ہوا۔ برہان شاہ کو

اس شاہزادے سے کمال محبت تھی اُس نے قاسم بیگ اور اور سندھ و مسلمان طبیبوں کو بلایا۔ اور کہا کہ جس طرح ہو اُسے اچھا کرو۔ میری زندگی اسی کی حیات پر منحصر ہے اگر دوا کے لیے میرا جگر بھی کام آسکے تو چیر کر نکال لو مگر یہ کسی طرح اچھا ہو جائے طبیبوں نے بہتیرے علاج کیے۔ مگر کچر فائدہ نہیں ہوا۔ برہان نے برہمنوں فقیروں اور اور ٹوٹے ٹوٹے کرنے والوں کو بلایا۔ صدقے دے تدرین چڑھائیں۔ غرض کوئی کافر و مسلمان نہ چھوڑا۔ کہ جس سے اُس کی شفا کے لیے الہی اور دُست نہ کی ہو۔ شاہ طاہر اپنے مذہب انتہی عسری کی ترویج کی فکر میں رہا کرتے تھے۔ برہان شاہ کو اپنا معتقد بھی بنا چکے تھے۔ اس وقت اُس نے دیکھا کہ موقع خوب ہے۔ جو کہ یوں کا منظور ہو گا۔

برہان شاہ سے اول تو بڑی باتیں بنائیں۔ پھر کہا۔ کہ شاہزادہ کے علاج کی ایک بہت عمدہ تجویز میرے ذہن میں آئی ہے۔ لیکن میں کہتے ہوئے اُسے بہت ڈرتا ہوں برہان نے کہا کہ اُسی ضرور مجھے بتائے۔ میں کی طرح کسی کو حتی الامکان آپ کو نقصان نہیں پہنچانے دوں گا۔ شاہ طاہر نے کہا کہ مجھے اور کسی سے اندیشہ نہیں ہے۔ بلکہ مجھے یہ خوف ہے کہ میرے کہنے سے آپ ناراض نہ ہو جائیں اب برہان کو اُس کا ادب بھی اشتیاق ہوا اُس نے کہا کہ آپ ہر طرح مطمئن رہئے۔ مجھے تو آپ ایسی چیز بتلانا چاہتے ہیں کہ جس سے میرا تخت جگر موت کے مُنہ سے بچے۔ میں آپ کے ساتھ بدسلوکی کیسے کر سکتا ہوں۔ جب برہان نے بہت منت و سماجت کی۔ اور نہایت مشتاق ہوا۔ تو شاہ طاہر نے جان لیا کہ اب افسوس کا رگر ہو گیا۔ اُس نے کہا کہ آپ یہ نہ دیکھیے کہ شاہزادہ عبداللہ اچھا ہو جا تو میں حضرات دوازدہ امام کے نام پر ان کی اولاد کو جنہیں سادات کہتے ہیں بہت روپیہ دوں گا۔ برہان نے کہا۔ کہ دوازدہ امام کون ہیں۔ میں نے دوازدہ امام کا لفظ لڑکپن میں اپنی ماں سے سنا تھا پھر کبھی نہیں سنا۔ شاہ طاہر نے اماموں کے نام لیے اور اُنکے اوصاف حمیدہ بیان کیے۔ وہ بولا۔ کہ جب میں نے تہخانوں کو روپیہ بھیجا تدرین چڑھائیں منتیں مانیں تو یہ تو بزرگان دین ہیں۔

ان کے لیے نذرین چڑھانے میں کیا حرج ہے۔ جب شاہ طاہر نے دیکھا کہ برہان نے اس بات سے بڑبڑائیں مانا بلکہ نرم او طایم معلوم ہوتا ہو۔ تو کہا کہ میرا مدعا صرف یہی نہیں ہے کہ فقط نذر ہی چڑھائی جائے بلکہ میرا مقصد کچھ اور ہے۔ اُسے میں اس وقت کو ننگا کہ جب بادشاہ مجھے یہ عہد کر لے کہ اگر میری بات پسند خاطر نہ ہو تو مجھے آزار جانی نہ پہونچائے۔ اگر زیادہ سے زیادہ تکلیف دینا منظور ہو تو مجھے اور میرے عیال و اطفال کو مکہ منظرہ رخصت کر دے۔ اس پر برہان نے عہد و پیمان کیا۔ اور قرآن کی قسم کھائی کہ اگر میں ناراض بھی ہوا۔ تو بھی نہ میں تجھے نقصان پہونچاؤں نہ کسی اور کو آزار پہونچانے دوں گا۔ جب یہ سب عہد و مواثیق قبول قسم ہو گئے تو شاہ طاہر نے برہان کی بڑی مدح و ثنا کی۔ اور دوام دولت کی دعائیں مانگیں جس سے وہ جامہ میں پھولا نہ سمایا۔ بعد اس کے عرض کیا کہ آج جمعہ کی رات ہے آپ یہ نیت مانئے کہ اگر حضرت باری بہ برکت رسول مقبول و دو ازادہ امام شہزادہ عبدالقادر کو اچھا کر دے تو ایمہ شاعر کا خطبہ پڑھ دوں گا اور اُنکا مذہب جس سے شیعہ مذہب مراد ہے جاری کروں گا۔ برہان کو تو عبدالقادر کی شفا کی امید ہی نہ رہی تھی۔ اس پر یہ قرار کرتے کیا دیر لگتی تھی فوراً منت مان لی۔ اس وقت شاہزادہ کی طبیعت و حقیقت اچھی ہو چکی تھی مرض جاتا رہا تھا۔ مگر بیماری کی حالت میں طبیعوں نے اُسے لحاف اڑھانے کو کہا تھا اسی طرح اب تک بھی اُسکو لحاف اڑھا دیا گیا تھا۔ جس کی گرمی سے وہ نہایت بے تاب تھا۔ لحاف کو پھینک پھینک دیتا تھا۔ مگر اُس کے ہوا خواہ لحاف کو اس خیال سے اڑھا تے تھے کہ کہیں ہوا لگنے سے اُسے نقصان نہ پہونچے۔ انہیں یہ نہیں معلوم تھا۔ کہ اُسے لحاف کا اڑھانا ہی بدن کی گرمی کا باعث ہے۔ جسے وہ شدت کا بخار سمجھ رہے ہیں۔ اور شاہزادہ جس سے بے تاب ہو رہا ہے۔ جب برہان نے دیکھا کہ وہ بہت ہی بے تاب ہے اور سمجھا کہ وہ آج ہی کا مہمان ہے۔ اگر یہی حالت رہی تو کل مر جائیگا۔ اس لیے خادموں سے کہا

کہ اُس کو لحاف اُتار دو۔ تھوڑی دیر سے آرام لینے دو۔ برہان تو یہ لکھتا ہزاروں کے پانچ گنے پاس منوم
 سو گیا۔ مگر لحاف کے اترتے ہی اسے آرام ہونے لگا۔ پچھلی رات ہوئی تو شاہزادہ کی مان نے غالباً
 سردی کی وجہ سے شاہزادے کو لف اڑھا دیا۔ اتنے میں برہان کی آنکھ کھلی تو پوچھا کہ لحاف کس نے
 اڑھایا۔ چونکہ لحاف اڑھانا اُس کے حکم کے خلاف تھا کون کہہ سکتا تھا۔ کہ میں نے اڑھایا ہے۔
 بولے کہ ہم دیکھ رہے تھے لحاف پلنگ پر خود بخود چلا گیا۔ برہان ایسا راسخ الاعتقاد تھا کہ اُس نے
 اسے سچ سمجھ لیا۔ اب شاہزادہ کو دیکھا تو اُسے بخاریا لکل نہ تھا۔ وہ بآرام سو رہا تھا۔ یہ بہت ہی خوش
 ہوا۔ اور اُس کو سمجھا کہ شاہ طاہر کے کہنے سے جو میں نے مت مانی ہے عبدالقادر اُس کے اثر
 سے اچھا ہوا ہے۔ اور لحاف کا خود بخود پلنگ پر چلا جانا امامون کا معجزہ ہے۔

۲۶۶۔ برہان شاہ اور اسکے
 اہل و عیال کا شیعہ بھنا۔

جانتا بھی نہ تھا کہ شاہ طاہر شیعہ ہے۔ مگر اب اُسے اُسکے مذہب
 سے بھی اعتقاد پیدا ہوا۔ ایک خدمتگدار کو بھیجا کہ شاہ طاہر کو جا کر بلالائے۔ یہاں شاہ طاہر کو بڑا
 خوف تھا کہ اگر عبدالقادر اچھا نہ ہوا تو معلوم نہیں کہ برہان سے کچھ کیسی بنتی ہے۔ وہ خدا سے
 دعائیں مانگ رہا تھا کہ عبدالقادر اچھا ہو جائے جس سے اُسکی مراد برآئے۔ چون ہی دروازے
 کے کھٹکھٹانے کی آواز آئی شاہ طاہر کے ہوش اڑ گئے۔ سمجھا کہ عبدالقادر مر گیا۔ اور برہان نے نذر
 کو نامبارک سمجھ کر اُسے قتل کے لیے بلایا ہے۔ ارادہ تھا کہ مکان کے عقب سے نکل کر کسی طرف
 کو بھاگے کہ اسی عرصہ میں یکے بعد دیگرے سات اٹھ آدمی اُسے بلانے کو آئے اب اس نے
 دیکھا کہ کوئی فرار کا موقع نہیں ہے۔ اہل و عیال کو غصت کر کے رضا بقتضا برہان کے پاس چلا۔
 جب دروازے پر پہنچا۔ تو بادشاہ نے استقبال کیا۔ اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر عبدالقادر کے پاس
 لے گیا۔ اور کہا کہ مذہب اثنا عشری مجھے بتائیے۔ میں شیعہ ہوتا ہوں۔ شاہ طاہر نے کہا پہلے

آپ حقیقت حال سے اطلاع دیجئے۔ پھر جیسا مناسب ہو گا میں خدمت میں عرض کروں گا۔ برہان نے سب کیفیت جو اوپر مذکور ہوئی کہہ سنائی۔ اور اپنی خوش اعتقادی کی وجہ ظاہر کرنے کے لیے یہ اور شگوفہ لگایا۔ کہ میں نے عبدالقادر کے پلنگ کے پاس سوتے میں یہ دیکھا۔ کہ ایک شخص نورانی چہرہ میرے سامنے سے آ رہے ہیں اور ان کے دونوں طرف چھ چھ آدمی اور ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر انہیں سلام کیا۔ تو ایک شخص نے مجھے کہا۔ کہ یہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم ہیں اور ان کے ساتھ چہن وہ بارہ امام ہیں۔ پھر حضرت رسالت پناہ صلعم نے فرمایا کہ علی اور ان کی اولاد کی برکت سے خدا نے تیرے بیٹے کو اچھا کر دیا۔ تو میرے بیٹے طاہر کا کہنا ماننا۔ یہ سنتے ہی شاہ طاہر نے برہان کو شیعہ کیا۔ اور اسے بتایا کہ فلان فلان بارہ امام ہیں۔ اہل بیت سے دوستی رکھنا اور ان کے دشمنوں سے تبرک کرنا شیعہ مذہب ہے۔ تبرک کے معنی ہیں بیزاری جتنا بلکہ علما اُس کے معنی میں اصحاب ثمانیہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی کو برا کہنا۔ جب برہان شاہ نے شیعہ مذہب کا کلمہ پڑھا تو شہزادہ حسین و عبدالقادر اور ان کی ماں بی بی آمنہ بی بی بھی جس کا تم اوپر ذکر پہچنے ہو اور تمام ذکور و اناث شیعہ ہو گئے۔ یہ واقعہ ۹۴۲ھ کا ہے۔

۹۴۲ھ

۲۴۷۔ برہان کا شیعہ منیٰ علیا سے باہر بحث کرنا۔ اور شاہ طاہر علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جلدی نہ کیجیے اہل سنت کے چار فرقی ہیں ان کے علما کو جمع کیجیے ان سے کہئے کہ میں ایک حق مذہب کی تلاش میں ہوں۔ آپ صاحب بحث کر کے اپنے اپنے مذہب کی حقیقت ثابت کریں تاکہ میں اسے اختیار کروں۔ چونکہ یہ بات مناسب معلوم ہوتی تھی۔ برہان نے شاہ طاہر کی ہدایت کے بموجب چاروں مجتہدین کے علما کو بلوایا۔ ملا پیر محمد اپنے استاد افضل خان و ملا داؤد و بیوی وغیرہ چاروں مذاہب کے علما احمد نگر میں مجتمع ہوئے۔ ہر روز شاہ طاہر کے مدرسہ میں بیٹھ کر بحث مباحثہ

کرنے لگے۔ ہر ایک اپنے مذہب کو حق کہتا۔ اور دوسرے کے مذہب کو رد کرتا تھا۔ برہان شاہ
 بھی اکثر اس محفل میں ہوتا مگر چونکہ مسائل علمیہ سے ناواقف محض تھا وہ حق و باطل میں کچھ تمیز نہیں
 کر سکتا تھا۔ جب چچہ مینو تک یہ سطح بحث و مباحثہ میں گذر گئی۔ تو برہان شاہ نے چارون فریق کے
 علما کے رد و روا شاہ طاہر سے کہا۔ کہ اس بحث کا نتیجہ کچھ نہیں نکلتا ہر شخص اپنے مذہب کو اچھا
 کہتا ہے مگر ثابت نہیں کر سکتا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کسے حق سمجھوں اور کسے باطل۔ کوئی
 اور مذہب ہو تو مجھے بتائیے کہ جسے میں جانچوں اور کسوٹی پر کھرانکے تو اسے اختیار کروں۔ شاہ
 طاہر نے کہا۔ کہ ایک مذہب اثنا عشری ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو ان کی کتابوں کو بھی دیکھیں
 برہان نے کہا بہتر ہے۔ چنانچہ بمثل تمام ایک عالم شیعہ مذہب شیخ احمد غفری بڑی تلاش سے بلا یا گیا
 اور اہل سنت کے چارون فریق کے مقابل کیا گیا۔ شاہ طاہر نے تقریر میں اسکی تائید کی۔ اب علما
 اہل سنت و جماعت کو معلوم ہوا۔ کہ شاہ طاہر شیعہ ہے۔ اس وقت تک وہ اسے سنی سمجھے ہوئے
 تھے۔ کیونکہ شاہ طاہر نے اپنا مذہب اس سولہ برس تک کسی پر ظاہر نہیں کیا تھا۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا
 تو ان کو شاہ طاہر کے اخفاے مذہب پر بڑا غصہ معلوم ہوا۔ اور اس کے اہل سنت و جماعت کے ساتھ
 ملے جلے رہنے اور دل سے ان کے برخلاف میں کوشش کرنے کو دغا و زلفاق تصور کیا۔ چونکہ اس
 زمانے میں علی العموم ہندوستان میں خصوصاً وکن میں سنی علما شیعہ مذہب کی بحثوں سے قریب
 قریب بالکل ناواقف تھے۔ اور فحصر یہ عالم ہوا سوقت شاہ طاہر کے مقابلے میں تھے کوئی نامی عالم
 بھی نہ تھے۔ اکثر ملزم ہوتے تھے۔ اور اسی وجہ سے شاہ طاہر سے خصمانہ جھگڑتے تھے۔ جب
 شاہ طاہر نے دیکھا کہ مقابلے میں ٹیپو نیجے ملائے میں ہین تو اس نے حضرت ابوبکرؓ کے خلاف کی بحث
 جنہیں بنی حضرت خیر البشر کے بعد افضل تصور کرتے ہین چھید دی اور قرطاس اور باغ فک کا جھگڑا الاؤالا
 اور اپنی طلاق اسانی سے علماے سنت کو زک دی۔ جب برہان شاہ نے دیکھا کہ شاہ طاہر کی تقریر کے

سانے سب کا قافیہ تنگ ہے تو اُس نے عبدالقادر کی بیماری اور اپنے خواب میں پیغمبر خدا علیہ السلام کو دیکھنے اور لحاف کے عبدالقادر کے پلنگ پر خود بخود چلے جانے کا قصہ سب کے سامنے بیان کر کے اپنے شیعہ ہونے کا اظہار کیا۔ چونکہ شاہ طاہر کی طرح احمد نگر میں اور بھی ایسے امر منصبدار سلسلدار اور شاہی غلام تھے جو شیعہ مذہب کو چھپائے ہوئے تھے۔ بادشاہ کو مذہب شیعہ کا معتقد دیکھتے ہی امنون نے بھی اپنا مذہب ظاہر کر دیا۔ اور انکی دیکھا دیکھی بہت سے سیون نے بھی یہ سمجھ کر کہ وہ ابھی شیعہ ہوئے ہیں لادھم بھی شیعہ ہو جائیں۔ شیعہ مذہب اختیار کر لیا۔ تین ہزار آدمی اُسی روز اثنا عشری ہو گئے۔ اور شیعہ مذہب کا خطبہ پڑھا گیا۔ اصحابِ ثلاثہ کا نام خطبہ سے نکالا گیا۔ وہ چتر سفید جو سلطان بہادر شاہ نے عنایت کیا تھا دور ہوا۔ اور شاہی چتر سبز مقرر ہوا۔

۲۴۸ - سیون کا ملا پیر محمد کی
سداری میں شوچنا۔

اپنے گھروں کو چلے گئے۔ شہر میں ایک شور قیامت برپا ہو گیا۔ بڑے بڑے امر اور منصبدار شب کو ملا پیر محمد کے گھر جمع ہوئے اور بولے ۱۶۷۷ء باد صبا میں ہمہ آوردہ تست۔ یہ تو نے کیا کیا۔ اور کیسے شخص کو لیکر آیا۔ جس نے ہمارے بادشاہ کو گمراہ اور ہمارے بننے بنائے کھیل کو تمہے والا کر دیا۔ اب کیا کرنا چاہیے کیا شاہ طاہر کو قتل کر دین ملائے کما۔ کہ جب تک برہان شاہ موجود ہے یہ نہیں ہو سکتا۔ پہلے برہان کو تخت سے معزول کر کے عبدالقادر کو اسکی بجائے تخت نشین کر دیکھ شاہ طاہر کا بعد میں علاج کیا جائے گا۔ اس پر سب متفق ہوئے اور بارہ ہزار سوار و پیادے جمع کر کے آمادہٴ بناوت ہوئے۔ اور ملا پیر محمد کے سبز قلعہ کے دروازے کے روبرو جہان کالا چبوترہ تھا محاصرہ کے لیے تیار ہوئے۔ شاہ طاہر اور اس کے بیٹوں کے مکان پر سبز مقرر ہو گیا۔ برہان شاہ نے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا۔ اور قلعہ کے برجوں پر توپیں لگا دیں۔ لیکن برہان اس شور و غوغا

کو دیکھ کر گھبرایا۔ اور شاہ طاہر سے کہنا دیکھ ہی کیا ہوتا ہے۔ شاہ طاہر آدمی عقلمند تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ غوغائی ایک لمحہ میں منتشر ہو جائیگی۔ نہ ان کا کوئی سردار ہے۔ اور نہ انہیں کوئی اتفاق ہے۔ شاہ طاہر نے علم مل ملا شمس الدین جیشری سے سیکھا تھا۔ گو وہ دین اسلام کے بموجب کیسا ہی ناجائز اور عقل کے خلاف ہے مگر شاہ طاہر کو اس علم کی صداقت پر یقین تھا۔ اُس نے علم مل کی رو سے قرعہ ڈالا۔ اور برہان سے کہا۔ کہ اگر آپ قلعہ کمو لکر سوار ہوں تو یہ غوغا سب رفع ہو جاتا ہے۔ برہان کو یہ رائے بہت پسند آئی۔ فوراً چار سو سوار اور ایک ہزار پیادوں سے پانچ ہاتھی لیکر اور چتر سبز لگا کر شاہ طاہر کے ہمراہ باہر آیا۔ اور تو اچھوٹوں کے ہاتھ غوغا میوں کے لشکر میں کھلا بھیجا۔ کہ جو بادشاہ کے دولت خواہ ہیں وہ بادشاہ کے پاس چلے آئیں۔ اور جو نہ آئیں گے ان کو سزا دی جائیگی یہ سننے ہی ہر ایک امن مانگ کر برہان کے پاس چلا گیا۔ اور ملا پیر محمد چند آدمیوں سے اپنے گھر میں جا بیٹھا۔ لڑائی بھڑائی کچھ بھی نہ ہوئی پھر ملا بھی قید ہو کر آیا۔ برہان نے اُس کے قتل کا حکم دیا۔ مگر شاہ طاہر نے ملا بھٹکرا کی سفارش کی جس سے اُس کو قید کر دیا گیا۔ بعد ازاں چار برس کے بعد قید سے بھی رہائی مل گئی۔ اور اپنے مرتبہ پر پھر بدستور سابق بحال ہو گیا۔

۲۴۹ - احمد نگر میں شیعوں کا مجمع اس قضیہ سے فرصت پاتے ہی جہان برہان شاہ نے خواب دیکھے

تھے وہاں ایک بڑی عمارت بنوائی اُس کا نام بغداد رکھا۔ جس جگہ شاہ طاہر کا مدرسہ تھا وہاں حسین نظام شاہ ابن برہان شاہ نے ایک مسجد بنو گئیں تعمیر کرائی جو قاضی بیگ طہرائی کے پاس مقبلی نظام شاہ ابن حسین نظام شاہ کے زمانے میں تمام ہوئی برہان شاہ کو شیعہ مذہب کے نوید ہونے کی وجہ سے بڑا تعصب تھا۔ اُس نے اہل سنت کے وظائف یک قلم موقوف کر کے اہل شیعہ کو دیدئے قلعہ احمد نگر کے آگے چہار دیواری بنا کر اُس کا نام لکھ دواڑہ امام رکھا۔ قصبہ جو پورہ سنور و سیا پور وغیرہ چند موضع آسکے صرف کے لیے وقف کر دئے۔ وہاں صبح کے وقت ہر روز مساکین کو کھانا ملتا تھا۔ شاہ طاہر نے گرد و نواح سے شیعوں کو

بلانا شروع کیا۔ عراق۔ خراسان۔ فارس۔ گجرات۔ اگرہ میں شاہی خزانہ سے روپیہ لے لیکر بھیجا۔ اور اکابر و علمائے مذہب شیعہ کو دعوت دی۔ اسماعیل صفوی خواجہ معین الدین صاعدی شاہ حسن انجو شاہ جعفر برادر شاہ طاہر و ملا شاہ محمد میا پوری و ملا علی گیلانی و ملا محمد نامی استرآبادی و ملا ستم جرجانی و ملا علی مازندرانی و الیوب ابو البرک و ملا عزیز اللہ گیلانی و ملا محمد نامی استرآبادی وغیرہ برہان شاہ کے پاس آکر جمع ہو گئے سید حسن مولیٰ جو مدینہ کا شیعہ باشندہ تھا اسے برہان شاہ نے اپنی بیٹی دیدی کر بلا اور خجف کو بہت سارو پیہ بھیجا۔ وہاں کے زائرین کے وظائف مقرر کیے غرض کہ احمد نگر اس زمانے میں دوسرا ایران ہو گیا۔

۲۵۰۔ مبارک خان کا برہان پور میں
او محمد شاہ کا گجرات میں بادشاہ ہونا۔

چونکہ میران محمد شاہ والی برہان پور کا کوئی بیٹا سلطنت کے قابل نہ تھا۔ اس لیے اس کا بھائی میران مبارک خان فاروقی اسے تخت حکومت کا مالک ہوا۔ امرائے گجرات نے جب سنا کہ میران محمد شاہ مر گیا۔ اور اس کی جگہ اس کا بھائی تخت نشین ہوا۔ تو انہوں نے گجرات کی سلطنت کے قابل اسے نہ سمجھا۔ اب اس باب میں بحث ہوئی کہ کس کو وہاں کا بادشاہ بنانا چاہیے۔ سلطان بہادر شاہ کا ایک بھائی عبداللطیف خان تھا۔ بہادر شاہ نے اس کے بیٹے محمود خان کو محمد شاہ کے پاس برہان پور میں قید کر دیا تھا۔ اس وقت وہ میران مبارک خان کی قید میں تھا۔ سب نے اس کو سلطنت گجرات کے لیے منتخب کیا۔ اور میران مبارک خان کو لکھا۔ کہ اُسے بھیج دے۔ مگر اس نے اس سبب سے اسے دینے سے انکار کیا۔ کہ امرائے گجرات مجبور ہو کر مبارک خان کو گجرات کا بادشاہ بنالیں۔ لیکن جب انہوں نے انکار کا حال سنا تو مبارک خان سے زبردستی محمود خان کو چھوڑانی کے واسطے فوج طیار کی۔ میران محمد مبارک خان یہ دیکھ کر مضطرب ہوا۔ اور محمود خان کو اختیار خان کے ہمراہ جو اسے بلائے آیا تھا گجرات بھیج دیا۔ محمود خان وہاں جا کر ذمی الحجہ ۹۴۳ھ میں بادشاہ ہو گیا۔

۲۵۱ - برہان پشایان گردنواح جب احمد نگر میں شیعون کا مجمع اس کثرت سے ہوا۔ اور ان کو ایک ایسا کی شکر کشی کی تجویز۔

عبادت کو بھول جاتے یا سمن دیدہ و دانستہ کو تاجی کرتے۔ جہاں نے گلی کوچہ میں خلفاے راشدین پر لعل طعن اور تبرک کرنا شروع کیا۔ سلطان محمود شاہ گجراتی اور میں مبارک شاہ فاروقی ابراہیم عادل شاہ دوریا احمد شاہ نے تجویز کی۔ کہ احمد نگر پر حملہ کیا جائے اور برہان کے ملک کو باہم تقسیم کر لیں۔ جب برہان شاہ نے دیکھا۔ کہ اس کے اطراف کے تمام بادشاہ اس کے برخلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں تو اس نے راستی خان ایک غریب کو بطریق سفارت ہمایون بادشاہ دہلی کے پاس بھیجا۔ اور اس سے استدعا کی۔ مگر چونکہ شیر شاہ افغان نے خرچ کیا تھا۔ اس وجہ سے ہمایون کو خود اپنی پڑوسی تھی راستی خان کی سفارت نالاست آئی۔ اور وہ وہاں سے ناکام واپس چلا آیا تو برہان شاہ نے مبارک خان اور محمود شاہ گجراتی کے پاس سفیر بھیجے محمود شاہ اس زمانے میں امرا کے ہاتھوں میں پھنسا ہوا تھا۔ اس کے امرا باہم لڑ رہے تھے۔ اس لیے اس سفیر کو اپنے مقصد کے حصول میں وہاں کچھ وقت پیش نہ آئی۔ میرین مبارک خان بغیر محمود شاہ گجراتی کے کب ادھر قدم رکھ سکتا تھا۔ وہ بھی برہان سے راضی ہو گیا۔

۲۵۲ - سلطان قلی کا کوند بیر کی توجہ کرنا سلطان قلی نے جب نلکنڈہ فتح کر لیا۔ اور اسکی فوج نے کچھ دنوں آرام بھی لے لیا تو اس نے کوند بیر والوں کو آزاد رکھنا مناسب نہ سمجھا۔ اور چاہا کہ ان کا بالکل استیصال کر دے اس لیے وہ خود فوج لیکر اس پر حملہ آور ہوا۔ قلعہ کا محاصرہ کیا۔ چونکہ یہی نگر میں اتنی ہی ہو رہی تھی۔ اور ہر جہی اسے فوج بھیجی جس نے وہاں جا کر یہی نگر کی سرحد پر خوب تاخت و تاراج کی۔ بہت سامان غنیمت کا ہاتھ لگا۔ جب قلعہ کوند بیر کے محاصرے کو طویل ہوا۔ تو اہل قلعہ نے پہلے کی طرح معافی قصور کا پیغام دیا۔ اور سلطان قلی کے امرا کو رشوت دے دلا۔ اپنی سفارش پر آمادہ کیا۔ مگر سلطان قلی نے کسی کی نہ مانی۔ اور قلعہ شکنی کا

۹۲۵ھ

کامل بندوبست کیا۔ تو مین لگو کر دیوار مین رخنے کر دیے اور قلعہ کو فوج کر لیا۔ اور ایک اپنے منعمہ کے سپہ در کے دار الخلافت کو لوٹ آیا۔ یہ واقعہ ۹۲۵ھ کا ہے۔

۲۵۳ - برہان کی فوت اور ابراہیم کی کمزوری ابراہیم نے پہلے ہی شیعہ فوج اور اس کے تربیت یافتہ سرداروں کو معزول کر دیا تھا اور بجائے اُس کے نوگیر کی بھرتی بھرتی تھی۔ اس وقت اُسکی فوج مین کچھ دکنی حبشی اور ہندو و مہشون سے گھی کھڑی ہو رہی تھی۔ مگر ہندو ابھی تک لڑائی کے کاموں سے ناواقف تھے ابراہیم کی فوج خراب حالت مین تھی۔ بخلاف اسکے جب ابراہیم کے تجربہ کار آدمی برہان شاہ کے پاس گئے تو اُس نے اُن کی خاطر کی اُن کو بلو کر اپنے یہاں نوکر رکھا۔ اسلئے اُسکی فوج درست ہو گئی مایہر برہمنی ہونیکے وجہ سے ابراہیم کے طرفداروں مین تھا۔ اور اُس کی تحریک سے سلطان قلی کی سرحد پر تاخت و تاراج کیا کرتا تھا۔ لیکن جب اُس نے دیکھا کہ ابراہیم بڑا مشکل المزاج ہے تو وہ بھی اس سے کشیدہ غماظ ہو گیا۔ برہان شاہ نے اُس کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور بجائے اُس کے کہ ابراہیم اسپر لڑکشی کرے۔ اُس نے خود ابراہیم پر حملہ کیا۔ اور ایسی شکست دی کہ ابراہیم کے

۹۲۸ھ

سوداگی اور بہت سا تونچا نہ چھین لیا۔ اور ۹۲۸ھ سے ۹۲۸ھ تک چھار برس کے عرصہ مین تین اور لڑائیاں لڑا۔ اور ہر مرتبہ ابراہیم پر غالب ہوا۔ اس کا ایک سبب یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابراہیم کا تونچا نہ جڑی ناقص حالت مین تھا اور تونچا نہ کی طرف اُس کی توجہ بہت کم تھی۔ برخلاف اُس کے برہان شاہ گجراتیوں کے چڑوس کے باعث اُسکی قدر جانتا تھا۔ اور ایک معقول تعداد تو پونبکی جمع کر رکھی تھی۔

۲۵۴ - ابراہیم عادل شاہ اور اُس کے ایک سردار اسد خان کا بیچ۔ بودہم پیشہ باہم پیشہ دشمن۔ اسد خان لاری اور یوسف شیمہ دیوان مین بربخ تھا۔ جب یوسف میر حلیہ ہوا۔ تو اُس نے ابراہیم کو بھگنا شروع کیا۔ کہ اسد خان لاری اپنے ہم مذہبی کے سبب برہان شاہ سے ملا ہوا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ بلوان اسکو دیدے۔ چونکہ یہ بات قرین قیاس بھی تھی ابراہیم کو فوراً اُس کا یقین آ گیا

جس سے اُس نے کچھ اُس کی اصلیت دریافت کرنے کے لیے توجہ نہ کی۔ جب یوسف نے دیکھا کہ بادشاہ کو شک گزر گیا ہے تو اس کو سوجھایا کہ شاہزادہ علی کے ختنہ کی رسم چاہت ہوئے والی سچے اسپین اسدخان کو بلوائے اور قید کر کے اُس کی طرف سے اطمینان حاصل کر لیجیے۔ ابراہیم نے اسے بھی پسند اور منظور کر لیا۔ مگر چونکہ ابراہیم کے مشیرون بن شیعہ مذہب کے اہل اہست تھے جو اپنا مذہب چھپا ہوئے تھے اور مذہبی تحالف کے باعث اُس کے خیر خواہ نہ تھے یہ راز فاش ہو گیا۔ اس لیے جب تقریب مذکورہ میں اسدخان کو بلایا گیا تو اُس نے بیماری کا عذر کر دیا۔ اور حاضر نہ ہوا۔ اب یوسف نے اُس کے زہر دینے کی صلاح دی۔ اسے بھی بادشاہ نے قبول کر لیا۔ اور اسدخان کے خد متکاوان کو رشوت کے وعدے پر زہر دینے کے لیے راضی کیا۔ وہ بھی اُسے خبر لگ گئی۔ اور اُس نے اپنا بندوبست کر لیا۔ جب اس طرح اسدخان قابو میں نہ آیا۔ تو یوسف ترک کی درخواست سے اُسے میر جھکی سے علیحدہ کیا۔ اور بنگلان کے قریب جاگیر دیدی کہ وہاں ہر کسی موقع پر اسدخان کو گرفتار کر لے لیکن اسدخان تو اب ہوشیار ہو گیا تھا۔ وہ کب قابو میں آنے والا تھا۔ ایک روز اسدخان بنگلویں سے چھ کوس پر ایک باغ کی سیر کے واسطے تن تنہا سوار ہوا۔ اور اپنے ایک معتبر جاشی سردار سے کہہ گیا کہ چار سو آدمی لیکر پیچھے سے آئے۔ اور ہوشیاری کے ساتھ نہایت تیزی سے وہاں پہنچ گیا۔ یہ خبر جاسوسوں نے یوسف کو بھی پہنچا دی۔ وہ دو ہزار سوار سے اسدخان کی گرفتاری کے لیے دوڑا۔ اور باغ مذکور کے قریب اسدخان پر حملہ کیا۔ چونکہ وہ ایک اچھے موقع پر تھا۔ اور یوسف کی اسید کے خلاف اُس کے پاس سپاہی بھی بقدر حراست کافی تھے۔ فریقین میں کٹھ بکٹہ خوب لڑائی ہوئی۔ اور آخر یوسف مایوس ہو کر پسپا ہو گیا۔ جب ابراہیم کو یہ خبر پہنچی۔ تو وہ بڑے سوچ میں ہوا۔ اسنے اپنے ایک زبردست امیر کی بددلی سے نہایت اندیشہ کیا۔ اب چاہا کہ اُسے کی سطح راضی کرے۔ اس لیے یوسف کو گرفتار کیا۔ اور اسدخان کے پاس بھیج دیا کہ اس نے میری مرضی کے خلاف آپ سے بدسلوکی کی۔ جو مناسب ہو

سزا دیدیجئے۔ مگر اس خطا کو حقیقت حال کل معدوم تھی۔ اُس نے یوسف کو خلعت دیا۔ اور بادشاہ سے کھلا بھیجا۔ کہ وہ خطا اُس کی نہ تھی۔ بلکہ میری ہی غفلت کا نتیجہ تھا۔

۲۵۵۔ شاہ طاہر کا سلطان قلی کے پاس قلعہ میدک کی کنجی لانا اور سلطان قلی کا برہان کی مدد کرنا۔

چونکہ گوندبیر کے محاصرہ کے وقت ابراہیم نے سلطان قلی کے ملک میں کچھ فوج لوٹ مار کے لیے بھیجی تھی۔ اور امیر برید کو بھی اشتعالک دی تھی۔ اس لیے اس وقت جب ابراہیم خاگی جھگڑون اور برہان شاہ کے حملوں سے پریشان ہو رہا تھا سلطان قلی نے اُس سے انتقام کا ارادہ کیا۔ اور تیکر کی قسیر کے ارادے سے روانہ ہوا۔ اور پرگنہ ماوگی و کورول و کانہی کو لے لیا۔ یہ پرگنات پہلے سلطان قلی کے ہی تھے مگر اسماعیل عادل شاہ نے اُس سے اُس وقت چھین لیے تھے۔ جب سلطان قلی رام چندر اور شتاب خان سے لڑ رہا تھا۔ غرض سلطان قلی نے تیکر کا محاصرہ کیا۔ گوا براہیم کو اتنی ہمت نہ ملی۔ کہ سلطان قلی کو دفع کرے اور اُس سے انتقام لے۔ مگر قلعہ والوں نے خوب مقابلہ کیا۔ جس زمانے میں سلطان قلی تیکر کا محاصرہ کر رہا تھا اُس نے امیر برید سے کھلا بھیجا۔ کہ میں تیکر کی فتح کے بعد تم سے بھی بدلا لو لگتا۔ ورنہ قلعہ میدک اور کولاس مجھے دیدو۔ اس پر امیر برید نے ابراہیم کو مکر و سمجھکرا سکا ساتھ چھوڑا۔ اور اپنے مذہب تسنن کا بھی کچھ خیال نہ کیا۔ برہان شاہ کو قوی جان کر اُس سے امداد چاہی۔

اس وقت تک سلطان قلی اور برہان شاہ مین صفائی نہ تھی۔ مگر برہان شاہ اب شیعہ ہو گیا تھا۔ اور اُس کو ابراہیم کے مقابلہ میں ضرورت بھی تھی وہ چاہتا تھا کہ سلطان قلی سے دوستی پیدا کر لے۔ اس لیے اُس نے اپنے پیر و مرشد شاہ طاہر کو امیر برید کے پاس بھیجا جس نے اُس کو تمام پہلو سوچھا سوچھا کر اس بات پر راضی کر لیا۔ کہ وہ قلعہ میدک سلطان قلی کو دیدے۔ چونکہ امیر برید کو ابراہیم سے امداد کی کیس طرح توقع نہ تھی اور نہ وہ سلطان قلی کے دفع پر قادر تھا اس لیے شاہ طاہر کے کہنے کو اُس نے مجبوراً تسلیم کر لیا اور قلعہ کی کنجی اُس کے ہاتھ میں دیدی۔ اب شاہ طاہر کو لکٹھڑا آیا۔ تاکہ سلطان قلی اور برہان شاہ مین اتحاد

پیدا کر دے۔ سلطان قلی تو وہاں نہ تھا۔ مگر اُس کے حکم سے شاہ طاہر کی یہاں بڑی خاطر داری کی گئی۔ چونکہ برسات کا موسم سر تڑا گیا تھا۔ اس واسطے سلطان قلی نے اُنکر کے محاصرہ کو چھوڑ دیا۔ اور گوگندہ چلا آیا۔ شاہ طاہر نے امیر برید کی طرف سے قلعہ میدک کی کنجی جوالہ کی اور برہان شاہ کا بھی دوستانہ پیغام پہنچا کر ابراہیم کے مقابلہ میں مدد چاہی۔ چونکہ سلطان قلی کو اُس سے پہلے ہی بیخ ہوا تھا۔ اور ایک ہم مذہب بادشاہ نے دوستانہ پیغام اور قلعہ میدک کی کنجی بھیجی تھی۔ کب ہو سکتا تھا کہ سلطان قلی برہان کی امداد سے پہلو تہی کرتا۔ اُس نے پانچ ہزار سوار اُس کی امداد کے لیے روانہ کیے مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ فوج منزل مقصود تک نہیں پہنچی۔ یہ واقعہ ۹۴۹ھ کا ہے۔

۹۴۹ھ

۲۵۶- برہان کا اسدخان کی بنیاد کی بنا پر ابراہیم چرسہ۔ اسدخان میں بہم کشیدگی ہو رہی ہے تو اُس نے اپنے دربار میں کئی مرتبہ بیان کیا کہ اسدخان کی نشا ہے کہ علاقہ بلگوان وہ ہم کو دیدے اسی غرض سے اس نے مجھے بلایا ہے۔ امیر برید کے اتفاق سے بیجا پور روانہ ہوا۔ چونکہ ابراہیم کو پہلے ہی شک تھا کہ اسدخان کا بناوت کا ارادہ ہے۔ اب اس خبر کے پہنچنے سے اُس کو یقین ہو گیا۔ اور ایسا بڑا کھٹکا ہوا کہ برہان شاہ کے مقابلہ کے لیے وہ بیجا پور سے باہر نہ نکلا۔ برہان شاہ نے آتے ہی شولا پور کے ساڑھے پانچ پلہ پر قبضہ کر لیا۔ اور خواجہ جمان کو سپرد کر دیے۔ پھر بلگوان کی طرف روانہ ہوا اور علاقہ مرج کہہ برہان و ماس میں خوب لوٹ مار چائی اور جلا بھونک کر ملک کو خاک سیاہ کر دیا۔ چونکہ اسدخان اس سمت سے کہ وہ برہان شاہ کا دوست ہو گیا ہے۔ بلگوان میں ٹھہرا ہوا تھا اور ابراہیم کے پاس نہیں آ سکتا تھا۔ جب برہان شاہ نے اُدھر کا رخ کیا تو مجبوراً اپنی چھ ہزار فوج سے وہ اُس سے آگیا۔ اب برہان نے بیجا پور کی طرف مراجعت کی ابراہیم نے وہاں کا خوب بندوبست کیا۔ اور متبر آدمیوں کے سپرد کر کے برہان کے خوف سے خود گھر گئے چلا گیا۔ پہلے تو برہان نے بیجا پور کا محاصرہ کیا۔ مگر جب دیکھا کہ اُس کا فتح ہونا

محال ہے۔ تو گلبرگہ کو ابراہیم کے تعاقب میں روانہ ہوا۔

۲۵۷ - ابراہیم کا دریا عمار شاہ
کی مدد اور اسد خان کی واپسی
سے برہان پرست پاتا۔

اسد خان درحقیقت سلطنت عادل شاہیہ کا دشمن نہ تھا۔ برہان شاہ سے وہ صرف بہ مقتضائے وقت مل گیا تھا جب اس نے دیکھا کہ یہ سلطنت اب تمام ہوئی جاتی ہے۔ اس نے دریا عمار والی براہ کو لکھا کہ آپ براہ مہربانی ابراہیم عادل شاہ کی مدد کو آئے۔ جب آپ یہاں آئینگے۔ تو میں بھی آپ کی وساطت سے رفع شکوک کر کے ابراہیم کے پاس چلاؤں گا۔ ابراہیم بھی جب گلبرگہ پہنچا۔ اور نہایت مضطرب ہوا۔ تو اس نے دریا عمار شاہ کو خط لکھا۔ اور لکھا مانگی۔ دریا عمار شاہ بھی سنی تھا۔ اور ابراہیم کا رشتہ دار بھی تھا۔ وہ سننے ہی فوراً گلبرگہ روانہ ہوا۔ اسد خان لاری نے بھی گلبرگہ کے راستے میں برہان شاہ کی رفاقت چھوڑ دی اور دریا عمار شاہ کے پاس جا کر یوسف ترک شحمہ دیوان کی عدالت اور اپنی سچی وفاداری اور خیر خواہی کا سارا حال بیان کیا۔ اور کہا کہ میں برہان شاہ سے صرف مصلحت مل گیا تھا۔ اگر اس وقت زمانہ سازی نہ کرتا تو اپنے اقطار کی محافظت دشوار تھی۔ اس پر بغیر اس کے کہ دریا عمار شاہ ابراہیم سے پہلے کچھ گفتگو کرے اسد خان کو لیکر اس کے پاس چلا گیا۔ چونکہ ابراہیم پر یہ بڑا نازک وقت تھا۔ سو اس کے اسد خان کی وفاداری میں شک کرتے کی ایسی حالت میں کوئی وجہ نہ تھی۔ اس نے اسد خان کو گلے لگایا۔ اور اس کے منصب پر بھر بھال کر دیا۔ بلکہ پہلے سے بھی کچھ زیادہ عنایت کی۔ اب ترقیہ کی طاقت کا رخ پلٹ گیا۔ ابراہیم نے باعانت دریا عمار شاہ برہان شاہ پر حملہ کیا۔ برہان شاہ اور امیر برید بیگ کی طرف بھاگے۔ ابراہیم نے تعاقب کیا۔ اس لیے ان کے بیرومان بھی نہ سمجھے۔ دولت آباد بالا لکھات میں جا کر پناہ لی۔ ابراہیم اور دریا عمار شاہ نے ملک کو خوب لوٹا کھسٹا۔ اور قتل و غارت کا کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ آخر شاہ ناصر و دونوں میں بیچ بچاؤ کر نیکی لے آمادہ ہوئے۔ اور برہان کی طرف سے صلح کے پیغام سلام لائے گئے۔ برہان نے بڑی

ذلت کے ساتھ شولاپور کے ساڑھے پانچ پٹہ واپس کیے۔ اور اقرار کیا کہ آئندہ تیرے مقابلہ میں کبھی تلوار نہ اٹھاؤں گا۔

۲۵۸- امیر برید کی وفات

امیر برید اس وقت دولت آباد میں بیمار ہو کر مر گیا۔ اس کا بھائی خان جہان بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہ اس کے جنازہ کو سید کر لایا اور قاسم برید کے حقیقہ دین اسے دفن کیا۔ اس نے چالیس برس سلطنت کی گو اسے اپنے ملک میں شاہی اختیارات حاصل تھے۔ مگر اس نے اپنے لیے ہمنی بادشاہ کا وزیر بنائے رکھا۔ اور نہ محمود شاہ کی زندگی میں اور نہ اس کے مرنے کے بعد کوئی شاہی خطاب لیا۔ اگرچہ وہ بڑا بہادر تھا۔ اڑائیوں میں اس نے بارہا ذاتی شجاعت دکھائی۔ مگر عیاش اور غافل بڑا تھا۔ معاملات ملکی کے تو بوجھ نہیں آتے تھے۔ اسی کوتاہ اندیشی سے اپنے باپ کی سلطنت کا ایک حصہ کھو دیا تھا۔ نسی ہوئی وجہ سے اسے شیعہ بادشاہوں نے نقصان پہنچایا۔ اسکی نسبت ایک حکایت لکھی ہے جس سے اسکی حماقت ظاہر ہوتی ہے اور کچھ ہنسی بھی آتی ہے۔ ایک مرتبہ شب کی وقت موسم زمستان میں بمقام کٹھمان باغ میں بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا۔ بستی کے قریب گیدڑا کر بولنے لگے جب انہوں نے بہت شو بچایا۔ تو اس نے بوجھا کہ یہ آج اس قدر کیون چلا تے ہیں۔ کسی ہم نشین نے دل لگی سے کہا کہ ان کو جالڑ لگتا ہے۔ اسوا سٹے فریادی آئے ہیں۔ امیر برید نے علی الصباح حکم دیا کہ تین ہزار لحاف تیار کیے جائیں اور جنگل اور باغوں میں ڈال دیے جائیں۔ تاکہ وہ رات کو اگر ان میں لیٹ کر آرام سے سو رہا کریں۔ عہد برین عقل و دانش بیاہر گریست۔

۲۵۹- جمشید خان کا اپنے سلطان قلی کا سب سے بڑا بیٹا حیدر خان تو مرنے چکا تھا۔ اب جمشید خان دوسرا

بیٹا سب سے بڑا تھا۔ مگر سلطان قلی چاہتا تھا کہ اسکا اور ایک چھوٹا بیٹا

شاہزادہ قطب الدین اس کے بعد تخت نشین ہو۔ اس وجہ سے جمشید خان اور قطب الدین میں عداوت ہو گئی تھی۔ جب سلطان قلی کو معلوم ہوا۔ تو اس نے جمشید خان کو قلعہ میں قید کر دیا۔ مگر یہ قید

برائے نام تھی مجبشیدخان باجاذت قید خانہ سے باہر جایا آیا کرتا تھا۔ لیکن باوجود اسکے اپنی حق تلفی سے باپ اور بھائی کا دشمن ہو گیا تھا۔ سوا کے اس کے سلطان قلی بہت بوڑھا بھی ہو گیا تھا۔ نوے برس کی عمر تھی۔ مرنے لگا تھا۔ جو بیٹوں کو تخت نصیب ہو مجبشیدخان تخت کی آرزو میں خود بوڑھا ہو گیا تھا۔ وہ باپ کی موت کو خدا سے چاہتا تھا۔ جب اس کا مقصد برنمایا۔ تو اس نے ایک شخص میر محمود بہلانی قلو دیا گو لکنڈہ محمد نگر کوگا منتھا۔ اس قلعہ دار پر سلطان قلی کا بڑا اعتبار تھا جب کہین باہر جاتا تھا تو اس درالسلطنت میں اپنا تاقیم مقام کر جاتا تھا۔ اس تک حرام نے حقوق نمک خواری کو بلا لے طاق رکھا۔ اور اس بوڑھے بادشاہ کے قتل کی فکر میں ہوا۔ سلطان قلی نے ایک جامع مسجد قلعہ میں بنوائی تھی۔ اس کا نام مسجد صفارکھا تھا۔ چونکہ اسے خیال تھا۔ لوگوں نے بادشاہ یون اور سردار یون کو بارہا نماز میں مارا ہی سوا کے اس کے اُسکے چہرہ پر زخم تھا جس سے وہ اپنا منہ شرم سے لوگوں کو دکھانا بھی کم پسند کرتا تھا۔ اس لیے اس نے مسجد کا دروازہ بازو کی طرف کھلوانا چاہا۔ کہ وہاں سے نکل کر آئے اور بعد نماز حرم میں چلا جایا کرے۔ چنانچہ میر محمود جو آخری پنجشنبہ جمادی الاول ۹۵۷ھ کا تھا معمار آئے اور بادشاہ کام بتا کر چلنے کے لیے اٹھا۔ اس کے پاس ایک رومال تبرکات رکھتا تھا جس پر حضرت آئمہ اثناعشر کے اسمائے گرامی لکھے ہوئے تھے ایک ایک وہ ہاتھ چھوٹ پڑا جسکو آٹے بد شکونی سمجھا اور سردار یون کو کام شروع کرنے سے روک دیا۔ اس کو اس بات کا ایسا سناج ہوا۔ کہ وہ سر روز جمعہ کی نماز کو خود نہ آیا۔ بلکہ جیدخان کو اپنے نایب کے طور پر شاہزادہ قطب الدین کی ہمراہ مسجد بھیج دیا۔ اسی پنج میں ہی تھا کہ وہ دشمنیہ کو عھر کے وقت تنہا مسجد میں آیا۔ اور نماز میں مشغول ہو گیا۔ میر محمود کو یہ موقع خوب ملا۔ آخر عین نماز میں سلطان قلی کو تلو اس کو مارا غالباً وہ پہلے ہی زخم میں اپنا انتقام لینے کے قابل ہو گیا ہوگا۔ مگر محمود نے اس کا کام تمام کر کے لیے تیس زخم متواتر لگائے۔ اور وہیں ٹھنڈا کر دیا۔ علاوہ شایع اور سادات نے لنگر فیض اثر میں جو سلطان قلی کا بنایا ہوا تھا۔ اسے مدفون کیا میر محمود قتل کرتے ہی قید خانہ میں پہنچا۔ اور مجبشیدخان کو خوشخبری سنائی اور قید سے رہا کیا۔ شاہزادہ قطب الدین کو گرفتار کر کے اسکی آنکھوں میں زہل کی سلائی پھیر دی۔ جو

چند روز کے بعد اپنی موت سے مر گیا۔

۲۶۰ - شاہ طاہر کا گولکنڈہ کو آنا چونکہ جمشید قلی سلطان قلی کا فرزند کبر تھا اس لیے باپ کے بعد بیعت نشینی ہوا گو امر اسکی سلطنت سیرامی نہ تھے اور اسکی بد مزاجی کو سب جانتے تھے۔ مگر اسوقت طوعاً و کرہاً سب نواہت قبول کر لی۔ اور اُس نے بھی حتی الامکان ہر ایک کو راضی کر لینی کوشش کی۔ باپ کی طرح مذہب شاعشری کی بیروج پر توجہ کی، بلکہ کچھ اُس سے دو چار قدم اور بھی آگے بڑھ گیا۔ برہان شاہ کو چونکہ ابراہیم سے انتقام لینا تھا اس نے جمشید کو گناہ تھنے کے لیے فوراً شاہ طاہر کو سلطان قلی کی تعزیت اور جمشید کی تخت نشینی کی تہنیت کے لیے روانہ کیا۔ جمشید بھی مچھلی کے شکار کے بہانہ سے گولکنڈہ سے ۱۶- کوں تنگ گیا۔ اور بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ شاہ طاہر کو اپنے خاص سنگاسن میں سوار کر کے لایا۔ اور اُس سے اپنے دستور کے موافق مریدی پیری کا رشتہ پیدا کیا۔ اول تو شاہ طاہر نے وہ مراسم جو ایسے موقع پر تعزیت و تہنیت کی ہوتے ہیں ادا کیے۔ بعد ازاں جو اصلی مطلب تھا اُس کا تذکرہ کیا۔ اور جمشید قلی سے برہان شاہ کے ساتھ دوستی اور اتحاد رکھنے کا عہد و پیمان کر کے بہت جلد میان سے واپس چلا گیا۔

۲۶۱ - علی برید کا شاہزادہ اگرچہ جمشید کی تخت نشینی کے وقت قطب الدین جو لی عہد تھا اندھا کر دیا گیا تھا۔ مگر سلطان قلی کے اور بھی تین بیٹے تھے۔ شاہزادہ عبدالکریم جو باپ کے زمانہ حیات میں ہی بیجا پور کی طرف بھاگ گیا تھا اور مختلف فسادات میں سے جو اسکی ذات سے پیدا ہوئے تھے۔ ایک جھگڑے میں مارا جا چکا تھا شاہزادہ دولت قلی بھنگمر میں اور ابراہیم قلی جو شوال ۹۳۶ھ میں پیدا ہوا تھا۔ دیو گنڈہ کے قلعے میں تھے۔ دولت قلی تو کچھ دیوانہ تھا سلطنت کے قابل نہ تھا۔ اسے تو کسی نے کچھ نہ چھیڑا۔ مگر ابراہیم قلی کا جمشید کو خوف تھا۔ اس لیے اُس نے ابراہیم قلی کو گولکنڈہ بلایا۔ شاہزادہ نے سنتے ہی پہلے اپنے رفقا سے مشورہ کیا۔ اور ان کی رائے سے اپنے رفقا جمشید خان و سید جی و دلاور خان کی اعانت سے نکل کر بید چلتا بنا۔ اسوقت علی برید اسیہ برید کا بیٹا

وہاں حاکم سید۔ باپ کے کچھ حوصلہ میں بڑھا ہوا تھا اس نے شاہزادہ ابراہیم کی بڑی خاطر داری کی۔ اور بہت جلد اپنی سپاہ آراستہ کر کے اس کی امداد کی اور اسے تخت نشین کرانے کے لیے مستعد ہوا۔ یہاں ابھی تک جرشید کا کام کچھ نہ بنا تھا لوگ اس کو باپ کا قاتل سمجھ کر وارث سلطنت نہیں سمجھتے تھے۔ اور اس کی بیڑا جی اور تہذیب سے نا راض تھے اس سبب سے جب علی برید فوج لیکر آیا۔ تو جرشید کی طرف کسی نے ہاتھ پیر نہیں بلائے۔ اور اسے قلعہ کو لگنڈہ میں محصور ہونا پڑا۔

۲۶۲۔ برہان کے حملہ کے باعث شاہ ظاہر جانتا تھا۔ کہ علی برید ہی ہے۔ اور جرشید قلعہ میں شیعہ پیرا علی برید کی اعانت سے علی برید کا بیجا پور کو بھاگنا۔

کو سمجھا یا کہ اگر ایسا ہو گیا تو ایک رفیق سلطنت مخالف ہو جائیگی بہتر ہے کہ ایسے دقت میں جرشید کی مدد کر کے اسے بادشاہ کر دیجیے کہ وہ ہمیشہ آپ کا طرفدار رہیگا۔ برہان کی سمجھ میں آگیا۔ اس نے فوراً علی برید کے ملک پر کوچ کیا۔ اور قلعہ کو بیر کو محاصرہ کر کے لے لیا۔ علی برید اور اس کا چچا خان جہاں یہ نگر بڑی گھبراہٹ ہو گئے اور کو لگنڈہ کا محاصرہ چھوڑ کر لوٹے۔ مگر جب دیکھا کہ برہان کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا تو وہ مجبورے اپنا ملک بچانیکے جان بچا کر پور بھاگ گئے جرشید محاصرہ سے نکل کر ہر ملک کا مالک ہو گیا۔ اور برہان کا نہایت مشکور ہوا۔ بلکہ سرحد پر اس کی ملاقات کو بھی گیا۔ برہان نے اپنے تمام شہزادی اور امرا استقبال کو بھیجے۔ اور نہایت تعظیم و تکریم کی۔ اور چاہا کہ جرشید کو بھلا دے اور شاہزادہ کی خصوصیات میں تھا اسے غیبت کری مگر جرشید نے باہمی مساوات کی وجہ سے برہان سے خطاب لینا منظور نہ کیا۔ بلکہ کچھ ایسا جواب دیدیا۔ کہ جس سے وہ ناراض بھی نہ ہوا۔

۲۶۳۔ شاہزادہ ابراہیم قلعہ کا بیجا پور لے کر جانا راستہ میں سید کے قریب علی برید نے اس وقت ایک بڑی بڑائی کی۔ شاہزادہ ابراہیم قلعہ کو جو اسکے پاس استداد کے لیے آیا تھا بے فوج دیکھ کر لوٹ لیا چالیس ہاتھی اور ساٹھ ہزار ہون اور بہت سے گھوڑے جو اسکے ساتھ تھے چھین لیے۔ اس لیے شاہزادہ ابراہیم قلعہ میں ابراہیم عادل شاہ کے پاس بیجا پور کو جانا پسند نہ کیا وہ بیجا پور کو چلا۔ سید جی سلطنت و بخان حمید خان حبشی کا نا جی برہمن وغیرہ چند آدمی اسکے ساتھ تھے جب دیر پا کشتا کے کنارے پہنچے۔ تو ایک ڈاکوؤں کے سردار رائن مانا نے انہیں گھیر لیا۔ اور جرشید قلعہ کو اطلاع دی۔ جرشید فوج لے کر وہ گھوڑے

اور ایک ہاتی معہ پانچ ہونہار نائن مانا کے لیے روانہ کیے اور اس ہوشیار زادہ ابراہیم قلی کے گرفتار کرنے پر
 بڑے چڑے وعدے کیے۔ شاہزادہ کو بڑی تشویش ہوئی مگر دریا بیچ میں تھا۔ ڈاکو اس پانچویں اس لیے بغیر
 اس کے کہ شاہزادہ پارا ترے وہ کپڑا بھی نہ سکتے تھے۔ شاہزادہ اسی پار پڑا رہا۔ اور چپکے سے بیجا نگر کو
 راج کے پاس آؤی بھیجا۔ اور اپنے حال سے اطلاع دیکر اس سے مدد چاہی۔ راج پراس کے ابتدائی زمانہ
 میں سلطان قلی نے بڑی مہربانی کی تھی اور میٹ سدرتی کا علاقہ اپنی طرف سے مولا تھا جب تین برس کو بعد راج کے
 وہ علاقہ عادل شاہ نے چھین لیا۔ تو وہ سلطان قلی کو پاس استدعا کے لیے آیا تھا گو سلطان قلی نے عادل شاہ سے
 اس کے لیے لڑائی مول نہ لی مگر اسکی ایسی خطواری کی کہ وہ میدان سے خوش دل ہو کر بیجا نگر چلا گیا۔ اسکو وہ احسان یا
 تھا۔ یا تو اس سے کیا اسوجہ کی کہ شاہزادہ ابراہیم سے کئی وقت کچھ فائدہ ہوگا راج نے اسکی مدد کرنا مناسب سمجھا۔ اور
 نائن مانا کو لکھا کہ شاہزادہ سے کچھ مزاحمت نہ کرے اور بیجا نگر آنے دی۔ اسلئے نائن مانا ہٹ کر چلا گیا۔ اور شاہزادہ ابراہیم
 بے تکلف روانہ بیجا نگر ہوا۔ راج کو اپنا راجا اور بیٹوں کو استقبال کر لیے بھیجا۔ اور نایت خطواری کی۔ اور بیجا نگر رومی۔

۲۶۳۔ برہان شاہ حبشیہ شاہ
 راج کا ابراہیم چسلہ
 اور اسکی بہن اور علاء الدین علاء الملک کی بیٹی سماء البعبی بیٹی نکاح کیا۔ مگر نہ معلوم کسی بات
 ان دونوں بادشاہوں میں عداوت ہو گئی۔ اسلئے سواٹو علی برید کے ابراہیم کا کوئی طرفدار نہ رہا۔ اب برہان شاہ نے
 علاء الدین کو اور نیز حبشہ قلی کو ابراہیم عادل شاہ کو حملے میں شریک ہو نیکو بلایا۔ اور تینوں اکٹھے ہو کر شوالا پور پر چڑھ
 مگر ابراہیم نے اسوقت جری تیزی کی۔ اور پرینڈہ کو جا گھیرا۔ برہان نظام شاہ اور حبشہ قطب شاہ اور دریا عدا شاہ یہ
 مسکر پرینڈہ کی طرف پھرے ابراہیم اور علی برید نے پرینڈہ کے محاصرہ کو چھوڑ کر دشمنوں کے مقابل میں صف آرائی کی
 موضع خاص پوری میں فریقین کی خوب لڑائی ہوئی۔ اور ایک عرصہ تک غالب و مغلوب کوئی معلوم نہیں ہوا۔
 مگر حبشہ قلی نے اسوقت بڑی جوانمردی کی دو ہزار فوج لیکر بیچ میں گھس گیا۔ اور ابراہیم کی فوج کو زک دی۔ ابراہیم
 عادل شاہ اثناء سلطنت کو چھوڑ کر بھاگا۔ علی برید نے بید رکھا راستہ لیا۔ مگر حبشہ نے اس کا سخت تعاقب کیا۔

اور اگر اس سے انانہ شاہی جمین لیا۔ علی برید کے بہت آدمی مارے گئے۔ بعد ازاں جمشید اپنی دارالسلطنت کو
 چلا گیا۔ چونکہ برہان کے نصف جمشید و دریا عا و شاہ ہی دوست نہ تھے بلکہ راج بھی اس کا طفا رہا ہو گیا تھا۔
 اس لیے برہان نے خواجہ جهان حاکم پرندہ کو ساتھ لیکر شولا پور پر پھر حکم کیا۔ اول ملک کو خوب تباہ و ویران کر دیا۔
 ابراہیم عادل شاہ کی فوج کو کئی دفعہ شکست دی۔ اور ہر سے جمشید نے فوج لیکر چڑھائی کی علاقہ کانہی میں ایک
 قلعہ بنایا۔ اور قلعہ اٹیکر کا محاصرہ کر لیا۔ راج نے بھی اپنے بھائی وینکٹا دے کو بڑی زبردست فوج کے ساتھ
 راج پور پر بھیجا۔ اب ابراہیم کی عقل کے طوطے اڑ گئے۔ اور چاروں طرف فتنوں کی آگ بھڑکتی دیکھ کر سد خان
 کو بلکین سے بلایا۔ اور مشورہ لیا کہ کیا کرنا چاہیے۔ اس نے کہا کہ ہمارا اصلی دشمن برہان شاہ ہے۔
 باقی اس کے ساتھی ہیں اگر اس کا بند و بست ہو گیا۔ تو اور لوگ جلد راضی ہو جائیں گے۔ غرض کہ جب اس نے
 ابراہیم کو سب نیچ اور بتادی تو اس نے اسے دشمن کی اسے کو پسند کیا۔ اور پھر اس طرح عمل درآمد ہوا کہ شولا پور کے
 ساڑھے پانچ ٹپہ برہان نظام شاہ کو دیدے۔ جب برہان شاہ کا مقصد پورا ہو گیا۔ تو اس نے ابراہیم
 سے صلح کر لی اور جمشید کو پوچھا بھی نہیں۔ ابراہیم نے جمشید سے صلح کے کچھ پیغام سلام میں کیے۔ اس لیے جمشید
 گھبرایا۔ اور برہان سے کہا کہ میں نے تو ابراہیم سے فقط آپ کی خاطر لڑائی مول لی ہے۔ اور آپ مجھ سے
 بلا اطلاع ابراہیم سے صلح کرتے ہیں۔ یہ بالکل بیجا ہے برہان نے کہا کہ اس وقت بضرورت میں نے
 اس صلح کو قبول کر لیا ہے۔ آپ قلعہ کانہی کی محافظت کیجیے۔ موسم برسات کے بعد آئندہ میں پھر آؤں گا۔
 اور ابراہیم کے ملک کو فتح کر دوں گا۔ اس وقت دریاے جھینڑہ کے پاس گلبرگہ ایگر ساغر آپ کا اور اس پار
 شولا پور تلہ گ و غیرہ میسر رہیگا۔ یہ لکھ کر برہان شاہ احمد نگر چلا گیا۔ جب ابراہیم کو وہاں سے فرصت ملی تو اس نے
 پھر راج کو ایک نہایت عجز و انکسار کے ساتھ خط لکھا۔ اور اسکو ہدایاے نفیسہ اور تحائف غریبہ جرب زبان
 اٹیچینوں کے ساتھ روانہ کیے۔ چونکہ راج ابھی اپنے ہی ملک کو باغیوں اور مرتکبون سے بالکل صاف
 و پاک نہ کرنے پایا تھا وہ اس خوشامدی خط سے راضی ہو گیا۔ اور خوشی خوشی بیگانہ کو چلا گیا۔ آخر ابراہیم

امرا اوس سے خوش نہیں ہیں۔ ایسی حالت میں لڑنے سے خود اسی کو نقصان پہونچے گا اور بڑائی ہوگی اور ناک کٹ جائے گی۔ مگر یہاں نقل کی ہل ہو گئی۔ اگر یہ رمل وغیرہ کی پیشین گوئی بالکل جھوٹ بات ہوتی ہے۔ مگر اس پیرایہ میں غافلوں کو ایک موقع ملا کرتا ہے۔ کہ وہ ان نادان احمق بازو تلامذہ کو عمدہ عمدہ نصیحتیں کروا کر تے ہیں۔ یہ واقعہ آخر سن ۹۵۵ھ کا ہے۔

۹۵۱ھ میں رام راج کی تحریک سے برہان نظام شاہ نے ابراہیم چڑھائی کی اور بیکہ گڑھ کا آکر محاصرہ کر لیا۔ ابراہیم بھی اوسکے دغیہ کو آیا۔ مگر برسات کا موسم تھا۔ اور گھاتوں پر برہان کی فوج نے قبضہ کر لیا تھا۔ وہ دریا سے بہنورہ سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اور آخر برسات تک وہیں دریا کے کنارے پر پڑا رہا لیکن جب برسات اخیر ہوئی اور پانی دریا میں کم ہو گیا۔ تو زور مار کر دریا کو عبور کیا قصبہ اور جان میں دونوں دشمن آمنے سامنے ہوئے۔ اول تو برہان کے دونوں بازوؤں سے ایسے حملے ہوئے۔ کہ ابراہیم کے دونوں بازو شکست کھا کر بھاگ گئے۔ لیکن جب برہان کے آدمی فتح کو دیکھ کر ٹوٹ میں پڑ گئے۔ تو ابراہیم جارجہ آرمیوں سے ایک مخفی مقام سے شیر کی طرح نکلا۔ اور برہان کو سخت شکست دی۔ اور اُسکے ہاتھی گھوڑے سب چھین لیے۔ اسی وقت علی برید نے آٹھ ہزار سوار سے جمشید قلی پر حملہ کیا۔ تاکہ وہ برہان کی مدد کو نہ آئے۔ اور گو لکنڈہ کے قریب چلا کر تک پہونچ گیا۔ مگر یہاں جمشید نے دیکھا۔ کہ ابراہیم ادوہر گھرا ہوا ہے علی برید کی مدد وہاں سے آنا محال ہے۔ اسلئے گو لکنڈہ کا اچھا بندوبست کر کے تین سو سوار سے اس نے سیدھا بیدر پر کوچ کیا۔ اور نہایت پھرتی سے بیدر کے قریب حوض کٹھان تک پہونچ گیا اور ملک کو غارت کرنا شروع کر دیا۔ اہل قلعے نے قلعہ بیدر کے دروازے بند کر دیئے اور علی برید کو خبر بھیجی۔ اس پر علی برید بیدر کو واپس چلا۔ موضع بیلچہ و کلچور کے مابین فریقین کا مقابلہ ہوا۔ جمشید قلی کو ملکہ رہا۔ اور فریقین اڑائی کے بعد اپنے اپنے گھروں کو فرست ہوئے۔

۲۶۷ جمشید کا علی برید پر حملہ

اور قلعے کو لاس بنانا۔

اب برید نے جمشید پر پھر حملے کی تیاری کی جمشید بھی فائل نہ تھا
 اوس نے دیکھا کہ علی برید کا اگر کامل بندوبست نہ کیا گیا اور سستی
 کی تو اس کی قوت بڑھ جا سکے گی۔ اس لیے قبل اس سے کہ علی برید جمشید پر حملہ کرے اوس نے خود
 علی برید پر حملہ کیا۔ جمشید کا ایک ہندو سردار جگدیو راؤ ناگواڑی تھا جب کہ لاس کے پاس پہنچے
 تو اوس نے قبل از جنگ یہ رائے دی کہ کو لاس کی پہاڑی پر اگر قلعہ بنایا جائے تو یہاں پر فوج کو حملے
 کے لیے پناہ گیری کا اچھا موقع ہے۔ دشمن کا ملک یہاں سے قریب ہے۔ جب چاہیں یہاں سے
 اوس پر حملہ کر سکتے ہیں۔ اس سے جمشید بہت خوش ہوا۔ اور اوس کو اس کام پر مقرر کیا۔ اور دو ایک
 سردار اور جو اس کام پر مقرر کیے وہ اوس کے ماتحت رہے۔ اب علی برید بھی بیدار سے آہن بچاؤ طریقہ
 کے لشکر ناریں کھینچ رہا تھا۔ حسن آباد کے میدان میں آپڑے لڑائی شروع ہوئی۔ ایک عرصے تک لڑائی
 رہا لی۔ دونوں طرف سے کچھ کچھ آدمی روز مارے جاتے تھے۔ مگر کچھ فیصلہ نہیں ہوتا تھا اس میں
 معلوم نہیں کہ کیا سبب ہوا۔ بیش عین الملک کنگانی ایک سُنی سردار جو غالباً میان محمد سابق
 جاگیر دار بلگرام کا بیٹا تھا۔ اور اسماعیل کے زمانے کے شیعہ گروہ میں جھاک کر امیر برید کے پاس
 چلا آیا تھا علی برید سے ناراض ہو گیا۔ اور جمشید کے پاس چلا آیا۔ چونکہ یہ ایک حلیس القدر سردار
 تھا۔ اس سے جمشید کو بڑی تقویت ہوئی۔ اس لیے اُس نے اس کی کمال خاطر داری کی۔ بلکہ جس وقت جگدیو راؤ
 نے اطلاع دی کہ قلعہ طیار ہو گیا اور جمشید قتل ہو سکے دیکھنے کو چلا تو لشکر میں اپنے بھائی
 عین الملک کو سردار کر گیا۔ جب علی برید کو یہ خبر لگی۔ تو اوس نے جھاک کر لیا۔ اور بشیر پر چب چاڑ
 قدم بڑھایا۔ یہ حضرت ایک اونچے پشتے پر بیٹھے ہوئے شراب پی رہے تھے اس بات کی مطلق
 خبر نہ تھی کہ ہماری موت تیزی سے چلی آ رہی ہے۔ نذیریوں نے منع بھی کیا کہ یہ موقع شراب نوشی
 کا نہیں ہے۔ دشمن قریب سے گھلا ہوا میدان ہے۔ مگر اوس نے ایک نہ جی۔ میان تک کہ علی برید

کے آدمی آگئے۔ اور انہوں نے گھیر کر اوسے ہراہون سمیت ماڑوالا جب جمشید قلی کو اطلاع ہوئی تو اگرچہ اوس نے انتقام لینا چاہا۔ مگر جب دیکھا کہ علی برید نے اپنا کام کر کے بیدار جاکر پناہ لی تو اوس نے کو لاس ناراین کھیرہ اور حسن آباد قبضہ کر لیا۔ اور قلعہ جگد پور اوس کے سپرد کر کے دارالسلطنت چلا آیا۔ یہ واقعہ شروع ۹۵۲ھ کا ہے۔

۴۵۲

۲۶۸ شاہ طاہر کی علی برید
 کے بیان نامداری۔
 چونکہ برہان کو اپنی شکست کا ابراہیم سے بدلہ لینا ضرور تھا۔ اوسنے رام راج دیا
 علاؤ شاہ اور علی برید وغیرہ کے یہاں اپنی ساتھ لانے کو بلوایا بھیجے۔ رام راج اور دریا
 عمار شاہ تو مدد کے لیے راضی ہو گئے مگر شاہ طاہر جب علی برید کے پاس گیا۔ تو اوس نے
 ابراہیم کا ساتھ چھوڑنے سے بالکل انکار کیا۔ اور اپنے باپ کے برخلاف برہان کو چھوڑ دیا۔ اور اوسکی
 مجلس میں شاہ طاہر کے ساتھ بے ادبانہ باتیں کی گئیں اور کواکب سحر بنایا گیا کہتے ہیں کہ ایک
 مرتبہ عمار سے استفنا کیا گیا تھا۔ کہ بیٹی جو راستے میں حیوانات کی نجاست سے مل ہوئی
 ہوتی ہے ایام برسات میں اگر اسکی چھینٹ کسی بڑے چبائے تو وہ پاک سے یا بلید۔ اس پر عمار فرمایا
 قیاس کہ گو قوی شہد ہے کہ اوس مٹی میں حیوانات کی نجاست مل ہوئی ہوتی ہے مگر عین یقین نہیں
 ہوتا یہ حکم دیا تھا لکس ٹی کو پاک و طاہر سمجھنا چاہیے جس سے لازم آتا ہے کہ بخارا کے جانوروں کا
 جنس بھی پاک و طاہر ہے اس سبب سے یہ شہور ہو گیا ہے کہ طہین مبخار اظہار لیکن
 تاریخ فرشتہ والا اسکی دوسری توجیہ بتاتا ہے وہ کہتا ہے کہ چونکہ بخارا عرصے وراثت کا دارالاسلام
 اور دینی تعلیم کا معدن بزرگان دین اور مشائخ اہل یقین کا مسکن تھا اوس میں رافضی و خارجی کبھی
 گزرنیں ہوتا تھا۔ اس سبب سے رافضیوں نے حدوت سے شہرت دی ہے کہ طہین بخارا
 طاہر، غرض کچھ ہی ہو۔ خان جہان علی برید کے چچا نے جڑا طبائع اور گفتگو میں طاق تھا شاہ طاہر
 سے بطریق استہزا پوچھا کہ سگین بخارا طاہر ہے یا بنس۔ شاہ طاہر نے اسکو ٹکڑا کر دیا۔ مگر

جب برہان سے آکر گما۔ تو اسے بہت بُرا معلوم ہوا۔

۲۹۵۲

۲۹۹ علی برید اور ابراہیم کی
برہان جمشید اور دریا عمار شاہ
سے شکستین۔

راہی ہوا۔ ان تینوں بادشاہوں کے قلعے کے قریب باہم ملاقات کی اور یہ ٹھہرا کہ قلعے اور کورہان
اور سیدک کو جمشید اور راوڈ گیر کو دریا عمار شاہ لے لے۔ آج ان تین کے سامنے علی برید کی
کر سکتا۔ ایسے اوسنے ابراہیم سے قلعے کلیان کے دینے کے وعدے پر مدد چاہی۔ ابراہیم بھی
فوج لے کر آیا۔ اور اخلاص خان اپنے ایک سردار کو علی برید کے ساتھ جمشید کے مقابلے کو
بھیجا۔ جمشید سے مزین کھیر کے قریب مقابلہ ہوا۔ جمشید کے دہنے بازو پر سیف خان
عین الملک ایک مٹی سردار اور بائیں بازو پر جگدیو را د تھا۔ اور علی برید کے سمندر اخلاص خان باغیچہ
فوج سے اور میسرہ پر خان جہان تھا۔ خوب لڑائی ہوئی۔ مگر جمشید کو ہی حسب دستور سابق فتح رہی
اور ہر ابراہیم اور برہان سے اس کے قریب لڑائی ہوئی وہاں ابراہیم کو شکست ہوئی۔ آج
سیدک تو جمشید نے لے لیا۔ اور برہان کا پہلے اوسہ پراو بھر او گیر پر قبضہ ہو گیا۔ اب برہان فندہار
فتح کو جلا بیان علی برید اور ابراہیم دونوں اس کے مقابل ہوئے۔ مگر یہاں بھی ان کو شکست
ہوئی۔ اور بہت سے گھوڑے ہاتھی چھین گئے۔ یہ واقعات ۹۵۲ھ کے ہیں۔

۳۹۵۲

۲۷ شیعون کا سنی بنگر
ابراہیم کو دہو کے دینا۔

اس زمانے میں ہجوابور کے امرا کا کچھ عجیب ہی حال تھا۔
جب سے کہ ابراہیم نے سنی مذہب اختیار کیا۔ اور چند شیعہ مذہب
کے امرا کو اور نیز کچھ شیعہ فوج کو نکال دیا تھا۔ سو اسے چند مغز زام کے جیسے اسد خان خسر ابراہیم
عادل شاہ تھا۔ اور تمام شیعہ اراکین اور فوج کے آدمیوں نے اپنے آپ کو تقیہ کر کے خفی بنالیا

تھا۔ چونکہ شیعہ یہاں اس قدر کثرت سے تھے کہ وہ تمام آدمیوں کو کسی طرح نکال بھی نہ سکتا تھا۔
 سوائے اسکے سینوں کو ان ہی پر قاش بھی نہیں ہوتی شیعہ باوجود اس حالت منافقانہ کے
 اپنے اپنے عہد دن پر بحال چلے آتے تھے۔ اور برہان اور حمزہ شید پر دس کے شیعہ بادشاہوں
 کو براہیم کے برخلاف مدد دیا کرتے تھے۔ اس سبب سے ابراہیم کو ہمیشہ اپنے دوستوں اور رفیقوں
 سے جن میں کثرت سے شیعہ تھے شک و شبہ میں رہنا پڑتا تھا۔ اور چونکہ کوئی شخص عالم الغیب نہیں
 ہوتا بارہا اوسکو اس شک کے باعث دوستوں سے بھی بدظن ہونے کا اتفاق ہو جاتا تھا۔
 جس سے خود اوسکو نقصان پہنچتا تھا۔ مگر اس فحی مزاج سے اسے یہ فائدہ پہنچا کہ ان منافقوں
 کا اسی پر کبھی دانوں نہ چل سکا کہ اوسکو بالکل غارت کر دیتے۔

غرض کہ جب ابراہیم کو شکستوں پر شکستیں ہوئیں تو اوسنے
 ان دورنگوں کو ۳۵۰۰ مجرمین قتل کرنا شروع کیا اور دو تین
 مہینے میں ستر مسلمان اور اونس چالیس ہندو رفیقوں کو ہلاک کر

۲۷۱۔ ابراہیم کا جرم خواہن کو قتل کرنا۔
 اور شاہزادہ عبد اللہ کا بھاگ کر
 ہندو گواہین بنالینا۔

۳۹۵۳

کا رستہ دکھایا۔ اس میں شک نہیں کہ ان قتلوان میں بعض بے گناہ بھی ہونگے۔ مگر ابراہیم کا
 خیال غلط نہ تھا۔ ان میں سچے مجرم بھی ضرور تھے۔ مگر معلوم نہیں ہوتا تھا کہ کون درحقیقت مجرم ہے
 اور کون نہیں اور یہی باعث تھا کہ اسد خان لاری سے بھی ابراہیم ناراض ہو گیا تھا۔ اوسکو پروانہ
 التفات اور سوسے وغیرہ بھیجا موقوف کر دیا تھا۔ جبکہ ہمیشہ دستور تھا۔ اور اسیکے ساتھ اسد خان
 کے متعلقین کو بھی روک لیا تھا جو وقت بجا پورین تھے مگر چونکہ اسد خان بجا خیر خواہ تھا اوسنے
 ابراہیم کو ایک غرضی بھیجی اور اوس میں اپنی خیر خواہی کے وجوہات لکھے جس سے ابراہیم کا شک رنج ہو گیا۔
 حسب دستور پروانہ اور سوسے وغیرہ بھیجنا شروع کیا۔ اور متعلقین کو بھی بھیجنے کا ارادہ کیا۔ مگر
 چونکہ ابراہیم کی امر کشی سے تمام لوگ اوس سے متنفر ہو گئے تھے۔ امر لے باہم مشورہ کیا کہ اس کے

کہ ابراہیم کی قوت نہ بڑھے۔ سوائے اسکے اب عبداللہ کے فراہ کی خبریں بھی مشہور ہوئیں۔ اور امرائے ہجرا پور نے برہان جمشید کو لکھا کہ ابراہیم کو معزول کر کے ہم چاہتے ہیں کہ شاہزادہ عبداللہ کو تخت نشین کریں۔ مگر آپ کی بغیر مدد یہ کام انجام نہیں پاسکتا اب کی غنایت ضرور ہے۔ اسلئے برہان اور جمشید نے صلاح مشورے کے بعد عبداللہ کو تخت نشین کرانے کا ارادہ کیا اور ۹۵۵ھ میں اپنی اپنی فوجیں لیکر شولا پور کی طرف ہالین اٹھائیں۔ ابراہیم بھی فوج لیکر آیا۔ اور جمشید کو لکھا کہ آپ میری مدد کیجیے۔ اور بہت منت و سماجت کی۔ اور برہان نے پرتگالیوں کو خط لکھا کہ شہزادے عبداللہ کو بھیج دیجیے تاکہ اسے ہجرا پور میں تخت نشین کرایا جائے۔ وہ فوراً اس بات پر رضی ہو گئے اور چتر شاہی اس کے سر پر رکھا اور بادشاہ تسلیم کر لیا۔ جب برہان نے دیکھا کہ وہاں سے حسب امر جواب آیا تو اس نے اسد خان کو پیغام بھیجا کہ شاہزادہ عبداللہ کو آپ تخت پر بٹھائیے اور خود تالیق بیٹے اور اس بات کے عمل میں لانے کے لیے آپ ہمارے پاس چلے آئیے تاکہ اس کا انتظام کیا جائے۔ اسد خان نے سفیر کو جواب دیا کہ اگر ایلچون کا قتل کرنا مذموم نہ تھا تو میں اس پیغام پر ابھی تجھے قتل کر دیتا۔ اور فوراً اسے نکال دیا۔ اس سبب برہان کو بڑی مایوسی ہوئی۔ مگر اس نے سنا کہ اسد خان آجکل بیمار ہے اور عیال نامر جائے تو تعجب نہیں اسلئے اس نے لڑائی اور عبداللہ کی تخت نشینی کو طاق میں رکھا۔ اور تیجا نام برہمن کو بہت سا روپیہ دے کر بلوان کو خفیہ بھیجا کہ وہاں کے اہلکاروں کو رشوت دے دلا کر اس بات پر رضی کرے کہ اگر اسد خان مر جائے تو وہ قلعہ برہان کو دیدیں۔ مگر اسد خان کو اس کی خبر لگ گئی۔ اس نے اس بزم کو گھرنا کر لیا اور بچراو سے اور جو لوگ کہ اس کے مشورے میں شریک ہو گئے تھے جنکی تعداد قریب ستر آدمیوں کے تھی ان سب کو قتل کر دیا۔ جب یہ بات ابراہیم کے مسروران کو معلوم ہوئی کہ اسد خان ابراہیم کی طرف سے تو وہ عبداللہ کی تخت نشینی کا خیال چھوڑ کر بچرے ستور

ابراہیم کے خیر خواہ بن گئے۔ اس لیے برہان اور جمشید کی ہمت بھی پست ہو گئی اب جمشید نے ابراہیم کو کھلکا۔ کہ آپ مجھے مدد دیا کرتے ہیں۔ مگر آپ نے علی برید کے ساتھ دغا بازی کی اور اوس وقت آپ نے اسے گرفتار کر لیا جب وہ آپ کے پاس مدد مانگنے کو آیا تھا۔ ایسی حالت میں کوئی آپ کا کوئی دوست ہو سکتا ہے۔ اگر آپ کو میری مدد منظور ہے تو اوسے فوراً میرے پاس بھیج دیجیے۔ اور نیز وہ گوراکھ جس کا نام صباح النیر ہے مع دو ہاتھوں کے غنایت کیجیے تو بیشک آپ کی حب مراد بند و بست ہو سکتا ہے۔ ابراہیم تو اس وقت اس سے بھی زیادہ قبول کرنے پر موجود تھا اوس نے دیکھتے ہی جمشید کی درخواست کو منظور کیا جمشید ابراہیم پر دیکھ لیکر فوراً وہاں سے گولکنڈہ روانہ ہوا۔ راستہ میں جب بیدر کے قریب آیا۔ تو ابراہیم پر بیدار تمام اہل کے خیال کے خلاف ابراہیم پر دیکھ کر باوراءم بادشاہی دیکر بیدر نصرت کیا۔ وہاں اوس نے جمشید کی بڑی دہم دہم سے فیاضیت کی اور بہت سے جواہر اور ہاتھی گوراکھ پیش کیے۔ اودھر برہان نے جب سنا کہ جمشید چلا گیا تو اوس نے بھی احمد نگر کا راستہ لیا۔ اور آخر پرنگالی بھی شاہزادہ عبداللہ کے آدمیوں کو منتشر رہتے دیکھ کر اوسے پھر بندر گوراکھ واپس لے گئے اور ابراہیم کا ان بلاؤں سے اسد خان کی خیر خواہی کے بدولت بچ پاپا چٹا۔

۲۷۴۔ اسد خان کی موت اب اسد خان کی بیماری ایسی بڑھ گئی۔ کہ اوس نے جان لیا۔ کہ یہ مرض

مرض الموت ہے اس واسطے اوس نے دو رائیسی کی راہ سے ابراہیم کو عرضی لکھی۔ کہ میری زندگی کی اب کچھ امید باقی نہیں ہے آپ بیان تشریف لائیے اور قلعہ پرتقبہ کر لیجیے۔ تاکہ پیچھے کوئی بھگتار نہ پڑے۔ چنانچہ یکم محرم ۹۵۴ھ کو ابراہیم نہایت تیغری سے بلگوین کی طرف روانہ ہوا۔

۳۹۵۷

لیکن راستہ میں ہی خبر ملی کہ اسد خان نے اس جہان فانی سے کوچ کر دیا۔ ابراہیم بلگوین میں پہنچا اور اوس کے تمام متروکات پرتقبہ کر لیا۔ اسد خان ایک طیر الایق شخص تھا۔ البتہ ابراہیم کو اوس کے

شیعی ہونے سے بار بار اوس سے اندیشہ رہا کرتا تھا۔ کہ وہ گرد و نواح کے شیعہ بادشاہوں سے ملا ہوا ہے۔ لیکن اوس کا خیال اور منافقین کے باعث پیدا ہو جاتا تھا۔ گواسہ خان نے نہایت کثرت سے مال جمع کر لیا تھا۔ مگر باوجود اس کے وہ بڑا محتج بھی تھا۔ سومن چاول اور پیاس برکے اور کچی سومرغ روزانہ اوس کے باورچی خانہ کا خرچ تھا۔ کتے ہین کداس نے ایک خاص قسم کا لباس اور خنجر اور زین و کن مین نیا جاری کیا تھا جس کا یہاں خاصہ رواج ہو گیا تھا۔ مگر چونکہ تاریخوں میں اوس کی تفصیل نہیں لکھی ہے اس لیے ہم کچھ بتا نہیں سکتے کہ وہ کیسا تھا اور اب اوس کی کیا وضع ہو گئی ہے۔ اس نے ہاتی پر بھی زین باندھا تھا اور اوس کے منہ میں لگام لگائی تھی تاکہ وہ بغیر ٹکس اور ایڑ کے چلے مگر عظیم الشان جانور اس طرح قابو میں نہ آیا۔ اور وہ ایجاد ویسی ہی رہ گئی۔ گو ابراہیم کا یہ ایک بڑا زبردست سردار تھا۔ مگر اوسے اس کے مرنے سے نہ تو کچھ نقصان پہونچا۔ اور نہ کچھ فائدہ ہوا۔ دونوں طرفین برابر رہیں۔

۹۹۵ء ۲۷ - شاہ طاہر کا انتقال پرتال

جب برطان شاہ اس سفر سے واپس احمد نگر لو گیا تو شاہ طاہر بیمار پڑ گیا اور ۹۵۶ھ میں ۲۷ جولائی کو ۷۰ سال کی عمر میں انتقال فرما گیا۔

کوسد ہارا۔ پہلے تو اوسے احمد نگر میں ہی مدفون کیا۔ لیکن چند روز بعد اوسکی تدفین نکال کر کربلا سے کوٹے گئے۔ اور قبۃ سلطانی الشہداء حضرت امام حسین کے پاس پہنچ کر ان کے قافلہ سے دفن کیا گیا۔ گواس کے آنے سے پیشتر ہی بہت سے اسباب ایسے پیدا ہو گئے تھے۔ کہ جس سے شیعہ مذہب کا دکن میں چند روز کے لیے پھیلنا ضروریات سے ہو گیا تھا مگر پھر بھی ہم اس کو دکن میں شیعہ مذہب کا بانی مہاتمی کہیں تو بھی نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اگر اس وقت برہان کو یہ شیعہ کر کے متعصب نہ بنادیتا۔ تو ظاہر بہت سی وجوہات ایسی پیدا ہو گئی تھیں جن سے بجا پورا اور گوگنڈہ کی سلطنتیں بنی ہو جاتیں اور یہ کشت و خون جو اس زمانہ سے لیکر عرصہ دراز تک مسلمانوں کے باہم ہوتا رہا یہ گزرتا ہوتا۔ دکن غالباً سب مسلمان ہو جاتا۔ اور ہمیشہ کا خنجر

مٹ جاتا۔ اسی شیعہ مذہب کی نا اتفاقی کا باعث تھا کہ مسلمانوں میں عناد و فساد قائم ہوا اور ہندوؤں کو اورات سلطنت میں امارت کے حامل کرنے اور دست اہمازی کے موقع ملے جس سے اسلامی سلطنتیں کمزور ہوتی گئیں اور طرح طرح کی خزایوں کی آئندہ کے لیے بڑبڑا گئی اور صد بابے عثمانیوں کی بنیاد قائم ہو گئی۔ جو سلطنت کے لیے زہرِ لہلہ ثابت ہوئیں۔ اسکے سوا یہ اقرار کرنا بھی ضرور ہے کہ یہ شخص در حقیقت بہت بڑا زبردست عالم تھا۔ عموماً علم کلام اور شیعہ سنی کے جنگڑے میں تو وہ بے نظیر تھا۔ سوائے اس کے تفسیر و حدیث فقہ و اصول دینی اور حکمت و رمل و جفر میں اور نظم و شعر کی تحریر میں اوس وقت اوس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا تھا۔

دیوان قصائد و کتاب النسا اوس کی ہندوستان اور ایران میں مشہور ہے شرح باب حاوی عشر علم کلام میں شرح جفریہ فقہ امامیہ میں اور حاشیہ تفسیر بریضاوی و حاشیہ شرح اشارات و محاکمات مخدومی و شفا و مطول وغیرہ بہت سی اوس کی تصنیفات ہیں اس کی طلاق لسانی غضب کی تھی بات ایسی بڑبستہ اور موزون کرتا تھا کہ جس کا کو کون کے دل پر اثر ہوتا تھا۔ برہان شاہ سلطان بہادر شاہ گجراتی کے حملہ کے وقت اس کی زبان نے وہ فائدہ دیا جو اس کو ہزاروں تلواروں سے ہونا غیر ممکن تھا۔ یہ اوس کی لیاقت کا نتیجہ تھا۔ جو برہان کو تمام گردنواح کے شیعہ سنی سردار مدد دیا کرتے تھے شاہ طاہر کے بعد اوس کی تین بیٹیاں اور چار بیٹے باقی رہے شاہ حیدر شاہ رفیع الدین حسن و شاہ ابو الحسن شاہ ابو طالب۔ ان میں شاہ حیدر ایران کی پیدائش تھا۔ باقی بچان پیدا ہوئے تھے جب شاہ طاہر مزار ہے تو اوس کا بڑا بیٹا شاہ حیدر اس وقت شاہ طاہر سپ کی خدمت میں ایران گیا ہوا تھا۔ اس لیے شاہ طاہر مرتے وقت وصیت کر کے کہ جب وہ واپس آئے تو اوس کو سجادہ نشین کیا جائے۔ چنانچہ شاہ حیدر کے آنے پر ۹۴۲ھ میں اوس کی تعیین ہوئی۔ اور وہ بجائے باپ کے صاحب سجادہ اور معتد اسے ارباب ارادت ہوا۔

ساتھ ہی اس کے قصبہ وندارا جی پوری وغیرہ جو شاہ طاہر کی جاگیر میں تھے اوس کو مل گئے اور شاہی مصاحبوں میں داخل ہو گیا۔

۲۷۵۔ جمشید کی وفات جب جمشید قلی علی برید کی ضیافت کھا کر گولکنڈہ آیا۔ اور تمام دشمنوں سے

کچھ فکر و تشویش نہ رہی تو عیش و عشرت میں ڈوب گیا رات دن نمز اور نشہ میں چور رہنے لگا چونکہ عیاشی کا نتیجہ ہمیشہ بیماری ہوا کرتی ہے۔ اوسے بھی طرح طرح کی بیماریوں نے گھیر لیا بیٹھہ میں سرطان نکلا جس میں ایک گھر زخم پڑ گیا تھا۔ اس سے متواتر قریب دو سال کے مریض رہا کمرے مرض بڑھتا گیا جون جون دوا کی۔ اس بیماری کی تکلیف سے اوس کا مزاج بڑا بد ہو گیا تھا۔ بھلا اوس شخص سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ جس نے اپنے بزرگ بوڑھے باپ کو قتل کیا ہو جو کوئی اس وقت ذرہ سی بھی خطا کرنا یہ ظالم اوسے نوراً قید و قتل کر دیتا تھا۔ اس وقت اوس کی جباری اور سفاکی کا کچھ حال نہ پوچھو کہ مخلوق پر اوس سے کیا کیا مصیبت گذر گئی۔ سیف خان عین الملک یہ حالت دیکھ کر سخت ناراض ہو گیا۔ اور مجبوراً احمد نگر چلا گیا۔ امرائے چاہاکہ جمشید کو معزول کر کے کسی دوسرے شاہزادہ کو تخت پر بٹھائیں ابھی یہ تجویزین ہو ہی رہی تھیں کہ جمشید کو دق ہو گئی اور چند روز بعد ۱۰۵۹ھ میں مر گیا۔ اور باپ کے پاس مدفون ہوا۔ یہ بادشاہ فارسی میں شعر اچھے کہتا تھا۔ جتکا بہان دہورانا ناموزون ہوگا۔

اس وقت گولکنڈہ میں کوئی بڑا شاہزادہ موجود نہ تھا۔ اس لئے

امراء غریب نے جن میں سید کمال الدین المشہور بہ مصطفیٰ خان ارستا فی اور صلابت خان ترکی غلام بھی تھے جمشید کے بیٹے

۲۷۶۔ بھان قلی کا گولکنڈہ میں

سیف خان کی مدد سے تخت نشین ہونا

اور دولت قلی اور بلکہ یوراکا ہنگامہ

سبحان قلی کو جو دو سال کا بچا تھا تخت پر بٹھایا۔ چونکہ بلکہ یوراک کی اس زمانہ میں بڑی شان و شوکت بڑھ گئی تھی مسلمانوں میں کوئی ایسا شخص نہ تھا کہ جو اسے نیچا دکھاتا اسلئے بلقیس زبانی جمشید قلی

کسی مان نے بعض امر کی صلاح سے سیف خان عین الملک کو احمد نگر سے بلایا۔ کہ بادشاہ کے ایام نابالغی میں مہمات سلطنت کو انجام دینا رہے۔ جنگ یوراو کے مقاصد کے یہ خلاف تھا۔ اس واسطے اوس نے شاہزادہ دولت قلی پڑ پڑ جشمید کو بادشاہ بنانا چاہا تاکہ اوس کی خاقت سے فائدہ اٹھاسے اور خود بادشاہی کرے۔ بکری خان اور عکلت راجہ جشمید قلی کے دونوں بڑے سردار جنگ یوراو کے مخالف تھے۔ اس واسطے جنگ یوراو کو لکنتہ سے حکمران ہو گیا۔ اور وہاں دولت قلی کے نگہبانوں کو گٹھکراو سے قید سے نکال کر بادشاہ بنایا۔ اب سیف خان نے آتے ہی سلطنت کا تمام کام ہاتھ میں لے لیا۔ اور جلد ساز و سامان درست کر کے دولت قلی اور جنگ یوراو کی تادیب کے لیے روانہ ہوا۔ اب جنگ یوراو نے تغال خان وزیر پرور یا عباد شاہ کو سب مال لکھا اور اوس سے مدد مانگی۔ تغال خان بڑے حوصلہ کا آدمی تھا وہ فوراً دولت قلی اور جنگ یوراو کی امداد کو چلا آیا۔ چنانچہ قریب سنکرم کے پاس دونوں لشکر و حکام مقابلہ ہوا۔ اور بڑی لڑائی کے بعد سیف خان غالب آیا۔ تغال خان تو ہار کر بھاگ گیا اور اوس کا اسباب سیف خان کے ہاتھ لگا۔ شاہزادہ دولت قلی اور جنگ یو بھی میدان سے بھاگے اور ہونگیر کے قلعہ میں جا چھپے۔ سیف خان نے محاصرہ کیا۔ مگر جنگ یوراو قلعہ سے نکل کر سیف خان کا ناک میں دم کرتا رہا۔ سیف خان نے چاہا کہ صلح ہو جائے مگر جنگ یوراو نے نہ مانا جب محاصرہ کو طویل ہوا۔ اور کھانے پینے کی تکلیف ہوئی تو قلعہ کی فوج اور نانگواریوں نے جان کی امان چاہی جس سے جنگ یوراو اور شاہزادہ دولت قلی نے مجبور ہو کر قلعہ کی کچی سیف خان کو بوجہ امن جان بھیج دی۔ سیف خان نے دولت قلی کو تو ہونگیر میں ہی قید کر دیا۔ مگر جنگ یوراو کو لکنتہ لاکر قید خانہ میں رکھا۔

رام راج چچا ملکہ کا راجہ مسلمان سپاہ اور سرداروں کی بہت قدر کرتا تھا جو سردار کہ کہیں سے ناراض ہوتا اور وہاں جاتا تو وہ اسے اس کے درجہ کے

۲۷۷۔ شاہزادہ ابراہیم

قلی کا بیٹا مگر کا زمانہ

موافق وظالمت مقرر کر دیتا تھا۔ اسی طرح کتنے ہی سردار اوس کے یہاں جمع ہو گئے تھے عین الملک کنعانی جو اسمعیل کے وقت میں یہاں پورا رست نکل گیا تھا پھر تاپھر آتا ہوا نگر چلا گیا تھا۔ راجہ راج نے جب ہی اوس کی جاگیر مقرر کر دی تھی جہاں اسکی بخوبی گذر ہوتی تھی ایک دن عین الملک راجہ کے دربار سے آ رہا تھا۔ اور شاہزادہ ابراہیم قلی دربار کو جاتا تھا راستہ میں دونوں کا سامنا ہو گیا۔ عین الملک کو غالباً معلوم نہ ہوا کہ کون آتا ہے جو وہ شاہزادہ کے جانے کے لیے جگہ دینے کا خیال کرتا۔ ابراہیم قلی کو اپنے شاہزادہ ہونے کا گمان نہ تھا۔ زبردستی اوس کے آدمیوں کو دھکے دے دلا کر نکل گیا۔ اور دربار کو چلا گیا جب عین الملک کو معلوم ہوا تو اوس کو شاہزادہ کی اس حرکت پر غصہ آیا۔ اور وہیں انتقام کے لیے ٹھہر گیا۔ خبر راج کو پہونچی۔ اوس نے عین الملک سے کھلا پیچھا کیا۔ کہ ایسا نہ کرو۔ مگر عین الملک نے کچھ پروا نہ کی ابراہیم قلی بھی وہاں سے نکلا قریب تھا کہ باہم لڑائی ہو جائے۔ مگر راج نے عین الملک کو دھمکا کر یہ جھگڑا رفع کر دیا۔ اسی طرح ایک حبشی امیر غیر خان نام ابراہیم قلی سے بھی پیشتر سے وہاں رہتا تھا۔ جب ابراہیم قلی وہاں گیا تو راج نے غیر خان کی جاگیر لیکر ابراہیم قلی کو دیدی اوس کو سخت برا معلوم ہوا۔ جس وقت ابراہیم قلی راج کے دیوان خانہ کو جا رہا تھا وہ راستہ میں اکھڑا ہوا۔ اور دکن کے قاعدہ کے بموجب اوس سے کہا۔ آؤ ہم تمہیں تخت لڑین جو شخص کہ اپنے مخالف کو مار لیا وہ ہی جاگیر کا مالک ہو جائیگا ابراہیم قلی نے اوسے سمجھایا۔ کہ راجہ کو جاگیر کا اختیار ہے جس سے چاہے لے اور جسے چاہے دے۔ اس پر لڑنا لڑنا بے فائدہ بات ہے مگر اوس نے نہ مانا۔ آخر ابراہیم قلی بھی اکھڑ پڑے۔ اور شاہزادوں میں لڑائی ہوئی غیر خان مار گیا۔ اوس کا کبودی رنگ کا نشان ابراہیم قلی کے ہاتھ لگ گیا۔ چونکہ اس شاہزادہ کو یہ پھلا ہی نشان ملا تھا اس لیے اسے اپنے لیے یہ بت مبارک سمجھتا تھا۔ بلکہ اپنا نشان اس کے بعد یہی بنایا تھا۔ غرض اسی طرح جب تک حبشید زندہ رہا

سات برس ابراہیم قلی نے وہاں کاٹے۔ اور راج کی یہاں بڑی عزت و آبرو سے رہا۔

۲۷۸۔ ابراہیم قلی کا بیجا نگر سے

امرا سے غریب گولکنڈہ کو جو خطرہ جگ یو راؤ کے اختیار سے تھا

اگر گولکنڈہ پر قابض ہونا۔

اب وہ ہی خطرہ سیف خان عین الملک کے اقتدار سے

پیدا ہوا۔ اوس نے تمام امرا سے غریب کو بے اختیار کر دیا۔ اور سلطنت کا کل کام اپنی راے

سے کرنے لگا۔ سچان قلی بچا تھا وہ کسی بات کو کچھ سمجھتا نہ تھا۔ امرا سے غریب اس سبب سے

سیف خان عین الملک سے ناراض ہو گئے۔ انہوں نے راج کو لکھا کہ شاہزادہ ابراہیم قلی کو گولکنڈہ

بھیج دے۔ اور ابراہیم کے پاس متواتر عرضیاں بھیجیں کہ فوراً گولکنڈہ آجائے۔ ابراہیم قلی نے

اپنے رفقا سید جی اور خان اعظم حمید خان سے مشورہ کیا۔ اور راج سے اجازت چاہی

راج نے اجازت دی اور یہ بھی لکھا۔ کہ مین دس ہزار سوار اور آٹھ ہزار پیادہ اپنی ہائی وینکٹادی

کے ہمراہ آپ کی مدد کے لیے روانہ کرتا ہوں۔ مگر ابراہیم کے رفیقوں نے اس مدد

کے لینے کی صلاح نہ دی۔ مبادا کہ راج کوئی ملک نہ دبا بیٹھے۔ ابراہیم قلی نے مدد لینے سے انکار

کیا۔ اور گولکنڈہ کو روانہ ہوا۔ جی بھی کہ ابراہیم قلی سرحد پر پہونچا تو مصطفیٰ خان اردستانی سب سے

پہلے اوس سے جاملے۔ پھر تو گرد و نواح سے فوج جمع ہونی شروع ہوئی اور چند روز میں تین ہزار

سوار اور پانچ ہزار پیادہ جمع ہو گئے۔ جب سرحد کے قطب شاہی اہلکاروں کو یہ حال معلوم ہوا

تو قلعہ دار گولکنڈہ اور ناگوار یوں نے ابراہیم کو عرضی بھیجی اور لکھا کہ آپ یہاں آئے قلعہ کی

کنجی حاضر رہے۔ چنانچہ وہ وہاں آیا۔ اور قلعہ میں داخل ہو گیا۔ اب ابراہیم نے مصطفیٰ خان کو

میر حیلہ مقرر کیا۔ اور مہاجون سے دو لاکھ روپہ قرض لیا۔ اوس سے لوازمہ شاہی خریدا۔ اور

فوج نوکر رکھی۔ جب یہ خبر گولکنڈہ میں پہونچی کہ مصطفیٰ خان میر حیلہ مقرر ہو گیا تو کثرت سے امرا اور

فوج جوق جوق ابراہیم کے پاس پہونچنا شروع ہو گئی۔

۲۷۹۔ جگدیو راؤ کی خلاصی اور

سیف خان عین الملک کے

فرار کے بعد ابراہیم قلی ناگولکنڈہ

میں بادشاہ ہونا۔

اب سیف خان عین الملک گبراپا۔ اور گولکنڈہ کو اپنے خاص

دو مشنوں بجری خان و جگت راؤ و حاجی خان سرنوبت و اخلاص

خان کے سپرد کیا۔ اور خداوند خان جمشی و علم خان و بجر خان

و قبول خان و تاج خان کو ساتھ لیکر پھنپور پہنچا۔ پیچھے سے

صلابت خان و زمین ہزار آدمیوں کو کے روز روشن میں شہر سے نکل کر ابراہیم قلی کے پاس چلا گیا

سب دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اور جگدیو راؤ نے جب یہ حالت دیکھی اور دیکھا کہ سیف خان

اور او اسکے بڑے بڑے سردار اس وقت گولکنڈہ میں نہیں ہیں تو اس نے ناگواریاں قلعہ کو

بجھایا کہ ابراہیم قلی ضرور بادشاہ ہو گیا ہے اس صورت میں بہتر ہے کہ ہر نفس ایسا کام کرے

جس سے وہ اس کے دو مشنوں میں شمار کیا جاسے۔ اور جگدیو راؤ کو قلعہ کا ایک ناگوارا ہی تھا جس

سے گولکنڈہ کے قلعہ کے کسی ناگوارا ہی سے رشتہ تھا۔ ابراہیم قلی نے اس کی معرفت ایک

پیادہ کو گولکنڈہ و ڈرایا کہ یہاں کے ناگوارا یوں سے ساز باز کرے۔ اور جگدیو راؤ کو قید خانہ سے

نکال دے۔ اب اس گولکنڈہ کے ناگوارا ہی نے ابراہیم قلی کا فرمان سب کو دیکھا یا اور قلعہ کے تمام

ناگوارا یوں کو اپنے ساتھ لایا۔ جگدیو راؤ کو قید سے آزاد کر دیا۔ پھر یہ لوگ جگت راؤ کے یہاں

گئے۔ اور او سا کو گرفتار کر کے جگدیو راؤ کی جگہ قید کیا۔ بعد ازاں بجری خان اخلاص خان اور حاجی خان

کو قتل کر ڈالا۔ اور ان کے سر نیزہ پر چڑھا کر شہر میں پھرائے۔ سجان قلی جو جلیانہ میں ڈاکٹر تمام خزانہ

اور اسباب سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ پھر ان مقتول سرداروں کے سر امین خان و بیر کے ہاتھ ابراہیم

قلی کے پاس بھیجے اور اس نے یہاں کی تمام کیفیت اسے جا کر سنائی جب یہ حال

عین الملک کے لشکر کو معلوم ہوا تو اس کے آدمی اور بھی منتشر ہو گئے اس پر سیف خان

نے ابراہیم کو ایک عرضی لکھی۔ اور تو انہماک سے پر خدشتہ میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی

مگر غالباً امر سے غریب نے اوس کے آنے کو اپنی نرانی کا باعث سمجھا اور ابراہیم قلی کو بھکیا جس سے اوس نے جواب دیا کہ جس وقت میں دارالسلطنت میں پہنچوں گا۔ اوس وقت دیکھا جائیگا۔ جس سے سیف خان کو اندیشہ ہوا اور پانچ ہزار سوار اور کچھ آناٹہ سلطنت قطب شاہی کے کو لاس کی راہ سے اس سلطنت سے باہر چلا گیا۔ پھر تو ابراہیم قلی بے کھٹکے آگے بڑھتا چلا آیا۔ جب گوکنڈہ ایک منزل رہا۔ تو جگدیو راؤ وغیرہ ناگواریان گوکنڈہ قلعہ کی کئی لیکر حاضر ہوئے۔ ابراہیم قلی نے سب پر لوازشین کین اور خاص کر جگدیو راؤ کی بڑی عزت کی قلعہ گوکنڈہ میں اگر ۱۲ رجب ۹۵۷ھ کو بادشاہ ہو گیا۔ اور بارہ ہزار ہون اوسی روز غیرات کیے اور پناہ دی کہ دوزنگ نشان مقرر کیا جو اوس نے عنبر خان حبشی سے بمقام بیانگر چہناتھا مصطفیٰ خان سے اپنی بھن منسوب کر کے اوسے تمام امورات سلطنت کا کارپرداز اور پیشوا مقرر کیا۔

۲۸۰۔ برہان کا قلعہ کلیان پر محاصرہ اور ابراہیم عادل شاہ کا استخلاص کو چانا۔	جب اسد خان کے مرنے کے بعد بلگوان ابراہیم عادل شاہ کے قبضہ میں آ گیا تو برہان شاہ اور پرتگالی اپنے اپنے مسکنوں کو واپس چلے گئے اب ابراہیم نے اپنے استحکام کی غرض سے اپنی بیٹی تانی بی بی علی سے
---	--

سے منسوب کر دی اور اوسے اپنا دوست بنایا۔ اور ہر شاہ طاہر کے مرنے کے بعد برہان شاہ نے قاسم بیگ حکیم اور ہوپال راؤ ایک ہند کو اپنا کارپرداز مقرر کیا۔ اور رام راج سے تحالیف و ہدایا بیکر دوستی کی بنیاد کو مضبوط کیا رام راج کی طرف سے بھی اوس کے پاس ہدیہ آئے۔ جب بیخبرین ابراہیم عادل شاہ کو پہونچیں تو اس کو کھٹکا ہوا۔ اور اوس نے برہان شاہ کے ایلیونکو ڈانٹا۔ کہ ان تحفے تحالفت کے بھیجنے سے برہان شاہ کی کیا غرض ہے۔ جس سے غالباً برہان شاہ کا اشدہ پاکر ایلی بیجا پور سے یہاں گے۔ اور بیانگر مین رام راج کے پاس جا کر عرض کیا کہ ابراہیم عادل شاہ نے اس سبب سے کہ برہان شاہ نے آپ سے دوستی پیدا کی سرے ہلا قتل کرنا

چاہا تھا۔ جس سے ہم میان جان بچا کر آئے ہیں۔ اس پر لام راج نے برہان کو لکھا۔ کہ علی برید نے اپنے باپ کے خلاف ابراہیم عادل شاہ سے دوستی پیدا کی ہے چاہئے کہ آپ اوس سے قلعہ کلیان کو لے لیجیے جو اوس نے ابراہیم عادل شاہ کو دینا تجویز کیا تھا یہاں کیا تھا سہوستان یا دودہانیدن۔ برہان نظام شاہ کو ایسی باتوں کے سوا اور کیا چاہئے تھا۔ وہ یہ اشارہ پاتے ہی ایک مقتول فوج کے کلیان پر پہنچا۔ اور اوس سے محاصرہ کر لیا۔ ابراہیم عادل شاہ نے پہلے امرے برکی کو برہان کے دفعیہ کے لیے بھیجا۔ وہ میان آتے ہی برہان کے لشکر میں چوریان کرنے رسد لوٹنے وقت بے وقت شیخون مارنے لگے جس سے برہان تنگ ہو گیا اور اوس نے حکم دیکر لشکر کے گرد ایک چار دیواری بنوائی اس دیوار کی بلندی تین گز اور کہین کہین چار گز تھی اور اس کے بنے کے بعد یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ قلعہ کلیان کے گرد ایک اور قلعہ بن گیا ہے۔ اب ابراہیم عادل شاہ بھی آیا۔ اور برہان کے لشکر کے پاس آکر دو کوس پر نیچہ زدن ہوا۔ جب اوس نے دیکھا کہ برہان نے قلعہ کا محاصرہ نہ اٹھایا۔ تو ابراہیم عادل شاہ نے بھی اپنے لشکر کے گرد ایک چار دیواری بنوائی اور دونوں فوجیں کتنے ہی روز تک ایک دوسرے کے مقابل پڑی رہیں۔ کسی نے ایک دوسرے پر حملہ نہ کیا۔

۲۸۱۔ لفظ برکی کی اصلیت
برکی اوس زمانہ میں ہندو فوجی ملازمین کو کہا کرتے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ برکی بارگیر کا مخفف ہے۔ بارگیر کے معنی ہیں بوجہ اوٹھانے والا جو نکلے امرا اور عمدہ داران فوجی کے ہمراہ بوجہ اوٹھانے کے لیے ٹٹو وغیرہ لہا کرتے تھے اون پر بوجہ لادیا کرتے تھے اون کو بارگیر کہتے تھے۔ پھر ان ٹٹون کی نگارنی کے لیے جو آدمی کو نوکر ہوتے تھے رفتہ رفتہ اونہیں کو بارگیر کہنے لگے تھے۔ بعد ازاں جب فوج میں ایسے سپاہی بھرتی ہونے لگے جن کے پاس اپنے گھوڑے نہ ہوتے تھے اور سہارا کو اونہیں گھوڑے

دینا پڑتے تھے تو ان سپاہیوں کو اسی بنا پر بارگاہ رکھنے لگے اور جو اپنا گھوڑا رکھتے تھے وہ سوار کھلاتے تھے چونکہ یہ بارگاہ اس زمانہ میں اکثر ہندو ہوتے تھے اس لیے انہیں ہندو سپاہیوں کو بارگاہ رکھتے تھے بڑی بارگاہ رکھنے لگے تھے۔ یہ لوگ اس زمانہ میں فوجی لیاقت میں کسی کام کے نہ تھے۔ البتہ صرف اس کام کے تھے کہ رات کو لشکر کے کنارہ پر پہونچ کر کچھ مال چورالائیں۔ یا کسی بہوئے پھلے کو قتل کر لائیں۔ یا جس وقت لشکر کے لیے کین سے سامان رسد آتا ہو اور اس کے ساتھ فوج کم ہو تو اسے لوٹ لائیں یا اپنے لشکر میں چوکی پھر دین جس سے جنگی سپاہی لڑائی کے کام پر جاسکیں۔ غرض بہوئے چوٹے کلون میں مدد دے سکتے تھے مگر بڑے کاموں کے لائق نہ تھے۔ سب سے پہلے انہیں کمال خان دکنی نے بھرتی کیا تھا۔ بعد ازاں ابراہیم عادل شاہ نے ان سے بڑی فوج بنائی تھی۔ مگر چوٹے کاموں کے سوا ان سے بڑے کام نہیں کھل سکتے تھے۔

۳۹۵

۲۸۲- ابراہیم پرمین الملک
کا پناہ مارنا۔ اور ابراہیم
عادل شاہ کا ہنگامہ۔

۱۵۹۴ء اور رمضان کا مہینا تھا۔ امرا سے برگی نے ایسی تاخت و تاراج کی کہ لشکر نظام شاہ میں بوجہ قحط غلہ لوگوں کو روزوں پر روزے رکھنا پڑے مطلق حکام نے کو نہ ملا۔ اس سے برہان نہایت دلگیر ہوا اور محض مشاورت منعقد کی۔ بعض نے کھانا احاطہ سے نکال کر ابراہیم عادل شاہ سے لڑنا چاہا۔ اگر قحط ہوئی تو پھر اگر قلعہ کا محاصرہ کریں گے۔ ورنہ اپنے ملک کو چلے جائیں گے۔ برہان نے کھا کہ گھوڑوں میں جان نہیں ہے۔ مناسب بھی ہے کہ اس وقت احمد نگر کو چلے جائیں۔ شاہ جعفر برادر شاہ ظاہر اور قاسم بیگ حکیم نے بھی اسی پر صا د کیا۔ اور کھا کہ ہم بہت مرتبہ غالب ہو چکے ہیں اگر ایک مرتبہ فتح نہ ہوئی تو نہ سمجھیں۔ برہان شاہ چپ ہو گیا۔ جب مجلس برخواست ہوئی تو برہان شاہ تنہا۔ واپس ہو کر ہوپال راسے برہمن کے پاس گیا۔ اور اہل شہر سے کی راسے سے

اوسے اطلاع دی۔ ہو پال راسے نے کہا۔ کہ ایک بات میرے خیال میں آئی ہے مگر میں اس وقت نہیں کہہ سکتا بہرہ من عید کے بعد عرض کروں گا۔ لیکن آپ خزانچی کو حکم دیدیجئے کہ جو کچھ میں اوس سے مانگوں وہ مجھے دینے میں تامل نہ کرے۔ چونکہ برہان کو اوس کی خیر خواہی پر کامل اعتماد تھا اوس نے فوراً خزانچی کو اسی طرح حکم دیدیا۔ ہو پال راسے نے خزانچی سے رات کو ایک لاکھ ہون لیے اور سیف خان عین الملک سے جواب برہان کا ایک اعلیٰ درجہ کا ہتھیار یہ جا کر کھا کہ اگر اس وقت بدو ن جنگ محاصرہ چھوڑ کر اپنے ملک کو جاتے ہیں تو دشمن کے تعاقب سے نجات ملنا دشوار ہے ہزاروں خرابیاں پیدا ہونگی۔ اور اگر لڑتے ہیں تو فوج کی حالت ایسی پریشان ہے جس سے بادشاہ کو ساتھ لیکر جانا اور دشمن سے مقابلہ کرنا ایک سخت خطرہ میں ڈالتا ہے۔ اس میں تیری کیا رائے ہے۔ اوس نے کہا کہ ہم تو سپاہی ہیں اور تو کچھ جانتے نہیں۔ جو تو بتر سمجھے ہم سے کہہ دے وہ ہم کو گدہ بنائے۔ ہو پال راسے نے وہ ہون اوس کو دے اور کہا کہ چاند کے دیکھتے ہی عید کی خوشی میں یہ روپیہ فوج کو تقسیم کر دیجئے اور کہہ دیجئے۔ کہ کل سب تیار ہو جائیں بادشاہ کے سلام کو جانا ہے اوس نے ہو پال راسے کے کہنے کے بموجب اسی طرح العام تقسیم کر کے تمام فوج کو حکم سنا دیا۔ صبح کو نیر ملی۔ کہ عید کی وجہ سے ابراہیم عادل شاہ کی فوج اوس سے غافل ہو رہی ہے تب ہو پال کے کہنے کے موافق سیف خان عین الملک نے علی الصبح فوج کو تیار کیا۔ اور پیچھے سے دیوار توڑی تاکہ کسی کو کچھ گمان نہ ہو۔ چپکے سے محل ابراہیم عادل شاہ کے لشکر میں پہنچا۔ اور ہاتھوں سے چالیس گز دیوار ایک لمحہ میں توڑ ڈالی۔ اور اوس کے لشکر میں یکایک گھس کر بزن و بمش کا حکم دے دیا۔ ابراہیم کی تمام فوج غافل و بیخبر پڑی تھی۔ خود ابراہیم غسل خانہ میں عید کی نماز کے لیے غسل کر رہا تھا۔ اس تاخیر کی خبر سنتے ہی اچھی طرح کپڑے بھی نہ پہنے پایا۔ کہ اوس کو اپنی جان

بچا کر ایک کنارے سے ہوتا پڑا۔ اور جون تو ان اوس دیوار سے باہر نکل کر باگا۔ تمام فوج پریشان ہو گئی۔
 انشا اللہ شاہی تمام فوج نظام شاہی کے قبضہ میں آگیا۔ یہ فتح اتفاقی تھی۔ اگر اتفاقاً اس وقت ابراہیم عادل شاہ
 غافل نہ ہوتا۔ تو برہان کو جان بچانا مشکل ہو جاتا۔ اور واقعات آئندہ کی صورت بالکل برعکس
 ہو جاتی۔

۲۸۳۔ برہان کا قلعہ کلیان کو اس فتح کے بعد سیدت خان عین الملک کے آدمیوں نے کر برہان
 سے آواز بلند رکھا۔ کہ فتح مبارک ہو۔ برہان کو تعجب ہوا۔ کہ کیا کہتے

ہیں۔ مگر جب حقیقت معلوم ہوئی تو نہایت خوش ہوا۔ اور فوراً سوار ہو کر قلعہ کے پاس گیا۔ اور
 قسم کھا کر رکھا۔ کہ اگر اہل قلعہ آج ہی قلعہ نہ خالی کر دیں گے۔ تو تمام زن و مرد کو چاک و بزرگ کو قتل کر دوں گا
 چونکہ ابراہیم کی شکست کی خبر سن کر اون پر مایوسی چھا گئی تھی اس لیے اونہوں نے فوراً قلعہ حوالہ کر دیا
 جس سے برہان شاہ کو بچاے ایک کے اوس روز تین عیدین محفل ہوئیں۔ اود ہر دیکھنے تو
 ابراہیم عادل شاہ کو یہ ایسی شکست ہوئی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ اب کا ڈوبا ہوا مشکل سے
 اوپہلے گا۔ مگر اوس نے بھی اس وقت غضب ہی کیا۔ جس طرح ہو سکا اپنی فوج کو سنبھالا۔ اور
 بچاے اس کے کہ بچاؤ کو چاہے وہ ممالک نظام شاہی کو گیا۔ اور بیڑ و فیہ پر گناہ کو خوب
 لوٹا چار لاکھ ہون و مان سے وصول کیے اور پھر عین نیجری میں سید باہریندہ پونچا۔ اور قلعہ کا
 دروازہ کھلا پا کر فوراً اوس کے اندر جا گھسا اور نواہ جہان کے آدمیوں کو مار پیٹ کر قبضہ کر لیا۔

جس سے برہان کی اس قدر بڑی فتح کا جوش و خروش آدھا رہ گیا۔ اگر اس وقت ابراہیم عادل شاہ یہ ہزرت
 نہ کرتا تو اوس کی فوج نہایت بد دل ہو جاتی اور پھر اسے اپنا بچا نا بھی مشکل پڑ جاتا جب اوس کا قبضہ
 پیندہ پر ہو گیا۔ تو اوس نے ایک دیکھنی عمدہ دار کے سپرد کر کے اپنی شکستہ فوج کی درستی کے
 واسطے بچاؤ کو بہت جلد کچر کیا۔ جب برہان کو یہ حال معلوم ہوا تو اوس نے قلعہ کلیان اپنے منہ قندون

کے حوالہ کیا۔ اور پریندہ کو روانہ ہوا۔ یہاں اوس کو کتنی عمدہ دار کوہر وقت کھٹکا تھا۔ کہ کھین برہان شاہ نہ آجائے۔ کھین ایک مچھر کے بندھنا۔ نے کی آواز سنکر اوس کو خیال جمہ گیا۔ کہ برہان کے سپاہیوں کی زنجیری کی صدا ہے۔ اس خیال کے دل میں آتے ہی فوراً اٹھا اور دروازہ قلعہ کا کھول کر بھاگ آیا۔ اوس کے سپاہی بھی اپنے جوان مرد سردار کے پیچھے ہوئے نظام شاہ ابھی دو منزل پر تھا۔ جب دو روز بعد وہ یہاں آیا تو دیکھا کہ قلعہ بالکل خالی پڑا ہے۔ اوس نے قلعہ پر قبضہ کر کے خواجہ بھجان کو دیدیا۔ اور خود احمدرنگر چلا گیا۔ جب یہ دیکھتی بھادرا بلیہم عادل شاہ کے پاس آیا۔ اور اوس کو اوس دیکھتی کے فرار کی کیفیت معلوم ہوئی تو اوس نے فوراً اوس کو مروادیا۔ اور قلعہ کلیان کی استرداد کے درپے ہوا۔

۲۸۴۔ رام راج کا قلعہ راجپور
مرگل کواد برہان کا قلعہ
شولاپور کو فتح کرنا۔

چونکہ ابراہیم عادل شاہ اس فکر میں تھا کہ کسی طرح قلعہ کلیان کو واپس لے لے اس واسطے برہان نے پھر رام راج سے سیل جبل بڑھایا۔ ۹۵۹ھ میں ایک زبردست فوج لیکر رام راج کی ملاقات کے واسطے ابراہیم عادل شاہ کے ملک میں تہذکر راجپور کے قریب جا پہنچا۔

رام راج بھی وہاں آیا۔ اور دونوں سرداروں کی ملاقات ہوئی۔ یہ قرار پایا کہ رام راج راجپور و مرگل اور برہان شولاپور کو لے۔ چنانچہ برہان اور رام راج نے اول راجپور کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ اور متفقہ افواج نے اوس کا محاصرہ کر لیا مگر برہان نے سوچا کہ اگر یہ قلعہ رام راج نے فتح کر لیا اور شولاپور پہلے فتح نہ ہوا۔ تو رام راج اپنے ملک کو چلا جائیگا۔ اور نہ شولاپور کا مجھے فتح ہونا پھر دشوار ہوگا۔ اس لیے اوس نے رام راج کے بھائی وینکٹادری کو راضی کیا۔ اوس نے رام راج سے کہا۔ کہ اب موسم برسات قریب آنے والا ہے برہان بھی اگر بھیان رہا تو اوہ شولاپور رہ جائیگا۔ اور یہاں اوس کے رہنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اس لیے اوسے وہاں جاتی کی اجازت دیجئے

چنانچہ برہان نے کچھ فوج دیکنگادری کی سرداری میں اپنی مدد کیلئے راج سے لی اور وہاں سے
 شولالو کو آکر بھیجا۔ چلیے رومی خان نے جو گلندازون کا افسر تھا اپنی توپوں کے زور سے بار بار قلعہ کی
 دیوار میں رضہ ڈال دے مگر ایسی دیوار نہیں توڑ سکتا تھا۔ کہ قلعہ فتح ہو جائے۔ دو مہینے سے
 زیادہ ہو گئے برہان کو یہ تردد تھا کہ اگر راجپوت اور مدگل پہلے فتح ہو گئے تو شولالو کی آسیر کے لیے
 ابراہیم عادل شاہ سخت مزاحمت کریگا۔ جہاں تک ہو سکے اس کا جلد فتح ہونا چاہئے۔ اس لیے
 اوس نے گلندازون کو بلوایا اور دہر سکایا۔ ان میں جو یوپیہین گلندازتھے انھوں نے کھا کہ یہ
 ساری چلیے رومی خان کی خطا ہے۔ اگر وہ چاہے تو قلعہ کی دیوار جلد ٹوٹ سکتی ہے اس لیے
 برہان نے چاہا کہ چلیے رومی خان کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دے مگر اوس کے سرداروں
 نے سفارش کی۔ اور اوس نے وعدہ کیا۔ کہ دس روز میں قلعہ کی دیوار توڑ دوں گا۔ بعد ازاں اس
 نے جان کے خوف سے ایسی کوششیں کی۔ اور گولے مارے۔ کہ دس روز سے پہلے
 دیوار ٹوٹ گئی۔ اور فوج نے قلعہ میں گھس کر اوس پر قبضہ کر لیا۔ اس جلد میں برہان نے چلیے رومی
 خان پر بڑی نوازش کی۔ اور ایسی عزت افزائی کی کہ خاص اپنے سواری کے گھوڑے پر اوس کو
 سوار کر لیا۔ اور شاہزادہ حسین کو بارہ قدم پایادہ اوس کے جلو میں چلنے کا حکم دیا۔ اور ہر رام راج
 نے قلعہ راجپوت کو ایک مدت تک محاصرہ کر کے بوعہ امان فتح کر لیا۔ جب قلعہ داران مدگل نے
 یہ حال سنا تو انھوں نے قلعہ کی کچی رام راج کو بے لڑے بھڑے بھیج دی۔ یہاں برہان کا الادہ
 تھا کہ گنگہ کو جاکر فتح کرے۔ مگر جب خبر ملی کہ رام راج نے راجپوت مدگل کے قلعہ لیے۔ اور
 یہاں ٹکڑو ٹوٹ گیا۔ اور سیف خان عین الملک بھی جو برہان کا بڑا زبردست سردار تھا برہان سے
 اس وجہ سے ناراض ہو گیا کہ اوس نے ایک مسلمان بادشاہ کے مقابلہ اور استیصال کی واسطے
 ایک ہندو سے دوستی کی ہے جس سے جہان اسلامی جو بڑا قائم تھا اور مساجد اسلامی بنی ہوئی

وہاں کفار کے مندر بنتے جاتے ہیں۔ اور اوسے پہونکر لگا ہوا گیا۔ تو اس نے بھی قلعہ شولاپور کی مرمت کرائی۔ اور اپنے متہدون کو سپہ دکر کے احمد نگر چلا گیا۔

۲۵۵۔ برہان نظام شاہ کا ۳۹۰

۹۰۔ عجمی مین برہان نظام شاہ نے رام راج سے پھر صلاح و مشورہ کیا۔ اور یہ ٹیمبر لاکھ تلعہ ساغرہ لکھ پرتا حد و دوریا سے بہینورہ اور نیر جیلاپور و لکھ نگر پر برہان قابض ہو جاے جب یہ طے ہو گیا۔ موت۔

تو دوسرے سال ۹۱۔ مین برہان نے بڑی زبردست فوج لی اور رام راج بھی اوس کے ساتھ ہوا پھر دونوں جیلاپور پر آئے۔ ابراہیم عادل شاہ نے دیکھا۔ کہ وہ ان کا مقابلہ کرنے کے

الایق نہیں ہے۔ اس لیے وہ جیلاپور سے بجھا ہو کر پٹالہ مین پناہ گیر ہوا۔ اب برہان شاہ نے جیلاپور کا محاصرہ کیا۔ قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے۔ مگر یکایک برہان بیمار ہو گیا۔ اور ایسی طبیعت بگڑی کہ قاسم گیار حکیم کی صلاح سے اوس نے احمد نگر کا راستہ لیا۔ جہاں جاتے ہی مر گیا۔ اور باغ و روضہ مین باپ کے پاس دفن کیا گیا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد باپ بیٹوں کی بڑیان نکال کر حسین شاہ اوکے بیٹے نے کربلا کے

مطلے کو بھیج دین۔ او گنبد خامس آل عبا کے باہر ایک گز کے فاصلہ پر دفن کی گئیں۔ ۷۴۷ برس بادشاہی کی حقیقت مین یہ شخص بڑا چالاک تھا گو لڑکپن مین سُستی تھا۔ مگر اس کے بعد پہلے مدد بجا ہوا۔ اور پھر متعصب شیعہ ہو گیا۔ قیاساً اس کی لڑائیوں مین ایک لاکھ آدمی سے کم نہیں مارے گئے ہونگے۔ گو اس کی لڑائیاں لکھی بنا پر تھیں مگر تعصب مذہبی سے ہرگز خالی نہیں تھیں اس نے

اپنے یمن سب سے پہلے ہندوؤں کو بڑے بڑے مرتبہ دے کر مریاد رکھنا چاہیئے کہ اس کے یہاں وہ چار ہندوؤں کے سوا ہندو ملازم نہ تھے۔ اور وہ بھی وہ ہی تھے۔ جو اس کے آباؤ اجداد کے رشتہ دار اور خاندان مین سے تھے۔ علی العموم اس کی فوج مسلمان شیعہوں سے مرکب تھی۔ اور گجرات کی سلطنت بھی جب سلطان بہادر شاہ کے اخیر وقت سے

گجراتی تھی وہاں سے بھی بہت سے تجربہ کار عمدہ داراس کے پاس آگئے تھے۔ اون سے اسکی فوج کو بڑی تقویت ہو گئی تھی۔ سیف خان عین الملک سنی جس نے قلعہ کلیان کے قریب ابراہیم عادل شاہ پر ہمایہ مارا تھا اور نیز چلیے رومی خان شیعہ جس نے قلعہ شوالپور پر توپوں کے زور سے دیوارین توڑی تھیں یہ سب گجراتی ہی تھے جو اس کے پاس آکر نوکر ہو گئے تھے۔

۲۸۴۔ حسین نظام شاہ کا بایکون
کے فرار کے بعد احمد نگر میں بادشاہ
ہونا اور ابراہیم عادل شاہ سے صلح کرنا

برہان نظام شاہ کے پوتہ بیٹے تھے۔ حسین عبدالقادر شاہ علی شاہ حیدر محمد باقر۔ خدا بندہ۔ ان میں سے پہلے دونوں بی بی آمنہ سے تھے۔ شاہ علی بی بی محرم دختر یوسف عادل شاہ کا بیٹا تھا شاہ حیدر بنوا جہان حاکم پر نیدہ کا داماد تھا۔ حسین کی اس وقت تیس برس کی عمر تھی۔ باپ کے ساتھ تمام معرکوں میں رہا ہوا تھا۔ سلطنت کے کاموں سے واقف تھا۔ مگر باپ اسکی بہ نسبت اوس کے پھوٹے ہمایہ عبدالقادر کو زیادہ پسند کرتا تھا اور بھی باعث تھا کہ اوس نے کسی کو ولی عہد نہیں کیا تھا جس سے ہمایہ یوں کی تخت نشینی کے باب میں امر کے دو فرقے ہو گئے۔ غریب اور حبشی حسین کی طرف ہوئے۔ دکنی اور ہندو شاہزادہ عبدالقادر کی طرف جب حسین سخت پیر بیٹھنے لگا۔ تو شاہزادہ عبدالقادر تمام اپنے ہمایہ یوں کے ساتھ نکلنے قلعہ سے باہر چلا گیا۔

شیکاپور کے قریب اس کے پاس لوگ جمع ہوئے اور چتر شاہی اوس کے سر پر لگایا۔ قریب تھا کہ فریقین میں لڑائی ہو۔ مگر حکیم قاسم بیگ نے چار پانچ سو ملحد اور عوام الداروس سے توڑ لیا جس سے اہل قلعہ کو بڑی تقویت ہو گئی۔ پھر انہوں نے حسین شاہ کے سر پر چتر شاہی لگایا۔ اور امر کو روپیہ دے دلا کر راضی کیا۔ اور عبدالقادر کے دفعیہ کو مستعد ہوئے جب نور شید خان و عالم خان وغیرہ دکنی امر نے دیکھا کہ حسین شاہ قوی ہو گیا تو قاسم بیگ کی وسالت سے قولنامہ لیکر وہ بھی عبدالقادر سے الگ ہو گئے جب عبدالقادر اس طرح اکیلا رہ گیا۔ تو اوس نے اپنے

زقفا اور ہمایون سے صلاح لی۔ سب کی رائے اسی پر قرار پائی کہ بجز بہاگ جانے کے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ عبد القادر توبرا کو بہاگ گیا۔ اور وہیں مر گیا۔ شاہ علی محمد باقر خدا بندہ نے بچا پور میں جا کر پناہ لی شاہ حمید اپنے خسر خواجہ جہان کے پاس پریندہ چلا گیا۔ اب حسین نظام شاہ بادشاہ ہوا۔ اور باپ کی طرح خطبہ امامیہ جاری رکھا۔ چونکہ اوس کو اپنے باپ کے قیدی بھی دشمن ابراہیم عادل شاہ سے بڑا اندیشہ تھا کہ اس وقت جبکہ اوس کی سلطنت جمی نہ تھی مہادا کوئی نقصان پہنچاے۔ اس لیے اوس نے بہت جلد سرحد پر کرار ابراہیم عادل شاہ سے ملاقات کی اور اوس سے صلح کر لی۔

۲۸۷۔ خواجہ جہان کے بہاگنے
 جب حسین شاہ کو ابراہیم عادل شاہ کی طرف سے اطمینان ہو گیا
 تو اوس نے اون لوگوں کو جنہوں نے عبد القادر کی رفاقت

انتخاب کی تھی خوب سزا دی۔ اس لیے سیف خان عین الملک ہراسان ہو کر برا چلا گیا خواجہ جہان دکنی نے ارادہ کیا کہ ابراہیم عادل شاہ سے مدد لیکر اپنے داماد شاہ جیدہ کو احمد نگر میں تخت نشین کرے۔ اس لیے وہ حسین شاہ کے پاس تعزیت اور تہنیت کے لیے نہ گیا۔ اس پر حسین شاہ نے امانت محبت کے لیے خواجہ جہان کو ایک خط بھیج کر طلب کیا خواجہ جہان نے دیکھا کہ نہ تو مخالفت ممکن ہے اور نہ حسین شاہ کے پاس جانے میں سلامتی کی امید ہے۔

اس لیے اوس نے لکھا کہ معاملات کی حالت آپ کو معلوم ہے اس لئے آئیں میں مجھ کو بڑا اندیشہ ہے اگر اس وقت آپ معاف کرین تو میں بھکر کسی وقت حاضر خدمت ہوں گا حسین نظام شاہ نے اس جواب کے پہنچتے ہی تیاری کی۔ اور پریندہ پر چڑھ آیا۔ خواجہ جہان نے اپنے معتدرون کو قلعہ میں چھوڑا۔ اور خود شاہ جیدہ کو لیکر ابراہیم عادل شاہ کے پاس جا کر تسلیم اور استغاثہ کیا اور مدد چاہی۔ پریندہ کے قلعہ والوں نے اس امید پر کہ ابراہیم عادل شاہ سے مدد ملے گی

قلعہ کی خوب حفاظت کی۔ مگر حسین شاہ کی توہون نے قلعہ کی دیواریں توڑ دیں فوج نے قلعہ میں گھسکر خوب قتل کیا۔ اور اوس پر قابض ہو گئی۔

۲۸۸۔ ابراہیم عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کا شولاپور میں مقابلہ۔

اب ابراہیم عادل شاہ نے چاہا کہ اپنی پہلی شکستوں کا اس وقت بدلہ لے راج سے اتحاد پیدا کیا۔ اور سیف خان عین الملک کو بڑے بڑے وعدہ کر کے لکھنؤ سے بلوایا۔ سیف الدولہ القادر

عقیدہ السلطنتہ الباہرہ امیر الامرا کا خطاب اور علاقہ مان و پائین و منگری و راسے باغ جاگیر میں دیکر اسے اسد خان کا درجہ عنایت کیا اور خواجہ کے استصواب سے شانہ زادہ شاہ علی کے سر پر چتر

شاہی لگایا۔ اور اسے دو ہزار نظام شاہی سواروں سے جو حسین شاہ کے خوف سے ابراہیم

عادل شاہ کے پاس چلے آئے تھے آگے سرحد پر بھیجا احمد نگر کے تمام اکابر و عمائد کے پاس

خطوط اور پیغام بھیجے کہ وہ شانہ زادہ شاہ علی کی بادشاہی کو قبول کریں اور خود جا کر شولاپور کا محاصرہ کیا

چونکہ حسین شاہ کے امرا جو اس کے پاس اب باقی رہ گئے تھے تقریباً گل شیعہ تھے اس لیے

اونہوں نے ابراہیم عادل شاہ کے بنائے ہوئے بادشاہ کی طرف رخ بھی نہ کیا۔ بلکہ اون کو جو

ہزار حسین شاہ سے ہو رہا تھا اس کے رخص اور خیر خواہی جتانے کے لیے حسین شاہ کی وفات

میں وہ اور بھی مستعد ہو گئے۔ جس سے اس کا سالشکر یک دل ہو گیا۔ سوائے اس کے

وسواس راؤ برہمن نے دریا عادل شاہ کو بھی حسین شاہ کا فتنہ کر لیا۔ اور وہاں سے سات ہزار فوج

اس کی مدد کو آ گئی۔ اب حسین شاہ بھی مقابلہ کو روانہ ہو کر شولاپور کے پاس آگرمیہ زن ہوا ابراہیم

عادل شاہ نے بھی اس وقت اپنی عادت کے خلاف بڑا دل کیا۔ اور خزانہ کو لکھنؤ سے لاکھنؤ

پامیون میں تقسیم کر دے۔ غرض اس وقت ابراہیم عادل شاہ نے کوئی بات اٹھانہ رکھی۔

ہر طرح کو شمش کی کہ تلافی یافت کرے۔

۲۸۹۔ ابراہیم عادل شاہ کا غلطی سے
سیف خان عین الملک کی بیوفائی پر
شہر کر کے میدان جنگ سے ہٹا گیا۔

جب فریقین صف آرا ہوئے۔ تو ابراہیم عادل شاہ نے
میمنہ پر عین الملک کنغانی واکس خان کو اور میسرہ پر نور خان
اور امام الملک کو اور سیف خان عین الملک کو ہراول

کر کے خود قلعہ میں کھڑا رہا۔ حسین نظام شاہ نے بھی اپنے فوج کو ترتیب دیکر خان زمان ویزی خان
واخلاص خان کو دور یا عماد شاہ کی فوج سمیت ہراول مقرر کیا۔ اور توپخانہ سب سے آگے رکھا
سیف خان عین الملک نے سب سے پہلے آگے بڑھ کر دشمن پر ایسا حملہ کیا کہ اول ہی دہلہ میں نظام
شاہی توپ خانہ پر قابض ہو گیا۔ اور ہراول کو شکست دیکر قلعہ میں پھونچا دیا جس سے آخر کار حسین
نظام شاہ کو خود اپنے لشکر خاصہ سے سیف خان پر حملہ کرنا پڑا۔ بڑی گھمان کی لڑائی ہوئی دونوں
طرف کے کثرت سے آدمی مارے گئے۔ اور قریب تھا۔ کہ حسین نظام شاہ کی فوج قلعہ منتشر ہو جائے
مگر ستم خان دکھنی و بہاگیر خان جاشی و غضنفر خان شیرازی سردار میمنہ نظام شاہی نے جو یہ فوج ابراہیم
سے شکست کھا کر چلے گئے تھے اپنی فوج کو جمع کیا۔ اور حسین شاہ کے علم کو اپنے جگہ پر نہ دیکھ کر
اپنے بادشاہ کی مدد کو آگئے۔ جب سیف خان نے دیکھا۔ کہ نظام شاہ کو مدد ملگئی اور ابراہیم کی
طرف سے مجھے مدد نہ ملی سوائے اس کے چار سو آدمی مارے گئے اور صلابت خان اوس کا
بہا نجا زخمی ہو کر گھوڑے پر سے گر پڑا تو آخر وہ خود ضرور ناگھوڑے پر سے اتر پڑا۔ یہ اوسکی عادت تھی
جب وہ جانتا تھا کہ دشمن غالب ہے تو یہاں یہ ہو جاتا تھا جس سے اپنی فوج کو یہ معلوم کرنا مقصود
ہوتا تھا۔ کہ ہمارا سردار چاہتا ہے لڑائی سے نہ ہٹے بلکہ فوج کرے یا اسی جگہ مر جائے کسی شخص
نے دیکھا کہ سیف خان عین الملک گھوڑے پر سے اتر پڑا ہے۔ اور حسین شاہ کے قریب
پہنچ گیا ہے وہ فوراً وہاں سے بھاگا۔ اور ابراہیم عادل شاہ سے جا کر کھا۔ کہ سیف خان نے
اپنے پہلے بادشاہ حسین شاہ کو جا کر سلام کیا۔ اور یہ طرہ اٹھایا ہے کہ تجھ کو پکڑ کر اوس کے حوالہ کرنے

ابراہیم کی تو ہر وقت شبہات کی پوٹا گردن پر رکھی رہتی تھی اوس نے یہ سنتے ہی صدق و کذب کی کچھ تحقیق نہ کی۔ بلکہ نہ اگا دی کیا نیچھا۔ جس طرح ہوسکا میدان سے نکلا۔ اور گھوڑے پر سوار ہو سید ہایچا پور کو رہا گا۔ ۵

انہ سہ بدہ کی لی اور نہ منگل کی لی | نکل شہر سے راہ جنگل کی لی

اگر یہ خبر سیف خان کو نہ پہنچتی تو وہ اس وقت حسین شاہ کو شکست دے چکا تھا۔ نظام شاہ کے پاس اس وقت صرف ایک ہزار آدمی باقی تھے اور سب بھاگ گئے تھے نظام شاہ بھاگنے کو تیار تھا مگر جب سیف خان کو معلوم ہوا۔ کہ ابراہیم عادل شاہ اس طرح بھاگ گیا۔ تو اوس نے بھی لڑائی سے کنارہ کیا۔ اور اپنے بہانے کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر تمام سامان چھوڑا۔ اور بیچا پور کا راستہ لیا۔ حسین شاہ میں اتنی کھان جان تھی کہ اوس کا تعاقب کرے۔ وہ اسی کو غنیمت سمجھا کہ جان بچی۔ دو روز وہاں ٹھہرا۔ بعد ازاں احمد نگر چلا گیا۔

۲۹۰۔ ابراہیم عادل شاہ کا سیف خان عین الملک

اب سیف خان کا یہ مقصد تھا۔ کہ ابراہیم کو میدان جنگ کی واقعی کیفیت سمجھا کر پھر واپس لوٹا لیا جائے۔ اس لیے وہ اس کے پیچھے نہایت تیزی سے دوڑا۔ ابراہیم کی نظر جب سیف خان پر پڑی تو اوس کا شبہ اور بھی

قوی ہوا۔ سمجھا کہ میری گرفتاری کو آیا ہے۔ وہ اوس سے بھی زیادہ تیزی سے بھاگا۔ کہ کہیں اگر گرفتار نہ کر لے۔ اور جس طرح ہوسکا شہر بیچا پور میں داخل ہوا۔ سیف خان بھی شہر کے پاس جا کر اتر آیا۔ اور بادشاہ کے پاس اپنا مقصد بھیجکھوڑوا سٹ کی کہ میں اسی طرح چلا آ رہا ہوں تمام سامان وہیں رہ گیا ہے۔ براہ بندہ پر روری کچھ ڈیرہ نیمہ وغیرہ مل جائیں۔ کہ میں اوس میں قیام کروں اور کچھ روپیہ بھی عنایت ہو کہ کھانے پینے کا سامان کر کے خدمت میں حاضر ہوں یا ابراہیم عادل شاہ اس شک سے کہ سیف خان کی نحوست طالع اور بے حکم آگے بڑھانے سے تصور کرتا تھا اسے

ایندہ صین اعظام شاہ کے بیان میں نقل کیا ہے۔

۲۹۲۔ سیف خان کا ابراہیم کو
اور ہر سیف خان عین الملک بیجا پور سے اپنی جاگیر کو روانہ ہوا۔
متواتر تین مرتبہ شکست دینا۔
ابراہیم عادل شاہ نے پانچ ہزار آدمی اوس کی مدافعت کے لیے

معین کیے جب وہ پرگنہ مان میں ندی کے کنارہ پہونچے تو مصلابت خان نے بغیر اس کے
کہ سیف خان سے اجازت لے اوس لشکر کا مقابلہ کیا۔ اور اودن کو شکست دیکر ہاتھی ٹھوڑے
پھینک لئے۔ اس فتح سے سیف خان استغدر قوی ہو گیا۔ کہ ربیع کی فصل کا محصول بھی اوس نے
وصول کرنا چاہا۔ اور پرگنات مرچ و کلہر پر بھی تصرف ہو گیا۔ اس واسطے ابراہیم نے پانچ ہزار آدمی
دلا اور خان حبشی کے ساتھ جو اکثر کار ابراہیم عادل شاہ ثانی کا وکیل السلطنت ہو گیا تھا بھیجے سیف خان
وصلابت خان اپنی اپنی فوج لیکر مقابلہ میں آئے گلبرگہ کے حوالی میں لڑائی ہوئی۔ دلا اور خان نے
دلاوری کو سلام کیا۔ اور لوک دم بھاگا۔ تمام مال و اسباب سیف خان کے ہاتھ لگا جس سے
اوس نے اپنا تمام بگڑا سامان درست کر لیا۔ اور جدید فوج فراہم کی۔ پانچ ہزار سوار و اسپیہ
اسپیہ اور ہاتھی اور توپ خانہ اوس کے پاس ہو گیا۔ اب مجبوراً ابراہیم نے پچیس ہزار سوار سے
اوس کے افراج کے واسطے خود کوچ کیا جب وہ دریا سے ان کے پاس پہونچا۔ تو اوس
معلوم ہوا کہ سیف خان بجائے ہراگ نے کے قصبہ مان میں موجود ہے۔ اور اپنی فوج
جمع کیے پڑا ہے۔ ابراہیم اس خیال سے چند روز دریا کے کنارہ ٹھہر گیا۔ سیف خان کو بہت
بندہ ہی گواہ کا ارادہ ہوا گئے کا تھا۔ مگر وہ بادشاہ کے اس قیام کو کم زوری سمجھا۔ اور ہراگ نے
کا ارادہ موقوف کر دیا۔ بلکہ خود فوج لیکر ابراہیم کی طرف قدم اٹھائے۔ اور لڑنے کا اعلان دیا۔ مگر
لوٹ گیا۔ دوسرے تیسرے روز بھی ایسا ہی کیا۔ تین روز تک سیف خان کے آنے سے
ابراہیم کی تمام فوج کمر بستہ صبح سے شام تک علی التواتر کھڑی رہ کر تھک گئی چوتھے روز وہ پھر آیا

میدان گلبرگہ میں باہم ملاقات کر کے اوس سے فائدہ اٹھائیں۔ بیدار مع مضامین ابراہیم قطب شاہ اور گلبرگہ مع توابعات حسین شاہ کے۔ اس قول و قرار کی تائید اور تصدیق کی واسطے حسین شاہ نے قاسم بیگ حکیم کو جو سوقت احمد نگر میں کیل طلق تھا گو لکٹہ بھجوا جب سفیر و نکی معرفت احمد و پیمان ہو گئے تو دونوں بادشاہ گلبرگہ کے میدان میں آئے۔ اور باہم ملاقات کر کے بالمشافہ گفتگو کی۔ اور پھر گلبرگہ کا محاصرہ شروع کر دیا۔ دو مہینے تک برابر محاصرہ رہا۔ اندر اور باہر سے تیر و تفنگ چلتے رہے۔ ابراہیم عادل شاہ بہت گبرایا۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا کہ رام راج سے مدد لے اوس کو بہت سے تحفے اور ہارے بھیجے۔ اور نہایت منت و سماجت کے ساتھ مدد چاہی۔ رام راج تو ایسے فتوحات غیبی کا منتظر ہی بیٹھا تھا۔ وہ فوراً راضی ہو گیا۔ اور بے شمار فوج اور ہاتھی لیکر گلبرگہ آمو جو درہوا۔ اور اپنے بھائی تیراج کو ابراہیم قلی کے ملک میں لوٹ مار کو بھیجا۔ اور اس سے لکھنیا کہ مجھ میں اور آپ میں قدیمی محبت ہے۔ اس وقت آپ حسین شاہ کی تائید کے لیے آئے ہیں اور میں ابراہیم عادل شاہ کی مدد کو آیا ہوں۔ بہتر ہے کہ ہم ایک جانب ہو جائیں۔ اور اس مقصد کے انجام کے واسطے مجھے ملاقات کیجئے۔ سوائے اس کے ابراہیم عادل شاہ نے بھی ابراہیم قطب شاہ کے پاس اسی غرض سے ایلمی بھیجا۔ اس پر ابراہیم قلی نے ایلمیوں کی بڑی خاطر و تواضع کی۔ اور حسین نظام شاہ سے تمام کیفیت کھلا بھیجی اور کھا۔ کہ اس وقت میرا رام راج اور عادل شاہ سے لجانا ضروری ہے۔ مجھے اہازت دیکھئے وہ پڑمان کے کیا کہہ سکتا تھا۔ چنانچہ ابراہیم قطب شاہ و ابراہیم عادل شاہ و رام راج تینوں بادشاہوں نے دریاے کشنا او پیما کے سنگم کے پاس ملاقات کی۔ ابراہیم قطب شاہ نے کچھ ایسی صلاح دی جس سے سب بادشاہ اپنے اپنے ملکوں کو واپس چلے گئے اور لڑائی بھگتا رافع ہو گیا۔ یہ واقعہ اتر ۹۴۲ء کا ہے۔ اور تاریخ قطب شاہی سے ہم نے لیا ہے مگر اسی واقعہ کو تاریخ فرشتہ میں کچھ دوسری طرح لکھا ہے۔ جسکو ہم نے

آئندہ حسین اعظم شاہ کے بیان میں نقل کیا ہے۔

۲۹۲۔ سیف خان کا ابراہیم کو
اور ہر سیف خان عین الملک بیجاپور سے اپنی جاگیر کو روانہ ہوا۔
متواتر تین مرتبہ شکست دینا۔
ابراہیم عادل شاہ نے پانچ ہزار آدمی اوس کی مہارفت کے لیے

مبعین کیے۔ جب وہ پرگنہ مان میں مندی کے کنارہ پہونچے تو صلابت خان نے بغیر اس کے
کہ سیف خان سے اجازت لے اوس لشکر کا مقابلہ کیا۔ اور اودن کو شکست دیکر ہاتھی مگھوڑے
پاچھین لئے۔ اس فتح سے سیف خان استغدر قوی ہو گیا۔ کہ ربع کی فصل کا محصول بھی اوس نے
وصول کرنا چاہا۔ اور پرگنات مرچ و کلہر پر بھی تصرف ہو گیا۔ اس واسطے ابراہیم نے پانچ ہزار آدمی
دلا اور خان حبشی کے ساتھ جو انوکرا ابراہیم عادل شاہ ثانی کا وکیل السلطنت ہو گیا تھا بھیجے سیف خان
وصلابت خان اپنی اپنی فوج لیکر مقابلہ میں آئے گلبرگہ کے حوالی میں لڑائی ہوئی۔ دلا اور خان نے
دلاوری کو سلام کیا۔ اور لوگ دم بھاگا۔ تمام مال و اسباب سیف خان کے ہاتھ لگا جس سے
اوس نے اپنا تمام بیڑا سامان درست کر لیا۔ اور جدید فوج فراہم کی۔ پانچ ہزار سوار و اسپیہ
اسپیہ اور ہاتھی اور توپ خانہ اوس کے پاس ہو گیا۔ اب مجبوراً ابراہیم نے پچیس ہزار سوار سے
اوس کے اخراج کے واسطے خود کوچ کیا جب وہ دریا سے ان کے پاس پہونچا۔ تو اسے
معلوم ہوا کہ سیف خان بجائے ہماگ نے کے قصبہ مان میں موجود ہے۔ اور اپنی فوج
جمع کیے پڑا ہے۔ ابراہیم اس خیال سے چند روز دریا کے کنارہ ٹھہر گیا۔ سیف خان کو ہمت
بندہ ہی گواہ کا ارادہ ہماگنے کا تھا۔ مگر وہ بادشاہ کے اس قیام کو کم زوری سمجھا۔ اور ہماگنے
کا ارادہ موقوف کر دیا۔ بلکہ خود فوج لیکر ابراہیم کی طرف قدم اٹھائے۔ اور ان کے اعلان دیا۔ مگر
لوٹ گیا۔ دوسرے تیسرے روز بھی ایسا ہی کیا۔ تین روز تک سیف خان کے آنے سے
ابراہیم کی تمام فوج کراہتہ صبح سے شام تک علی التواتر کھڑی رہ کر تھک تھک گئی پوچھے روز دھچک لیا

فوج کے آدمیوں کو حسب معمول ابراہیم نے تیاری کا حکم دیا تو اول چلائے مگر یہ لوگ ہر روز کا سا حال جان کر کچھ متعذ نہ ہوئے مہتیا روغیر نہ باندھے گھوڑوں پر سوار نہ ہوئے اور سرت پر رہے۔ اس میں سیف خان سامنے آئے موجود ہوا۔ ابراہیم کی فوج کو تیار نہ تھی۔ مگر عجیبہ راؤ سے مقابلہ کرنا پڑا۔ سیف خان نے اپنے آدمیوں سے مشورہ کیا۔ سب نے لکھا کہ اوس فوج سے لڑنا مناسب نہیں ہے۔ تیس میں خود بادشاہ پتھر شاہی نہر پر رکھے موجود ہو۔ مگر رضی خان انجمن نے لکھا۔ کہ پتھر نہیں لڑا کرتا یہ ملاحظہ ہے فائدہ ہے اور خود گھوڑا اٹھا کر آگے بڑھا۔ اب سیف خان نے ابراہیم کی فوج پر نظر ڈالی فوج کو چوڑ کر زبان بادشاہی پتھر دکھائی دیتا تھا اسی طرف سید ہا بڑھا۔ اوس کے ساتھ پانچ ہزار سوار تھے۔ سب نے سیف خان کے گھوڑے کے ساتھ گھوڑے اٹھا لئے۔

پیراگندگی کر دانا ہوہ را

دو دل یک شود بشکن کدہ را

ابراہیم کی فوج ہانگی خود بادشاہ نے بیجا پور میں جا کر جان بچائی تمام ٹانہ شاہی سیف خان کو ہاتھ لگایا اوس بیجا پور تک بڑھتا گیا اور شہر سے دو کوس پر آکر فرار ہو گیا۔ سلطنت کے ایک ٹکڑے حصہ پر قبضہ کر کے شہر کی رسد پونچھا تو قریب آمد و کر دیا۔ یہ سب کو معلوم ہو گیا کہ ابراہیم عادل شاہ کی سلطنت اب بڑھی۔ طرہ میں ہے۔

۲۹۳۔ ونیکا درسی سے شکست
اب ابراہیم عادل شاہ بہت گھبرایا۔ رام راج سے پھر التجا کی۔ اور سات
لکھ آدمیوں بیجا نگر کو روانہ کیے۔ اوس نے اپنے بھائی ونیکا درسی

کو فوج دیکر بیجا۔ ونیکا درسی کو وہ شکست یاد تھی ہوا تو ایک مرتبہ اسد خان لاری کے مقابلہ میں اوس کے شب خون مارنے سے ہوئی تھی۔ اس لیے اوس نے اپنے تمام سپاہیوں کو ایک ایک چھڑی دیدی تھی۔ اور اوس میں تیل کی ڈوبی ہوئی بیتان بند ہوا دی تھیں۔ تاکہ ہر ایک سپاہی ضرورت کے وقت بتی روشن کر لے۔ اب سیف خان نے اسد خان لاری کی طرح

اوس پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ اوسے یہ تدبیر معلوم نہ تھی غرض جب کہ فیکٹاوری پہنچا پورے قریب آمو جو دہوا۔ سیف خان اور صلابت خان دونوں ہر تہیدہ سواروں کے ساتھ رات کو اوسکی فوج پر حملہ آور ہوئے جون ہی ہندوؤں کو اس کی خبر ہوئی انہوں نے ایک سخت بتیان روشن کر لیں جس سے ایسی روشنی ہو گئی کہ دن سا معلوم ہونے لگا اور اپنے پرانے مین کوئی شبہ باقی نہ رہا بھلا لائے مستعد لشکر پر پنجون کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ اولٹا بجا کر لیون نے ہی سیف خان کو لے لیا۔ اور ایک آٹا فائین اوس کے ایک ہزار آدمی مارڈالے سیف خان اور صلابت خان نے جب یہ حالت دیکھی تو چون توں اس غرقاب بلا سے نکلنے کی کوشش کی۔ اور اپنے لشکر کو لے بہا گئے۔ گرند ہیرے کی وجہ سے راستہ بھول گئے انہیں ادھر ادھر پھرنے میں تین پھرت گذر گئی اور اس دوادووش میں اوس کا بقیہ السیف لشکر بھی پرانہ ہ ہو گیا۔ اس وقت اوس کے ساتھ صرف دو سو آدمی باقی رہ گئے جب اس قدر عرصہ تک سیف خان واپس اپنے لشکر میں نہ گیا تو اون کو خیال ہوا کہ سیف خان و صلابت خان مارے گئے۔ انہوں نے بھی اپنا مقام چوڑ دیا۔ اور جس کا جہر نہ اٹھا چلایا جب صبح کے قریب سیف خان اپنے لشکر کا گاہر پہنچا۔ تو وہاں کسی کو بھی نہ پایا۔ لاچار اور زمین دو سو آدمیوں سے بھاگا۔ اور پرگنہ مان میں رہتا ہوا احمد نگر کے علاقہ میں چلا گیا۔

۲۹۴۔ حسین نظام شاہ سیف خان سے خار نکھائے بیٹھا تھا اور چاہتا تھا کہ اوسے کسی طرح عدم کی راہ دکھائی جب اوس نے سنا کہ سیف خان اوس کے ملک میں آیا تو بظاہر بڑا خوش ہوا۔ اور

حسین نظام شاہ کا سیف خان و صلابت خان کو دغا بازی سے قتل کرنا۔

لکھا کہ یہ ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ ایسا سردار پھر ہمارے امر میں داخل ہونے کے لیے آتا ہے نورا قاسم بیگ حکیم کو جو اوس وقت اوس سلطنت میں سب سے بڑے درجہ کا امیر تھا

سیف خان کے استقبال کے واسطے بھیجا۔ اور نہایت چکنی چڑی باتوں میں اسے اپنے پاس بلایا اور قولنامہ اور نگہ جو اس وقت کا دستور تھا اسے بھی دیا۔ اور نہایت بڑے بڑے وعدے کئے سیف خان نے دو شرطیں پیش کیں۔ ایک تو یہ کہ حسین شاہ خود قلعہ سے نکل کر اس کا استقبال کرے دوسری یہ کہ ملاقات کے روز قاسم بیگ سیف خان کے لشکر میں رہے تاکہ کوئی فتنہ نہ پیدا ہو۔ یہ دونوں شرطیں منظور ہوئیں اور دونہا آدمی سے سیف خان احمد نگر چلا آیا۔ جب احمد نگر وکوس رہا۔ تو قاسم بیگ حسین شاہ کے پاس سیف خان سے اجازت لیکر گیا۔ کہ ملاقات کی طرز کا تصفیہ کرے۔ اور پھر سیف خان کے لشکر میں کفیل کے طور پر واپس چلا آئے جب قاسم بیگ یحسان آیا۔ تو دیکھا کہ حسین شاہ کا کچہ اور ہی منصوبہ ہے۔ اس لئے اس نے اپنے ماتمہ اور منہ پر بھلاوین کا تیل لگالیا جس سے اس کا بدن سوچ گیا۔ اور وہ بیمار بن کر گھر میں پڑ رہا حسین شاہ نے سیف خان سے کھلا بھیجا کہ قاسم بیگ بیمار ہو گیا ہے اس کا آپ انتظار کیجیے مین فلان وقت آپ کے استقبال کو قلعہ سے سوار ہو کر آئے گا آپ آئے اور ملاقات کیجیے سیف خان نے قاسم بیگ کے یحسان اپنے معتبر آدمی بھیجے اور انہوں نے آکر لکھا۔ کہ قاسم بیگ کے ماتمہ اور منہ واقعی سوچھے ہوئے ہیں اس میں خبر آئی۔ کہ حسین نظام شاہ استقبال کے لئے سوار ہوا۔ مجبوراً سیف خان اور صلابت خان بھی چلے۔ قبول خان سیف خان کا غلام تھا اس نے لکھا کہ نیکو اچھے آثار نظر نہیں آتے حسین شاہ بڑا بے ایمان فتنہ باز ہے اور قاسم بیگ کی بیماری جعلی اور منوعی ہے۔ میرے نزدیک ملاقات کرنا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ مگر سیف خان نے ایک نہنی اور بے سوچے بوجھ چلتا ہوا۔ جب قصبہ ٹیکالور کے پاس پہونچا۔ تو دیکھا کہ حسین شاہ ایک میدان میں اس کے انتظار میں کھڑا ہوا ہے اور اس کے سامنے ہاتی دو روہیہ استاد ہیں جس سے کچہ دور تک ایک کوچہ سا ہو گیا ہے۔ سیف خان کو دیکھتے ہی حسین شاہ نے اپنے منقر بن کو

پیشوا کیلے آگے بھیجا۔ اور وہ سیف خان اور صلاحیت خان کو اس دور میں ہاتھوں کی صف میں سے لیکر چلے اب بھی یہ دونوں گھوڑوں پر سوار تھے مگر پیچھے سے کچھ سپاہی آئے انہوں نے کھاکہ گھوڑوں پر سے اترے سیف خان نے دل میں سوچ لیا تھا کہ سواری ملاقات کر ڈنگا۔ جب ان سے اترنے کو کھاکہ لیا۔ تو اسے نہایت شاق گذر۔ مگر وقت بھل چکا تھا۔ مجبوراً سیف خان اور صلاحیت خان کو اترنا پڑا سلام کرتے وقت جب انہوں نے چاہا کہ رکاب شاہی کو بوسہ دین سپاہیوں نے پکڑ کر انہیں زبردستی اتنی پر سوار کر دیا۔ اور حسین شاہ فوراً وہاں سے چل دیا جب قصبہ ٹیکاپور میں پہنچے۔ تو حسین شاہ کے حکم سے فیلبانوں نے دونوں کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔ اور لاشیں نیچے پینھا دیں حسین شاہ نے دیکھ کر کھاکہ چارے خون سے مر گئے بہت برا ہوا۔ ان کو دفن کر دو۔ یہ واقعہ ۹۶۲ھ ہجری کا ہے۔

۲۹۵۔ قبول خان کا سیف خان کے قبول خان جس وقت سیف خان کو نصرت کر کے پھرتا تو اسکو اہل و عیال کے ساتھ گولکنڈہ کو ہانگنا

اوس نے لشکر میں جاتے ہی سیف خان کی طرف سے حکم سنایا کہ تمام آدمی شہر میں چلنے کے لیے تیار کریں فلان مقام میں بادشاہ نے قیام کا حکم دیا ہے ساتھ ہی اس کے تمام عورات حرم کو مردانہ لباس پہنوا۔ اور خود سوار ہو کر مستعد کھڑا ہو گیا۔ اور جب سیف خان اور صلاحیت خان کا کام تمام ہو گیا۔ تو حسین شاہ نے حکم دیا کہ اون کے عیال و اطہال کو گرفتار کر لائیں اور لشکر کو لوٹنے قبول خان کو کوئی بات کا نہ تظاہر ہی تھا۔ اوس نے یہ حال سنتے ہی فوراً کوچ کر دیا۔ اور پانچ سو سوار سے جو اوس وقت تیار تھے ابراہیم قلی طلب شاہ کے ملک کا راستہ لیا۔ نظام شاہی سپاہ نے تعاقب کیا۔ کئی جگہ ہاگستہ میں لڑائی بھی ہوئی مگر قبول خان نے خوب رک دی۔ یہاں تک کہ بیڑ کے قریب پہنچ گیا۔ وہاں اسے نظام شاہی نے پانچ ہزار آدمی سے اوسے روکا اور پس سے

خوب خوب خبر آرمایان ہوئے۔ ظریف الملک سید خان دلاور خان پگلباز خان وغیرہ امر سے
انعام شاہی مارے گئے۔ قبول خان کو فتح ہوئی اور بت سال غنیمت کا ہاتھ آیا بعد ازاں سلامت
گو لگندہ جا پونچا۔ ابراہیم قطب شاہ نے جب دیکھا کہ قبول خان نے اپنے آقا کے اہل و عیال
کے ساتھ بڑی وفاداری کی ہے۔ تو اس نے قبول خان کی بڑی خاطر داری کی۔ اسکی جاگیر
مقرر کردی۔ یہ قبول خان جب تک زندہ رہا۔ سیف خان اور مملکت خان کی قبر پر چڑھ گیا پور
مین سے ہمیشہ حیرت کرتا رہا۔ وہاں کھانا پکواتا فقیروں کو تقسیم کرتا۔ اور زرقند بھی مٹا دین اور
مسکین کو دیتا اور ہر طرح قبروں کی غور پر دانت رکھتا تھا۔

۲۹۶۔ سیف خان مین الملک

یہ سیف خان مین الملک گجراتی کھلاتا تھا۔ مگر سلطان قلی کے
عزائم فتح خان کا بیٹا تھا۔ معلوم نہیں کسی سبب سے پہلے یہ گجرات کو چلا گیا تھا۔ اس کا باب
فتح خان جس کا لقب غالباً سیف الملک تھا عراق سے آیا تھا۔ سلاطین گجرات نے سیف خان
کی دلاوری اور شجاعت کو دیکھ کر اسے اول منصب دار کر دیا تھا۔ بعد ازاں وہ مرہٹہ امین داخل ہو گیا
تھا پھر اس نے اسی جگہ دس بارہ سال کے عرصہ میں بہت سی فوج جمع کی۔ عرب منغل افغان
گجراتی جشی و کشی ہر قسم کے سپاہی اس کے پاس فراہم ہو گئے تھے۔ اس کا بڑا وسپا ہیوں کے
ساتھ افسری ماتحتی کا ساتھ تھا۔ بلکہ وہ بہائی بندوں کا سایہ تار کرنا تھا۔ مرہ داری کی شان اس نے
یہاں تک ترک کر دی تھی۔ کہ اپنے لیے کوئی گھوڑا اور خیمہ بھی خاص نہ رکھتا تھا جب کہین سوار
ہوتا تو کسی کا گھوڑا لے لیتا۔ اور یہاں کہین فوج اور ترقی تو کسی عہدہ دار کے خیمہ میں جاسوتا اور اسی کے
ساتھ کھانا کھاتا تھا۔ جب باو شاہ کے یہاں سے جاگیر ملتی تو سب فوج کے عہدہ داران کو ملیا کر
تقسیم کر دیتا۔ کچھ حساب و کتاب کی ضرورت نہ پڑتی لوگ اس کے خرچ کو کچھ دیدیا کرتے تھے چالیس
برس گجرات میں رہا۔ سلطان بہادر شاہ کے قتل کے بعد برہان نظام شاہ کے پاس چلا آیا۔ اس نے

بڑی عزت کے ساتھ اوسے رکھا۔ پھر نہ معلوم کس سبب سے جمشید قطب شاہ کے پاس کچھ عرصہ تک آکر رہا۔ پھر احمد نگر کو اوس سے ناراض ہو کر چلا گیا۔ سجان قلی کے زمانہ میں گولگٹھ میں ہتھیار مقرر ہوا۔ مگر ابراہیم قلی کے آنے پر براہ کو چلا گیا والی برادر نے چار ہزار سوار کی اوس کی جاگیر مقرر کر دی تھی۔ مگر اوس کی رعب و اب کو دیکھا عدا شاہ کو کچھ کہنکا ہوا۔ اور چاہا کہ اوسے دہوکہ سے گرفتار کر کے قتل کر دے۔ اس لئے اوسے دہار میں تنہا بولا یا جب وہ سترہ آدمیوں سے وہاں آیا۔ تو ماما شاہ کے آدمیوں نے اوسے گھیرا مگر وہاں سے لڑ پھر کر اپنی فوج میں چلا گیا۔ اور اون کے قبضہ میں نہ آیا۔ اور کو عدا شاہ نے بہت سے ہمارے بنا کر اوسے اپنے یہاں رکھنا چاہا۔ مگر وہ احمد نگر چلا گیا۔ اور وہاں امیر الامرا کا درجہ پایا۔ جب سیف خان برہان سے ۹۵۹ھ میں ناراض ہو گیا۔ تو قطب شاہ نے بولا کر اوسے ایگنٹل کا علاقہ جاگیر میں دیدیا۔ اور اپنی بہن تانی بی بی سے شادی کر دی۔ مگر دو سال بعد پھر رنجش ہو گئی جس سے وہ ابراہیم عادل شاہ کے پاس ۹۶۱ھ میں چلا گیا۔ دکن میں اس کی شجاعت اور مردانگی کی ایسی شہرت تھی۔ کہ اوس کی قبر کی مٹی ایک عرصہ دراز تک افزائش تہوں کے لیے کھایا کرتے تھے۔ اور اس مرد کے حاصل ہونے کے لیے اوس کی روح سے استمداد کیا کرتے تھے۔

۲۹۷۔ ابراہیم قطب شاہ کا راج کو مدد دینا
یہ قمر راج اور گوہنہ راج راج کے دونوں چھوٹے بھائی اور ہونی کے قلعہ میں رہا کرتے تھے۔ جب راج گلبہ گیا اور ان مسلمان بادشاہوں کے جنگلے میں مصروف ہوا۔ تو اوہ دونوں نے بغاوت کی۔ اور کچھ اوباش اور پتہ ہزار فوج فراہم کر کے بیجا نگر کے کچھ قلعے، دبا لیے جب راج بیجان سے لوٹا۔ تو اوس نے اول تو بھائیوں کو نصیحتیں کیں۔ مگر جب اوہ دونوں نے نہ مانا۔ اور فتنہ مڑ گیا تو اس سبب سے کہ ابراہیم عادل شاہ خود اپنی ہی مصیبت میں گرفتار تھا راج کو ابراہیم قلی سے مدد مانگنا پڑی۔ ابراہیم قطب شاہ کو اپنا احسان یاد تھا

اوس کی لشکر گزاری میں اوس نے قبول خان سرنوبت حمید خان کلمیہ الملک کی سرداری میں
 بہتہ نہرا سوار اور دس نہرا پیادے لعلچ کی ملک کو بھیجے اور ہر سے رام راج نے سد راج تیمار نور خان
 و بجلی خان سرداروں کو بھیجا۔ اب یہ لشکر ادھونی پر جمع ہوئے۔ اس لیے مفسدین بھی میدان
 چھوڑ کر قلعہ نشین ہوئے۔ فوج قطب شاہی نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ چھ مہینے تک برابر محاصرہ رہا۔
 جب قلعہ قریب الفتح ہوا تو باغیوں نے رام راج کے پاس اپنا پلچ بھیجا۔ اور اطاعت قبول
 کر لی۔ بعد ازاں رام راج نے قطب شاہی سرداروں کو نہایت تعظیم و اکرام کے ساتھ خست کر کے
 نہایت احسان مندی ظاہر کی۔ یہ واقعہ ۹۴۳ھ کا ہے۔

۹۹۴ھ

۲۹۸۔ ابراہیم قلی قطب شاہ کے
 سردار جگدیو راؤ کی بغاوت۔
 چونکہ جگدیو راؤ نے ابراہیم قلی کو تخت نشینی کے وقت
 مدد دی تھی اس لیے ابراہیم قلی اوس کی خاطر کرتا تھا۔ اور اوس کو

بڑا اختیار دے رکھا تھا۔ اس وجہ سے مسلمان سردار اس سے ناراض تھے۔ جگدیو راؤ نے
 اوس کی کچھ پروا نہ کی۔ اوس کو اپنی پھلی خیر خواہی کا گنہہ تھا وہ کسی کی صل نہیں سمجھتا تھا۔ ابراہیم قلی
 بھی اوس کے غرور سے ناراض ہو گیا۔ اس لیے جگدیو راؤ نے چاہا کہ پھر شاہزادہ دولت قلی کو
 بہوگیر سے نکال کر تخت نشین کرے۔ اسے لاواپنے ایک رفیق کو اپنا متمہ بنایا۔ اور شاہی
 اہلکاروں کو کام سے علیحدہ کرنے لگا۔ بھان تک کہ مصطفیٰ خان اور تیرہ خان کی تخریب کے بھی
 درپے ہو گیا جس سے تمام امرا نے بالاتفاق ابراہیم قلی کو یہ سب خبریں پہنچائیں۔ اور کہا کہ اگر جگدیو راؤ
 کے وضعہ میں تصور اور تساہل ہوا۔ تو بادشاہ کا قبضہ سب قلعوں سے اوٹھ جائیگا۔ کیونکہ تمام قلعوں
 کی ناگوارای اس کے رشتہ دار جم قوم اور دوست ہیں۔ اور پھر وقت نکلنے پر کچھ نہ ہو سکے گا۔

اگر چہ ابراہیم قلی احسن مندی کی وجہ سے ابھی تک اوس کی خرابی نہ چاہتا تھا۔ مگر چونکہ اسی ایام میں
 اوس کا بھائی انکس راؤ بلا اجازت شاہی خلافت دستور جگدیو راؤ کی تحریک سے اپنی جاگ کر چلا گیا

اس لیے براہیم قلی کو غصہ آگیا۔ اور اسے راو وغیرہ جگدیو راو کے معاونین کو گرفتار کر کے اوسے قتل کرا دیا۔ اب تو جگدیو راو کی آنکھیں کھلیں۔ دو تین ہزار آدمی اور ہاتی وغیرہ لیکر اپنے بھائی کے پیچھے ایلمگندل کو ہباگا۔ اور قوطب شاہی ملک کو لوٹنا اور غارت کرا تا ہوا برار میں چلا گیا۔

۹۹۹- میرن، مبارک خان والی خاندیس اور سلطان محمود شاہ گجراتی کا بھگڑا۔
اختیار خان نے محمود شاہ گجراتی کو تخت پر بیٹھا کر وہاں کا کل اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس لیے ۱۰۰۰ھ

۹۹۹ھ

میں دریا خان اور عماد الملک اوسے مار کر ملک کے مالک بن گئے۔ پھر ان میں بھگڑا ہوا۔
اس لیے عماد الملک اپنے بھائی سرگماں کو اور برار کو چلا گیا۔ پھر ۱۰۰۰ھ میں دریا خان محمود شاہ کو لیکر عماد الملک کے استیصال کو روانہ ہوا۔ عماد الملک بھاگ کر مبارک خان حاکم خاندیس کے پاس پہنچا۔ مبارک خان نے اوس کی تائید کی مگر گجراتیوں سے شکست کھائی۔ سلطان بہادر شاہ گجراتی کے مارے جانے پر ایک شخص ملو خان جو سلاطین غلیجہ مالوہ کے امرا سے تھما مالوہ کا مالک ہو گیا تھا۔ اور اپنا لقب بہادر شاہ رکھا تھا۔ عماد الملک نے تو اسی بہادر شاہ والی مالوہ کے ہاں پناہ لی تھی۔ مگر سلطان محمود شاہ گجراتی نے خاندیس کو لوٹنا اور غارت کرنا شروع کیا اس لیے لاچار ہو کر میرن مبارک خان صلح کے ارادہ سے محمود شاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور پیش کش دیکر اوس سے صلح کر لی پھر سلطان محمود شاہ گجرات کو واپس چلا گیا۔ میرن محمود شاہ والی خاندیس کے زمانہ میں جب میرن مبارک خان اور محمود شاہ گجراتی قلعہ اسیر میں قید تھے تو محمود شاہ نے اوس سے وعدہ کیا تھا۔ کہ اگر وہ گجرات کا بادشاہ ہو گیا تو نذر بار اوسے دیدیگا جب اس زمانہ کے کچھ مدت بعد سلطان محمود شاہ گجرات میں امرا کے ہاتھوں سے ٹکڑا لپٹی حکومت پر مستقل ہو گیا۔ تو اوس نے اپنا وعدہ الفا کر کے نذر بار اوسے دیدیا۔ اس سبب سے خاندیس کی سلطنت اس زمانہ میں اعلیٰ پیمانہ پر چل رہی تھی۔

۳۰۰۔ جگدیو راو کا ہزار غاندیس کئے جگدیو سے
کے بعد پھر قطب شاہی ملک میں آنا۔

اس زمانہ میں دریا عاود شاہ اور میران مبارک خان میں
کچھ جگدیو ہزار ہو رہا تھا۔ چونکہ ان دونوں سلطنتوں کی

مستقل تاریخیں نہیں لکھی گئی ہیں اس لیے ہمیں ان ملکوں کے مفصل حالات معلوم نہیں ہم یہ
نہیں بتا سکتے کہ یہ جگدیو کیوں اور کب سے تھا۔ جب دریا عاود شاہ نے جگدیو راو کی کثیر جمعیت
اور اثاثہ شوکت کو دیکھا تو اس نے بڑی خوشی سے اسے اپنے یہاں رکھ لیا۔ اولاً چھی جگدیو مقرر
کر دی بعد ازاں دس ہزار فوج دیکر اسے مبارک خان پر بھیجا۔ جگدیو راو نے برہان پور کی
سرحد پر پہنچ کر راحت و تاراج شروع کر دی اور جب مبارک خان فوج لیکر آیا۔ تو اس کے مرتبہ
شکستیں دین اور اس کا اثاثہ سلطنت تک ہمیں چھین لیا۔ پھر گردنواح کے زمیندار اور راجاؤں
کو مطیع و منقاد کیا۔ پانچ ہزار سوار خاص اپنے پاس جمع کر لے جس میں عرب حبشی دکنی افغان بہاد
شامل تھے اب اس کو ایسا شرف و بولیا کہ والیان ہزار اور غاندیس کو ناچیز سمجھنے لگا۔ جب اس کا
اس قدر ارق مار بڑ گیا تو دریا عاود شاہ کو اندیشہ ہوا۔ کہ حکین ہزار پر وہ قابض نہ ہو جائے مجبوراً اس نے
جگدیو راو سے کھلا پیچھا۔ کہ تمہاری طاقت اب اس قدر بڑھ گئی ہے کہ ہمارے ملک میں تمہارا
رہنا مناسب نہیں ہے۔ چونکہ جگدیو راو کے پاس کوئی قلعہ نہ تھا۔ اس لیے وہ عاود شاہ کا
مقابلہ نہیں کر سکتا تھا مجبوراً اسے ہزار چوڑا ٹپڑا۔ اور بیجا نگر کے علاوہ سے قطب شاہی سلطنت میں
ایک لکھ ل کی طرف سے پھر داخل ہوا۔

۳۰۱۔ جگدیو راو کا شکست کھا کر بیجا نگر کو باگن۔ جب یہ خبر ابراہیم قطب شاہ کو پہنچی۔ کہ جگدیو راو پانچ ہزار سوار
اور تین سو ہاتھی سے پھر آیا ہے۔ تو اس نے مصطفیٰ خان اور مجاہد خان عین الملک وغیرہ سواروں
کو پانچ ہزار سوار دیکر اس کے پسپا کرنے کے لیے روانہ کیا۔ کم مٹھ کے قریب مخالفوں
کا مقابلہ ہوا۔ مصطفیٰ خان نے صحتاً جگدیو راو سے کھلا پیچھا۔ کہ تم ایک مدت تک اس سرکار کے

نمک خوار رہے ہو۔ سچی نمک کو بھول جانا تہمت مذموم ہے۔ چاہیے۔ کہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تصدیقات کا ذکر کرو۔ تاکہ تمہاری قدیمی جاگیر ملک پھر لجاوے۔ اور اس دوا بدوش اور شاکش کی تکلیفوں سے یک سوی حاصل ہو جائے۔ مگر جگہ یوراکو نے نہ مانا۔ اس لیے امرائے قطب شاہی نے اوس پر حملہ کیا۔ ایک طرف سے مجاہد خان عین الملک اور دوسری طرف سے حمید خان مقابلہ میں آئے۔ مجاہد خان نے جگہ یوراکو کے بھائی انگس راکو کو قتل کر ڈالا جو جگہ یوراکو کی فوج کا سپہ سالار تھا اور چاروں طرف سے اوس کے لشکر پر پائندہ پڑے۔ جگہ یوراکو کے سردار شیخ فاضل عرب۔ شیخ علی جلوانی۔ شیخ عبدالرحمن۔ شیخ ابراہیم مقدم خان وغیرہ مار گئے۔ ان ناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دکنی مسلمان تھے جو جگہ یوراکو کے اس سبب سے ساتھی ہو گئے تھے۔ کہ ابراہیم قطب شاہ کے دربار میں سنیوں کو رسائی نہ تھی۔ غرض کہ جگہ یوراکو کو بڑی شکست ہوئی۔ دو سو ہاتھی چھین گئے۔ جس میں ایک ہاتھی جسامت اور غوبی رفتار کے لحاظ سے اوس وقت تمام دکن میں معروف و مشہور تھا۔ بعد ازاں جگہ یوراکو کچھ تلوڑے سے آویسوں سے بچا مگر کی طرف بھاگ گیا۔ ابراہیم قلی نے ہاتھی سب داخل سرکار کر لیے۔ اور لوٹا مال سب فوج کو تقسیم کر دیا۔ غالباً یہ واقعات ۹۶۳ھ و ۹۶۵ھ کے ہیں۔

۹۶۴ھ
۹۶۵ھ

۳۰۶۔ ابراہیم عادل شاہ کی وفات

ابراہیم عادل شاہ کو گویشمنون سے اس وقت نجات مل گئی۔ مگر خیالشی سے بوڑھا ہو گیا تھا بیمار ان پیچھے بڑگی تھیں۔ امراض تضادہ کا سپہ نزعہ ہو رہا تھا۔ نوامیر بوا سیر زلق الامعاب مطبقہ دوران مرغیرہ بیماریوں نے اوسے تہ و بالا کر دیا بہت سے طبیب جمع ہوئے۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ وہ اپنی تند مزاجی سے یہاں بھی نہ چوکا جب طبیبوں کے علاج سے فائدہ نہ ہوا۔ تو انہیں قتل کر دیا۔ ہندوستانی تو قتل ہوئی مگر لاتی بہاگ کر چوٹ لگے دوا فریڈون کی دوا سے صحت نہ ہوئی تو اون کی بھی نوبت آئی۔ انہوں نے دکانیں بنائیں

اور اپنے پیشہ کو ہی سلام کیا۔ دو سال تک یہاں پور میں بھی مقور رہا۔ ہا۔ جب عقدہ اس کامرض بڑھتا گیا
 اوسے قدر اوس کا مزاج خون غوار بنتا گیا۔ گو اوس نے سب کچھ کیا۔ مگر وہ خود موت کے منہ سے
 نہ بچا۔ ۹۵۵ھ میں آخر کل نفس و القتہ الموت کا مزہ چکنا پڑا۔ قصبہ کو کی میں اپنے باپ دادا کے
 پاس مدفون ہوا۔ اگرچہ اس کو شکی مزاج ہونے سے بڑے نقصان پہونچے جس کا ہم نے اوپر
 بیان کر دیا۔ اون کا اعادہ یہاں تحصیل حاصل ہے لیکن سچ ہے۔ ۵

دور قننہ و مکر در امان باش

بد نفس مباح و بد گمان باش

فی الحقیقت اس کو اوس سے فائدہ بھی ایسا ہی بہت پہونچا مگر اس کے مزاج میں یہ شک
 نہ ہوتا۔ تو ممکن نہ تھا۔ کہ یہ اپنے ماران آستین سے بچکر اپنی سلطنت پر قائم رہتا۔ اس کے ہنخواہ
 کچھ نہ تو بوجہ تعصب مذہبی کے اور کچھ بسبب اس کی بد مزاجی و اشتعالک شاہان گردواج کے
 اس قدر کثرت سے تھے کہ اس کو کھانا پینا جس میں نہ ہر نہ ہو بھم پہونچتا شکل ہو گیا تھا۔ ایک مرتبہ
 برہان شاہ نے اس کے میرخوان کو گانڈٹھ لیا۔ کہ وہ اس کو رہ رہ دیرے۔ مگر چونکہ وہ حقیقی اللہ مہب تھا
 اوس نے اخیر کو سوچا کہ ایک سنی بادشاہ کو مار ڈالنا مناسب نہیں اس لیے اوس نے نہر نہ دیا۔
 یا ول ہی بادشاہ ہے کہ جس نے ہندوؤں کو فوج میں بھرتی کر کے اون سے فوجی کام لیے
 دفتر کی زبان فارسی سے ہندوستانی میں بدل دی۔ اردو زبان کا سب سے پھلामی بھی شخص ہوا ہے
 اس سے پہلے اردو بولی لکھتے پڑھتے میں کبھی نہیں آئی تھی۔ اسی کے وقت سے اردو کے
 قالب میں جان پڑی۔ جو رفتہ رفتہ پندرہ بیس کروڑ آدمیوں کی بولی ہے اور اب یقیناً فارسی سے اوکا
 درجہ بڑھ کر ہے۔ یہ کام اس نے اس وجہ سے کیا تھا۔ کہ شیعوں کی ضرورت سرکاری کاموں میں
 نہ ہے جن کے فارسی دفتر ہونے کی وجہ سے بڑی ضرورت رہا کرتی تھی۔ اس لیے اس کو
 چاہیے تھا۔ کہ شیعوں کو جمع کرتا۔ مگر وہ اس سے تہہ ہو سکا۔ بلکہ تمام کام ہندوؤں کے اختیار میں

جا پڑا۔ ماگزاری کے کام تو ہمیشہ سے ہندوؤں کے ہاتھ میں ہی تھے۔ اب وہ فوجی خدمات کے باعث اور بھی زیادہ حاوی ہو گئے۔ گویا براہیم عادل شاہ تندر تو تھا۔ ادنیٰ سی بات پر سخت سزا دیتا اور کبھی کسی کو معاف کرنا نہیں جانتا تھا۔ مگر اسی کے ساتھ علما و فضلا کا قدردان اور ہل ہنر کا جو ہر شناس بھی تھا۔ رعایا کی مرفہ الحالی اور تاجروں کے امن و امان میں بڑی کوشش کرتا تھا۔ باوجود اس مدامی لڑائی کھجکڑوں کے اوس کے وقت میں رعایا خوب آسودہ و خوش حال تھی ہر ایک گھر دولت سے مالا مال ہر ایک دکان میں زر و جواہر کی بیل پل رہتی تھی۔ ملک میں غمہ و آناج یا محتاج سے کہیں زیادہ تھا اوس کی تمام ایام حکومت میں خشک سالی سے کبھی کسی کو تکلیف نہ پہنچی پھر باوجود اس جنگی انحرافات کو اوسکی وفات کی وقت نراندہ میں ڈیڑھ کروڑوں موجود تھے اوسکی فوج میں ۳۰ ہزار سوار اور دو ڈہائی لاکھ پیادے رہا کرتے تھے۔ سپاہیوں کی بڑی خاطر و دلہی کرتا تھا۔ بیمار و مغر بڑا تھا۔ مگر خطرہ کے وقت بہت گہرا جاتا تھا۔ اور اسی واسطے اوس سے ایسی اہمقا نہ باتیں سنا رہو جاتی تھیں جن پر افسوس ہوتا ہے اور ہنسی آتی ہے۔ ۴۲ برس سے زائد بادشاہی کی بجا پور کی جامع مسجد ۹۵۰ھ میں ہی اس نے بنوائی تھی۔

۹۹۵۰

۳۰۳۔ شیون کا حقیقی نیکر براہیم عادل شاہ
کے بیٹوں کو شیعہ بنانا۔
ابراہیم عادل شاہ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں بڑے
بیٹے کا نام علی اور چوٹے کا نام طہما سپ تھا۔ اور بڑی بیٹی ثانی

بی بی علی برید کو دی گئی تھی۔ اور ہدیہ سلطنت شاہزادہ مرقی فرزند حسین نظام شاہ کو منسوب ہوئی تھی شاہزادہ علی بڑا دین تھا جو کسی کی بات سنتا یا کسی کو کڑے دیکھتا اوس کو بہت جلد سیکھ لیتا تھا۔ عنایت اللہ اس کا اوستاد شیعہ مذہب تھا۔ اوس نے اسے ابتدا سے شیعہ مذہب کی تعلیم دی۔ ایک روز جب علی کی عمر تیرہ برس کی تھی۔ ابراہیم عادل شاہ کھین ذکر کر رہا تھا کہ میں نے باپ دادا کا مذہب چھوڑ دیا۔ اور دین حق حضرت امام عظیم کا اختیار کیا۔ اور انشیون کے اثر کا قسم بھی لگا کر ہتھ پڑا

علی سکنارہو لاکہ اگر باپ دادا کا دین چھوڑنا بہتر ہے تو چاہیے کہ سب بیٹے ایسا ہی کیا کریں۔ ابراہیم اس جواب سے جان گیا۔ شاہزادہ کا مذہب شیعہ ہے۔ اور اسے اس کے استاد نے سکھایا ہے۔ اوس نے غنایت اللہ کو قید کر دیا۔ اور ملا فتح اللہ شیرازی کو خنقی بھکس اس کا استاد مقرر کیا۔ مگر یہ فتح اللہ بھی شیعہ تھا۔ اور شیعوں کے معمولی دستور کے موافق اپنے مذہب کو چھپائے ہوئے سنی بنا ہوا تھا۔ اس استاد نے بھی اسے وہ ہی شیعہ مذہب کی تعلیم دی۔ جب شاہزادہ عبداللہ قصہ میں زہر نورانی کا جھگڑا اٹھا۔ اوس وقت شاہزادہ علی کی آغا بیوانی تھی۔ ابراہیم عادل شاہ کو شک گذر لاکہ یہ بھی اوس ہرمین شریک تھا۔ اس لیے اوسے اوس کے استاد سمیت قلعہ مرج میں بے بدیا۔ اور سکندر خان قلعہ دار کو لکھا۔ کہ اوسے رافضیوں سے نہ ملنے دے۔ مگر وہ قلعہ دار اور اسکا بیٹا کامل خان بھی شیعہ تھے انہوں نے شاہزادہ کو اور بھی شیعہ بنایا۔ جب ابراہیم بیمار می بین صاحب فراش ہو گیا تو شاہزادہ علی نے شیعہ مذہب علانیہ برتنا شروع کیا جب یہ خبر ابراہیم کو پہونچی تو اوس نے چاہا کہ اپنے چھوٹے بیٹے طہماسپ کو ولی عہد کر دے مگر جب سنا کہ وہ اپنے بڑے بھائی سے بھی زیادہ سخت شیعہ ہے تو ابراہیم نہایت تنگین ہوا۔ اور کھانکہ خدا کی مخلوق کو کس طرح میں رافضیوں کو سوچوں اس لیے اوسے بھی قلعہ بلگوان میں بیکار قید کر دیا۔ اور شہیت ایزدی پر مہمات سلطنت کو چھوڑ دیا۔

۴۴۰۔ تقیہ کے بڑے تاج شیعہ مذہب کے لیے گوسھیعوں کے اس تقیہ کی وجہ سے سنیوں کو یہ بڑا نقصان پہونچا۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ تقیہ شیعوں کے لیے نہایت مفید ہے۔ اس سے اون کے واسطے یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ اون کے بظاہر خنقی بنے رہنے اور شیعہ مذہب کے رسومات کو نہ برتنے سے اون کی اولاد خنقی ہو جاتی ہے۔ اور دو تین پشت کے بعد اون کی اولاد سے شیعہ مذہب بالکل جاتا رہتا ہے۔ اگرچہ اس ملک و کنین شیعہ محمود شاہ اول بھی کبھی قید

آنے شروع ہوئے۔ مگر تاریخ میں جیب دیکھا جاتا ہے تو سوائے اون لوگوں کے کوئی شیعہ
تقریباً آج خاص ایران سے آئے ہوئے ہوں یا اون کی خاص اولاد ہو یا کسی اور خاص وجہ سے
اون کا شیعہ رہنا ضروری ہو گیا ہو۔ بلکہ جو انہیں لوگوں کی اکثر اولاد سے ہوتے تھے ہمیشہ سنی ہی
ہوتے تھے۔ کیونکہ اون کے باپ دادا اپنے مذہب کی اونہیں علانیہ تعلیم نہیں دیا کرتے تھے
وہ ہمیشہ سنیوں کے طریق پر چلتے لگتے تھے شیعہوں کے آثار اون کی اولاد میں اسی قدر باقی رہ گئے
تھے کہ اون کے نام علی اور حسین کے القاب پر ختم ہوتے یا اون کے زبان سے یا علی یا حسین
کے الفاظ نکلتے۔ یا قسم کے وقت حسین کی قسم کھاتے۔ یا اور ایسے ہی چند مراسم اون میں باقی
رہ جاتے جنہیں سنی بھی شیعہوں کی صحبت سے اکثر کرنے لگتے ہیں اس وقت دکن میں دیکھیں تو
سنیوں کے مقابلے میں شیعہ اس قدر کم ہیں کہ گویا یہی نہیں حالانکہ دکن میں شیعہ سلطنتیں ایک
عصر دراز تک قائم رہیں۔ اور جب بھان سنی حکومت بھی ہوئی تب بھی کبھی کسی نے شیعہ مذہب پر کوئی
روک ٹوک نہیں کی۔ مگر اس تقیہ کے باعث وہ خود ہی مٹ گیا غرض شیعہ مذہب کے نہ پہلنے کے جہاں
اور اسباب ہیں اون میں سے ایک سبب یہ بھی ہے۔ کہ تقیہ سے چند روز میں اون کا مذہب
معدوم ہو جاتا ہے سوائے اس کے ہمارے نزدیک یہ ایک بڑی بے عزتی کا کام ہے
کہ کسی شخص کا ظاہر کچھ ہو اور باطن کچھ ایسی بے ایمانی اور فحاشی کو کوئی دانشمند کبھی جائز نہیں
کہہ سکتا۔

۳۰۵۔ علی عادل شاہ کی تخت نشینی خواجہ کمال لاری مخاطب بہ محمد شہنشاہ ابراہیم عادل شاہ کی
طرف سے مہر کو فتح پر گزرتا کا حکم تھا اور یہی مالگزاری کی تحصیل بھی کیا کرتا تھا۔ جب شہرت
اوٹری کہ ابراہیم مراب مرا جاتا ہے تو اس نے سکندر خان کو لکھا کہ بعض امرا شاہزادہ ملھا سپ کو
باو شاہ بنانا چاہتے ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ اون کے اس کام کے کرنے سے پیشتر ہی سے

شاہزادہ علی کو قلعہ سے باہر نکال لیا جاسکے اور شہر مرجین بھیج کر تیر شاہی اوس کے سر پر لگایا جاسکے تاکہ امرا اوس کی طرف رجوع ہو جائیں اور کوئی فتنہ نہ ہونے پائے۔ سکندر رخان نے اپنے بیٹے کا ل خان کی معرفت ایسا ہی کیا۔ اور رونقہ حضرت شمس الدین میں شاہزادہ کو لا کر شمشیر خلافت مکر میں باندھی اور تیر شاہی سر پر بلند کیا دوسرے روز کشور خان بھی روپیہ لیکر آگیا۔ شاہزادہ نے اوسے سپہ سالاری کا خلعت دیا۔ اور کامل خان کو بھی اپنا امیر بنایا۔ یہ سنتے ہی لوگ بچا پورا درگروں سے جوق بوق شاہزادے کے پاس جمع ہونا شروع ہو گئے تبھی کہ ابراہیم کی خبر وفات معلوم ہوئی تو شاہزادہ علی نہایت سرعت سے دارالسلطنت کو آیا۔ اور امرائے اوس پر زور و جاہر نکار کیا۔ کشور خان کے باغ میں جو بچا پور سے ایک کوس پر پہنچے قیام ہوا۔ اور یحییٰ تخت نشینی کی رسم ادا کی گئی۔ بعد میں اس باغ کی جگہ ایک قصبہ آباد کیا گیا۔ اور اوس کا نام شاہ پور رکھا گیا۔ شہر میں بنید خان ایک دکنی قلعہ دار تھا اوس نے ابراہیم کے مرنے کے بعد شہر کے دروازے بند کر لیے تھے۔ لوگ چاہتے تھے کہ کسی شاہزادہ کو جلد تخت نشین کر دیں۔ مگر اوس نے حیلہ جوالہ کر کے روک رکھا تھا۔ جب علی عادل شاہ نے کشور خان کے باغ میں اگر اپنا ایک مشہور بچا کہ وہاں کی خبر لاوے اوس وقت کل امرائے محفل منعقد کی خوب مشورے ہوئے آخر بنید خان نے اوٹھ کر کھانکہ جب علی شاہ کو اکثر دن بے بادشاہ مان لیا ہے اس لیے ہم کو بھی اسی پر راضی ہونا چاہیے اور ان اول العابدین ملکر علی شاہ کے پاس اوس کے لشکر میں چلا گیا۔ اوس کے پیچھے پیچھے تمام اعیان و اراکان و سادات قضا و غیرہ اوس کے پاس اگر حاضر ہو گئے۔ اب علی عادل شاہ نے بنید خان سے کہا۔ کہ جب شہر میں اور تین شاہزادے موجود ہیں۔ میں شہر میں اوس وقت تک نہیں آسکتا جب تک کہ اون کا کچھ بندوبست نہ ہو جائے۔ اگر اب لوگ اطاعت پر پہنچے دل سے آمادہ ہیں تو اون کی آنکھیں منکھوادیجئے اور بعد از ان اون کی رضا مندی حاصل کر کے اہتمام خان

اپنے ایک معتد کو بھیج کر سب کو اندھا کر دیا اور شہر میں کیا۔

۳۰۔ علی عادل شاہ کا شیوہ مذہب پھر باپ کے برخلاف داد پروادا کا دین اختیار کیا۔ اور ایمہ اتنا جاری کرتا اور کوئی فتنہ نہ ہوتا۔

تین ہزار تیرہ لاکھ مقرر کیے۔ وہ اوس کے دربار اور اوس کی سواری اور کوچہ و بازار میں اصحاب پر ستر کیا کرتے تھے تمام مسجدوں سے سنیوں کی نماز موقوف ہو گئی۔ صرف ایک جامع مسجد قدیم میں نماز ہوتی تھی۔ اوس کی وجہ یہ تھی کہ اختیار خان ایک شخص گجراتی اور متعصب سنی تھا۔ اور بڑا بزدل دست امیر تھا۔ وہ جمعہ کے روز مسجد میں آتا۔ دروازوں کو چاروں طرف سے بند کر دیتا اور اوس کی قوم والے اور رشتہ دار وغیرہ سب مسلح ہوتے اور بندہ زمین اور تلوار میں سب نمازیوں کے پاس ہوتے اور دروازوں پر سہا پھان کھڑے رہتے تھے تب نماز پڑھی جاتی تھی اگر ایسا نہ کرتے تو ممکن نہ تھا۔ کہ کسی منبر پر اصحاب ثلاثہ کا خطبہ میں نام لیا جاسکتا جب پیروان میں سنت و جماعت نے ایسی سختی دیکھی تو بت سے اوسین نے اتفاق کیا۔ اور چاہا۔ کہ علی عادل شاہ کو تخت سے اتار دیں۔ مگر جہان اوس میں یہ بُرائی تھی وہاں اوس کے ساتھ بھلائیوں بھی ایسی تھیں جن کی وجہ سے کوئی سرنہ اٹھا سکتا تھا۔ علی عادل شاہ کریم النفس خوش خلق درویش دوست آزاد منش خیر اور غنی بڑا تھا۔ اوس کی سخاوت ابر بھاری سے کم نہ تھی ہر حاجت مند کو بے تکلف جو سامنے آجاتا دیدیتا تھا۔ باپ کا جمع کیا ہوا روپیہ اوس کو کثرت سے مل گیا تھا اوس سے اوسے بڑا نایاب ہو چکا۔ اوس نے ہر ادنیٰ اعلیٰ کو روپیہ خوب تقسیم کیا جس سے تمام مخلوق اوس سے لافنی ہو گئی پھر وہ علما فضلا اور شعر اکاڑا قدر دان تھا۔ جو اپنے آقاؤں کے خطاب پوش ہوا کرتے ہیں۔ اور جن سے خوش ہوتے ہیں طرح طرح سے اون کی معائب کو مناقب بنا دیتے ہیں۔ سوا اس کے گواہ ابراہیم عادل شاہ سنی مشرب تھا۔ مگر اوس نے

سینوں کو فراہم نہیں کیا تھا۔ اوس کے باپ دادا کے وقت میں جو سنی تھے وہ ہی چلے آتے تھے اور ان کی تعداد بہت کم تھی۔ وہ ان شیعوں کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتے تھے۔ اور جو لوگ کہ اوس کے باپ کے وقت میں بن گئے تھے۔ اب وہ سب علانیہ شیعہ ہو گئے جس سے شیعہ بکثرت دکھائی دیتے لگے اور سینوں کو ان سے خوف پیدا ہو گیا۔ اس جگہ کے پورانے سنی شیعہ حکومت کے عادی بھی ہو گئے تھے اور یہ بھی خیال تھا کہ جیب بادشاہ بدلتا ہے تو مذہب بھی بدل جایا کرتا ہے چند روز کے بعد جب دوسرا بادشاہ ہو گا تو کیا تعجب ہے کہ وہ سنی ہی ہو۔ ان خیالات سے اس کے وقت میں کوئی فتور برپا نہیں ہوا۔

۳۰۷- ابراہیم قلی اور حسین شاہ کا گلبرگہ برغلہ

منش اور بے پروا ہے اور سلطنت کے کام کو کروں پرتوڑ دے ہن۔ تو اوس نے گلبرگہ کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ اور ملا عنایت الدو قاسم بیگ کو گولکنڈہ بھیجا۔ ابراہیم قلی نے فوراً سفر کا تہیہ کیا۔ اور دونوں بادشاہ گولکنڈہ و احمد نگر سے گلبرگہ گئے۔ باہم ملاقات ہوئی۔ اور یہ تہیہ کہ پہلے گلبرگہ کو فتح کر لیں۔ بعد میں ایتھر کو فتح کرینگے۔ گلبرگہ کا محاصرہ ہوا۔ اور نظام شاہی توپچی چلے رومی خان نے قلعہ کے برن توڑ ڈالے۔ قریب تھا۔ کہ قلعہ فتح ہو جائے۔ مصطفیٰ خان وزیر ابراہیم قلی نے اوس سے کہا کہ حسین نظام شاہ بے اعتماد اور عمدہ شکن بادشاہ ہے۔ اگر گلبرگہ فتح ہو کر اوس کے قبضہ میں چلا گیا۔ تو وہ ایتھر ہم کو ہرگز لینے نہ دیگا اور پھر اوس وقت ہم سے کچھ علاج بن نہ پڑیگا۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ کہ اوس کی مدد کر کے اوسے عادل شاہ سے قوی کر دیا جائے ابراہیم قلی نے بھی اس کی تصدیق کی۔ اور نیمہ و خراگاہ اور احوال و احوال سے قطع نظر کر کے عین جوت شب میں گولکنڈہ چل دیا۔ اور اہل قلعہ سے کہہ دیا کہ جہاں تک ممکن ہو دشمن کا مقابلہ کریں جب قلعہ والوں کو معلوم ہوا۔ کہ ابراہیم قلی چلا گیا۔ اور اس طرح کہہ گیا ہے۔ تو انہوں نے قلعہ سے ٹھکرا کر احمد نگر کے

لشکر میں تانخت و تاراج شروع کی جس سے حسین شاہ کو مجبوراً بے حصول مطالب احمد نگر واپس آنا پڑا چونکہ ملا عنایت اللہ ابراہیم قلی اور حسین شاہ کے درمیان اس عہد و پیمان کی گفتگو میں واسطہ ہوا تھا اب اس نے دیکھا کہ حسین نظام شاہ کی نیت بدلی ہوئی ہے۔ اس لیے اس کی جباری اور قہاری سے اندیشہ کر کے راستہ میں سے گولکنڈہ کو روک چکا ہوا اس پر حسین شاہ نے ملا عنایت اللہ کے گناہ میں قاسم بیگ کو مانو ڈکھا۔ اور پکڑ کر اسے پریندہ میں مجبوس کر دیا لیکن دو تین مہینے کے بعد پھر چوڑا پڑا۔ اور اپنی خدمت سابقہ پر بدستور بحال کیا گیا۔ اسی واقعہ کو تاریخ قطب شاہی میں سے ہم پہلے نقل کر آئے ہیں بھان تانیخ فرشتہ سے سلسلہ لانے کیلئے دوبارہ نقل کرنا پڑا ہے۔

۳۰۸۔ علی عادل شاہ کا حسین شاہ کی عداوت علی عادل نے تخت پر بیٹھتے ہی یہ ارادہ کیا تھا۔ کہ قلعہ شوالپور و گلیان جو اس کے باپ کے وقت میں

مسل کیے ہیں پھر واپس لے لے۔ اس لیے اس نے یہ ضروری سمجھا کہ گردنواح کے بادشاہوں سے دوستی پیدا کرے۔ چونکہ اس وقت دکن کے سرداروں میں رام راج سبے زبردست تھا۔ اس لیے رام راج سے دوستی پیدا کرنا اسے ضروری ہوا۔ اول اس کے کشورن اور شاہ پور تراج شیشا زری کو برسم رسالت رام راج کے پاس بھیجا۔ اور اسی کے ساتھ محمد حسین متقی اصفہانی کو احمد نگر روانہ کیا۔ کہ حسین شاہ سے یگانگی اور موافقت کی کوشش کرے۔ رام راج نے سفیروں کی خوب خاطر و ملازمت کی۔ اور اپنا ایلچی جلوس کی مبارک باد کو بھیجا۔ مگر حسین شاہ نے کچھ التفات نہ کیا۔ اور مبارک باد کے لیے بھی کسی کو نہ بھیجا۔ بلکہ جب سنہ ۱۰۸۱ علی عادل شاہ اور رام راج سے موافقت ہو گئی ہے تو کہدورت ظاہر کی۔ ایک تو علی عادل شاہ کو گلبرگہ کے محلہ سے رنج ہو رہا تھا۔ اب یہ اور رنج پیدا ہوا۔ اس لیے علی نے مصمم ارادہ کیا۔ کہ رام راج سے

زیادہ دوستی بڑھائی۔ اور خود جا کر اوس سے ملے۔ اسی زمانہ میں راج کایک نروسال بیٹیا
مرگیا۔ جسے وہ بہت چاہتا تھا اب اوس کو راج لاج سے ملنے کے لیے تعزیت کایک سالہ بھی
مل گیا۔ اس لیے کشورخان کی صلاح سے وہ راج لاج سے ملنے کے واسطے روانہ ہوا۔ اور
اپنے ہمراہی مین گل سوسوار لیے۔ اور بچا نگر کو کچھ دیا۔

۳۰۵۔ عادل شاہ کا راج لاج کے پاس بچا نگر جانا
اور مین شاہ کا دریا عاوشاہ کی خبر سے شادی کرنا۔
جب راج لاج نے سنا کہ علی عادل شاہ اوس سے ملنے
آتا ہے۔ تو اوس نے اپنے امر کو استقبال کے لیے

روانہ کیا۔ اور بچا نگر سے جو دریا کے کشنا سے شروع ہوتی ہے فیاضین ہونا شروع ہوئی
اور منزل بہ منزل اعزاز و اکرام میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا گیا۔ شہر بچا نگر کی آئین بندی کی گئی۔ سارا شہر سجایا
گیا۔ اور دریا سے تنگ بہدر کے کنارہ ایک بڑا وسیع مکان اوس کی فرود گاہ کے لیے معین ہوا
حریت اور محل کے سر پر وہ استادہ کیے گئے۔ رنگارنگ کے فرش اوس میں بچا نگر کے لیے شہر
سے کئی کوس تک خود راج لاج نے مع جاہ و چشم کے اوس کی پیشوائی کی۔ اور ساتھ لیکر پہلے اپنے
قصر میں اوسے اتارا وہاں محفل منعقد ہوئی۔ علی عادل شاہ نے راج لاج کو اپنے ہاتھ سے خلعت پہنا
یہ خلعت وہ اس کے لیے مہین سے تیار کر کے لیتا گیا تھا۔ جس سے اوس کے ماتمی کپڑے
اوترے پھر رسمی تکلفات کی باتیں ہوتی رہیں علی عادل شاہ نے راج کو ایسا لائق پیش کش دیا کہ
اوس کی آنکھیں نیم ہو گئیں۔ اس پیش کش میں سوا سے ہوا ہر گران بہا اور فیاضان و اسپان خوشنما و قصبہ
مصری و فز ہا سے رومی و دیبا کے چینی کے اٹھارہ لاکھ ہون نقد اور ایک لے بہا الماس ہمارا راج
نے یہ تحفے منظور کیے اور نہایت خوش ہوا۔ پھر اوس کو اپنے حرم سر میں لے گیا۔ اوس کی لونی جو
اچھے لاس کی بیٹی تھی بے پردہ علی عادل شاہ کے سامنے آئی۔ اور اوس کو اپنا بیٹا بنایا۔ اور اپنے
موندلوے بیٹے پر زرد گوہر نثار کیے پھر نہایت عمدہ تحفے دے کر رخصت کیا۔ علی عادل شاہ اپنے

فرد گاہ میں آیا۔ اور رام راج کے سرداروں کو اس قدر انعام و اکرام دیے کہ لوگ مالا مال ہو گئے بعد ازاں اصل مقصود کی گفتگو آئی۔ اور رام راج نے بوقتِ ضرورت کافی مدد دینے کا وعدہ کیا۔ پھر چند روز بعد علی عادل شاہ اپنے ملک کو بغیر و سلامت واپس چلا آیا۔ گو نتیجہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر علی عادل شاہ کے لیے نہایت مبارک ہوا۔ مگر غور کیجئے۔ تو ایک خود مختار بادشاہ کا ایسی بے احتیاطی کے ساتھ دوسرے بادشاہ کے سامنے چلا جانا عقل کی گردن پر لڑائی چہری پر میرنی ہے۔ اگر ہم عادل شاہ کی احتیاطیادوس نے سیف خان عین الملک سے کی تھی گویا ثابت ہوئی۔ مگر اس بے احتیاطی سے وہ بد رہا بہتر ہے۔ اگر اوس کے ساتھ آئینہ حماقت نہ کیجاتی تو اوس میں بجائے نقصان کے ہر طرح فائدہ ہوتا لازمی امر تھا۔ بخلاف اسکے کہ اس کا نتیجہ کو اتفاقی اچھا ہو گیا ہو۔ مگر زیادہ تر اس کو نقصان ہی پونچنے کے اندیشہ تھے یہ واقعہ ابتدائی ۹۶۶ء کا ہے۔ جب حسین نظام شاہ نے سنا کہ علی عادل شاہ بیجا لگیا۔ اور رام راج سے ملکر آیا ہے تو اوس نے بھی اپنی فکر کی۔ اور دیر اعماد شاہ کے پاس ملا علی ملازدرانی کو روانہ کیا۔ اور اپنے واسطے دیر اعماد شاہ کی بیٹی مسماۃ دولت شاہ کے لیے پیغام بھیجا جیب دیر اعماد شاہ رنجی ہو گیا۔ تو دونوں بادشاہ قصبہ سون پت میں آئے بعد نکاح دولسن دولہا کے پاس بھی گئی اور رسومات شادی و جشن کے بعد دونوں بادشاہ اپنے اپنے ملکوں کو نصرت ہو گئے۔ بعد ازاں ۹۷۷ء میں قلعہ کالنہ جو ایک راجہ ابن راس کے تصرف میں تھا حسین شاہ نے تین چار مہینے میں انکو فتح کر لیا۔ اور اوس کا سب علاقہ سلطنت احمد نگر میں شامل ہو گیا۔

۳۱۰۔ علی عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کے
 شولا پور اور کریان کی نسبت سوال جواب۔
 اب علی عادل شاہ نے ۹۷۷ء میں حسین نظام شاہ کو
 پیغام بھیجا۔ کہ قلعہ شولا پور اور کریان دونوں اس سلطنت کے
 قلعہ ہیں۔ اتفاقاً پچھلے اختلال کے زمانہ میں آپ کے ہاتھ لگ گئے۔ براہ مہربانی اونیں پس

کر دیجئے۔ اور اگر دونوں نہ دے سکیں تو کلیان ضرور دیجئے۔ اور مجھ کو اپنا ممنون احسان فرمائی۔

شاہ حسین انجو حسین نظام شاہ کا ایک بڑا معتد شخصت لیکر اس وقت مکہ کو جاتا تھا۔ اور بندہ پھول مین پہنچ گیا تھا۔ اس پیغام کے پہنچنے ہی حسین شاہ نے اسے واپس بلا لیا اور محفل منعقد کر کے مشورہ کیا۔ شاہ حسین اور قاسم بیگ دونوں نے بالاتفاق اسے دی کہ قلعہ کلیان علی عادل شاہ کو دیدیا جائے کیونکہ رام راج ابراہیم قطب شاہ اور علی عادل شاہ تینوں متفق ہیں اور اس سے ہم کسی طرح مقابلہ نہیں کر سکتے۔ حسین شاہ نے کہا کہ جس قلعہ کو میرے باپ نے تلوار کے زور سے لیا ہے۔ مجھ کو بڑی شرم آتی ہے کہ میں اسے بے لڑے بھڑے دیدوں۔ ان دونوں مشورہ نے کہا۔ بیشک شرم کی بات تو ہے۔ لیکن اپنے اپنے وقت کا مقتضی ہے۔ وہ وقت لینے کا تھا۔ اور اب وقت دینے کا ہے۔ زمانہ کی دورنگی مشورہ ہے۔ اس میں فدا کرنا مناسب نہیں ہے جب نظام شاہ کے پاس سے جواب حسب وخواہ نہیں آیا۔ تو علی عادل شاہ نے مکر ایک شخص سیلی نامی کو خط دیکر بھیجا۔ اور لکھا کہ اس کام میں سیزہ و قنائل کرنا شاہانِ عاقل کا کام نہیں ہے۔ اگر آپ مال اندیشی کریں تو ہتر ہے۔ ورنہ جس وقت لشکر کشی ہوئی تو مفت میں تمام خلو ق کو تکلیف ہوگی۔ اور بڑا فتنہ اٹھیں گا۔ اس سخت پیغام کے پہنچنے پر حسین شاہ نے ایسے ناروا اور مکر وہ الفاظ زبان سے نکالے کہ جس کا عدم اعادہ ولی ہے۔ اس زمانہ کا دستور تھا۔ کہ اگر کسی سے جنگ منظور ہوتی تو اپنا نشان اپنے دشمن کا سر کر دیتے تھے۔ علی عادل شاہ نے یہ جواب سنتے ہی اپنا نشان سبز رنگ کر دیا۔ جو اس زمانہ میں نظام شاہی خاندان کا نشان تھا۔ اور دکن کے دستور کے بموجب کھلا بھیجا۔ کہ آپ اپنا نشان مجھے پسے دینے کے لیے بھیجے جسکے معنی یہ تھے کہ میدان جنگ میں آئے۔ اور دو دو ٹوک کر لڑیں گے۔

۳۱۱۔ علی عادل شاہ رام راج و ابراہیم قطب شاہ کا احمد نگر پر حملہ۔
اب حسین شاہ نے فوج سنہالی اور ۹۸ھ میں علی عادل شاہ کے ساتھ آیا حملہ آور ہوا۔ تغال خان وزیر دربار علاء الملک بھی اس کے ساتھ آیا۔

علی عادل شاہ تو تیار ہی تھا۔ اوس کے رام راج کو مدد کے لیے طلب کیا وہ بھی مدت سے جہان
 چکا تھا۔ کہ یہ دن آنے والا ہے جس کے لیے وہ تیار بیٹھا تھا فوراً چل دیا۔ ابراہیم قلی قطب شاہ نے
 عادل شاہ کا پلہ بہائی دیکھ کر اوس کی جانب میل کیا۔ اور اوس کے ساتھ ہو گیا۔ اتھال خان تو اس
 لشکر اعظم کی خبر سنتے ہی برار کو بلا گیا۔ حسین شاہ بھی اپنے ملک کو لوٹا علی عادل شاہ نے حسین شاہ
 کو آگے رکھ لیا۔ اب آگے آگے حسین شاہ اور پیچھے پیچھے علی عادل شاہ چلے ان کے پیچھے
 رام راج اپنا لشکر لیے ہوئے تھا۔ سب لشکر کی تعداد ایک لاکھ سوار اور دو لاکھ پیادوں سے کم نہ تھی
 احمد نگر کا قلعہ کچا بنا ہوا تھا کھائی بھی اوس کے گونہ تھی۔ تب بھی حسین نظام شاہ نے اسے آؤد قہ
 اور آلات آتشباری سے خوب مضبوط کر کے پڑے پڑے دلا ورون کے سپرد کیا۔ اور خود قاسم بیگ
 حکیم و شاہ جعفر برادر شاہ طاہر شاہ حسین انجو وغیرہ اس کے مشورہ سے نرانا اور اہل دیال لکیر پٹن کی طرف
 چلا گیا۔ اور اس فکر میں ہوا کہ دریا عمو الملک اور یہ ان مبارک خان فاروقی اور علی برید کو اپنے ساتھ
 ملائے۔ مگر چونکہ خان جہان علی برید کا چچا دریا عمو الملک کا اوس زمانہ میں ملازم ہو گیا تھا۔ اوس نے
 علی عادل شاہ کی تحریک سے دریا عمو شاہ کو نظام شاہ کی مدد نہ کرنے دی۔ بلکہ خود پانچ ہزار سوار سے
 نظام شاہ کے ملک کو لوٹا۔ شروع کیا لیکن ملائمہ نیشاپوری نظام شاہ کے ایسے اسکو
 بڑی شکست دی جس سے وہ بوجہ شرم کے دریا عمو شاہ کے پاس تو لوٹ کر گیا بلکہ علی عادل شاہ
 کے پاس چلا آیا چونکہ علی عادل شاہ رام راج اور ابراہیم قطب شاہ احمد نگر پہنچے۔ اور اوس کا محاصرہ کیا
 علی عادل شاہ اور رام راج نے اپنے سواروں کو تاخت و تاراج کے لیے مقرر کیا جنہوں نے بمذہب
 اَزْدَاوْخَلَوُا اَنْبِیَہُ اَحْمَد نگر سے دولت آباد تک اور پرنیہ سے تیرتک بس بستی میں گئے
 اوسے خاک سیاہ کر دیا اور زراعت اور باغات اور کانات کو جلا کر ملک میں جھاڑو پیس دی۔

ابراہیم نے دیکھا قریب ہے کہ احمد نگر فتح ہو جائے

۳۱۰۔ ابراہیم قطب شاہ کا احمد نگر کو چھوڑ کر لکھنؤ چلا جانا

اور نظام شاہ کی حکومت جہان سے اوٹھ جاے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ علی عادل شاہ کی طاقت
 بڑھ جائیگی۔ اور ملک تنگنا نہ اوس کے ہاتھ سے بچا تا مشکل ہو جائیگا۔ اس لیے اوس نے وہ
 تدابیر شروع کیں جس سے اوس کی تسخیر میں خلل پڑ گیا۔ اوس نے اپنے مورچوں سے اہل قلعہ پر
 حملہ موقوف کر دیے۔ اور بی بی آمنہ والدہ حسین شاہ سے جو اس وقت قلعہ میں تھی کھلا بھجا۔ کہ آپ
 خاطر جمع رکھئے۔ میں علی عادل شاہ کے ساتھ اس لیے نہیں ہوں کہ آپ کو نقصان پہونچاؤں بلکہ
 اس واسطے ہوں کہ جس طرح ہو سکے ان دشمنوں سے آپ کو محفوظ رکھوں اس کے بعد اوس نے
 رام راج کے امرا کو گناہ نہیں انعام اور رشوتیں دیں اور رام راج سے یہ گزارش کرائی کہ وہ میان
 سے چلا جائے۔ رام راج کے مقرعوں نے رام راج سے کہا۔ کہ محاصرہ کو ایک عرصہ ہو گیا۔ قلعہ فتح
 نہیں ہوتا۔ برسات کا موسم سہ پڑ گیا ہے چونکہ اب دریا پانی سے لبالب ہو جائیگے اس لیے مسلمان
 رسد لشکر کو ملنا مشکل ہو جائیگا بہتر ہے کہ محاصرہ اڑٹا کر ہم اپنے ملک کو لوٹ جائیں۔ علی عادل شاہ
 اس خبر کے سنتے ہی فوراً رام راج کے پاس گیا۔ اور اوس سے جا کر کہا۔ کہ اہل قلعہ بہت تنگ ہو گئے
 ہیں اگر اے اعظم ایک مہینہ اور قیام کرے تو میں قلعہ (اند کی یا) ار کی آپ کی نذر کر دوں گا۔ اور غلہ و مال کھلیں
 کی تکلیف نہ ہونے دوں گا۔ رام راج نے اس پر اہل قلعہ کو اور بھی تنگ کیا لیکن قطب شاہ نے غلہ وغیرہ
 قلعہ والوں کو اپنے مورچوں سے پہنچا شروع کیا۔ اور نظام شاہ کے قاصد اہل قلعہ کے معاون
 قلعہ کے اندر پہونچ جاتے آئے لگے۔ مگر قلعہ والے اس وقت ایسے تنگ ہو گئے تھے۔ کہ
 باوجود اس تسلی اور رسد رسانی کے بھی انہوں نے قطب شاہ سے منتیں کیں کہ کسی طرح اون کو
 اس شخص سے جلد نجات دلائی جائے۔ اس واسطے لڑا یہم قلی نے مصطفیٰ خان کے ہاتھ رام راج
 سے کھلا بھجا۔ کہ برسات آگئی۔ رسد اور خزانہ کی آمد اب بند ہو جائیگی۔ سواے اس کے یہ بھی سنا
 گیا ہے۔ کہ شاہان برہان پور و گجرات نظام شاہ کی آمد کو آنے والے ہیں۔ لگایا ہو گیا تو یہی وقت

پڑے گی محاصرہ ہمارے نزدیک اوٹھنا دینا چاہیے جب یہ پیغام پہونچا۔ تو رام راج اور عادل شاہ کو قطب شاہ کی نیت کا حال معلوم ہوا کہ وہ نظام شاہ کی رعایت کرتا ہے۔ سوائے اس کے یہ خبریں بھی اون کو پہونچیں کہ قطب شاہ کی طرف سے قلعہ والوں کو مدد پہونچتی ہے تو رام راج اور عادل شاہ اوس سے ناراض ہو کر ورپے ایٹا ہو گئے۔ اس لیے ابراہیم نے اپنے قیدی دستوروں کے بموجب نیمہ و ترگاہ اور اسباب سنگین و مہین چھوڑا۔ اور آدھی رات کو قلعہ احمد نگر سے کوچ کر کے تہہ کی طرح نہایت ہی تیزی سے سید ہالگو لکھنڈہ جا پہونچا۔

۱۳۱۳ء۔ حسین شاہ کا بڑی وقت کے ساتھ
رام راج چاہ علی عادل شاہ سے صلح کرنا۔
ابراہیم قطب شاہ نے جو قلعہ والوں کے ساتھ عنایتیں کیں
تھیں اوس میں ملا عنایت اللہ کو بہت بڑا دخل تھا۔ اور

اسی وجہ سے حسین شاہ اوس سے راضی ہو گیا تھا۔ جب قطب شاہ جانے لگا۔ تو وہ اوس سے جدا ہو کر قلعہ میں چلا گیا اور بعد ازاں پٹن میں حسین شاہ کے پاس پہونچ گیا۔ سوائے اس کے جب خان جہان علی عادل شاہ کے پاس چلا آیا۔ تو دریا عادل شاہ نے جہانگیر خان نام ایک شخص کو اپنا جلیلہ الملک کیا۔ اور فوج دیکر نظام شاہ کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ اس نے عادل شاہ کی سرحد پر آکر اس رسد کو جو وہاں لشکر کو جاتی تھی غارت کرنا اور ملک میں ایک آفت مچانا شروع کر دیا اور بیجا پور اور احمد نگر کی آمد و رفت مسدود کر دی جب رسد بند ہوئی تو لشکر میں تلخی ہوئی رام راج اور علی عادل شاہ کو اب مجبوراً محاصرہ اوٹھانا پڑا۔ اور صلح کر کے قصبہ آشتی میں آئے اور لاؤ کیا کہ پہلے پرنیہ کو لو لیں بعد ازاں احمد نگر کو لیں اب حسین شاہ بہت گبر لگتا تھا۔ اور کئی مہینے سے فوج بھی نہایت پریشان ہو گئی تھی اوس نے بعد مشورہ قاسم بیگ شاہ حسین انجو ملا عنایت اللہ کو رام راج کے پاس بھیجا اور صلح کی درخواست کی۔ رام راج نے صلح کو تین شرطیں پڑھو کر کیا۔ اول یہ کہ قلعہ کلیان علی عادل شاہ کو دیدیا جائے۔ دوسری یہ کہ جہانگیر خان کو جس نے ہمارے لشکر کو بہت مضرت پہونچائی ہے۔ قتل کر دیا جائے تیسری یہ

حسین نظام شاہ پان استمات ہمارے پاس حاضر ہو کر کہا گئے۔ لاچار ہی سب کچھ کراتی ہے سید شاہ نے حفظ دولت اور مصیحت ملکی کے لیے یہ تینوں شرطیں جن میں نہایت درجہ کی ذلت تھی منظور کی کہ اور جہان گیر خان اپنے خیر خواہ دوست کو جو اوس وقت اوس کامن اور بیخبر پڑا ہوا تھا بے حروقی سے اپنے امر کو بھیج کر قتل کرادیا۔ اور دریا عاود شاہ نے بھی خوف کے باعث زبان سے کچھ لا و نعم نہیں نکالا۔ اور پھر کا اپنے ملک کو چلا گیا۔ پھر حسین شاہ رام راج کے دربار میں حاضر ہوا۔ رام راج نے اوس کے آنے پر اوس کی مطلق تعظیم نہ کی۔ بلکہ اپنی مسند پر بیٹھے بیٹھے دست بوسی کی۔ اگرچہ حسین شاہ کو اوس کے پاجی سپنے پر تو کچھ رنج نہ ہوا جو اوس نے جہانگیر خان کے ساتھ کیا۔ مگر اس بڑی تعظی سے کمال صدمہ ہوا۔ وہ اس وقت جان پر کھیل گیا۔ چونکہ شیخ عطر ق کے بموجب ہندو کے چھوٹے سے بدن ناپاک ہو جاتا ہے اس لیے رام راج کی ایندوہی کی غرض سے حسین شاہ نے اوسی محفل میں طشت واقابہ بنکایا۔ اور ہاتھ دھوئے رام راج کو بھی پرش کیا۔ مگر مہمان پرستی کے اخلاقی روک نے اوس کو روک لیا۔ ورنہ حسین شاہ کا وہ کام تمام کر دیتا۔ آخر حسین شاہ نے قلعہ کلیمان کی کچی پریش کی۔ رام راج نے اوسی وقت علی عادل شاہ کو دیدی۔ اور پان رخصت کیا۔ رخصت ہوا۔ مگر علی عادل شاہ سے ملنے نہ گیا۔ اس کے بعد رام راج اور علی عادل شاہ اپنے اپنے ملکوں کو چلے گئے۔

۳۱۴۔ دریا عاود شاہ اور یمن مبارک خان کا
 ۳۱۵۔ بابر ہمارے مدد کرنا۔ اور دریا عاود شاہ کی موت۔
 ۳۱۶۔ شیر شاہ سوری نے ۹۴۷ھ میں جہانگیر کو ہندوستان
 ۳۱۷۔ سے نکال دیا۔ اور خود دہلی کا بادشاہ ہو گیا۔ پھر ۹۴۸ھ میں
 ۳۱۸۔ تار شاہ سے اوس نے مالوہ بھی چھین لیا۔ اور اپنے سردار شجاع خان کو وہاں کا حاکم کر گیا۔ جب ۹۵۰ھ
 ۳۱۹۔ میں شیر شاہ مر گیا۔ تو اوس کا بیٹا سلیم شاہ ہندوستان کا بادشاہ ہوا۔ پھر ۹۵۱ھ میں اس کے مرنے
 ۳۲۰۔ کے بعد اس کا بیٹا محمد شاہ عادل تخت و تاج کا مالک ہوا۔ اور کچھ روز تک سلطنت کو تراز کر رہا۔

ہمایون اس زمانہ میں ایران وغیرہ کے ملک میں پھرتا پھرتا پھر کر کابل کا بادشاہ ہو گیا تھا۔ جب اوس نے موقع دیکھا تو آکر ہندوستان کی بادشاہت کو ان پٹھانوں سے پھر ہمیں لیا۔ مگر چند مہینے کے بعد زینہ سے گر کر مر گیا۔ اس کے بعد ۹۶۲ء میں تیسرہ برس کی عمر میں اوس کا وہ نامی

۳۹۶۲

گرامی بیٹا جلال الدین محمد اکبر بادشاہ تخت پر بیٹھا جس سے ہندوستان کی بادشاہت ہی نامی گرامی ہو گئی۔ اسی ۹۶۲ء میں ہی شجاع خان حاکم مالوہ بھی مر گیا۔ اور کچھ رطانی جنگلوں کے بعد اوس کا بیٹا یازید باز بہادر کے لقب سے مالوہ کا مالک ہو گیا۔ مگر اسی عیاش اور غافل تھا۔ اکبر نے

۳۹۶۲

اوسہم خان اپنے ایک سردار کو بھیجا کہ وہ مالوہ قبضہ کر لے۔ اوس نے چند روز میں یہاں قبضہ کر لیا۔ اور ۹۶۴ء میں یہ ملک اکبر کے قبضہ میں آ گیا۔ پھر ۹۶۹ء میں پیر محمد خان کو اکبر نے مالوہ کی حکومت

۳۹۶۴

پیر بھیجا۔ چونکہ باز بہادر خاندیس اور مالوہ کی سرحد پر رہا کرتا تھا اور جب کبھی موقع پاتا تھا تو مالوہ میں لوٹ مار بھی کر لیتا تھا۔ اس لیے پیر محمد خان نے باز بہادر کو سرحد پر بھی رہنے نہ دیا۔ اب باز بہادر نے میزان مبارک خان والی برمان پور سے مدد مانگی۔ ملا پیر محمد نے اس واسطے برمان پور پر چڑھائی کی۔ اور وہاں پہونچ کر قتل عام کیا۔ اور زن و مرد و بزرگ میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑا۔ لاجپار میں ان مبارک خان نے دریا عدا شاہ کو لکھا۔ کہ آج یہ حالت میری ہے کل تمہاری بھی یہی حالت ہونے والی ہے۔

اگر کچھ مال اندیشی کرتے ہو تو میرا ساتھ دو۔ اوس نے تفضل خان اپنے ایک بڑے سردار کو اس کی مدد کے لیے بھیجا۔ اب یہ تین بلو شاہ اکبر کے مقابلہ میں متفق ہو گئے۔ پیر محمد بے تعلق اور جبار آدمی تھا اوس کے ساتھی اس سبب سے اوس پہونچ کر ماند و چلے گئے تھے۔ جب اوس نے یہ حالت دیکھی تو وہ بھی جلدی سے واپس پھر اور ان تینوں نے تعاقب کر کے اوس سے بہت تنگ کیا۔ اس کشمکش میں دریا سے تیرہ سالے آگیا۔ چونکہ کشتیاں باز بہادر کے آدمیوں کے قبضہ میں تھیں ملا پیر محمد نے اوس میں گھوڑا ڈالا۔ مگر کچھ آدمیوں کے صدمہ سے ایسا دھکا لگا کہ وہ دریا میں ڈوب گیا۔

اس پر باقی امر بھی اوس کے ساتھ کے ہنگ گئے۔ اور مالوہ میں بھی اونہیں ٹھہرنا مشکل ہو گیا۔ یہ تینوں بادشاہ مالوہ میں پہنچے۔ اور باز بہادر کو از سر نو تخت پر بٹھا کر میں بابر کا خان و قفال خان واپس چلے آئے۔ دریا عاوشاہ اسی زمانہ میں ہندو روز کے بعد ۹۴۹ھ میں مر گیا۔ اور اسکا دریا مالوہ میں بیٹا تخت پر بٹھا گیا۔ اور قفال خان پیشوا متقرر ہوا۔

۳۱۵ھ حسین نظام شاہ اور ابراہیم قطب شاہ کا ملکہ کلیان پر حملہ۔ اور علی عادل شاہ رام راج علی برید اور برہان عادل شاہ کا ملکہ رانہ کیلئے جانا

جب علی عادل شاہ اور رام راج چلے گئے تو حسین شاہ احمد نگر میں پہنچا۔ اور قلعہ کو فورا توڑ کر بچتہ بنایا اور اوس کے گرد ایک بڑی وسیع گھری کھائی کہود والی شہر اچھی طرح

آباد کیا اپنی ایک بیٹی بی بی خدیجہ کو جو غور و بہادر کے بطن سے تھی شاہ جمال الدین حسن اسپر شاہ حسن انجو سے بیاہ دیا۔ چو نکہ ابراہیم قطب شاہ سے اس وقت حسین شاہ کو بہت فائدہ ہو چکا تھا حسین شاہ اوس کا نہایت احسان مند تھا۔ اب اوس نے چاہا کہ اوس سے دوستی بڑاؤ اور اوس کو استحکام دے۔ لہذا نایت اللہ نے بھی جو حسین شاہ کا ہم پایہ و ہم نوالہ ہو گیا تھا بھی اسے دی۔ اس لیے حسین شاہ نے ایک قاصد کے ذریعہ سے ابراہیم کو ایک خط بھیجا۔ اور لکھا کہ اگر یہ محبت و مصافحت ہو اس وقت میرے اور آپ کے درمیان ہے مصافحت اور مواصلت سے مستحکم ہو جائے تو نہایت بہتر ہے تاکہ سال آئندہ ہم اور آپ ملکر قلعہ کلیان کو علی عادل شاہ سے ہمیں لین۔ جب اس کا مطلب قاصد نے بیان کر دیا کہ حسین نظام شاہ اپنی دوسری بیٹی بی بی جمال آپ کو دینا چاہتا ہے تو ابراہیم قطب شاہ فورا راضی ہو گیا۔ اب حسین شاہ نے یہ قرار دیا کہ جس وقت رام راج اور علی عادل شاہ قلعہ کلیان پر آئینگے۔ تو میں رام راج کا مقابلہ کرونگا۔ اور ابراہیم قطب شاہ کو علی عادل شاہ کے مقابلہ میں رکھوں گا۔ اگرچہ حسین شاہ اور ابراہیم کی طاقت سے یہ باہر تھا کہ ان دونوں مخالفوں کا مقابلہ کر سکتے۔ اور یہ بات ایسی علانیہ تھی کہ اسے ہر شخص بخوبی جانتا تھا۔ مگر اس سبب سے کہ حسین شاہ نہایت تمہار اور

جبار حکم تھا اس کے مصاحبوں نے دیدہ و دانستہ اس کا حسن و قبح اس کو نہ بتایا غرض کہ دونوں بادشاہ بادلے شہ میں قلعہ کلیان کے پاس آئے۔ اور بعد شادی اور غرض عروس کے دونوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ علی عادل شاہ نے یہ کیفیت سنتے ہی کشور خان اور شاہ ابوتراب شیرازی کو راج کے پاس استدعا کے لئے روانہ کیا۔ وہ بھی وہاں سے فوراً ہی بچا پور چلے آیا۔ اس وقت اس کے ساتھ پچاس ہزار سوار اور دو لاکھ پیادہ تھے۔ اب دونوں لشکر قلعہ کلیان کے پاس پہنچے۔ گو قریب تھا۔ کہ قلعہ فتح ہو جائے۔ مگر دشمنوں کے آتے ہی نظام شاہ کو محاصرہ اڑھا مگر دشمنوں کے سامنے آکر پڑا۔ چونکہ جہانگیر خان کے قتل کی وجہ سے برہان عباد شاہ حسین شاہ سے ناراض تھا۔ اس لئے اس وقت وہ بھی علی عادل شاہ کے ساتھ تھا۔ اور علی برید بھی حسب دستور سابق اسی کا طرفدار تھا۔

۳۱۷ حسین شاہ کا توپ خانہ تہین جانا۔
اور بڑا ہی قریب شاہ کی بزدلی اور دونوں کی
اپنے اپنے لکھنوں کو واپسی۔

لیکر دشمنوں کے لشکر سے چہ کوس کے فاصلہ پر آؤ۔ دوسرے روز خود تو راج کے مقابل ہوا اور اب راجہ قطب شاہ کو علی عادل شاہ علی برید شاہ اور برہان عباد شاہ کے مقابلہ پر مقرر کیا۔ گو یہ برید کا موسم نہ تھا۔ مگر اتفاقاً اس روز ایسا زور شور سے مینہ برساکہ آمد و شد بالکل بند ہو گئی۔ اور گڑھوں اور نشیبوں میں جا بجا پانی بھر گیا۔ اور اس قدر کچڑ ہو گئی کہ آدمی اور جانوروں کا چلنا پھرنا غیر ممکن ہو گیا۔ مجبوراً حسین شاہ نے توپوں کو چھپ چھپاتے میدان جنگ میں ہی چھوڑ دیا۔ صرف چالیس توپیں جیسے تیسے پیکر لگا کر لگایا جس وقت کہ حسین شاہ اپنے لشکر سے حملہ کی تیاری کر کے چلا اور وقت علی عادل شاہ نے اپنا ایک ایمر مرتضیٰ خان برادر شاہ ابوالقاسم انجو کو کچھ توڑی برکی فوجی دے کر گئے

اس لیے بھیجا تھا کہ وہ حسین شاہ کو اتنی دیر روکے رہے کہ علی عادل شاہ اپنی تمام فوج کو تیار کر کے میدان میں ہاسکے۔ پھر بارش کے باعث فرقین میں سے کوئی آگے نہ بڑھا۔ اور آخر جب حسین شاہ نے مراجعت کی تو مرتضیٰ خان نے احتیاطاً اوس کلیہ چپا کیا۔ اسی میں اوس کو وہ توپین کیچڑ میں پڑی ہوئی نظر آئیں جو حسین شاہ مٹی میں پھنسی ہوئی چھوڑ گیا تھا۔ یہ دیکھتے ہی اوس نے علی عادل شاہ کو خبر بھیجی۔ اور اوس نے اپنے آدمی بھیجا کہ اون پر قبضہ کر لیا۔ پھر مرتضیٰ خان نے ابراہیم قطب شاہ پر حملہ کیا۔ ابراہیم کی بہادری کو دیکھتے کہ دشمن کو دیکھتے ہی ہلکا کھڑا ہوا۔ اور چند مخصوصوں کو لیکر حسین شاہ کے لشکر کی آڑ میں جا کر پناہ لی۔ مگر مہطفی خان اوس کے میر حجلہ کے لشکر کو لیکر اسی کوشش کی کہ دشمن ابراہیم کے لشکر کو کچھ ایذا نہ پہنچا سکے اور حسین شاہ اون کی مدد کو گیا اور دشمن واپس چلے گئے۔ اب حسین نے امرالوہ لاکر کہا کہ میرا لادہ تھا کہ توپ خانہ کی مدد سے میں راجراج کا مقابلہ کروں وہ تو پناہ نہ تو لیں گیا۔ ابراہیم قطب شاہ سے مجھے یہ امید تھی کہ وہ علی عادل شاہ علی برید شاہ برہان عماد شاہ کا مقابلہ کرے گا۔ مگر وہ علی عادل شاہ کے ایک ایمر مرتضیٰ خان کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ بھلا ایسی حالت میں غلیم کا ہم کیا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ سب نے جواب دیا کہ واقعی اس وقت اڑانی سے پکڑ نقصان کے اور کوئی امید نہیں ہے بہتر ہے کہ اپنے ملک کو لوٹ چلیں۔ دوسرے روز صبح کو امرالوہ راج علی عادل شاہ وغیرہ آگے بڑھے۔ دیکھا کہ حسین شاہ اور ابراہیم شاہ دونوں اڑانی کے لیے تیار ہو رہے ہیں جب تیار ہو گئے۔ تو دیکھتے کیا ہیں۔ کہ حسین شاہ احمد نگر اور ابراہیم شاہ گولکنڈہ چلے گئے مخالفوں نے اول تو لشکر گاہ کو لوٹا۔ اور پھر دونوں کا تعاقب کیا۔ حسین شاہ کا لشکر ایسا پریشان ہوا کہ اوس کے ساتھ صرف ایک ہزار سوار باقی رہ گئے۔ مگر آئنا شاہی سب موجود تھا۔ چتر علم اپنی جگہ پر چلتا تھا۔ باوجود اس کے کہ تعاقب کرنے والے پانچ چھ ہزار سوار تھے۔ مگر کسی کا حوصلہ نہ تھا۔ کہ اوسی غارت کر دے۔ درحقیقت حملہ آور فوج رعایت بھی کرتی تھی کہ نہ کہ جب ظہر کا وقت آیا۔ اور حسین شاہ

اپنی پابندی صلوٰۃ کے باعث باوجود مخالفت گموڑے سے اور کرنا زمین شنول ہوا تو کسی مخالفت
نے اسے نقصان نہ پہونچایا۔ اور حسین شاہ سے کہہ دیا کہ ہم آپ کو نقصان نہ پہونچا کیونکہ غرض کہ
حسین شاہ اس سے اپنے اہل خیال کو لیتا ہوا۔ احمد نگر پہونچا۔ اور جب سنا کہ رام راج علی عادل شاہ
وغیرہ آ رہے ہیں تو احمد نگر کو اپنی فوج کے حوالہ کر کے جیسر کی طرف چلا گیا۔

۳۱۷۔ افواج متفقہ میں جند و مسلمانوں کی نا اتفاقی یہ قاعدہ ہے کہ واقعات حال ام القواعات مستقبل
ہوا کرتے ہیں۔ اس لڑائی میں ایک اور عظیم الشان لڑائی کی بنیاد پڑی جب رام راج نے دیکھا کہ علی عادل شاہ
ایک مسلمان نے حسین شاہ دوسرے مسلمان کے مقابلہ میں مجھے مدد مانگی ہے تو اس نے
ان دونوں کو ذلیل سمجھنا شروع کیا۔ اور اس قدر یتیمال اس کے دل میں جم گیا کہ علانیہ وہ اس
خیال کے مطابق برتاؤ کرنے اور مسلمانوں کو اپنا رعب داب دکھانے لگا پہلے حملہ میں جب علی عادل شاہ
آگے آگے حسین شاہ کے تعاقب میں جا رہا تھا اور رام راج اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا تو رام راج
کے آدمی ڈیرہ خیمہ لگا کر اسی جگہ لگاتے جہاں کہ علی عادل شاہ کے پہلے ڈیرہ خیمہ ہوتے تھے۔ اور
اگر ابھی علی عادل شاہ کے ڈیرہ نہ اٹھے ہوتے تو ان کو جلدی سے اوکیر کر پتک دیتے تھے
بعض روز ایسا بھی ہوا کہ علی عادل شاہ کے خیمہ رام راج کے آدمیوں نے ایک جگہ سے اوکیر کر ڈالا
اور جب دوسری جگہ علی عادل شاہ کے خیمہ نصب کیے گئے تو رام راج کے آدمیوں نے پھر اسی جگہ کو
پسند کیا۔ اور وہاں سے بھی علی عادل شاہ کے خیمہ اوکیر کر ڈالے گئے۔ اس سے صرف اس کو
اپنی حکومت کا اعلان منظور تھا۔ اور کوئی غرض نہ تھی۔ علاوہ اس کے جب علی عادل شاہ نے پہلے
حملہ کے وقت رام راج سے مدد چاہی تھی۔ تو یہ قول و قرار ہو گیا تھا کہ بیگانہ کی ہند و فوج کسی طرح
نہ ہی تعصب سے کسی مسلمان کو گو وہ موافق ہو یا مخالف نقصان نہ پہونچائیں گی اور نہ انہیں اسیر
اور دستگیر کریں گی اور نہ مسجد و معابد اہل اسلام کی توہین اور خرابی و بربادی کریں گی لیکن اسکے برخلاف

جب ہندو احمد نگر میں پہنچے۔ تو اونہوں نے مسجد وں میں گھوڑے باندھے وہاں گیت گائے
 بت پرستی کی اون کے چھتین توڑیں اون کو جلا یا اور ڈھاویا۔ اور قرآن شریف کی بے عزتی میں کوئی توجہ
 باقی نہ رکھا۔ مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کی بے ناموسی کی اور اون کو قید کر کے پھاںکر لے گئے
 علی ہذا القیاس اب بھی یہی کیفیت ہوئی۔ علی عادل شاہ یہ حالت دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں جلتا تھا
 مجبور تھا کہ چپ وہ اپنی اہانت مسلمانوں کی اذیت اسلام کی حقارت اور سلطنت احمد نگر کی ناحق کی
 مفرت دیکھتے دیکھتے تنگ آگیا۔ تو اوس نے احمد نگر کی فتح کا ارادہ دل سے دور کر دیا۔ اور راج
 سے کہا۔ کہ چونکہ قلعہ احمد نگر اول سے زیادہ مضبوط ہو گیا ہے بہتر ہے کہ نظام شاہ کا قلعہ قبضہ کیا جا
 اس لئے برہان شاہ اور علی برید شاہ کو تو خضعت کر دیا۔ اور راج علی عادل شاہ تیرہ کو گئے۔

۳۱۲۔ راج علی عادل شاہ کی
 جب حسین شاہ نے سنا کہ دشمن اوس کے قلعہ میں آتے ہیں
 تودہ جنیر سے پل ندی کی جانب چلا گیا جو کوہستان میں واقع ہے
 احمد نگر سے واپسی۔

اور بہان دشمنوں کا پہونچنا نہایت مشکل تھا۔ علاوہ اس کے بارہ سردار رستم خان حبشی اور سا با جی
 مرہٹہ وغیرہ مقرر کیے۔ کہ دشمنوں کی رسد لوٹیں اور گاہ و بیگاہ اونہیں دور سے تنگ کریں۔
 جب علی عادل شاہ کا لشکر زامی قصبہ کالو میں پہونچا تو کوچ کے وقت رستم خان بخلات ہدایت
 نظام شاہ اوس کے لشکر پر اڑا۔ اور علی عادل شاہ کے ماموں کو مار ڈالا۔ پھر دو ہزار آدمیوں سے خود بھی
 مارا گیا۔ گو یہ قلعہ عادل شاہ کو ہوئی۔ مگر اس حملہ سے راج علی عادل شاہ کو اندیشہ بھی پیدا ہوا۔
 سوائے اس کے برسات کا موسم بھی اب قریب آگیا تھا اس لئے مجبوراً اوس طرف سے وہ احمد نگر
 لوٹ آئے۔ یہاں ایک سین ندی ہے اوس کا میدان خوشنما تھا۔ راج اوسی میدان میں
 ندی کے پاس نشیب میں فروکش ہوا۔ علی عادل شاہ اوس سے کچھ دور کو ایک بلندی پر ٹھہرا۔
 اب دونوں کو ترو تھا۔ کہ احمد نگر کا محاصرہ کریں یا اپنے لکھن کو لوٹ جائیں قضا احمد نگر کے شمال میں

اور کو ایک سخت بارش ہوئی۔ اور رات کے وقت ایک عظیم الشان سیلاب آیا۔ کسی کو معلوم نہ تھا
 رام راج کے آدمی بالکل غافل پڑے ہوئے تھے جب تک کہ بچنے کا بندوبست کرین غوطے
 کمانے لگے اور اسباب بہنا شروع ہوا۔ بارہ ہزار آدمی تو وہ بہ گئے جن کے نام رام راج کے
 دفتر میں قلمبند تھے اس میں ۲۰ بڑے بڑے افسران فوج تھے سوائے اس کے تین سو
 باقی بھی ڈوب مرے باقی جو نقصان ہوا۔ اوس کا شمار میں یہ قدرتی نقصان ایسا ہوا کہ اوس نے
 احمد نگر کے محاصرہ اور چلنے میں جو ترو تھیا یک دم رفع کر دیا۔ اور رام راج احمد نگر سے چل کھڑا ہوا۔
 چلتے وقت یہ ارادہ تھا کہ شولاپور کا محاصرہ کریں گے۔ مگر جب یہاں پہونچے تو بچا نگر والوں کے غلبہ کو دیکھ کر
 کشور خان نے علی عادل شاہ سے کہا کہ اگر شولاپور کا محاصرہ کر کے اس وقت فتح کیا تو رام راج اور پھر
 قابض ہو جائیگا۔ بلکہ اس پر اوس کا قبضہ ہونے کے باعث اور بھی نریبان اٹھیں گی۔ بہتر ہے کہ
 اسے اس وقت موتوں رکھیں۔ اور ملد رگ کے قریب ایک مضبوط قلعہ بنا کر تہہ برج شولاپور
 کو فتح کرین علی عادل شاہ کے ذہن میں بھی یہ بات آگئی۔ اوس نے رام راج سے کہہ سکرا اوس
 وہاں سے ٹالا۔ اور ملد رگ کے پاس لیجا کر تہاں کسی زمانہ میں نل سپر راجہ ماندو نے قلعہ بنایا تھا۔
 اور کچھ اوس کے آثار باقی تھے رام راج کی تجویز سے ایک قلعہ بنایا اور رام راج کی خوشامد کے واسطے
 اوس سے کہا کہ اوس کا نام رام درگ رکھا جائیگا۔ لیکن جب وہاں بارش میں ہی گچ اور تہہ سے بنکر
 تیار ہو گیا تو اوس کا نام شاہ درگ رکھا۔

۳۱۹۔ مرتضیٰ خان اور شاہ قلی کی
 اب علی عادل شاہ نے شاہ درگ میں مرتضیٰ خان انجو کو دو تین ہزار آدمی
 سے چھوڑا۔ اور رام راج اور وہو وار کی کو جو سرحد ابراہیم قطب شاہ میں

ایک مقام تھا چلے گئے مرتضیٰ خان جب کبھی موقع پاتا اوس وقت شولاپور پر چھا پڑا کرتا اس لیے
 حسین شاہ نے شولاپور کو مستحکم کیا۔ اور شاہ محمد انجو و فرہاد خان و ادھم خان جشی کے ساتھ غلہ کی بارگاہ

گوئین اوس میں رککنے کے لیے روانہ کین کہیں مرتضیٰ خان کو اس کی خبر لگ گئی۔ وہ امرے
 بر کی کوئے یکایک اون پر جا پڑا اور پریندہ اور شولا پور کے مابین اونہیں گھیر لیا۔ لڑائی ہونے
 لگی۔ شمشیر خان ایک شخص عادل شاہی فوج کا تھا۔ اوس نے شاہ تقی نام ایک سید نظام شاہی
 کو اسیر کر لیا۔ اور اوس وقت کے دستور کے بموجب اوس اسیر کو ہاتی پر سوار کر لیا۔ بعد ازاں سخت
 لڑائی ہوئی اور امرے نظام شاہی ۱۲۰ ہاتی چوڑ کر ہباگ گئے۔ امرے بر کی فتح کی خوشی میں آگئے
 اور لوٹ میں پھیل پڑے۔ اس وقت جو قیدی پکڑے گئے اور ہاتون پر سوار کرائے گئے تھے
 اون میں ایک جشی غلام کا لڑکا بھی تھا۔ وہ بازار ررونے لگا۔ مرتضیٰ خان نے بنظر ترجم اوسے پہوڑیا
 وہ ہاگتا ہوا فوراً وہاں پہونچا جہاں شاہ محمد اور اوس کے رفیق ہباگ کر کھڑے ہوئے تھے اور
 جاتے ہی اون کو خبر دی کہ مرتضیٰ خان کے آدمی تو لوٹ میں مشغول ہیں وہ چند آدمیوں سے فلان
 مقام پر کھڑا ہوا ہے۔ شاہ محمد یہ بشارت سنتے ہی آمدی کی طرح اودھ آیا۔ اور مرتضیٰ خان کو عین علم
 پنجری میں پکڑ کر احمد نگر لے گیا۔ حسین نظام شاہ نے اس پر خود غلہ کی بارہ ہزار گوئین لین۔ اور اس
 پھرتی سے گیارہ روز میں شولا پور آکر پہونچ گیا۔ کہ کسی کو معلوم بھی نہ ہوا۔ بعد ازاں فریقین نے قیدیوں
 کے چوڑانے کے واسطے باہم پیغام سلام کیے۔ اور ایک مقام پر ٹرین کے آدمی جمع ہوئے
 جب وہ دون نے اپنے اپنے قیدیوں کو دیکھ لیا تو ایک طرف سے مرتضیٰ خان اور دوسری طرف سے
 شاہ قحی کو دفعۃً واحدہ چوڑ دیا۔ اور مرتضیٰ خان کو بیجا پور اور شاہ تقی احمد نگر کو چلے گئے پھر اس کے
 بعد حسین شاہ اور علی عادل شاہ میں لڑائی نہیں ہوئی۔

جس وقت کہ رم راج نے علی عادل شاہ کی امداد کے لیے بالین اٹائی
 تھیں اپنے بھائی ونیکا داری ویکدیو راو و عین الملک کنٹانی کو چند

۴۴۶۔ لڑائی کا براہیم شاہ اور علی شاہ
 سے بعض پرگناں کا لینا۔

ہزار سوار سے براہیم کے ملک پر تاخت و تاراج کے لیے بھیج گیا تھا۔ کیونکہ براہیم قطب شاہ حسین شاہ

کے ساتھ ہو گیا تھا اس سبب سے اوستے زیر وزیر کو نافرور تھا۔ اس کو سنکر ابراہیم اپنے ملک کی طرف چلا ہوا تھا۔ چونکہ ابراہیم کی واپسی کے وقت اوسکا گندہ علی عادل شاہ اور رام راج کے لشکروں پر سے تھکس لیے حسین شاہ نے اپنے ایک سردار مرتضیٰ خان کو دو تین ہزار سوار سے اوس کے ساتھ املو کے لیے کروا دیا۔ اور اوس نے خود اپنے سرداروں شیر خان حسن خان و عزت خان و دولت خان وغیرہ کو اپنے عقب میں کر لیا تھا کہ دشمن سے اوس کی حفاظت کریں جب ابراہیم روانہ ہوا۔ تو دشمنوں نے اوس کا تعاقب کیا۔ اور جابجا لڑائی ہوئے لگی عزت خان سرنوبت اور شیخ محمد گرفتار بھی ہو گئے مگر چون توں کر کے ابراہیم کو لکندہ پہنچ گیا۔ اب اس کی مین ہو چکر رام راج اور علی عادل شاہ خود خط شاہ کے ملک پر چلے اور تار پل میں جو گو لکندہ سے ۱۴ کوس پر واقع ہے گرفتار پندہ رہے جگہ یورڈ اور عین الملک نے تلنگانہ میں خوب آفت مچائی بٹھر کل کے پاس کئی روڈ تک لڑائی رہی پھر رام راج نے سدھی تیاراجہ مرتضیٰ نگر کو پچاس ہزار سوار اور پیادہ سے مصطفیٰ نگر اور پٹنڈر میں اور جو تیاراجہ اپنے ہاتھ کو بیس ہزار کومی سے اندر کدھہ میں پہنچا۔ بجواڑہ اور باغ ابراہیم شاہی میں خوب خوب لڑائیاں ہوئیں چار مہینے تک بھی کشمکش اور انچا تانی ہوتی رہی۔ جگہ یورڈ نے گو لکندہ کنبورہ پانگل کے تمام ناگوار یوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور بت سے ناگوار ی بھی باغی ہو گئے۔ اندر کدھہ دشمن کے قبضہ میں چلا گیا۔ سدھی تیاراجہ نے مصطفیٰ نگر میں اور شتاب خان اور دیوار نے راجہ تندر ی سے نکل کر دیوار میں محاصرہ کیا اب ابراہیم قطب شاہ کو اندیشہ ہو گیا کہ سلطنت اوس کے ہاتھ سے چلی۔ اوس نے چاہا کہ گو لکندہ سے نکل کر دشمنوں سے لڑے مگر اوس کے خیر خواہوں نے منع کیا۔ رام راج نے یہی نہیں کیا تھا کہ صرف ابراہیم قلی کی عکدار ی میں لوٹ مار مچائی ہو۔ بلکہ علی عادل شاہ اپنے دوست کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔ اوس کے ملک میں بھی لوٹیہ دن کو بیدیا تھا۔ اور جب علی عادل شاہ کچھ نصرت ہونے کی باتیں کرتا تو رام راج پر سات اور قلعہ اور بارہ داری کے سامان نہ ہونے کا بہانہ کر کے اپنے

ملک میں جانے کے خیال کو طال جاتا تھا۔ اس لیے علی عادل شاہ اور علی برید شاہ اوس سے بہت ناراض ہو رہے تھے۔ مگر چونکہ باہم مسلمانوں میں اتفاق نہ تھا اس لیے اوس کے ڈر سے بظاہر دم نہ مارتے تھے چو کہ وہ کتنا وہی بجا لاتے تھے۔ آخر علی برید شاہ نے خفیہہ ابراہیم سے کہلا بھیجا کہ ہم بھی رام راج سے آزدہ ہو رہے ہیں۔ اور مراجعت کا ارادہ کر رہے ہیں۔ رام راج کو بھی ارضی کر لیا ہے۔ کسی کی معرفت صلح کا پیغام بھیجیے جلد صلح ہو جائیگی۔ ابراہیم نے فوراً مصطفیٰ خان کو تحفہ دہرایا دیکر رام راج کے پاس بھیجا۔ مصطفیٰ خان اول جگہ یو راؤ سے ملا اور اوس کو کچھ شرم دے دلا کر راضی کر لیا۔ پھر علی عادل شاہ کے پاس گیا۔ علی عادل شاہ اوسے رام راج کے پاس لے گیا۔ وہاں اس بات پر صلح میری کہ قلعہ کنپورہ کو لکھنؤ اور بالکل رام راج کو دیدیے جائیں سوائے اسکے علی عادل شاہ نے بھی علاقہ تیلگر (مانگری کوٹ) مانگری درگ وغیرہ رام راج کو دیکر پھر کہیں اوس کا چہا چہٹا۔ بعد ازاں رام راج بجا لنگر چلا گیا اور علی عادل شاہ وغیرہ بھی اپنے اپنے ملکوں کو روانہ ہو گئے۔

۳۱۔ لنگانہ کے ناگوار یوں کی بغاوت اور اوس کا فرو ہونا۔

قطب شاہی حملہ اسی میں اس قدر پیدا ہو گئے۔ کہ اب اوسکو اپنی حکومت نیے سرے سے قائم کرنی پڑی۔ اوس زمانہ میں مسلمان اس ملک میں بہت کم تھے۔ اس قدر دستیاب نہیں ہو سکتے تھے کہ تمام فوجی اور انتظامی کاموں کے لیے اون کی تعداد کافی ہو سکے فقط جنگی فوج مسلمان سپاہیوں سے مرکب ہوتی۔ باقی انتظامی فوج کا کام پو کی بھروسہ ہوتا اون سب پر ہندو ہوتے تھے اس وجہ سے تمام قلعوں میں بھی ہندو سپاہی ذخیل تھے جب اونہوں نے دیکھا کہ ایک ہندو نے لنگانہ پر پڑ پائی کی ہے تو سب ہندو اوس کا دم بھرنے لگے۔ اور مسلمان اون کی نگاہوں میں ذلیل معلوم ہونے لگے۔ اس سبب سے قطب شاہی حکومت نہایت متزلزل حالت میں ہو گئی۔ سب سے اول ابراہیم نے گوکناٹھ کی مضبوطی کا خیال کیا۔ اوس کا

حصار گج و سنگ سے بنوایا۔ اور اوس کے اندر بازار و کائنات اور پختہ مکانات تیار کر کے گول گول
 باغ لگوائے اور امر و خوارین کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی اپنے اپنے مکانات پختہ کریں جیسا کہ یہاں سول جمع ہوئی
 تو اوس نے مفصل کی طرف توجہ کی۔ مولانا محمد موسیٰ ابراہیم کا استادانہ لکھنؤ میں قلعہ دار تھا۔
 اس اختلال کے زمانہ میں وہ اس کے ناگہان واری کیسے داری راو نے اوستہ قید کر کے قلعہ پر
 قبضہ کر لیا تھا۔ ابراہیم نے مصطفیٰ خان کو دس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادہ دیکر اوس کے تنبیہ کے
 لئے روانہ کیا۔ دو مہینے کے محاصرہ کے بعد قلعہ فتح ہو گیا اور کیسے داری راو گرفتار ہو کر قتل کیا گیا۔
 اور مولانا محمد موسیٰ کو بجات مل گئی جیسا کہ یہاں کا قلعہ واقعی بند و بست کر کے مصطفیٰ خان واپس آیا۔
 تو ابراہیم نے اوستہ پیشوا اور ریکس مطلق مقرر کر دیا۔ ساردر راو ناگہان واری کو لکھنؤ کے قلعہ کا منتظم تھا۔
 اوس نے تلنگانہ کے تمام ناگہان واریوں کو اپنے ساتھ ملا کر اس بات پر متفق کر لیا تھا کہ جب
 موقع ملے تو جگہ یو لو کی وساطت سے تمام قلعہ راج کے حوالہ کر دیئے جائیں عنہا کے ہند
 آن رازی کرو سازندہ محفلما۔ ابراہیم کو بھی اس کی خبر لگ گئی۔ اوس نے ایسی تدبیریں کرنا شروع کیں
 جس سے ان ناگہان واریوں کا زور گھٹ جاتے۔ جب سارو راو نے مصطفیٰ خان کی طرز و روش
 کو دیکھا۔ تو اوستہ بھی معلوم ہو گیا کہ میرے الادہ کی اوستہ خبر چو گئی ہے۔ اب اوس نے یہ تجویز
 کی کہ اگر ابراہیم قطب شاہ کسی وقت شکار و غیرہ کے واسطے شہر سے باہر جائے تو گو لکھنؤ کے قلعہ
 کے دروازہ بند کر لئے جائیں۔ اور اسی کے ساتھ تمام قلعوں کے ناگہان واری قلعوں پر قبضہ
 کر کے مسلمانوں کو کھال دیں۔ اور جیسا کہ راج کے پاس سے مدد آجائے تو قلعہ اوستہ دیدیئے
 جائیں اور ہر تلنگانوں نے یہ منصوبہ کیا۔ اور سہراہیم قلی نے ایک ہون شکار کا الادہ کیا۔ اور حکم دیا
 کہ آج رات کو تمام امر و خوارین تیار ہو کر سہراہ چلیں۔ رات کے تین بجے تمام سہراہ اپنے اپنے آدھی
 لیکر شہر سے باہر نکلے و ماہ شاہی کوچ کے لئے بجا گیا۔ ہندوؤں نے سہراہ کو بادشاہ کھل گیا۔

اونہوں نے قلعہ پرفضہ کا اودھ کیا۔ اور قلعہ کے مسلمان محاط قتلوں کو اور نذرانہ داروں کو جاو بایا۔ اگر
 توڑا تو قتل کر کے اپنا کام شروع کرتے تو سالاکام کر لیتے مگر اس جلدی میں ایک آنکھ کی کسر چڑھی
 سالاکام بنانا یا لگڑ گیا۔ بادشاہ ابھی شہر کے اندر ہی تھا۔ اور سواری ہو چکا تھا۔ تاکہ مسلمان محاط قتل
 میں سے دشمن قلعہ کی دیوار پر چڑھیں اور اونہوں نے شور مچایا۔ کہ تاک واری باغی ہو گئے اور تاک واریوں
 کے خوف سے چوہوں کے قتل کے دپے تھے ایسے بہانے کہ قلعہ کی دیوار پر سے اپنے
 کو باہر کرادیا۔ یہ سنتے ہی ابراہیم نے حکم دیا کہ قلعہ کا محاصرہ ہو۔ مصطفیٰ خان بھی دو تین ہزار مسلح غلام
 لیکر حاضر ہو گیا۔ جب ہندوؤں کو معلوم ہوا کہ بادشاہ شہر ہی میں موجود ہے۔ اور فوج آگئی تو وہ اپنی جلدی
 سے نہایت تشویش میں ہوئے۔ اور آپ قلعہ پر چڑھ کر اسن چاہی۔ اور بادشاہ سے کہلا بھیجا کہ
 مصطفیٰ خان ہم پر ظلم کرتا ہے۔ اور ہماری رسائی بادشاہ تک نہیں ہوتی۔ اس لیے ہم نے
 یہ صورت بادشاہ تک اپنی شکایت پہنچانے کی نکالی ہے۔ اگر مصطفیٰ خان کو ہمارے حوالہ کر دیا
 جائے تو ہم بادشاہ کے تابع ہیں مصطفیٰ خان نے یہ سنتے ہی بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر میرے
 قتل میں سلطنت کی بتری ہے تو مجھے فوراً بھیج دیجئے میں راضی ہوں۔ مگر کوئی عقل مند ایسی حالت
 کب کر سکتا تھا۔ ابراہیم نے یہ سوچ کر کہ جہان ظاہری چکنی چپٹری باتوں سے آسانی کام نہ لے سکے تو کائنات
 بہتر ہے کہ ایسا بھیجا کہ اگر مصطفیٰ خان کے سبب سے یہ سرکشی ہے تو میں اسے بھیج دیتا ہوں
 تم اسے قتل کر دو اور قاصد سے کہلا دیا کہ وہ اون کو اپنی طرف سے بھیما دے کہ اگر مصطفیٰ خان کو
 آپ لوگ قتل کر دیں گے تو بادشاہ کو کس قدر رنج ہو گا۔ اور پھر اسے تم کیا سند دے گاؤ گے۔ اور آئندہ
 تمہارا حکم کون کو کیا اعتماد دے گا۔ صلح بھی ہے کہ تم بادشاہ کی اطاعت کرو کیونکہ میں ہزار آدمی اس وقت
 اوس کے پاس موجود ہیں اگر تم راضی ہو گے تو تمہارا آنا فائدہ میں لیا میٹ کرنا اس کے آگے کہہ
 حقیقت نہیں رکھتا۔ جب یہ باتیں اومی نے جلا کر کہیں تو ہندو دم میں آگئے اور قلعہ پر لہذا ابراہیم کا قبضہ ہو گیا

اب اوس نے تمام باغیوں کو پکڑا۔ اور ایک قلم سب کے سر قلم کر دیئے جس سے تمام ناگلواری
 ڈر گئے۔ اور پھر کسی نے دم نہیں ملایہ واقعہ آئندہ نہ ہو گا ہے۔

۳۲۲۔ ابراہیم قطب شاہ کا ویلہ رود علی سر کا فتح کرنا وویا وراور شتاب خان ویلہ رود کا محاصرہ کئے پڑے

تھے۔ اسخان قلعہ دار قلعہ کی محافضت کر رہا تھا ابراہیم نے اوس کی مدد کے لئے دلاور خان کو
 دو تین ہزار قفقچی اور بائٹکاری دیکر بھیج دیا تھا۔ انہوں نے جا کر راجہ مندری سے ۴ کوس پر نزدال مین
 ایک پختہ قلعہ بنایا جس سے ہندوؤں کے حملہ کی روک ہو۔ اب دلاور خان نے ابراہیم کو لکھا کہ
 ہندوؤں کا بڑا اجتماع ہے یہاں بڑی زبردست مدد سے کام چلیگا۔ اگر اور مدد مجھ کو دی جائے تو میں
 راجہ مندری کو لے سکتا ہوں۔ اس واسطے ابراہیم نے ایک شخص رفعت خان لاری کو ملک نائب کا
 خطاب دیکر اور اوس کے ساتھ آدم خان و ملک شیرین و تاج خان و عزیز الملک کی سرکردگی میں جس
 ہزار آدمی دیکر روانہ کیا۔ وویا وراور شتاب خان کے ساتھ علاقہ قاسم کوٹہ کے بہت سے راجا اور زمیندار
 بھی شریک تھے اور ان کے ساتھ دو ہزار سوار ایک لاکھ پیادے اور دو ہزار قفقچی اور بائٹکاری
 بھی شامل تھے۔ موضع بارہ پل مین لڑائی ہوئی۔ راجہ اور کندہ کے حملہ سے مسلمانوں کے میسرہ کو
 بڑا نقصان پہونچا مگر وہ خود مارا گیا۔ اور وویا وراور شتاب خان راجہ مندری کو ہباگ گئے اب مسلمان
 راجہ مندری سے دو کوس پر ایک قلعہ دیلی سر مین پہونچے۔ اور پھر اوسے بڑی کشت و خون کے بعد فتح
 کر کے ہاتھ پاؤں کا محاصرہ کیا جہاں پر کہ راجہ نرسنگہ راؤ بہت سے سوار اور پیادوں سے قلعہ میں موجود
 تھا۔ ایک مہینے تک محاصرہ رہا۔ ایک روز نرسنگہ راؤ یہ دیکھ کر کہ مسلمان فوج کثرت سے قرب و جوار
 کے دیہات کو رسد وغیرہ کی لاش مین گئی ہے دو تین ہزار سوار اور دس ہزار پیادوں سے باہر نکلا
 بڑی لڑائی ہوئی مگر وہ خود گرفتار ہو گیا۔ اور بہت سے قیدیوں کے ساتھ چچوان پر سوار ہو کر گوکنڈہ بھیجا
 گیا چونکہ برسات آگئی تھی اس لئے اب یہ لوگ محاصرہ وٹھا کر دیلی سر مین آ گئے اور پھر لویام بارش

اوسے جاکر فتح کر لیا چونکہ اس وقت یہاں رام راج کا جنگڑا چہتر گیا تھا اس لیے امیر اسہم نے ملک نائب کو لکھا کہ ملک مفتوحہ کو متہذناک واریون کے سپرد کر کے چلا آؤ اور راجہ ہندری وغیرہ کی فتح پھر دیکھی جاوے گی یہ واقعہ سنہ ۱۱۹۸ھ کا ہے۔

۳۳- رام راج کا عروج اور
مسلمانوں کو اوس سے نفرت

جب چہنوی کی موت آتی ہے تو اوس کے پر نکل آتے ہیں۔ رام راج کو اب الساعرج ہو گیا تھا کہ وہ ان مسلمان بادشاہوں کو بڑی حقارت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ راجہ کی فوج احمد نگر سے واپسی کے وقت اپنے یہودہ غورو اور محض متکبرانہ کوتاہ اندیشی میں اگر علی عادل شاہ کے امر سے مسخرہ بن کر تھی اور مسلمانوں کو مجبوراً اوس سے تجاہل عارفانہ کرنا پڑتا تھا۔ بیجا نگر کے راجاؤں کا پہلے یہ قاعدہ تھا کہ وہ مسلمان سرداروں کے کپڑائیوں کی بڑی تعظیم کرتے۔ اور اپنے دربار میں بڑی عزت سے بیٹھاتے تھے لیکن رام راج نے اول تو دربار میں بولانا ہی چھوڑ دیا۔ اگر بولتا بھی تو جلوس کی اجازت نہ دیتا۔ کبھی سوار ہوتا۔ تو انہیں دور تک گھوڑے کے ساتھ چلاتا۔ اور زمین سوار ہونے کو کہتا۔ اوس نے اس بات کا خیال نہ کیا کہ مسلمان بڑے غیرت مند اور راجہ کی عزت کے خواہاں ہوتے ہیں وہ مجبوری کے وقت بھی اپنی شرافت کے خیال کو نہیں فراموش کرتے وہ اپنے مال کا زیان اور جان کا نقصان گوارا کرتے ہیں۔ پرزوت کا جینا پسند نہیں کرتا اس نے اس یہودہ برتاؤ سے آخر مسلمانوں کو جوش دلایا اور یہ غور اوس کا اوس کے لیے وبال جان ہوا کہ کسی کو اوس سے نفرت ہو گئی اور مسلمانوں کو اوس نے الذین ہاجروا و جاہلونا فرسبیل اللہ بامقارہم و انفسہم لہم دجیم عند اللہ کی رغبت دلائی اسی زمانہ میں ہون کٹی نام ایک دیسائی نے پورنل کے قلعہ میں جو عادل شاہ کی زیر حکومت تھا بغاوت کی۔ اس دیسائی کا مکان قلعہ کے اندر تھا اوس نے کسی شادی کے بہانہ سے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کی ممانی کی۔ اور اور اس جیل سے بہت سے آدمی قلعہ میں بلا لیے اور کچھ قلعہ کے محافظوں کو ملا اور تھانہ دار کو قتل کر

قلعہ پر تصرف ہو گیا چونکہ یہ مقام رام راج کی سرحد پر تھا اس لیے عادل شاہ نے خوف کیا کہ اگر دیسا کی کوہنہ کی تشنہ کی تو بباداراج حمایت کرے۔ اور قضیہ کو طول ہو جاوے۔ وہ چپکا ہو رہا۔ ۵

اِزان کرتو ترسد برتر اسے حکیم	وگر یا پتہ غصہ برائے ہر جنگ
-------------------------------	-----------------------------

غرض کہ علی عادل شاہ ابراہیم قطب شاہ حسین شاہ علی برید شاہ سب کو رام راج سے کلی نفرت اور عداوت ہو گئی۔ اور سب کے دلون میں یہ بات ٹھن گئی کہ کسی طرح اوس کو بریاد کیجئے۔ ورنہ عزت سے رہنا محال ہے۔

۳۲۳۔ علی عادل شاہ حسین قطب شاہ اور ابراہیم قطب شاہ اور علی برید شاہ کا رام راج کے مقابلہ کے لیے اتفاق۔	اب یہ ہانڈی دل ہی دل میں کب تک جوش مار سکتی تھی آخر علی عادل شاہ نے بمقتضائے وکشا و ہرم فی کلامہ ایک مجلس مشاورت منعقد کی۔ اور امر سے کہا کہ جب وقت
--	---

افکار کا غلبہ ہو اور اسلام کی توہین اور تذلیل ہوتی ہو۔ تو اس وقت علی العموم ہر مسلمان پر اور خصوصاً بادشاہوں پر جہاد فرض ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ رام راج پر جہاد کروں جس نے تمام اہل اسلام کو اپنا چیر اور حقیر سمجھ رکھا ہے اور اسلام کی تذلیل اور تحقیر کرتا ہے۔ اگر میں نے فتح پانی تو ثواب غزا اور ناموری دنیا مجھ کو حاصل ہوگی۔ اور اگر مار گیا تو اجڑ شہادت خدا دینے والا ہے اس میں آپ لوگوں کی کیا رائے ہے۔ کشور خان اور پوترا ب خان شیرازی فی جواب دیا کہ رام راج کی صولت و سطوت کا مقابلہ کرنا تنہا تو غیر ممکن ہے۔ بارہ کروڑ سے بیس کروڑ تک ہوں اوس کے خزانہ میں سالانہ آتے ہیں اور بے انتہا الماس و زمرد کی اوس کے ملک میں کانیں بہن فوج میں تین چار لاکھ سوار اور نو دس لاکھ پیادہ رہتے ہیں رعایا ہم قوم ہے۔ کشنا سے لیکر لاس کمار ہی تک وہ ہی مالک ہے ساٹھ بندہ رگاہ اور کثرت سے قلعہ اوس کے قبضہ میں ہیں۔ حسین شاہ کو ساتھ ملا نا ضرور ہے اس واسے کہ علی عادل شاہ نے پسند کیا۔ اور کشور خان کو اختیار دیا کہ وہ اس مقصد کے

حصول کے واسطے جو تدابیر مناسب سمجھے عمل میں لائے۔ کشو خان نے علی عادل شاہ
 کی طرف سے ابراہیم قطب شاہ کے پاس ایک قاصد بھیجا۔ اور اپنے مافی الضمیر سے اسے
 اطلاع دی۔ یہاں کیا تھا ابراہیم تو پہلے ہی سے خارا کما سے بیٹھا تھا اور اسی تجسس میں تھا۔ اس
 نے اس مشورہ کو فوراً نہ صرف قبول ہی کر لیا۔ بلکہ ایسی پیروی کی کہ گویا اسی نے اس مسئلہ کو خود چڑھا رہا ہے
 مصطفیٰ خان اپنے وزیر اعظم کو علی عادل شاہ کے پاس بھیجا۔ کہ وہ ہلکار بالمشافہ اس کے مزاج کا
 حال دریافت کرے اور اسے تمام فراز و نشیب بتا کر حکم دیدیا کہ گریجی پور والوں کا ارادہ پکا ہو۔ تو وہ
 وہیں سے سید ہا ہی احمد نگر جا کر حسین شاہ کو اتفاق کے لیے آمادہ کرے جب اس نے
 علی عادل شاہ کو اپنے ارادہ میں معروض کیا تو وہ جب ہدایت سید ہا احمد نگر روانہ ہوا۔ اور
 خلوت میں حسین شاہ سے جا کر مصافحہ و صریح الفاظ میں اپنا مدعا ظاہر کیا۔ اور کہا کہ جس وقت
 تمام دکن ایک ہی چراغ سے روشن اور ایک ہی دولت کے سمندر خوش خرام کا جولا نگہ تھا۔ اور
 سب ملک میں صرف سلاطین و بھینہ کی حکومت تھی اس وقت یہ جانگر کی حکومت سوائے
 بعض اوقات کے ہمیشہ مغلوب اور بانگداز رہتی تھی لیکن جب یہ بات ہے کہ ع آں قدح بکشت
 و آن ساقی نمائد۔ اس ملک کے چند حاکم ہو رہے ہیں۔ اور یہ جانگر کی حکومت ویسی ہی ہو بلکہ
 اس سے بھی کچھ زیادہ ہو گئی ہے اس لیے مناسب ہے کہ آپ سب ان آپس کی نا اتفاقوں
 کو دور کریں۔ ورنہ اس زبردست دشمن سے محفوظ رہنا مشکل ہے حسین نظام شاہ جانتا تھا۔ کہ
 علی عادل شاہ کا غلبہ صرف رام راج کے زور پر تھا۔ اگر رام راج کو گرا لیا جائے تو پھر علی عادل شاہ
 سے انتقام لینا آسان ہو جائیگا۔ مگر چونکہ رام راج کا گرا نہ و ن اتفاق ممکن نہ تھا اس لیے وہ بھی رضی
 ہو گیا اور مصطفیٰ خان کی صاف گوئی سے بہت خوش ہوا۔ اب مصطفیٰ خان نے قاسم بیگ حکیم اور
 ملا عنایت اللہ قاضی سے صلاح کی۔ اور یہ تجویز پیش کی کہ حسین شاہ اپنی بیٹی چاند بی بی علی عادل شاہ کو

منسوب کر کے شوالپور کے پرگنہ جو ماہ النزع میں جنیر کے طور پر اوست حوالہ کرے۔ اور
 علی عادل شاہ اپنی بہن ہدیہ سلطانہ شہزادہ مرتضیٰ خان ابن حسین شاہ کو دے تاکہ فریقین
 میں رشتہ اتحاد مضبوط ہو جائے پھر تینوں بادشاہ متفق ہو کر توفیق جیار شدیدا انتقام
 رام راج پر لشکر کشی کریں جب حسین شاہ اس پر راضی ہو گیا۔ تو مصطفیٰ خان اور ملا عنایت اللہ دونوں
 ملکر شوالپور آئے۔ اور علی عادل شاہ سے نہایت پختہ عہدہ پیمان لیا۔ بعد ازاں طرفین سے
 شادیوں کے سامان ہوئے شہر و بازار اور ہر گاہ و بجا پور میں خوب خوب آرائشیں کی گئیں اور رسمی
 محکفات میں سے کوئی بات باقی نہ رہی پھر دونوں دہلیوں کے ہمارے ایک
 تاج خیمین بھی گئیں۔ اور شوالپور عادل شاہ کو ملیا۔ اب تینوں بادشاہوں میں پورا اتفاق ہو گیا
 اور علی برید شاہ بھی ان کے ساتھ شریک ہو گیا یہ واقعہ ۱۱۸۵ھ کا ہے۔

۳۶۵۔ شاہان اسلام کا رام راج پر حملہ یار باہن قافلہ الطفت ازل بقہ باد
 کہ از رخصم ہست آید و معشوق بدام
 اب اوس لطافی کا وقت آگیا جس کا دوبرس پیشتر دونوں میں بیچ لویا گیا تھا۔ چاروں
 بادشاہوں نے باہم صلاح کی اور علی عادل شاہ سے اس طرح چھپر کر لی کہ اوس نے
 رام راج کے پاس اپنا ایلچی بھیجا۔ اور درخواست کی۔ کہ پچھلے اکتال کے زمانہ میں
 جو قلعہ جات راجپور مکمل اینگری و ماکری آپ نے لے لئے ہیں وہ ہم کو دیے جائیں۔ تاکہ جو دوتی
 اور اتحاد ہمارے اور آپ کے مابین ہے اوس میں فرق نہ آنے پائے۔ رام راج یہ سکر نہایت
 تحقیق آمیز صورت سے مسکرایا اور ایلچی سے کہا۔ کہ اگر تو ایلچی نہ بولتا تو ابھی قتل کر دیتا پھر نہ صرف
 اوس ایلچی کو بلکہ مسلمان بادشاہوں کے جو دکلا لے مقیم وہاں رہا کرتے۔ تھے اون سب کو
 فوراً بے عتبی کے ساتھ نکال دیا۔ ان دکلا کے واپس ہوتے ہی حسین نظام شاہ علی برید شاہ
 اور امیر قطب شاہ تینوں اپنی اپنی فوجیں لیکر شوالپور روانہ ہوئے اور اپنے اپنے امر کو تاکید کر گئے

کہ رسد کا سامان کر کے لشکروں میں پہنچاتے رہیں حسین نظام شاہ کے رنج کے باعث ہفت
برہان عباد شاہ اس لڑائی میں شہرک نہ ہوا اور اس جہاد کے ثواب سے محروم رہا جب یہ
بادشاہ پچاپور کے قریب پہنچے تو چاروں بادشاہوں نے باہم ملاقات کی اور از سر نو بالمشافہ
تجدید عہد و موافقتی ہوئے اور نہایت اتفاق سے ۲۰ جمادی الاول ۹۷۱ھ کو رام لچ کی طرف
بڑھے اور دیریا کے کٹنا کے کنارہ تالی کوٹہ میں پہنچے چونکہ یہ مقام علی عادل شاہ کی
علمداری میں تھا اس نے وہاں اپنے مہمانوں کی نصیحت کی اور اپنے تمام مالک و خروس
میں احکام پھیرے کہ ضروریات سفر لشکر گاہ میں برابر پہنچاتے رہیں کسی طرح کی فوج کو تکلیف
نہ ہونے پائے جب رام لچ نے سنا تو اس نے اس حملہ سے کچھ بھی خوف و ہراس
نہ کیا۔ اور فوراً اپنے سب سے چھوٹے بھائی تیرج کو پانچ سو ہاتھی تیس ہزار سوار اور ایک لاکھ
پینا دون سے آگے بھجوا کر دیریا کے کٹنا کے گھاٹوں کو جا کر روک لے۔ اور چھرنیکا ٹاڈی
اپنے بھیلے بھائی گواس سے المضاہف لشکر سے اس کی امداد کروا نہ کیا۔ ان لوگوں نے
دیریا پر اگر اہل اسلام کو روکا پھر رام لچ بھی تمام اطراف کے راجاؤں اور کرناٹک کے بڑے
بڑے زمینداروں کو لیکر آسمو جود ہوا۔

۳۲۶۔ مسلمانوں کا دیریا کے کٹنا کو عبور کرنا
اب ان لوگوں نے دیریا کے گھاٹوں کو ایسا روکا تھا کہ
دیریا کے کٹنا سے عبور کرنا بالکل غیر ممکن نظر آتا تھا۔ کیونکہ جب جاسوسوں نے دیریا کے اوپر
اور نیچے کی طرف چالیس کوس تک جا کر تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ تین مقام کے سوا اس میں
اور کہیں گزر کا راستہ نہیں نظر آتا۔ اور جو گزر کہ پایا اب ہے اور جہان سے تو پچانہ کی گاڑی اور
لشکر کا گزر ہو سکتا ہے وہ صرف یہی ہے جو یہاں ہے۔ مگر اس گھاٹ کے دوسری طرف
مخالفوں نے دیوار بنائی ہے اور اس پر توپیں اور اور تیرشہازی کے آلات لگا رکھے ہیں۔

اس پر شاہان اسلام نے باہم مشورت کی اور ایک منصوبہ قرار دیکر یہ مشہور کیا۔ کہ ایک اور گماٹ
 نہایت عمدہ معلوم ہو گیا ہے اور تین ہزار نو سو ایک لاکھ کا بازار اور بیسویں گاہ بیچیدیا دہان ہزار
 کہ۔ اور لوگوں کے وغیرہ آلات شناوری جمع کیے بعد ازان تمام لشکروں کو اس طرف روانہ ہوا۔ اب
 ہندوؤں کو یہ سپاہیانہ پیچ کمان معلوم تھے الحرب خدا عتہ کو نہ سمجھے دہوکے میں آ گئے اس
 شہر کو کوچ بھگ کر بے احتیاطی سے اوس گماٹ کو مطلقاً چھوڑ دیا اور مسلمانوں کو اس جانب روکنے
 کے لئے چلے گئے اس خیال سے کہ کہیں مسلمان دوسرے مقام سے دریا کو عبور نہ کر لیں
 جب یہ خبر مسلمانوں کو معلوم ہو گئی کہ وہ گماٹ اب خالی ہے اس پر سلاطین اسلام نے کئی ہزار سوار
 اپنے اپنے لشکروں میں منتخب کیے جنکے گھوڑے مضبوط سپاہی توانا و جست اور فاشناوری
 سے واقف تھے۔ اور ان کو حکم دیا کہ لاٹغار کر کے اصل معبر پر جائیں۔ یہ لوگ دہان سے
 بجلی کی طرح چھپٹے۔ اور تین روز کا راستہ ایک دن میں ان طلوع آفتاب تاغروب پورا کیا۔ اور ع
 ہرچہ بادا بادا کشتی در آب انداختیم۔ بایں فقل حل الشکلات کہہ تھوڑے سے آدمی دریا کے
 پار ہو گئے۔ اور گماٹ پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازان تمام لشکر آیا اور دریا سے پار گذر گیا۔ اور صبح کی وقت
 دریا سے تیگری کے کنارہ ہانچ کو آگے رام راج کے لشکر کے سامنے جا کر مقابل ہوا۔ اگرچہ
 اس سے ہندوؤں پر اس بقیہ اس مستولی ہوا مگر چونکہ پیچھے ہٹنا بھی مشکل تھا تمام رات فوجیں
 اگرستہ کیے پڑی رہے۔ اور شاہان اسلام نے دواڑہ امام کے بارہ بارہ علم کٹرے کئے جس میں
 سے ہر ایک پر غلط جلی ہر ایک امام کا نام اور نصرت من اللہ وفتح قریب لکھا ہوا تھا۔ اور اپنی اپنی
 فوجوں کی درستی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی رام راج کی فوج میں اس وقت ایک لاکھ سوار اور نو لاکھ پیادہ
 جنگی تھے جن میں سے بکثرت تو پچی اور تیر انداز تھے۔ اس وجہ سے گو مسلمانوں نے دریا کو
 عبور کر لیا تھا مگر رام راج سے دلوں میں خالیف تھے اور ڈرتے تھے کہ اگر ہندو غالب ہو گئے

تو ہمارے مین پتا بھی نہ لگے گا۔ اس سبب سے وہ ابھی تک بھی چاہتے تھے کہ رام راج وہ ہی
 اقطع ہمارے واپس کر دے جو اس نے ہم سے لے لئے ہیں۔ اور عہد کر لے کہ آئندہ پھر
 ہم کو کوئی اذیت نہ پہنچائے۔ مگر اس نے اس وقت بھی نہ مانا اور مسلمانوں کو ناچیز اور حقیر
 سمجھ کر ان کی لڑائی کو ایک بازو پیچہ طفلان تصور کیا۔ اور اس عہدہ موقع کو ہاتھ سے کھو دیا۔

۳۲۷۔ تالی کوٹہ کے مقام پر سلطان
 اسلام اور رام راج کا مقابلہ۔

اب ۲۰ جمادی الثانی ۷۲۷ھ بمطابق ۱۳۲۷ء
 لڑائی میں تعجیل کی اور یہ نہ جاننا کہ تعجیل کاری شیاطین بود
 مسلمانوں کی فوج میں مینسپر علی عادل شاہ اور میر علی برید شاہ و ابانیم قطب شاہ اور تائبین
 حسین نظام شاہ کھڑا ہوا۔ اور توپوں کو زنجیروں سے جباڑ دیا گیا۔ فیلان مست و جنگی لہنی پاتی جنگ پر
 باقاعدہ کھڑے کیے گئے اور ہر رام راج نے دینکنادری کو پچیس ہزار سوار و لاکھ پیادہ بلانچ سو ہاتھ

سے علی عادل شاہ کے سامنے اور تھراج کو بیس ہزار سوار و لاکھ پیادہ اور پانچ سو ہاتھ سے علی
 اور ابانیم کے مقابل میں کیا۔ اور توپیں تیس ہزار سوار خاصہ اور ہزار سوار لکی سے جو بعض راجہاں
 اطراف اسی روز لائے تھے اور پانچ لاکھ پیادہ اور ایک ہزار توپ اور ایک ہزار ہاتی اور ایک
 روایت میں ہے کہ دو ہزار ہاتی سے قطب مین قائم ہوا۔ اور قادر مطلق کو بول کر ازراہ حکم دیا کہ علی عادل شاہ
 اور ابانیم قطب شاہ کو زندہ گرفتار کر کے لائین تاکہ انہیں ادا ام الیمات آہنی نچرون میں بند رکھا جائے اور

حسین شاہ کو زندہ نہ چھوڑیں اوس کا سر میری خدمت میں حاضر کریں حسین نظام شاہ کے چہرہ سوتلوں تھیں
 دو سو بڑی توپیں تو اس کے تین اون سے پیچھے دو سو غریزین یعنی چھوٹی تھیں پھر زبور پڑی بباری نہ ہونے
 ہوتی ہیں اون تین اون پر سوار لیئے ہوئے ہیں اون سے پیچھے تھیں چلے رومی خان اس توپخانہ
 کا فخر تھا جو اپنے زمانہ میں فنون گلندازی میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ جب مین نصف النہار کے وقت
 طرفین سے نفارہ جنگ بجا گیا تو بجا لگ کر کے پیادوں نے ایک قیامت چا دی ہر مرتبہ تقریباً پچاس ہزار

بان اور بندہ وق ضر بن و توپ کے گولے گولیاں اون کی فوج سے چھوٹی تھیں پھر راج بندہ کی سپاہ نے
 ہندی تلواریں سوت اور ڈھالیں لے وہ حملہ کیا کہ سپاہ اسلام کے پیر اور کھڑے اوکھڑے رہ گئے اس میں
 نظام شاہ نے اپنے دو بہتر قزاقوں جو غنیم کی حالات کی تعیش میں آگے آگے لشکر کے تھے آگے بھیجے
 وہ رام راج کی فوج کو اپنی طرف مائل کر کے توپخانہ کی زد پر لائے۔ چلے رومی خان نے پہلے بڑی توپوں کو
 سر کیا جب وہ خالی ہو گئیں تو ضر بن سے فیر کئے اور پھر آخر کو زینور کی وہ بھڑ مار کی کہ دشمنوں کے دانت
 کٹے ہو گئے اور رام راج کو معلوم ہوا کہ مسلمان کچھ ہیں۔ اب تک رام راج مسکان میں سو رہا تھا۔ اور اگرچہ
 اوس کے مصاحبین نے کہا تھا کہ اس وقت گھوڑے پر سوار ہو جائے مگر اوس نے اس کا یہ جواب دیا
 تھا کہ یہ بچوں کی لڑائی ہے۔ مسلمان اب کوئی دم میں بہاگ جائینگے۔ مجھے گھوڑے کی ضرورت نہیں ہے
 اب یہ دیکھتے ہی اٹلس سرخ اور زربفت کے شامیانہ میں اتر کر کرسی مرصع پر چار زانو ہو بیٹھا۔ اور ہون
 اور جو اہل ہر تپ تپ کے اپنے دو قون طرف انبار لگوا لئے۔ اور جلد ہی کی وجہ سے بے گنتی ڈھالوں میں
 بھر بھر کر سواروں کو دینے اور کٹنے لگا کہ جو شخص میرے پاس پہنچے وہ نصرت آئیگا۔ او سے ہرک مرصع
 دو گلا اور اقطاع کا اضافہ کر دیا۔ اس پر ہندوؤں نے مکرر حملہ کیا۔ اور ایسے جوش و خروش سے بڑھنے کہ
 اہل اسلام کے سینہ اور سیرہ دونوں ہار و پریشان ہو گئے۔ اور فتح سے بالکل ملبوس ہو گئی علی عادل
 نے اپنی خوش فوج کو پھر سنبھالا۔ اور سامنے سے ہٹ کر وینکٹا دہری کے عقب میں پہنچا اور وہاں ایسے
 جوش و خروش سے حملہ کیا کہ ہندو پیچھے کو ہٹے۔ اور رام راج کی طرف کو چل دیئے۔ جب اوس کے
 عقب میں ایسا غلغلہ مچا تو وہ گھبرا یا۔ اب یہ حال حسین شاہ کو معلوم نہ تھا کہ علی عادل شاہ دشمن کے پیچھے ہے
 بلکہ وہ سمجھتے ہوئے تھا کہ وہنا ہاتھ بالکل خالی ہو گیا۔ اور مسلمان پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ تاہم وہ اپنی
 جگہ سے نہیں ہٹا تھا۔ جہاں تھا وہیں جا کھڑا ہوا تھا۔ حالانکہ اوس کے گرد آگ و زاروں میں تیر گولے گولیاں
 کی لپٹ پڑ رہی تھی جب اوس نے خیال کیا کہ دشمن کا بہت غلبہ ہو گیا تو اپنے خدام کو حکم دیا کہ

رن تہانت لگادین۔ اوس زمانہ کا دستور تھا کہ جب دشمن کا غلبہ بہت ہو جاتا اور کوئی شخص یہ چاہتا کہ میدان میں مرجائے یا دشمن پر فتح حاصل کرے تو میدان میں اپنا ڈیرہ کھڑا کر دیتا تھا اوسے رن تہانت کہتے تھے۔ جب رن تہانت لگ گیا۔ تو اوس نے سو خواجہ سرا اپنی سو پیپیوں کے پاس ہوا اوس کے ساتھ تین تنگی تلواریں دیکر کھڑے کر دئے کہ اگر معاملہ دگرگون ہو جائے تو فوراً وہیں قتل کر دیں۔ پھر اوس نے شاہان اسلام سے کہلا بھیجا کہ گھبراہٹ نہین۔ اب کچھ توڑی دیر میں فتح ہوئی جاتی ہے جس سے اوس کے دل بڑبڑا اور وہ پھر سید بہت ہو گئے۔

۳۶۸۔ اہل اسلام کی عظیم الشان فتح جب اوس امیروں نے جو پیچھے ہٹ گئے تھے دیکھا کہ حسد شاہ اور رام راج کا قتل۔

پھر اوس کی مدد کو چلے۔ حسین شاہ نے چلے رومی خان کو حکم دیا کہ گولوں کے بجائے پیسے ملک میدان توپ اور نیز اور توپوں اور ضرزوں میں بھر کر مارے۔ جون ہی اس کی تعمیل ہوئی تو ایک ہی فیروز میں پانچ چہ نہرا رہندہ واور کشتہ ہی ماتی اور گھوڑے مارے گئے۔ پھر کشور خان لاری کو ساتھ لیکر جو اس وقت اوس کے پاس آٹھ سات ہزار آدمی سے اور سکی مدد لیا تھا خود حسین شاہ نے رام راج پر حملہ کیا اب پیچھے سے علی عادل شاہ اور آگے سے حسین شاہ کو دیکر رام راج گھبراہٹا۔ جس وقت یہ گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ تو ایک ہاتی غلام علی نام نے جو رومی خان کے پاس تھا رام راج کے ایک ہاتی کو مار کر ہر گادیا۔ اور اوس کے پیچھے پیچھے دوڑا وہ ہاتی رام راج کے شایانہ کی طرف بھاگا اس سبب سے رام راج مضطربانہ کر سی پر سے اڑ پڑا کھڑا ہوا۔ اس وقت اوس کی عمر اسی برس سے تجاوز کر گئی تھی۔ بہت بوڑھا ہو گیا تھا۔ تو اس بوڑھے کے باعث باجلہ ہی میں اوس کے ہوش و حواس جاتے رہنے لگے۔ پھر سواری نہ ہوا۔ بلکہ سنسکا سنسکا گیا اور اوس میں سوار ہو کر پیچھے کو ہٹا۔ باقی برابر لڑتے پھرتے اور ہر کو بہا گئے جاتے تھے۔ گھوڑا ہوتا تو وہ جدھر چاہتا کودا کر لیجاتا۔ کما رنہین دکن میں ہوئی کتے ہن۔

کہان لہجہ کہتے تھے جب تک کہ دو چار قدم اڑہاؤدھر چلے۔ کہ بات کی بات میں ہاتی وہاں تک
 آہو نہجے۔ اپنی جان سب سے زیادہ پیاری ہوتی ہے ہو یوں نے ہاتھوں کے ثبوت سے
 سنکاسن کو وہیں پیش کیا۔ اور اودھراؤدھربھاگ گئے۔ جب نظام شاہی فیلبان نے مرصع سنکاسن کو دیکھا تو
 اوس نے لالچ میں اگر غمخو رہا تو کے تعاقب کو چھوڑا۔ اور سنکاسن کو لینے کے لئے آگے بڑھا۔ کراؤ کو
 ہاتی کی سوئد سے اوٹھا کر اوپر لے لے رام راج کا ایک نادان خیر خواہ بہمن خادم وہاں موجود تھا۔
 اوس نے دیکھا کہ فیلبان بان نادانستہ رام راج کو قتل کر رہا ہے۔ اس حماقت سے اوس نے فیلبان
 کے پاس گھر فریاد مچائی۔ کہ دیکھنا براہ مہربانی مہاراج کو نہ مارنا۔ فیلبان سمجھ گیا کہ یہ رام راج ہے اوس نے
 ہاتی کو اشارہ کیا۔ اور سوئد سے پکڑ کر رام راج کو ہاتی پر لے لیا۔ اور سنکاسن کو وہیں چھوڑ بیٹھوں توں راستہ
 پھرتا ہوا اوسے رومی خان کے پاس لایا۔ اور رومی خان نے اوسی وقت اوسے حسین شاہ کی خدمت
 میں حاضر کیا۔ حسین شاہ اس نعمت خیر مترب کو دیکھتے ہی نہایت شاد ہوا۔ رام راج کی بڑی خاطر و قسلی کی
 اور اوس کا مزاج پوچھا۔ اوس نے زبان سے کچھ جواب نہ دیا۔ مگر ہاتھ سے پیشانی کی طرف اشارہ کیا
 کہ جو شیت لیزدی میں تہا وہی ہوا۔ یہی باتیں ہو رہی رہی تھیں کہ قاسم بیگ حکیم نے اگر حسین شاہ
 سے کہا کہ علی عادل شاہ رام راج کی فوج کے پیچھے ہے۔ اور اوس کو وہاں بڑا غلبہ ہو چکا ہے وہ
 آگے بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ یہ آپ کو حال معلوم ہے کہ رام راج کو وہ اپنا باپ کہا کرتا ہے۔ اگر وہ آگیا
 تو اسے وہ ضرور مارے گا۔ معلوم نہیں کہ اوس وقت پھر کیا نتیجہ ہو۔ غالباً ہزاروں آفتیں برپا ہو چکی
 ضرورت ہے کہ رام راج کو فوراً قتل کر دیا جائے۔ اس لیے حسین شاہ نے اوسے اوسی وقت قتل کر دیا
 اور مہاراج کو اسی ہاتی پر علم کرایا۔ اور دشمن کے لشکر کو دیکھایا۔ یہی اگر والوں نے جب دیکھا کہ اوسکا راجہ
 مارا گیا تو جان لیا کہ مسلمانوں کی فتح ہو گئی۔ اور بہاگنا شروع ہوئے۔ رام راج کے بہائی عادل شاہ
 اور ذب شاہ کے سامنے سے ہٹ کر آئے کہ بہائی کی مدد کریں۔ مگر جب معلوم ہوا کہ وہ قتل ہو گیا۔

تو وہ بھی بہا گئے۔ اب اہل اسلام نے اناگتہ سی تک اون کا تعاقب کیا جو بیجا نگر سے دس کوس پر رہے
 کو سون تک ہندوؤں کے لشکروں کے پشتہ لگا دئے۔ ایک لاکھ ہندو اوس۔ و قتل ہوا چونکہ
 اتھال خان برہان عماد شاہ کا وزیر رام راج کی تحریک سے احمد نگر کو غلی پا کر اوس طرف تاخت و تاراج کر رہا تھا
 اس لیے نظام شاہ نے رام راج کے سر کو اوس میں گمانس بھجوا کر اوس کے پاس بجواد یا پچھلاطین
 جنگ اور نے تمام سلاطین اطراف کے پاس قاصدان سرلج السیر کو بیجا اور قحتامہ روانہ کئے اور خوشایں نمائش
 ۳۲۵۔ بیجا نگر کا غارت اوریر باد ہو گیا۔ اب شاہان اسلام نے سب سے پہلے تو قلاوڑا سب العطایا کی

شکر گزاری کی۔ پھر پنی اپنی فوج کے مجروحوں کی مرہم پٹی کی طرف توجہ نہ رائی اور باقی فوج کو حکم دیا کہ فیل
 و نشان و قلعہ تو پ وغیرہ لوازمات سلطنت کو جو لوٹے وہ اپنے بادشاہوں کے حوالہ کرے باقی جو کوئی
 جو چیز لوٹیکار وہ اسی کا مال ہے جب بیس روٹیک میدان جنگ میں سپاہ اور سرداروں نے آکر لیا۔
 اور مجروحوں کو بھی شفا ہو گئی تو پھر بیجا نگر روانہ ہوئے یہ شہر اوس وقت نہایت آباد تھا۔ کئی کوس تک اوسکی
 آبادی پھیلی ہوئی تھی۔ وکن میں کوئی شہر اوسکی آبادی کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا بعد ہامنہ اور بیجا نہ اور تین
 بنے ہوئے تھے اوسکو مسلمانوں نے خوب لوٹا۔ اور احمد نگر کی مسجد اور قرآن کی بڑا دیون کو مادیار کے مندر و من کو توڑا
 لیکن برہان او کو میدان جنگ کی سسی لوٹ نہ ملی کیونکہ اس عرصہ میں لوگ بہت سی بہا کر پھاڑا اور گماٹیوں میں
 چپ رہے تھے اور جو شہر میں کچھ باقی تھے اور نہوں نے بھی اپنا مال کنوڑن گڑھوں اور چوچوں وغیرہ میں چھپا دیا۔ اور
 زمین میں دفن کر دیا تھا جب لوٹنے والوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے وکانوں کو توڑا وکانوں کو ڈیا
 کہ دن کو کوہ اور گھنگر سے ذینہ نکالے اب اس لوٹ مار پر آپس میں جھگڑے شروع ہوئے
 عادل شاہی سپاہیوں نے ایک تانبے کا گڑھ پایا اوس میں اشرفی اور جو اہرات بہا ہوا تھا وہ باہم
 ایک اور جڑ میں بیٹھے تقسیم کر رہے تھے۔ کہ نظام شاہی سپاہی بھی پہنچ گئے اور ان سے زبردستی
 حصہ مانگنے لگے۔ اس میں تکرار ہوئی کہتے آوی زخمی ہوئے دوسید مارے گئے یا کہ شخص عاشقی

ابراہیم نام قلندر اپنے تیس چالیس مرید لئے ہوئے آیا اور وہ بھی اس لڑائی میں شریک ہو گیا کسی نے اوس کے لسی تلوار ماری کہ شاہ رگ کے سوا نیچے سے تمام گزرن کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ہیراجون نے پکڑ کر اوسے سیر یا قدرت خدا کی کہ وہ بچ گیا۔ اور دس دس تک زندہ رہا حسین شاہ نے اس لڑائی کو خود دیکھا اوس کو نہ خوف ہوا۔ کہ جب سپاہی لڑینگے تو اون کے افسر بھی اوس رنج و غناو سے متاثر ہونگے۔ اور بادشاہوں کو بھی رفتہ رفتہ رنج ہو جائیگا جس سے نہ معلوم کیا اثر ابی پیدا ہو۔ فوج قایم نہ تھی۔ آہٹکل کی سی یورپین فوج ہوتی تو کچھ خطرہ نہ ہوتا۔ مگر اوس نا تربیت یافتہ فوج سے بڑا اندیشہ تھا اس لئے اوس نے کوڑا جمع کرایا۔ اور جابجا دکانات اور مکانات میں بھجوا دیا۔ اور تمام شہر کو آگ لگا دی کہ جس سے فوج کا لٹنا اور اوس کی وجہ سے فساد کا ہونا کسی قدر بند ہو گیا۔ مگر اس سے بچا نگر بالکل تباہ و برباد ہو گیا۔ اور پھر کبھی آباد نہ ہوا۔

۳۳۰۔ بیجا نگر کے گرد و نواح کے غار بیجا نگر ایک کوہستان میں بستا تھا۔ اوس کے گرد و نواح میں جابجا غار تھے جو کوسوں تک نیچے نیچے چلے جاتے تھے اون کے اندر کے راستہ کین تنگ کین کشادہ کین بالکل تاریک کسی جگہ اون میں روشنہ ان بھی تھے جنہیں سے آسمان بھی دکھائی دیتا تھا۔ بیجا نگر والے ان غاروں میں جا چھپے تھے۔ دکنو اون کے اندر گہو سے رہتے۔ رات کو نکلتے اور ادھر ادھر سے کھانے پینے کی چیزیں لوٹ لجاتے اور اپنی اوقات بسر کرتے تھے جب مسلمان اون کو پاڑتے تو اون سے روپیہ طلب کرتے اور اکثر بغیر لینے نہ چھوڑتے جب مسلمانوں کو یہ حال معلوم ہو گیا تو اونوں نے اون کے راستہ روکے اور اون کی گرفتاری کے خوب سامان کئے اور بہت سارو پیہ وصول کیا۔ رفیع الدین شیرازی جس نے بیجا پور کی تاریخ لکھی ہے ان واقعات میں موجود تھا وہ اس طرح اپنا حال لکھتا ہے کہ ایک روز ہم نے تین چار آدمی پکڑ لئے اور اون سے روپیہ مانگا جب انکو اذیت دی تو اونوں نے کہا۔ کہ ہم ایک غار میں رہتے ہیں اگر ہمارے ساتھ چلو

تو ہم تین کچھ دینگے یہاں تو ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ اللہ انسان کی جبلت میں ایسا ہوا ہے ہم چند آدمی جمع ہو کر اس غار کے منہ پر گئے۔ دو آدمی کے بازوؤں میں ہم نے ہری باندھی اور انہیں آگے کیا۔ پیچھے سے ہم اس غار میں گھرے جب ہم کچھ آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک راستہ کے کتے ہی راستہ ہو گئے ہیں عین اندیشہ ہوا کہ معاودت کی وقت کین راستہ بھول نہ جائیں۔ اور ان غاروں میں بٹکتے نہ پھریں۔ یا شاید عین کوئی گرفتار کر لے اور مار ڈالے۔ اس واسطے ہم نے کوئلہ لیے اور چرخ جلائے۔ جلد ہر سے گندہ ہوتا وہاں اون کو لون سے نشان کر دیتے تاکہ لوٹتے وقت کچھ دھوکا نہ ہو جب ہم آگے بڑھ گئے تو نہایت ہی تاریکی ہو گئی۔ اپنا ہاتھ تک دکھائی نہ دیتا تھا۔ پھر کھین کھین وجہاں آگیا۔ اور آسمان بھی نظر آنے لگا۔ اسی طرح سے ایک میل سے زیادہ چلے گئے ایک مقام ایسا تنگ آیا کہ تین چار گز سے زیادہ چوڑا نہ تھا اور ٹیہک چلنا پڑتا تھا۔ وہ دونوں آدمی جبکہ ہاتھ میں ہم نے رسی باندھ رکھی تھی اس مقام سے آگے گزر گئے وہاں سے آگے نہکتے ہی ایک شور ہوا جس سے معلوم ہوا کہ وہاں بہت کثرت سے آدمی جمع ہیں پھر وہ رسی بھی اون کے ہاتھوں کی کسی نے کاٹ دی اور ہتھیاروں کے سنبھالنے کی آواز ہمارے کانوں میں آئی۔ اور یہ آواز برابر زیادہ ہوتی گئی اب ہم ڈرے اور سوچا کہ اگر اندرجائین تو ذرہ سے مال کیواسطے کین اپنی جانیں ہی نہ کو بیٹھیں۔ اس اندیشہ سے ہم وہاں سے لوٹے۔ اور اون علامات کے ذریعہ سے جو ہم بنائے گئے تھے فوراً باہر چلے آئے۔ اسی قسم کا ایک غار اناگندی میں چاکوس کے فاصلہ پر تھرا رام راج کا چھوٹا بیٹا تراج بہگ کر او میں مع اپنے اہل و عیال کے چھپ رہا تھا۔ صرف باہر سے لوٹ لاٹ کر لے آئے۔ اور اس میں رکھ اپنی گذر کرتا تھا۔

۳۳۱۔ حسین شاہ ابراہیم شاہ
 علی برید شاہ کی بیگم سے واسی۔
 گو مسلمانوں نے اس قدر عظیم الشان فتح حاصل کی مگر آپس کے رشک و حسد کی وجہ سے انہیں ملکی فائدہ کچھ نہ ہوا۔ احمد نگر کا علاقہ ایسے موقع پر واقع تھا کہ اگر یہاں کی غلامداری سے کوئی ملک وہ لینا چاہتا تو اس پر حکمرانی کرنا دشوار تھا۔ جب وہ ملک

نہیں لے سکتا تو وہ چاہتا تھا کہ کوئی اور بھی نہ لے علی عادل شاہ اون چاروں قلعوں کا دعویٰ کرتا تھا کہ جس نے
 اوس فرانس اطالی کی پیڑ پھاڑ کی تھی۔ رام راج کرم نیکی کے بعد نیکیاوری جنوب کی طرف چلا گیا اور گو اوس نوکر ہنگام کے
 راجہ بنے کر ڈینگ ڈالو اور گرام راج کی بات کان آتی تھی۔ اس سبب سو وہ تو ہر ایک بات کو ماننے کو مجبور تھا جتنے
 شاہان اسلام ملک کو مانگتے وہ دیتا گیا۔ اوس نور حسین شاہ اور ابراہیم شاہ کے بھائی تھے قلعوں کو دینے سے
 انکار کیا۔ اس لیے علی عادل شاہ نوکر اور خان کو فوج دیکر متعین کیا کہ وہ قلعوں کو زبردستی سے لے لیں شاہ
 نے قاسم بیگ کو اور ابراہیم نے مصطفیٰ خان کو بلوا ہر اوس کی خاطر سے کہ کشور خان کیساتھ یہی ایہ لوگ گئے
 اور قلعوں کی تختیاں لے آئے مصطفیٰ خان کو ابراہیم کی بلا اجازت قلعوں کی کچی کشور خان کے حوالہ کر دی
 جب حسین شاہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اوس ابراہیم کو لکھا کہ مصطفیٰ خان کو تمہارا نوکر ہو کر دوسرے بلو شاہ کو
 انجی دیدی ایسے نوکر کو پناہ مت دینا سیکے کیا معنی بہتر کر کے اوسے قتل کرو اور ابراہیم کو اوسے قتل تو نہ کیا۔ البتہ
 کہ جانکی اجازت دی اور اس قدر رعنائی تھی کہ اوس کا تمام مال و اسباب بھی اوسے ہی دیدیا جو سات سو
 گاریوں اور پانچ ہزار گزینوں کے سر پر لے دیا گیا۔ وہ کہہ تو نیکیا عادل شاہ کی پاس چلا گیا۔ اور اوس فرانسے پہنچا
 کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم و رنگی من ریکار ہوا تھا حسین شاہ سے بھی ملا تھا اور عادل شاہ بھی من
 بیکار ہوا تھا۔ اب ان واقعات سے علی عادل شاہ کو معلوم ہو گیا کہ حسین شاہ اور ابراہیم شاہ مجھے قلعوں کے
 مٹوین فراموش کر تو ہیں کیونکہ اگرچہ کچی ملک تھی۔ مگر قبضہ نہیں ہوا تھا۔ اب حسین شاہ کو ترود ہوا۔ اگر علی عادل شاہ
 سوا سو قوت بگاڑ گئی تو وہ اسی جگہ کام تمام کر دیکھا اوس کا ملک پاس ہر وہ بوقت ضرورت بہت جلد فوج منگا سکتا ہے میرا
 ملک اتنی دور ہے کہ فوج اور سامان رسد کا بہت جلد انتظام ہونا دشوار ہے اس لیے اوس نے جلد اور بہانہ بنا کر اور کچھ جعلی کاغذ
 دیا کہ احمد نگر خطوط اکرمین عماد شاہیوں کو وہاں بڑی آفت مچا رکھی ہے مجھے اجازت ہو تو میں جانا چاہتا ہوں
 علی عادل شاہ تو خدا سے چاہتا تھا کہ یہ لوگ چلو جائیں تو میں کام سمجھا لوں اوس نے فوراً خوشی سے راجت کی اجازت
 دیدی پھر حسین شاہ نے یہ شاہ اور قطب شاہ کو بھی معاودت کیلئے آمادہ کر لیا جب یہ سب چلنے کو تیار ہو کر بادشاہوں
 ایک حوائی مجلس منتہد کی اور ایک دوسری سرخوشی خوشی حضرت ہو کر اور چہرہ میں نگرین کر کے فرات کو ملوں کو چلے گئے۔

ذیل میں ہم چند فقرات کا ترجمہ لکھتے ہیں جو سطر گریں نے اپنی تاریخ دکن میں بیجا نگر کے متعلق تحریر کیے ہیں۔ اگرچہ ان کی ترتیب بڑے ہنگامے اور بعض مضامین تصدیق طلب بھی ہیں تاہم ان میں جدید معلومات بھی ہیں۔ اس کے بعد بیجا نگر کا بیان ہم ختم کر دیں گے۔

۳۴۲۔ بالکھارے اور ہری ہر
کاودیاری کی اخلاقی امداد سے
بیجا نگر کو بسانا۔ اور بیجا نگر کی
سلطنت کی نمود۔

اس میں شک نہیں کہ چودھویں صدی عیسوی سے پیشتر بیجا نگر ایسا ایک چھوٹا مقام تھا کہ جسے لوگ بہت کم جانتے تھے۔ یہ ممکن ہے کہ یہاں کوئی چھوٹا سا راجہ رہتا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس نئے شہر کے بسانے والے بالکھارے اور ہری ہر کوئی اسی خاندان

کی نسل سے ہوں اور جب درنگل کا راجہ برباد ہو گیا تو وہاں سے یہاں لوٹ آئے ہوں۔ اس شہر کی بنائی تاریخ علی العموم ۳۳۶ یا ۳۳۷ھ بیان کی جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ ۳۳۶ء میں اس کی آبادی کامل ہو گئی تھی جو ۳۳۷ھ یعنی سلطنت گلبرگہ کے قیام سے چند سال پیشتر کا واقعہ ہے۔ اور اس میں بہت کم شک معلوم ہوتا ہے کہ اس ہندوؤں کی نئی سلطنت کے قیام میں سری مہاتا کاودیاری کی کوشش کا بہت کچھ اثر ہوا تھا جو شکر چاری کا گیارہواں جانشین تھا۔ اور جو اکثر ہریں کی راے کے بموجب جس سے بڑھ کر کوئی واقف کار نہیں ہے یہی وہ شخص ہے جسے سیانا کہتے ہیں اور جو بیدون کا مشہور و معروف مفسر گزرا ہے۔ اس مہاتا کا پاٹ شالا شترنگری تعلقہ کہ در مغربی میسور میں تھا۔ یہ کہاوت چلی آتی ہے کہ جب درنگل کا راجہ مٹ گیا تو یہ دونوں بہائی اس مہاتا کے پاس آئے اور دعا مانگی۔ اس ہندو اول درجہ کے پنڈت نے اس نازک موقع کی حالت دریافت کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ دو گری اور درنگل کے زوال سے جنوبی ہند مسلمانوں کے حملے کے لیے بالکل بے پناہ ہو گیا تھا۔ اس لیے یہ ضرور تھا کہ اس خطرناک دشمن کی روک تھام کے لیے ایک نیا موہہ قائم کیا جائے کہتے ہیں کہ اس بزرگ کے پاس کوئی دیوتا آیا۔ اور اس کو ایک چھپا ہوا خزانہ آکر دیا۔ اس نے اس

خزائن کو ان دونوں بھائیوں کو یہ سمجھ کر دیدیا کہ یہ اس نئے کام کر نیکی لائیں مین اس روپیہ سے انہوں نے یہ شہر بسایا۔ اور اپنے اس مربی کے نام پر اس کا نام دیا مگر رکھا یہ ایک عجیب بات ہے کہ ہندوستان کی تاریخوں میں جب کبھی کوئی شہر بسایا جاتا ہے یا کوئی شاہی خاندان قائم ہوتا ہے تو اسے غیبی خزانے کے بجانے سے منسوب کیا کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ دولت جمع کر نیکا دستور بہت قدیم زمانہ سے چلا آتا نظر آتا ہے۔ مگر یہ بھی گمان غالب معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخفی خزانہ سونے اور جواہرات کی کانین ہوں جن کے حالات نہایت درجہ مخفی رکھے جایا کرتے تھے۔ جب یہ نئی سلطنت قائم ہوئی ہے تو ایک چند ہی سال کے عرصہ میں وہ مغربی ساحل تک پھیل گئی۔ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا سیاح ابن بطوطہ جو ساحل کنارہ پر ۷۲۷ھ میں آیا تھا کہتا ہے ہنوار میں جسے اب ہونوڑ کہتے ہیں ایک مسلمان سردار جمال الدین تھا جو ایک ہندو راجہ ہری اباجو ظاہر ہری ہر معلوم ہوتا ہے اور جسے وہ ہری آپا کہتا ہے) والی بیجا نگر کا تابع تھا۔ غالباً مائتا و دیارن کی رعایت کے باعث سے جنوبی ہند کے تمام راجاؤں نے بیجا نگر کے راجاؤں کو مسلمانوں سے اپنی حفاظت کرنے کے واسطے اپنا سرپرست مان لیا ہوگا۔ اور اس کام کو واسطے آدمیوں اور خزانہ سے اُنہیں مدد دیتے ہو گئے۔ کئی جگہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ مدورے کے راجاؤں نے بیجا نگر کے راجاؤں کو اپنا سرپرست اور بڑا مانا ہے۔ اور امداد کے لیے اُن سے التجا کی ہے۔ اس طرح پراس نئے راج کو جو مددیم ہو چکی گئی وہ بے انتہا مدد تھی۔ اور نہایت تیزی سے اسکی قوت اور سطوت نے جنوبی ہند کے تمام ہندو راجوں کو اپنے سایہ کے تلے چھپا لیا۔ اور دوسو برس سے زیادہ بیجا نگر نے ہندو سرحد کی حفاظت و حراست کی۔ اور اوان مستوا تر لڑائیوں میں جو مسلمانوں سے ہوتی رہیں وہ اتنی مرتبہ فتح نہ بھی رہا جتنی مرتبہ اسکو شکست ہوئی اور جب کبھی اسے شکست بھی ہو جاتی تھی تو ہندو اپنے شکست خوردہ لشکر کو نئے آدمیوں سے

بھیلا کرتے تھے۔ اس سبب سے مسلمانوں کو اُس وقت تک جب تک کہ وہ لچ آ کر کوہِ بادنہوا یہ کبھی موقع نہ ملا کہ اُس ملک میں کسی طرح بالاستقلال جم جائے۔ درحقیقت یہی بہت کم ہوا ہے کہ وہ تنگ بھدر اُسے کبھی آگے بڑھے ہوں۔ بہت سی لڑائیاں لڑی پھر کے دو آب پینی کشناور تنگ بھدر کے وسط میں ہوئی ہیں۔

۳۳۳۔ بیجا نگر کا موقع اور دشمن سے حفاظت کے لیے اُس کی دیواریں۔

بیجا نگر دریا سے تنگ بھدر کے دست راست یا جنوبی کنارہ پر واقع ہے۔ جو یہاں پر سنگستانی زمین میں ایک بڑا سیچ کھا کر بنتا ہے اُس سے جنوب کو دس میل چل کر ایک پہاڑیوں کا سلسلہ ہے جو سطح سمندر سے تین ہزار

فیٹ اونچی ہے اور جس سے ایک قدرتی مورچہ بنتا ہے ان پہاڑیوں سے ایک بڑا وسیع قطعہ میدان کا گھر جاتا ہے۔ اور شہر اسی میدان کے شمال گوشہ میں آباد ہے۔ شہر کے مقام پر جا بجا پہاڑی چٹانیں ہیں جن میں سے بعض بعض ایک ہزار فیٹ بلند ہیں۔ لیکن اکثر ان میں کئی سو فیٹ سے زیادہ اونچی نہیں ہیں۔ یہ پہاڑیاں بڑے بڑے عظیم الشان سنگین پتھروں سے بنی ہوئی ہیں جو ایک دوسرے پر اس طرح پر پڑے ہوئے ہیں کہ جن سے راستہ قریب قریب غیر ممکن الدخول ہو جاتا ہے اب شہر کی قلعہ بندی کے لیے جو بڑی چیز تھی وہ یہی تھی کہ ان پہاڑیوں کے بیچ میں دیواریں بنادیں۔ اسی لیے یہاں دیواریں ہر جگہ پر بنا دی گئی ہیں۔ اور اس طرح پر شہر کی حفاظت ایک دیواروں کے سلسلے سے کی گئی تھی جس میں سے سب سے بیرونی دیوار کے قطر کو آٹھ میل لمبا بتاتے ہیں (نکولو کوٹھی پندرہویں صدی عیسوی کے شروع میں کہتا ہے کہ شہر کا محیط ۶۰ میل ہے) یہ دیواریں تمام پہاڑیوں کے اُس سنگین سلسلہ میں بنی ہوئی ہیں جو شہر کے اوڑ دریا کے بیچ میں واقع ہیں۔ اور اس وجہ سے دریا کی طرف سے اس میں داخل ہونا غیر ممکن ہو گیا ہے۔ اب اگر کوئی شخص کشتی میں بیٹھ کر ہمیں سے جو شہر کے جنوبی مغربی حصے کا نام ہے نیچے کی طرف کھائے تو اُسے وہاں

کوئی ایسی چیز معلوم نہ ہوگی کہ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ ان پہاڑیوں کے دوسری طرف ایک ایسے
 ویرانہ کے آثار ہیں جو کسی زمانہ میں ایک عظیم الشان شہر تھا۔ جو پرنابل کہ دریا کے شمالی کنارہ پر جابئیکے
 لیے بنا ہوا ہے اس کے پتھروں کے ڈھیر اس وقت تک موجود ہیں۔ اس پل تک بھیانک لڑائی کی طرف
 سے جانے کے لیے پہاڑ میں ایک قدرتی سڑگ تھی جس کے ایک بڑے لشکر کے مقابلہ میں
 چند آدمیوں سے حفاظت ہو سکتی تھی۔ اس سے جو راستہ کہ شہر میں جابئیکے لیے اب باقی رہا وہ
 صرف جنوب اور جنوب مشرق کی طرف سے تھا۔ اس مقام پر اس پانی سے فائدہ اٹھایا گیا جو ملک
 سے اکر وہاں فراہم ہوتا تھا اور ایک بڑا تالاب بنا دیا گیا۔ اس تالاب کا بندھ جو ایک میل کے قریب
 لٹتا ہے ایک قدرتی فصیل کا کام دیتا ہے۔ بندھ کے قریب پانی کا عمق بیڑل فیٹ ہے اور یہ
 تالاب کم از کم تین چار میل مربع میں پھیلا ہوا ہے۔ اس سے پانی کی یہ بڑی چادر دشمن کے حملہ کے
 لیے ایسی روک ہے کہ جیسے غالب ہونا ہی غیر ممکن ہے۔ اب اس سے صرف جنوبی مغربی کونا باقی
 رہ گیا جہاں سے دشمن کا حملہ شہر پر ہو سکتا ہے۔ تالاب کے بندھ کے مغربی گوشہ پر جو بندھ بنا دیا
 ہے اس کے قریب ایک بہت بڑی دیوار ہے جو غالباً شہر کی آبادی کی بیرونی فصیل ہوگی اس
 دیوار کی کھائی اس بندھ سے بہت آسانی سے بھرتی تھی اور کتنی ہی جگہ پر اس دیوار کی حفاظت کے
 لیے قلعے اور مدد مقرر بنائے تھے اور اسکو لمبیا کر پہاڑیوں کے اسی سلسلہ سے ملا دیا تھا جس کا اوپر ذکر
 آیا ہے۔ اس دیوار کے نیچے ہی اندر کو وہاں کے کھیت اور باغ تھے جن میں تالاب سے پانی دیا
 جاتا تھا۔ ان کے بعد شہر کے محلے تھے جن کی حفاظت کے لیے الگ الگ دیواریں بنی ہوئی تھیں
 اور سنگین پیادہ یا فوجی تھیں۔ شہر کے وسط میں یا سب سے اندر دو فی حلقہ میں راجہ کے محلات اور
 حکماء اور سینا پتی کے مکانات تھے۔ کہتے ہیں کہ راجہ کے محلات ایک پہاڑی پر تھے اور شہر میں
 سب سے بلند مقام یہی تھا۔ اگر یہ بھی صحیح ہو تو راجہ کے مکانات کا کمین اب نشان نہیں پایا جاتا ہے۔

پہاڑی کے دامن میں اب کچھ کھنڈ روکھائی دیتے ہیں جو ضرورتوں کے رہنے کے سے مکان معلوم ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ ایک فیمنی نہ اور تاشا گاہ بھی ہے اس کے پیچھے پہاڑی پر کچھ مڑانے کھنڈ پڑے ہوئے ہیں غالباً شاہی محلات بھی ہو گئے۔ اگر یہ ہماری رائے صحیح ہو تو اس وقت اس کا یہ دریافت کرنا کہ یہی شاہی محلات ہیں غیر ممکن ہے۔

۳۴۴۔ بیجا نگر کے راجاؤں کے ناموں میں تاریخ فرشتہ سے اختلاف۔ اور عبد الزاق سفیر اس کی سیاحت بیجا نگر میں۔

اول راجہ سہرہ ہوا ہے اس کی حکومت کتنے ہیں کہ ۳۳۳ء سے ۳۵۰ء تک رہی۔ اس کے بعد اس کا بھائی باکھایا باکھارا ہوا۔ جو ۳۵۰ء تک حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد سہرہ پرتانی گدی کا مالک ہوا۔ اور ۳۵۰ء تک راج کرتا رہا اس راجہ نے اور نیز اس کے بیٹے دیو رائے نے جو ۳۵۰ء سے ۳۵۷ء تک رہا اپنی عملداری کو بہت کچھ وسعت دی اور شہر کو بڑی شان و شوکت کا دیا۔ پڑھنے سے معلوم ہو گا کہ ان راجاؤں کو اور ان راجاؤں کو ناموں میں بڑا فرق ہے جن سے کہ شاہان گلبرگہ سے لڑائیاں ہوتی رہی ہیں۔ بیجا نگر کا راجہ جو اکثر محمد شاہ اور مجاہد شاہ شاہان گلبرگہ سے ۳۵۷ء سے ۳۷۰ء تک بار بار لڑا کیا ہے اور اس کا نام تاریخ فرشتہ میں کشن رائے یا رائے لکھا ہے تاریخ کے لحاظ سے اس راجہ کا نام درحقیقت باکھارا ہے ہونا چاہیے۔ مگر فرشتہ والا اسے کشن رائے لکھتا ہے اس بات کی حقیقت کچھ سمجھ میں نہیں آتی محمد شاہ نے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہندوؤں کو خوب قتل کیا تھا لیکن مجاہد شاہ کے عہد میں ہندوؤں نے ایک نہایت سخت شکست دی تھی یہاں تک کہ اگر سلطان پہاڑ کی گھاٹی کو جس سے بیجا نگر کے جنوب مشرقی جانب کی حفاظت ہوتی ہے اور اپنے بڑے لشکر کو نکال نہ لیجا تا تو اس پر ایک سخت مصیبت نازل ہو جاتی۔ سب سے اول جو صحیح واقعہ ہم کو معلوم ہوتا ہے وہ دیو رائے کے عہد کا ہے عبد الزاق بادشاہ و فارس کا ایلچی اپریل ۳۷۳ء کے اخیر میں اس شہر میں آیا تھا اور اس نے اس شہر کو نہایت بڑا اور نہایت آباد پایا تھا۔ اور وہ ایک بڑے راجا

کا دار الحکومت تھا جس کی حکومت سیلان سے گلبرگہ تک اور بنگال سے مالابار تک پھیلی ہوئی تھی یہ اخیر بیان تو یقیناً ایک مبالغہ ہے کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ بیجا نگر کی عمارت دریائے کشنا کے شمال میں کبھی نہیں ہوئی۔ وہ کہتا ہے کہ اکثر زمین قابل کاشت ہے اور اس میں زراعت ہوتی ہے اور اس سلطنت میں قریب قریب تین سو ایسے بندرگاہ ہیں جیسا کہ کالیکٹ ہے وہاں ایک ہزار ہاتی اور دس لاکھ آدمی سے زائد ہیں۔ بیجا نگر کے راجا کے سوا ہندوستان میں کوئی اہلی رائے نہیں ہے شہر کی سات فصیلیں ایک دوسرے کے اندر کو بنی ہوئی ہیں۔ اول دیوار جو سب سے بیرونی ہے اُس میں (دو فرسنگ) آٹھ میل کا فاصلہ ہے۔ دیواروں کے اول دو کسٹیرے حلقہ کے مابین کھیت اور باغ ہیں۔ اور تیسرے ساتویں تک جو سب سے اندرونی حلقہ ہے شہر نہایت آباد اور بازاروں اور دکانوں سے بھرا ہوا ہے۔ یہ ساتواں حلقہ ایک پہاڑی پر ہے اور اُس میں شاہی محلات اور چار بازار ہیں اور بڑی بلند محراب دار راستے اور ان کے کناروں پر نہایت عالیشان بالا خانے بنے ہوئے ہیں یہ بازار بہت چوڑے اور لمبے ہیں۔ یہاں ہمیشہ خوشبودار پھول تازہ تازہ دہرے رہتے ہیں اور ہر قسم کے پیشہ ورون کے لیے علیحدہ علیحدہ محلہ سنگین مصفا اور جموار نالے بنے ہوئے ہیں۔ اور ان میں نثرین بہتی ہیں محلات کی دہنی جانب کو جو شہر میں نہایت بلند عمارت ہے ایک دیوان خانہ ستونوں پر بنا ہوا ہے اُس میں راجہ کا وزیر بیٹھا اور انصاف کیا کرتا ہے۔ بائیں طرف کو ٹکسال ہے جس کے خالی کمروں میں پٹنگے ہوئے سونے کے ڈھیر بھرے رہتے ہیں۔ اسی ٹکسال کے سامنے کو پولس کا دفتر ہے جہاں بارہ ہزار سپاہی رہتے ہیں۔ اسی ٹکسال کے پیچھے کو تین سو گز لمبا اور بیس گز چوڑا ایک بازار ہے جہاں نہایت حسین ناچنے والیاں جو اپنے فن میں نہایت شایستہ ہوتی ہیں رہا کرتی ہیں۔ راجہ نہایت نوجوان اور متناسب الاعضاء قد کاچھ لمبا اور رنگ کا سانولازیتوں کی طرح

ہے۔ جس زمانہ میں عبدالرزاق بیجا نگر میں تھا اُس زمانے میں راجہ کے بھائی نے بہت سے بڑے بڑے امیر و ن کو قتل کر دیا تھا۔ اور راجہ کے سوا کسی کو قتل کرنے سے نہیں باقی رکھا تھا۔ راجہ طلالی تخت پر بیٹھتا۔ اُس میں جواہرات بڑے ہوئے تھے اور جس کمرہ میں تخت رکھا تھا اُسکی دیوار میں طلالی پتروں سے منڈھی ہوئی تھیں۔ اسی عبدالرزاق کی بیجا نگر کے قیام کے زمانہ میں وہاں ایک عیسائی پادری بھی آیا تھا۔ دوسرہ کے یا مانوئی کے زمانہ میں جب کہ ستمبر میں پورنامشی ہوتی ہے وہاں ایک بڑا میلہ ہوا تھا۔ شہر کے پاس جو بڑا میدان ہے وہ نہایت نفیس نفیس خمیوں سے بھرا ہوا تھا جو جانوروں کی نہایت عمدہ اور دلکش تصویروں سے ڈکے ہوئے تھے راجہ کے لیے جو یہاں مکان تھا وہ ستونوں پر بنا ہوا اور نہ منزلہ تھا۔ تین دن تک یہاں نہایت عمدہ تماشے ہوتے رہے۔ رنڈیاں ناچتی اور گاتی تھیں۔ آتش بازیان چھوٹتیں اور تماشا کرنے والے اور شعبہ باز عجیب و غریب تماشے کرتے تھے۔ عبدالرزاق بیجا نگر سے ۵ نومبر ۱۹۴۳ء کو روانہ ہوا اور ۲۳ تاریخ منگل کو بین پہونچا۔ یہ غیر ممکن ہے کہ تھوڑی سی عبارت میں یہ بات بیان کر دیجائے کہ یہ ملک کیسا اچھا آباد تھا۔ تمام آدمی بڑے چھوٹے یہاں تک کہ بازاروں کے مزدور بھی کانوں میں اور گلوں میں اور بازوؤں اور کلائیوں اور انگلیوں میں جواہرات اور طلالی دیور پہنے ہوئے تھے۔ منگلور سے وہ ہنار یا ہونور کو گیا۔ اور وہاں سے اُس نے فارس جانے کے لیے ہماز کا بندوبست کیا اور ۲۸ جنوری کو روانہ ہو کر ۶۵ دن کے دریائی سفر کے بعد بندر ہرمز میں ۲۲ اپریل کو پہونچ گیا

۳۳۵۔ شہر بیجا نگر کی وسعت
اور آبادی اور راجہ کی فوج
اور لڑائی کا جو شش۔ اور بیجا نگر
کی تجارت۔

سات دیواروں میں سے جن کا کہ عبدالرزاق نے ذکر کیا ہے وہ بیرونی دیواریں تو صرف قلعوں کی قطار میں تھیں موضع پاس پیٹھ جو شہر کے کھنڈروں سے سات میل پر ہے اب تک بھی اس پورے شہر کا آٹھواں دروازہ کھلتا ہے۔ لیکن اس جگہ پر ایک دیوار کا بننا جس کا

درمیان فی فاصل آٹھ میل کا ہوا اُس زمانہ میں بھی جب کہ بیگار میں کام لیا جاتا تھا ایک نہایت ہی بڑا
 بھاری کام ہے۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایسی بڑی عمارت کے آثار دینا سے بالکل مفقود ہو جائیں
 اس وقت یہاں کوئی بھی دیوار کی علامت نہیں معلوم ہوتی دیوار کے نشان وہیں سے شروع ہوتے
 ہیں جہاں تالاب کا کٹھ ہے۔ اس دیوار سے جو جگہ گھرتی ہے ممکن ہے کہ اُس کا رقبہ آٹھ میل مربع
 یا اس سے کچھ زیادہ ہو سکر درمیان فی فاصلہ اُس کا تین میل سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ ان دیواروں
 کے اندر اور بھی کئی دیواروں کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔ مگر جیسا کہ اوپر مذکور ہوا یہ کوئی جدا تفصیلین
 نہیں ہیں بلکہ متفرق پہاڑیوں کے درمیان جو ملا دیئے گئے ہیں۔ غالباً عبدالرزاق شہر میں جب
 داخل ہوا ہو گا تو اُسے سات دروازے ملے ہونگے اور ممکن ہے کہ سب سے باہر کے دروازہ کا فاصلہ
 سب سے اندر کے دروازے سے آٹھ میل ہو۔ ہمارے اس خیال کی تصدیق اطالیہ کے ایک
 سیاح دار تہرناسی بھی ہوتی ہے جو بیجا نگر کو سٹھ اعین آیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ پہاڑ کی ایک جانب پر
 دیوار کے تین حلقوں میں شہر آباد ہے اور باہر کی دیوار کا محیط سات میل ہے یہ بیان ٹھیک ٹھیک
 اُس دیوار پر چسپاں ہوتا ہے جو تالاب کے کٹھ سے شروع ہوتی ہے اور دوسرے اندرونی حلقوں
 کے بھی نشان پائے جاتے ہیں دار تہرناسی کہتا ہے کہ میں نے اس راجا سے بڑبڑ کوئی بادشاہ دیکھنا
 نہیں سنا ہے اُس کے برہمن کہتے تھے کہ اُسکی آمدنی چار ہزار پونڈ روزانہ کی ہے۔ وہ ہمیشہ جنگ
 و جدال میں مصروف رہا کرتا تھا۔ اس کے پاس چالیس ہزار سوار تھے جنہیں بوجہ کمبانی کے گھڑوں
 کی قیمت سو پونڈ سے لیکر ۲۲ پونڈ تک تھی۔ چار سو ہاتھی تھے اور کچھ سانڈیاں تھیں۔ وہ عیسائیوں
 کا بڑا دوست تھا اور پرتگالی اُس کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اُس کے سر پر ایک طلائی کام کی ٹوپی
 تھی۔ اور جب وہ لڑائی کو جاتا تھا تو ایک روئی کا دگلا اور اسپر ایک فرغل یا البادہ پہنے ہوئے ہوتا تھا
 لہ جو سالانہ دوکر در سولہ لاکھ روپیہ کے قریب ہوتا ہے یہ کوئی بڑی آمدنی نہیں ہے۔

جس میں اوپر سے نیچے سب جگہ طلائی پیاسٹر اور جواہرات لٹکے ہوتے تھے جو پورے کٹاس کا گھوڑا پہنے ہوئے تھے ان کی قیمت اٹالیہ کے کسی شہر کی کل مالیت سے زیادہ تھی۔ جب وہ باہر کہیں کو سوار ہوتا تو تین چار اور راجہ اور بڑی بڑے امیر اور چھ ہزار سوار اس کے ساتھ چلا کرتے تھے۔ ۱۵۰۰ میں ایک اور سیاح دوراٹ بارلو سا پرنکالی آیا تھا وہ کہتا ہے۔ سیکانگ ایک ہموار زمین میں بستا ہے۔ اور اس کے ایک جانب بہت اچھی دیوار ہے۔ اور دوسری طرف دریا اور تیسری طرف پہاڑ ہے وہ بہت بڑا شہر اور خوب آباد ہے۔ اُس میں بہت سے بڑے بڑے اور خوبصورت محلات ہیں اور چوڑی چوڑی سڑکیں اور چوک ہیں۔ راجہ ایک بت پرست ہے جو راہتی یعنی ریلو کہلاتا ہے وہ ہمیشہ شہر میں رہتا ہے۔ اور نہایت عیش و عشرت میں بسر کرتا ہے اور محلات سے بہت ہی کم باہر نکلتا ہے۔ اس کا رنگ قریب قریب گوراسے اور اعضا کا تناسب اچھا ہے اور بال سیاہ اور چمکتے ہیں اُس کی خدام عورتیں ہیں جو ہمیشہ محلات میں رہتی ہیں وہ گایا کرتی ہیں اور راجہ کو ہزاروں طرح سے خوش اور سرور کیا کرتی ہیں۔ اور ہر روز وہ نہانے کو جاتی ہیں اور راجہ بھی ان کے اشنان کے دیکھنے کو جایا کرتا ہے اور جبکی طرف اُس کو رغبت ہوتی ہے اُسے اپنی خوابگاہ میں بلا لیتا ہے۔ اور جس کسی سے اُن میں سے پہلا لڑکا راجہ کے پیدا ہوتا ہے وہ ہی راج کا وارث ہوتا ہے۔ شاہی محلات کے دروازہ پر بہت سی بالکیاں اور سوار کھڑے رہتے ہیں۔ راجہ کے یہاں نو سو باقی میں جنمیں سے ہر ایک کی قیمت پندرہ سو سے دو ہزار ڈاکٹ تک ہے اور راجہ کے یہاں بیس ہزار گھوڑے ہیں جن میں سے ہر ایک کی قیمت تین سو سے لیکر چہ سو ڈاکٹ تک ہے اور جو بہت اچھے ہیں اُن کی قیمت ایک ایک ہزار ڈاکٹ ہے۔ اس راجہ کی فوج میں ایک لاکھ آدمی ہی زیادہ سوار اور پیادہ ہیں۔ اور پانچ ہزار عورتیں بھی اُسکی نوکر ہیں۔ یہ عورتیں بھی لشکر کے ساتھ جایا کرتی ہیں۔ گو یہ لڑکی نئیں ہیں۔ مگر ان کے سبب سے لے کر نوپ کا ایک سکے جو تقریباً نو روپہ کا ہوتا ہے اور اگر چاندی کا ہو تو ۱۲ روپہ کے قریب ہوتا ہے۔

ان کے عشاق بڑی خوشی خوشی سے لڑتے ہیں۔ جب راجہ خود باہر لڑائی کے لیے نکلتا ہے اور یہ بہت ہی کم ہوتا ہے تو وہ فکلاکر شہر سے کچھ دور قیام کرتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ اتنے دنوں کے عرصہ میں تمام آدمی اس کے پاس آکر حاضر ہو جائیں۔ جب وہ دن ختم ہو جاتے ہیں تو وہ حکم دیتا ہے کہ تمام شہر کو آگ لگا دیں۔ صرف محلات شاہی اور چند امیروں کے گھر باقی رکھ لیے جاتے ہیں تاکہ سب لوگ لڑائی میں اس کے ساتھ جا کر رہیں۔ اس کے ساتھ کے سرداروں میں سے بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو لڑائی کے لیے مختلف اقطاع سے آتے ہیں اور جو ان کے اعتقاد ہوتے ہیں ان میں پر قیام رہتے ہیں۔ اس میں کے زمانہ میں ہر قوم کے آدمی کثرت سے ہوا کرتے ہیں اس میں بیان کے بڑے بڑے دولت مند بہت پرست رہتے ہیں اور مسلمان تاجر اور دکاندار اور ہشمارا دو سے ملکوں کے لوگ بستے ہیں۔ مذہبی کچھ روک ٹوک نہیں ہے۔ مسلمان عیسائی بہت پرست سب عقاید کے لوگ اپنا اپنا مذہب رکھتے ہیں۔ حکام انصاف کے سخت پابند ہیں۔ اور یہاں بڑی بھاری تجارت ہوتی ہے۔ بیجا نگر میں ہشمارا چار ہات چلے آتے ہیں۔ جو اہرات پیگو سے ہیرے دکن اور نیز بیجا نگر کی ایک کان سے اور موتی ہرمز سے اور کابل سے جو جنوبی ہند میں پیدا کرتے ہیں۔

۳۳۶۔ بیجا نگر کی تباہی کا ہندوؤں کے ہاتھ سے ہونا مسلمانوں کے ہاتھ سے۔ راجہ کا حاکم اور مسافروں کے کھانے کی سلیب۔

اس اوپر کے خلاصہ میں ایک فقرہ خاص کر توجہ کے قابل ہے جس سے اس بات کی حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ اس عظیم الشان شہر میں صرف مذہب و دین اور چند عمارتوں کے ہی نشان کیوں ہیں اور کسی مکان کے کیوں نہیں ہیں۔ اگر یہ قاعدہ تھا کہ جب کبھی لڑائی کو راجہ جاتی تو عام لوگوں کے مکانات جلا دیے جائیں تو ضرور ہے کہ ان کے مکانات نہایت ناپائیدار مصالحہ کے بنتے ہو گئے۔ جب بیجا نگر کی سلطنت مالی کوٹھ کی لڑائی کے بعد ۱۷۶۵ء میں غارت ہوئی تو غالباً مسلمانوں نے اس شہر کو ایسی حالت میں پایا ہو گا جو تباہ کے قریب قریب ہو۔ راجہ نے مسلمان

بادشاہوں کے مقابلہ کے لیے کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی۔ اور اس سے گمان ہوتا ہے کہ اُس نے شہر کا بڑا حصہ جلوادیا ہوگا۔ اور جو کچھ کہ مسلمانوں نے وہاں جا کر پایا ہوگا وہ مندر اور سرکاری مکانات ہو گئے جنہیں انہوں نے بڑی طرح سے اُجاڑا تھا۔ بہت سے مندروں میں یہ اب بھی صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کے فرش کو چھپے ہوئے خزانہ کی تلاش میں اُکھیرا گیا ہے۔ سرکاری مکانات کے کھنڈر جو قابل دید ہیں وہ یہ ہیں۔ فیلناتہ جو نہایت مضبوط بنایا گیا ہے۔ اور بہت اچھی حالت میں ہے۔ اور ایک بڑا چوبترہ ہے جہاں راجہ بیٹھ کر نیچے کی تماشا گاہ کا تماشا دیکھ کرتا تھا۔ اس چوبترہ کے چاروں طرف جانوروں اور تماشوں کی نہایت ہی عمدہ تصویریں زمین میں پتھر کی ترشی ہوئی ہیں۔ شمال کی طرف کی دیواریں خس و خاشاک میں چُپ گئی ہیں۔ لیکن اُس کے ایک حصہ کو کھود کر دیکھنے سے ایک نہایت ہی نفیس نقش و نگار نکلتے ہیں اور جو بہت اچھی حالت میں ہیں۔ اس تماشا گاہ کے قریب ایک نہر کے نشان ہیں جس کے ہر طرف میں خوب ولدار پتھر لگایا گیا ہے۔ یہ نالہ ڈیڑھ فٹ چوڑا اور ایک فٹ گہرا ہے۔ اسی نالہ سے ملا ہوا ایک مسقف حمام ہے جو بظاہر مسلمانوں کی طرح کا بنا ہوا ہے غالباً یہ وہ حمام ہوگا جہاں راجہ جایا کرتا تھا۔ کیونکہ وہاں پردہ دار اور جنجرے دار کمرے ہیں جیسے مستورات کے مکان ہوتے ہیں۔ ان میں سے شاید راجہ نہانے والیوں کو دیکھا کرتا ہوگا۔ عبدالرزاق کہتا ہے کہ پانی راستے میں بہتا ہے اور ایک پیشہ والے اکٹھے رہا کرتے ہیں۔ اس قسم کی ایک نہایت عمدہ قطع اس حمام کی ہی قریب میں پائی جاتی ہے یہاں ایک سڑک کے نشان ہیں جس کے کنارے کنارے ایک سنگین نالہ گیا ہوا ہے۔ اور اس نالہ کے ہر طرف بہت سی بڑی بڑی سیاہ پتھر کی مریج سلین ہیں۔ ان سلون کے بیچ میں ایک گول سا گڑھا تھا جس کی طرح کا ہے اور اس کے پاس دو تین اور کبھی پانچ پانچ گڑھ کدے ہوئے ہیں یہ سلین کھانے کے کام میں آیا کرتی تھیں۔ بیچ کے گڑھ

سے بلکہ خود ذاتی شوق سے اس پُرا نے شہر کے کھنڈروں کی طرف بڑی توجہ کرتا تھا اس کے اوپر جو بڑا بھاری اینٹ کا کام بنا ہوا تھا اور جس سے گاڑی پر بڑا بوجھ پڑتا تھا ہٹا دیا ہے اور اس سر پر کے بوجھ سے اُسے نجات دیدی ہے جس سے امید ہوتی ہے کہ یہ گاڑی اور کچھ مدت تک قائم رہ جائیگی۔ اور ہمارے نزدیک تو یہ بھی بہتر ہو گا کہ اُسکی موسم کی خرابی سے بھی حفاظت کی جائے۔

۳۳۸۔ بیجا نگر کے بقیہ آباد حصے اور
انگندی مین و ان کے راجاؤ کی اولاد
اس زمانہ میں شہر کے دو حصے جو آباد ہیں وہ یہ ہیں۔ کمالپور
تالاب کے کنارے جنوب مغرب کو جو اپنے ہی نام سے موسوم
ہے۔ دوسرا یہی دریا کے پاس شہر کے جنوبی مغربی گوشے پر۔ کمالپور ایک چھوٹا سا گائون ہے
جس کے مکانات کی صورت کچھ کچھ مضبوط دکھائی دیتی ہے اور جو فیصل کی ایک دیوار کے پتھروں
سے بنایا گیا ہے یہاں ایک چھوٹا سا بنگلہ ہے جو ایک پُرا نے مندر کا بنالیا ہے۔ یہاں سے
شہر کے پورے کھنڈروں میں گھر پُرا نے مندر پر ہوتے ہوئے ٹوٹے پھوٹے دروازوں
میں گذرتے ہوئے ہنسی کو ایک سڑک جاتی ہے۔ اس مقام پر ایک بڑی چوڑی سڑک کے نشان
میں جس کے کنارے پر دکانیں اور امیروں کے سے گھر معلوم ہوتے ہیں بعض کے اٹار تو ان
میں سے کچھ یوں ہی سے ہیں۔ سامنے ستون کھڑے ہوئے ہیں اور بعض میں اب بھی لوگ
رہتے ہیں۔ اس سڑک کے شمالی کنارہ پر ایک مندر ہے جس کا ایک برج یا گوبارام بلاری کے ایک
کلاٹر نے از سر نو تعمیر کر دیا ہے اس سبب سے اس کلاٹر کے نام کی ہندو لوگ بڑی یاد کرتے
ہیں۔ اس قدیم شہر کے قریب کوئی مندر ایک دو چھوٹی چھوٹی عمارتوں کے سوا ایسا نہیں ہے جو
چودھویں صدی عیسوی سے پہلے کا ہو بلکہ ستر سوئ کی راکے میں تو اس سے پہلے کی یہ
عمارتیں نہیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چودھویں صدی سے پہلے یہ مقام کچھ بے حقیقت

تھا۔ اور جس قدر کہ کثرت سے یہاں مندر رہنے ہوئے ہیں وہ اسی جدید خاندان کی قیامی کے باعث بنائے گئے ہیں۔ اس زمانہ میں تو خود سچا نگر شہر کا نام ہی مشتاسا معلوم ہوتا ہے۔ اس سچو لوگ علی العموم اُس کے کھنڈرون کو ہمیں کے کھنڈر دکھاتے ہیں اور بہت سے لوگ کہ صرف اسی نام سے آشنا ہیں انہیں یہ خبر بھی نہیں ہے کہ یہی اُس شہر کے کھنڈر ہیں جو ایک زمانہ میں جنوبی ہند کے ہندوؤں کا ایک نہایت عظیم الشان اور دولت مند شہر تھا۔ دریا کے شمالی کنارہ پر کسی زمانہ میں حوالی شہر کی آبادی تھی جس کی حفاظت کے لیے بھی دیوار بنائی گئی تھیں۔ اسی حوالی شہر کے حصے میں اب ایک چھوٹا سا گاؤں انانگدی بستا ہے جہاں کہ ان سچا نگر کے راجاؤں کی خاص اولاد میں ایک راجہ نہایت مفلوک حالت میں بسر اوقات کرتا ہے۔ لیکن اگرچہ وہ غریب ہے مگر پھر بھی اُس طرف کے تمام باشندے اُس کی عزت کرتے ہیں اور جب کبھی کسی تہوار میں اپنے گھر سے وہ باہر نکلتا ہے تو بیدار لوگ کثرت سے اُس کے پاس اُس کی تعظیم کے لیے آتے ہیں اور اُس کی ڈنڈوت کرتے ہیں یہ شخص اُس خاندان کی نشانی ہے جس کا کسی زمانہ میں بڑا نام تھا۔

۳۳۹۔ راجہ کی سلطنت کا عروج
اور ملک کی قدرتی ترقی و ترقی۔

۶۰۔ مین سچا نگر کی سلطنت اپنے کمال عروج پر تھی۔ راجہ نے تمام اپنے باغی سرداروں کو مغلوب کر لیا تھا۔ اور کشناسے اس کماری تک بے روک ٹوک راج کر رہا تھا۔ اور رفتہ رفتہ اپنی حکومت کو دہانہ گوداوری تک پھیلا دیا تھا اور جو راجہ کہ اس کے شمال میں ابھی تک بھی خود مختار چلے آتے تھے ان سے اُسکی دوستی تھی۔ اور اڑیسہ کے راجا کی لڑکی سے اُس نے بیاہ کیا تھا۔ اور اکا راجا جو تمام جنوب کا مالک تھا اُس کا ایک فرما نبردار تھا ایک شخص مددرا میں خود مختار ہو گیا تھا اُس کا بیٹا اس راجہ کا سینا پتی تھا اُس نے اپنے باپ کو اس راجہ کا تابع بنایا تھا۔ اس بات کا ٹیلر صاحب نے اپنی کتاب موسوم نوشتہ ہاسے مشرقی میں بڑی چسپی کے ساتھ بیان لکھا ہے۔ یہ واقعہ ۱۴۳۷ء کا بیان کیا جاتا ہے جسے سچا نگر کی ابتدا سے تلوہ برس

گزر چکے تھے۔ اس زمانہ میں بھی بیجا نگر کے راجہ کی حکومت میں ۵۶ راج داخل تھے اور اس کی فوج میں چالیس ہزار سوار اور چار ہزار ہاتھی اور دس ہزار اونٹ اور بے شمار پیادہ بیان کیے جاتے ہیں۔ اس کے ملک کی مشرقی اور مغربی حد سمندر سے محدود تھی۔ اگرچہ مغربی ساحل پر شمال کی طرف گوا سے جنوب میں بندرگاہ صرف کالیکٹ تک بتلاتے ہیں۔ اس جنوبی جزیرہ نمائیکہ بیجا نگر کی حکومت سے صرف وہی ساحل مغربی کا حصہ باہر معلوم ہوتا ہے جہاں کو چین اور ٹراؤنگور ریاستیں اس وقت قابض ہیں اس تمام بڑے ملک پر اور چھوٹے چھوٹے راجہ اور سردار حکومت کرتے تھے جو اس بڑے راجہ کو خراج دیتے اور ضرورت کے وقت فوج لیکر خدمت میں حاضر ہوتے تھے بارہا وہ لوگ خود مختار بھی بن جاتے اور سرکشی بھی کرتے تھے مگر ان کے مطیع کرنے میں کچھ بڑی دقت نہیں ہوا کرتی تھی۔ اس ملک میں بڑے بڑے دریا کشاپنا رپونیا اور کاویری بہتے ہیں۔ ان سے پانی وہاں باقراط ہے۔ میسور اور ٹراؤنگور کے کوہستان میں بڑا جنگل تھا۔ وہاں کثرت سے ہاتی تھے انکے وادی بڑی سبزر اور زرخیز تھی۔ اور اس میں شمال سے جنوب تک برابر ایک چٹانوں کی ایسی پٹیا چلی گئی ہے کہ جس میں سونا پایا جاتا تھا اور جس میں سے بہت کچھ سونا نکالا جاتا ہوگا جہاں ایسی قدرتی زرخیزی قدرت نے ودیعت کی تھی اس سے وہاں کے راجاؤں کو بڑی آمدنی ہو کرتی تھی۔

ہم نے ان سیاحوں کے بعض حالات کا خلاصہ اوپر لکھ دیا ہے جو شروع پندرھویں صدی عیسوی میں بیجا نگر میں آئے تھے اور جو بالاتفاق بیان کی دار الحکومت کے جاہ و جلال اور دولتندی کا بڑا عروج بیان کرتے ہیں سونے اور چاندی کے انبار بگلائے جاتے اور شاہی محلات کے تہ خانوں میں دفن کر دیے جاتے تھے۔ لیکن اگرچہ ہندو راجاؤں کو دولت کے جمع کرنے کا بڑا شوق تھا مگر پھر بھی وہ لوگ زراعت اور آبپاشی کے کاموں میں روپیہ خرچ کرنے میں دریغ نہیں کرتے تھے۔ دریاؤں پر جا بجا بند بند ہے ہوئے تھے اور جہاں اراضی اچھی تھی وہاں آبپاشی کے لیے نہریں کاٹی گئی

تھیں۔ اور جہاں دریائے تھمہ وہاں تمام ملک میں تالاب اور بادلیان بنی ہوئی تھیں۔ اور آبپاشی کی واسطہ
 اُن کا جال سا پڑا ہوا تھا۔ ان تالابوں میں سے بعض کتنے ہی کتنے مربع میل میں پھیلی ہوئے تھے۔
 اس صدی عیسوی کے شروع میں انگریزوں کے اہلکار جب شہر بیجا نگر کے گرد و نواح کے اضلاع
 بلاری، انتاپور، کلاپا اور نول کا بندوبست کرنے گئے تو انہوں نے پورٹ کی تھی کہ نئے تالابوں
 کی طرف توجہ مبذول ہے فائدہ ہے بہتر یہ کہ پُرانے تالابوں کی جو اس وقت پٹ گئے ہیں مرمت
 کی جائے کیونکہ کوئی مشکل سے عمدہ موقع تالاب بنانے کا ایسا ملتا ہے جہاں کہ زمانہ سابق میں
 تالاب یہاں کے باشندوں نے نہ بنایا ہو۔ کلاپہ کے ضلع میں جس کا رقبہ ۴۷۲ میل مربع کا ہے
 ۱۹۴۴ چھوٹے بڑے تالاب تھے۔ ان کی مرمت اور تعمیر کا عجیب و غریب طریقہ تھا۔ کہ جس سے
 سو اے بڑے بڑے تالابوں کی تعمیر کے اُن کی مرمت اور تعمیر کا خرچہ سرکار کے ذمہ نہیں ہوتا تھا
 اس طریقہ کو بدستند ہم کہتے ہیں۔ کچھ تھوڑی سی زمین جس کی اس تالاب سے آبپاشی ہوتی تھی بلا محصول
 کسی شخص کو اس شرط پر دیدی جاتی تھی کہ وہ اس تالاب کی مرمت کرتا رہے اور بہت سی صورتیں ایسی
 بھی تھیں کہ تعمیر بھی اُسی کے ذمہ ہوتی تھی۔ باقی زمین سے سرکار اپنا معمولی محصول وصول کرتی تھی
 اس طریقہ سے ملک کی سرسبزی کو بڑی ترقی ہوتی اور سرکاری محصول بڑھتا تھا۔ اور اس میں اُس کا بہت
 ہی تھوڑا خرچہ پڑتا تھا۔

۳۴۰۔ بیجا نگر کے لڑکے اب ملکہ رسی کی حیثیت سے غور کیجیے تو بیجا نگر کی جس قدر سرسبزی اور خوشحالی
 قوت اور اُس کا سبب۔
 میں ترقی ہوئی اُس وقت راس کی قوت اور شوکت میں بھی افزائش ہوئی۔ شاہان
 بہمنی کے عہد میں گوکہ بارہا اڑانیان ہوا کین مگر طرفین میں سے کسی فتنہ مت ہی کم ایسا ہوا ہے کہ
 تنگ بھد ریا کشتنا سے آگے قدم بڑھایا ہو۔ اڑانی ہمیشہ انہیں دو دریاؤں کے بیچ میں ہوا کرتی
 تھی جسے دوا کہہ کرتے ہیں جب سلطنت بہمنی تباہ ہو گئی اور اُس کے جانشین مسلمان بادشاہ نہیں

روزی روزِ ظلمائی جھگڑے رہنے لگے تو بیجا نگر کو بہت جلد اچھی قوت حاصل ہو گئی اور وہ ابہ کالکٹ حقیقت بیجا نگر کا ملک ہو گیا۔ اور گو کہ قلعہ جات یا پھر رود گل بیجا پور کے بادشاہ بار بار لیتے رہے مگر اُن پر انکا مدت تک قبضہ نہیں رہتا تھا۔ آخر کار امراتج نے حملے شروع کیے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کبھی تو اسی ایک فریق اپنی طرف بلاتا اور کبھی دوسرا فریق اُسے اپنا کر لیتا تھا۔ اور کبھی کبھی دونوں فریق اُسے روپیہ دیتے اور مدد مانگتے تھے۔ ہندو را جاؤن کو صرف اتنی ہی طاقت نہ تھی کہ باوجود مسلمانوں کے بڑی بہادری اور قواعد دانی کے اُن کے مقابلہ میں وہ اپنی حفاظت کریں بلکہ اس سے بھی وہ کچھ بڑھ گئے تھے اور یہ حالت اُن کی کچھ عرصہ تک قائم رہی تھی اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں بگڑا کر پھر بچانے کی بڑی طاقت تھی۔ اُن کے ملک میں آبادی بہت بڑی تھی۔ جب کبھی اُن کو شکست ہوتی تو وہ میدان میں اور نئی بھیڑ بھاڑ کھینچ کر لاتے تھے۔ اور صرف اس کثرت کے ہی باعث وہ مسلمانوں کو ملک بدر کر دیا کرتے تھے۔

۳۴۱۔ بیجا نگر کی حالت ایک پرتگالی مورخ فارباہی سوزا لکھتا ہے کہ دکن کے مسلمان بادشاہوں اور لڑائی کے بعد۔ بیجا نگر کے راجہ سے جو لڑائی ہوئی تھی اور جس سے ملک خاک سیاہ ہو گیا تھا

اُسی کے سبب سے ۱۵۶۶ء میں تجارت کی حالت بہت ہی تباہ ہو گئی تھی۔ بیجا نگر کے راجہ کو جو اُقت ۹۶ برس کا تھا اول اول غلبہ رہا لیکن آخر کو مغلوب ہو گیا اور پھر قتل کر دیا گیا اگرچہ ہندو شہنشاہ میں ہاتھ بوند نہ لاد کر روپیہ اور جو اہرات جس کی تعداد دوس کروڑ ظلاًئی سکھ کے برابر ہوگی اور علاوہ برین راجہ کی انول گدی پہلے ہی لی گئی تھی۔ مگر کچھ بھی پانچ مہینے تک مسلمان بیجا نگر کو لوٹتے رہے۔ اسی لوٹ میں علی حادول شاہ کے حصہ میں ایک سیر آیا تھا جو ایک معمولی انڈے کے برابر تھا اور ایک اور بھی بڑا ہوا ملا تھا جو اس سے کیس قدر چھوٹا تھا اور نیز ادبھی بہت بیش بہا جو اہرات ہاتھ آئے تھے۔ مندرجہ اُقت تک موجود زمین قریب قریب اُن سب سے لوٹ کے وقت کی تلاش کے نشان پائے جاتے ہیں

اور معلوم ہوتا ہے کہ اس تلاش سے کوئی گوشہ اور گڑھا خالی نہیں چھوڑا گیا ہے اس لڑائی سے دو برس بعد ایک رئیس کا سیاح سیزر فریڈرک بیجا نگر کی طرف آیا تھا وہ کہتا ہے کہ مکان ابھی تک کھڑے ہیں مگر شہر کے محلوں میں بجز شیرون اور جنگلی جانوروں کے اور کچھ نہیں ہے تالچ راجراج کا بھائی یہاں لوٹ آیا تھا اور چاہتا تھا کہ شہر کو بچر آباد کرے مگر اس میں اسے کامیابی نہیں ہوئی اور اسے اور جنوب کو جانا پڑا۔

۳۴۲- راجراج بیجا نگر کا وارث راجہ
تھا اور وہاں کے راجا ونگا شجرہ
تالی کوٹلی لڑائی سے جنوبی ہند کے ہندو حکومت بالکل تباہ ہو گئی اور اس قدیمی خاندان کے پس ماندہ پہلے تو نپینندہ اور پھر چندر گری کو خلع اور کاٹ شمالی میں چلے گئے جہاں ان کا دارالحکومت دوسو برس سے زائد تک قائم رہا۔ مگر اس خاندان کی اس شاخ میں بہت ہی تھوڑا سا ملک باقی رہ گیا۔ جتنے راجا پہلے مطیع تھے وہ سب راجراج کی شکست کے بعد خود مختار بن گئے۔ سیور مدوری اور تانجور میں جدا جدا ریاستیں قائم ہو گئیں اور بیجا نگر کے گرد و نواح میں چھوٹے چھوٹے سردار اور زمینداروں نے ملک کو آپس میں بانٹ لیا۔ مسلمانوں کے لیے بھی بیجا نگر کی خرابی بجا سے فائدہ کے نقصان کا باعث ہوئی۔ اس سے ایک مدت بعد تک اس فنک و مسد کے باعث جو بادشاہوں میں چلا آتا تھا کسی کو قدرت نہ ہوئی کہ اپنے ملک کو بڑھاوے۔ بیچ ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد گولکنڈہ اور بیجا پور دونوں نے بیجا نگر کی عملداری کے ایک بہت چمے حصہ پر قبضہ کر لیا۔ مگر اس کال بربادی کے بعد جس قدر کہ خیال ہو سکتا ہے اس کے مقابلے میں توسیع مملکت کا انہیں کچھ فائدہ نہ ہوا۔ پھر ایک ہندو زبردست حکومت کے پاس چڑوس میں ہونے کی وجہ سے مسلمان بادشاہوں کو ہمیشہ لڑائی کے لیے تیار رہنا پڑتا تھا۔ جب یہ کھٹک جانا رہا تو انہوں نے اپنی فوج گھٹا دی اور اپنی تمام طاقت باہمی ادا یون میں ہمیشہ خرچ کرتے رہے کہ جس سے بعد میں وہ بادشاہ دہلی کے بآسانی خود شکار بن گئے۔ راجراج جو بیجا نگر کا آخری راجا تھا معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑا لائق

اور فی ہائے اور متقل مزاج تھا۔ سیزر فریدرک کے ایک فقرہ سے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اس بحث طلب سوال کے جواب کی کچھ چھ جملک سی معلوم ہوتی ہے کہ ترسا کے خاندان سے جو بیجا نگر کے راجاؤں کا دوسرا خاندان تھا اس نے راج پھین لیا تھا یا یہ اس کی اولاد میں سے تھا۔ وہ کہتا ہے کہ کرشن دیو راج کے جو ۳۵۷ء سے ۳۵۸ء تک برسر حکومت رہا راج راج اور اس کے دونوں بھائی تمارو وینکاوری سرداروں میں سے تھے جب وہ مر گیا تو ان کو طاقات حاصل ہو گئی۔ اور اس کے خرد سال بیٹے سداشیو راج کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ سال بھر میں ایک مرتبہ لوگوں کو دکھا دیا کرتے تھے اس سے مجموع نزل راج کی اس بغاوت کی وجہ معلوم ہوتی ہے جس کا اوپر ۳۵۷ء میں ذکر آچکا ہے اس نے راج کی غیر حاضری میں اس کے خرد سال راجہ کو مار ڈالا اور خود گدی پر بیٹھ گیا۔ اس کے مرنے کا حال اوپر تحریر ہو چکا ہے۔ جب یہ معاملہ ہو گیا تو راج ہی ملک کا دارث باقی رہ گیا کیونکہ اس نے کرشن دیو راج کی لڑائی سے بیاہ کیا تھا۔ اس میں بہت کم شبہ نہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر تالے کوٹنے کی لڑائی کا انجام کچھ دوسری طرح ہوتا تو راج مسلمان حکومتوں کو ضرر و خاک میں ملا دیتا اسوجہ سے جو جھگڑا پیدا ہوا تھا یہ کچھ ایسا دیوانہ تھا بلکہ فریقین کی اسی پر بقا منحصر تھی راج کو جو اس کے اخیر زمانہ میں غور ہو گیا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے مسلمان بادشاہوں پر بہت غلبہ ہو گیا تھا۔ اور اس کی بربادی کی کچھ کچھ سی بڑی وجہ ہوئی کہ وہ ان لوگوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ جب اس نے اس بوڑھے کی عمر میں موقع جنگ میں لشکر کی سرداری اپنے ذمہ لی تھی۔ تو ضرور ہے کہ وہ نہایت درجہ کا معنی اور مجسم کا بڑا مضبوط ہو گا۔ اس بیجا نگر کے خاندان کی اولاد انانگندی میں جو اس پر اس نے اُجڑے ہوئے شہر کے پاس بستا ہے ابھی تک باقی ہے۔

ان راجاؤں کے خاندانوں کا شجرہ ہم صفحہ ثانی پر درج کرتے ہیں۔



